

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224115

UNIVERSAL
LIBRARY

محمود الدين

تهذيب الاخلاق

Checked 1978

Checked 1988

جلد پنجم

بابت سال تمام سنہ ۱۲۹۱ ہجری

مطبعة مطبع علميكة انستيتوت

باهتمام حافظ عبد الرزاق

سنہ ۱۲۹۱ ہجری مطابق سنہ ۱۸۷۴ ع

۱۲۹۵۵

اطلاع

بکھشت ممبران و خریداران تہذیب الاخلاق

اُن صاحبوں کو جن کے پاس تہذیب الاخلاق سنہ ۱۲۹۱ ہجری جمع ہی مناسب
ہی کہ اب اُس کو ایک جلد میں منجول فرمائیں اور یہہ دو ورقہ جس میں پہلا ورق
بطور تئیتل پیچ کے ہی اور دوسرے ورق پر فہرست مضامین ہی اس جلد کے اول لکائی
تاکہ وہ سب پوچھے بصورت کتاب بن جائیں اور فہرست سے مضامین کا نکالنا چاہیں
آسان ہو جاوے *

فہرست مضامین تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری

نمبر	نام مضمون	نام مصنف	صفحہ	نمبر	نام مضمون	نام مصنف	صفحہ
۱۷۳	اختتام و شروع سال جدید	سید احمد	۲	۱۸۷	من تشبہہ بقرن کو شیعہ حدیث		
۱۷۴	انسان کی زندگی کی تین ریلاں کی	...		۱۸۸	تہذیب کی تہذیب	سید اقبال علی	۱۲۱
۲۷۵	تین سے مشابہہ ہی	منشی مشتاق حسین	۵	۱۸۹	مضمون نچھو ختم رسالہ	سید احمد	۱۲۳
۱۷۶	اصل شایستگی ہیال کی شایستگی	...		۱۹۰	دافع البہتان	سید احمد	۱۲۴
۱۷۷	اسلام کی دنیوی و دینی	منشی مشتاق حسین	۱۰	۱۹۱	معاذہ بنام نھاد راے مصنفانہ	سید مصدقہ رحمانی	۱۵۸
۱۷۸	حب ایمانی اور حب انسانی	منشی چراغ علی	۱۴	۱۹۲	خط مروری عبدالرحمن صاحب		
۱۷۹	انسوس مسلمانوں کے حال پر	سید احمد	۵۸	۱۹۳	کلیانی	مروری عبدالرحمن	۱۵۹
۱۸۰	مدرسۃ العلوم کی روئدادیں تہذیب	سید احمد	۵۹	۱۹۴	توغیب چندہ مدرسۃ العلوم	مروری عبدالرحمن	۱۵۹
۱۸۱	اخلاق میں نہ چھپیں	سید احمد	۶۰	۱۹۵	سید احمد خاں کی تکفیر کی تردید	حافظ مصدق حسین	۱۶۲
۱۸۲	مباحثہ نئی تہذیب اور پرانے	...		۱۹۶	علامات قرامت	سید احمد	۱۶۵
۱۸۳	خیالات کا	فارقلیط اللہ	۶۰	۱۹۷	* خط مروری مصدق یعقوب صاحب	مصدق یعقوب	۱۷۰
۱۸۴	تفسیر السموات	سید احمد	۷۸-۷۹-۸۰	۱۹۸	سرگزشت دا تہذیب	سید احمد	۱۷۲
۱۸۵	مسلمانان یارنند	رابرت شا صاحب	۷۸	۱۹۹	تہذیب اور اُسکی تاریخ اور انحال		
۱۸۶	چندہ گرجا احوال و ضلع ہستی متعلق	...		۲۰۰	انسانی کے باقاعدہ ہونے کا ثبوت ہندو مت میں	سید احمد	۱۷۳
۱۸۷	مدرسۃ العلوم	منشی مشتاق حسین	۸۸	۲۰۱	مسلمانوں کا انقال	سید احمد	۱۸۶
۱۸۸	سلسلہ تعلیم مدرسۃ العلوم مسلمانان	مرزا رحیم اللہ بیگ	۹۰	۲۰۲	مانسیر ایف گیزو صاحب کا پہلا		
۱۸۹	مراسلہ مہدی ملی بنام منشی	...		۲۰۳	لکچر	گیزو	۱۸۷
۱۹۰	ماجد علی	مروری مہدی ملی	۱۰۴	۲۰۴	مانسیر ایف گیزو صاحب کا دوسرا		
۱۹۱	تقرر کمیٹی ہائے تعلیم مدرسۃ العلوم	...		۲۰۵	لکچر	گیزو	۱۹۸
۱۹۲	ترمیم ذمہ د	سید احمد	۱۱۴	۲۰۶	مانسیر ایف گیزو صاحب کا تیسرا		
				۲۰۷	لکچر	گیزو	۲۱۶
				۲۰۸	لکچہ اللہ علی اکبر بنیں	مروری مہدی ملی	۲۲۲

حساب جمع خرچ پرچہ تہذیب الاخلاق بابۃ سنہ ۱۲۹۱ ہجری

[illegible]

مرزا جلال الدین صاحب - کلیل عدالت دیوانی بنارس بابت	سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
منشی محمد معصوم علی خان صاحب پیشکار تحصیل	...	لا
هاقرس بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	لا
مولوی محمد کریم صاحب قیسی کلکتر بهادر الہ آباد	ابتدای سنه ۱۲۹۰ هجری لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
قاضی شہاب الدین صاحب بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	لا
شیخ الہی بخش صاحب ٹھیکہ دار از میرٹھ ابتدای	شوال سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
منشی محمد عبدالستار صاحب وکیل عدالت دیوانی گورکھ پور	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
منشی محمد معصوم خان صاحب منصرم عدالت حاجی	گورکھ پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
منشی صفدر حسین خان صاحب ناظر عدالت دیوانی گورکھ پور	ابتدای سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
مولوی علی احمد صاحب وکیل منصفی بانسی بابت	سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
شیخ غلام حسن صاحب تاجر پشمینہ از امرتسر ابتدای	سنه ۱۲۹۰ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
مولوی محمد عبدالرحمن خان صاحب کیمانی مدرس و حاکم	اپیل عدالت دیوانی و فوجداری اردی پور میواڑ	لا
منشی محمد الہی بخش صاحب سب انجینیر و قیسی	مکسٹریٹ نہر گنگ ضلع بلند شہر بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب انسپکٹر پولس پونا	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
مولوی حاجی علی بخش خان صاحب سب آرڈینٹ جج	بہادر گورکھ پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
ہائی اسکول لودھیانہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	لا
مولوی محمد کریم بخش خان صاحب اسٹرا اسٹنٹ	کمشنر کونج ضلع جالون بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
مولوی احمد شفیق صاحب ہیڈ ماسٹر اسکول وزیر آباد	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
منشی محمد سلطان خان صاحب قیسی مکسٹریٹ نہر	گنگ ترویزن میرٹھ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
نواب محمد نفی علی خان صاحب از لاکھڑی ضلع لکھنؤ	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
منشی محمد یسین صاحب سکریٹری محکمہ امپرومنٹ	ایسوسی ایشن کشنکڑھی بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا

منشی محمد عبداللہ صاحب مدرس جے نرائین کالج بنارس	ابتدای شوال سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۸۸ هجری	صم
منشی عبداللطیف صاحب ریڈر کمسریٹ اگزامنر آفس از	مدارس بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
شیخ فخر الدین احمد صاحب ہیڈ ماسٹر ضلع اسکول	نرسنگپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
منشی غلام مرتضی صاحب رئیس وکیل منصفی فتح آباد	ضلع آگرہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
شیخ الطاف حسین صاحب از کانپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	مولوی عبدالصمد صاحب وکیل عدالت دیوانی غازیپور	لا
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	قاضی ارشاد علی صاحب منصرم عدالت منصفی غازیپور	لا
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	مولوی عبدالواسع صاحب مدرس اور اسکول ریواڑی بابت	لا
سنه ۱۲۹۱ هجری	ہاسٹر محمد خدا بخش خالصاحب ناظم نہر از پٹیالہ	لا
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	سید اقبال علی صاحب وکیل عدالت پرتاب گتہ بابت	لا
سنه ۱۲۹۱ هجری	منشی وکیل احمد صاحب از حیدر آباد دکن قصبہ ریچپور	لا
ابتدای شوال سنه ۱۲۸۷ لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری	مولوی وارث علی صاحب از الہ آباد بابت بقیہ سنه ۱۲۹۱ هجری	صم
منشی اجودھیہ پشاد صاحب سب آرڈینٹ جج اعظم گتہ	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
منشی محمد امین الدین خان صاحب سب انسپکٹر ڈاکخانجات	از فتحپور ہنسرا بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
بابو محمد شایق صاحب سب اسٹنٹ سرجن گورکھ پور	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لا
محمد اکرام اللہ خان صاحب از دہلی بابت سنه ۱۲۹۱	...	لا
ہجری	نواب محمد حسن خان صاحب از بنارس منجمہ قیمت	صم
بابت سنه ۱۲۹۰ هجری	...	لا
سید عطا اللہ خان صاحب از ناگپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	لا
مولوی سید اکرام علی صاحب از کوٹلہ بابت سنه ۱۲۹۱	...	لا
ہجری	سید لدا حسین صاحب سب انسپکٹر پولس از بنارس بابت	لا
بقیہ سنه ۱۲۹۱ هجری	...	لا

منشی محمد عبدالسلام صاحب اسپیکر پولس ایلیور بابت	منشی محمد عبدالسلام صاحب اسپیکر پولس ایلیور بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۹۱ هجری
ید محمد علی صاحب سرشته دار اجلاس خاص سرپه‌نور	ید محمد علی صاحب سرشته دار اجلاس خاص سرپه‌نور
مہاراجہ صاحب والی پٹیالہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	مہاراجہ صاحب والی پٹیالہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
فاظ مجتبیٰ کریم صاحب داروغہ صفائی شہر بنارس	فاظ مجتبیٰ کریم صاحب داروغہ صفائی شہر بنارس
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
منشی غلام حسین خان صاحب صوبہ دار رجمنٹ ۲۸ پنجابی	منشی غلام حسین خان صاحب صوبہ دار رجمنٹ ۲۸ پنجابی
از کلکتہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	از کلکتہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
منشی اودہ بہاری لعل صاحب پیشکار کلکٹری بنارس بابت	منشی اودہ بہاری لعل صاحب پیشکار کلکٹری بنارس بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۹۱ هجری
فاظ حاجی محمد حسین صاحب از اجمیر بابت	فاظ حاجی محمد حسین صاحب از اجمیر بابت
سنه ۱۲۹۳ هجری	سنه ۱۲۹۳ هجری
لیخ محمد حسین صاحب از سنبھل مراد آباد ابتدائی	لیخ محمد حسین صاحب از سنبھل مراد آباد ابتدائی
سنه ۱۲۸۹ لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۸۹ لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد نور الحسن صاحب تحصیلدار کالپی بابت	مولوی محمد نور الحسن صاحب تحصیلدار کالپی بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی منیر الدین احمد صاحب منصف، چونپور بابت	مولوی منیر الدین احمد صاحب منصف، چونپور بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد افضل حسین صاحب مدرس فارسی مدرسه	مولوی محمد افضل حسین صاحب مدرس فارسی مدرسه
رٹلام بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	رٹلام بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد انوار الحق صاحب وکیل عدالت مراد آباد	مولوی محمد انوار الحق صاحب وکیل عدالت مراد آباد
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لہ دھنیت رای صاحب ہیڈ کلارک دفتر ایستور کیپر	لہ دھنیت رای صاحب ہیڈ کلارک دفتر ایستور کیپر
محکمہ ریلوی از وزیر آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	محکمہ ریلوی از وزیر آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
منشی کشن گوپال صاحب از وزیر آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	منشی کشن گوپال صاحب از وزیر آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
منشی فضل حسین صاحب دہلی کلکٹر بہادر بستی	منشی فضل حسین صاحب دہلی کلکٹر بہادر بستی
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
نور جولا پشاد صاحب از الہ آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	نور جولا پشاد صاحب از الہ آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
ید چراغ شاہ صاحب مدرس اول تعلیم المعلمین از بہاولپور	ید چراغ شاہ صاحب مدرس اول تعلیم المعلمین از بہاولپور
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
ید محمد نور الحسن صاحب منصف ضلع شاہ آباد بابت	ید محمد نور الحسن صاحب منصف ضلع شاہ آباد بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۹۱ هجری
نشی فضل ربی صاحب از مرشد آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	نشی فضل ربی صاحب از مرشد آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
ید حسن عسکری صاحب سرشته دار کلکٹری ضلع بہاگلپور	ید حسن عسکری صاحب سرشته دار کلکٹری ضلع بہاگلپور
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
امیر شیو پشاد صاحب سی ایس آئی از بنارس بابت	امیر شیو پشاد صاحب سی ایس آئی از بنارس بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۹۱ هجری
سکرٹری صاحب بہادر از امرتسر منجملہ قیمت سنه ۱۲۹۱ ه	سکرٹری صاحب بہادر از امرتسر منجملہ قیمت سنه ۱۲۹۱ ه
مکرم الدولہ بہادر صدر المہام مال از حیدر آباد دکن	مکرم الدولہ بہادر صدر المہام مال از حیدر آباد دکن
ابتدائی سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری	ابتدائی سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری
نواب اسد اللہ خان صاحب از سہاگپور بابت سنه ۱۲۹۱ ه	نواب اسد اللہ خان صاحب از سہاگپور بابت سنه ۱۲۹۱ ه
محمد رمضان صاحب نقشہ نویس از مقام روبر ابتدائی	محمد رمضان صاحب نقشہ نویس از مقام روبر ابتدائی
سنه ۱۲۸۹ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۸۹ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری
حافظ عبدالرحمن صاحب مدرس از پالم پور بابت سنه ۱۲۹۱ ه	حافظ عبدالرحمن صاحب مدرس از پالم پور بابت سنه ۱۲۹۱ ه
محمد بخش صاحب بگل میجر رجمنٹ ۲۸ پنجابی از کلکتہ	محمد بخش صاحب بگل میجر رجمنٹ ۲۸ پنجابی از کلکتہ
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد حیدر حسین صاحب وکیل عدالت دیوانی	مولوی محمد حیدر حسین صاحب وکیل عدالت دیوانی
گورکھ پور ابتدائی سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	گورکھ پور ابتدائی سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری
منشی شیو شنکر لعل صاحب تحصیلدار ہاٹا ابتدائی	منشی شیو شنکر لعل صاحب تحصیلدار ہاٹا ابتدائی
سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۰ هجری	سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۰ هجری
عبدالحمید صاحب طالب علم از رامپور ابتدائی سنه ۱۲۸۷	عبدالحمید صاحب طالب علم از رامپور ابتدائی سنه ۱۲۸۷
لغایت سنه ۱۲۸۹ هجری	لغایت سنه ۱۲۸۹ هجری
منشی منگل سین صاحب دہلی کلکٹر بندرست از علیگڑہ	منشی منگل سین صاحب دہلی کلکٹر بندرست از علیگڑہ
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
محمد عزیز الدین خان صاحب از اندور بابت سنه ۱۲۹۱ ه	محمد عزیز الدین خان صاحب از اندور بابت سنه ۱۲۹۱ ه
مولوی سید لطف حسن صاحب از ضلع اوناو بابت	مولوی سید لطف حسن صاحب از ضلع اوناو بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی عبید اللہ صاحب عیبدی سپرنٹنڈنٹ مدرسه ڈھاتہ	مولوی عبید اللہ صاحب عیبدی سپرنٹنڈنٹ مدرسه ڈھاتہ
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد عمر صاحب ضلعدار ڈیر گنگ از بلند شہر	مولوی محمد عمر صاحب ضلعدار ڈیر گنگ از بلند شہر
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد حنیف صاحب ہیڈ ماسٹر اسکول ٹرہن	مولوی محمد حنیف صاحب ہیڈ ماسٹر اسکول ٹرہن
ضلع ٹرہن ابتدائی سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت	ضلع ٹرہن ابتدائی سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت
سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی شیخ احمد حسین صاحب از حیدر آباد دکن بابت	مولوی شیخ احمد حسین صاحب از حیدر آباد دکن بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی ذکا اللہ صاحب از گورکھ پور ابتدائی سنه ۱۲۸۷ لغایت	مولوی ذکا اللہ صاحب از گورکھ پور ابتدائی سنه ۱۲۸۷ لغایت
سنه ۱۲۹۰ هجری	سنه ۱۲۹۰ هجری
مولوی محمد نجم الدین صاحب مدرس از دہلی ابتدائی	مولوی محمد نجم الدین صاحب مدرس از دہلی ابتدائی
سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی ماجد علی صاحب از مرزا پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	مولوی ماجد علی صاحب از مرزا پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
امانت خان صاحب مالگدار از ناگپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	امانت خان صاحب مالگدار از ناگپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی عبدالقیوم صاحب از مرزا پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	مولوی عبدالقیوم صاحب از مرزا پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
امر ناتھ صاحب اسپیکر مدارس رٹلام ابتدائی سنه ۱۲۸۹	امر ناتھ صاحب اسپیکر مدارس رٹلام ابتدائی سنه ۱۲۸۹
لغایت سنه ۱۲۹۰ هجری	لغایت سنه ۱۲۹۰ هجری
مولوی محمد معین علی صاحب از چنورا منجملہ بابت	مولوی محمد معین علی صاحب از چنورا منجملہ بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری	سنه ۱۲۹۱ هجری

نواب علي احمد خان صاحب تحصیلدار غازي آباد ضلع
میرٹھ ابتدائی شوال سنہ ۱۲۸۷ لغایت سنہ ۱۲۹۱ هجري
محمد عبدالعہد صاحب نایب تحصیلدار جالون بابت
سنہ ۱۲۹۱ هجري
محمد عبدالغفار خان صاحب از پڑوا تحصیل پٹلی بہیت
ضلع بریلی ابتدائی شوال سنہ ۱۲۸۷ هجري لغایت
سنہ ۱۲۹۱ هجري
مولوي امین الدین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
بابت سنہ ۱۲۸۹ هجري
سید عبدالسلام صاحب از بیر بہوم منجمتہ بابت
سنہ ۱۲۹۱ هجري
منشی حشمت حسین صاحب از مظفر پور بابت
سنہ ۱۲۹۱ هجري
جناب حسن بی عبداللہ صاحب بہادر از حیدرآباد ابتدائی
شوال سنہ ۱۲۸۷ لغایت سنہ ۱۲۹۱ هجري :
منشی محمد انور حسین صاحب از غازیپور بابت
سنہ ۱۲۹۱ هجري
مولوي اکبر حسین صاحب وکیل های کورٹ الہ آباد
ابتدائی شوال ۱۲۸۷ لغایت سنہ ۱۲۹۱ هجري ...
مولوي عین الحق صاحب نایب صدر منصرم گونڈہ بابت
بقیہ سنہ ۱۲۹۰ هجري
شیخ اثیر الدین صاحب مختار محکمہ کلکتری بنارس
بابت سنہ ۱۲۹۱ هجري
مولوي محمد ذکا اللہ صاحب از الہ آباد بابت
سنہ ۱۲۹۱ هجري
مولوي فضل اللہ صاحب از بانکہ پور بابت سنہ ۱۲۹۱ هجري
منشی مادھو لعل صاحب منصف مرزا پور ابتدائی شوال
سنہ ۱۲۸۷ هجري لغایت آخر سنہ ۱۲۹۱ هجري ...
محمد عمر بخش صاحب از جالندھر بابت
سنہ ۱۲۹۱ هجري
شاہ دلاور حسین احمد خان صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و
ڈپٹی مجسٹریٹ موتی ہاوی بابت سنہ ۱۲۹۱ هجري ..
منشی بھال سنگھ صاحب سرشتہ دار نیابت عدالت
دیوانی پٹیالہ بابت سنہ ۱۲۹۱ هجري ..
منشی محمد ذکا اللہ صاحب پرنسز میوز کالج الہ آباد بابت
سنہ ۱۲۹۱ هجري
صادق علي صاحب از کپور تھلہ ابتدائی شوال
سنہ ۱۲۸۷ هجري لغایت سنہ ۱۲۸۹ هجري ...

عہد

لکھ

عہد

عہد

عہد

لکھ

عہد

لکھ

عہد

عہد

لکھ

لکھ

عہد

عہد

لکھ

لکھ

لکھ

صم

۸

شیخ محمد کریم صاحب عطا زمیندار اعظم گڈہ بابت
بقیہ سنہ ۱۲۹۱ هجري
سید لعل محمد صاحب از اجپور بابت محمول اخبار بابت
سنہ ۱۲۹۱ هجري
بابت قیمت پرچہ های متفرق
واپس از اجرت چھوٹائی حساب جمع خرچ سنہ ۱۲۹۰ هجري

پیشگی جو خریداروں سے وصول ہوا

بابت سال آئندہ

منشی محمد ابوالحسن صاحب منصف تاجپور ضلع ٹرہتہ
بابت سنہ ۱۲۹۲ هجري
سید حسن عسکری صاحب سرشتہ دار کلکتری از بہاگلپور
بابت سنہ ۱۲۹۲ هجري
محمد عبدالغفار خان صاحب از پڑوا تحصیل پٹلی بہیت
ضلع بریلی بابت سنہ ۱۲۹۲ هجري و بابت سہ ماہی
اول سنہ ۱۲۹۳ هجري
مولوي محمد افضل حسین صاحب مدرس مدرسہ وکلام
بابت سنہ ۱۲۹۲ هجري
منشی مادھو لعل صاحب منصف مرزا پور بابت
سنہ ۱۲۹۲ هجري
شیخ عبدالقادر صاحب انسپکٹر پولیس از پٹوٹا بابت
سنہ ۱۲۹۲ هجري
نواب محمد نقی علی خان صاحب از کاکڑی بابت
سنہ ۱۲۹۲ هجري
سید اقبال علی صاحب وکیل عدالت پرتاب گڈہ بابت
سنہ ۱۲۹۲ هجري
سید جعفر حسین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
بابت سنہ ۱۲۹۲ هجري
لالہ کریش پرشاد صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
بابت سنہ ۱۲۹۲ هجري
مولوي امین الدین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
بابت سنہ ۱۲۹۲ هجري
مرزا جلال الدین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
سنہ ۱۲۹۲ هجري
حافظ فضل الرحمن صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
بابت سنہ ۱۲۹۲ هجري
مولوي عبدالستار صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
سنہ ۱۲۹۲ هجري

عہد

صم

عہد

عہد

صم

ضم

صم

صم

لکھ

صم

صم

لکھ

لکھ

لکھ

لکھ

لکھ

لکھ

لکھ

تیسبندی پرچہ های اخبار سنہ ۱۲۹۰ ہجری .. ص ۸
 خرید کاغذ برای تیسبندی سنہ ۱۲۹۰ ہجری ... ص ۸
 خرید کاغذ بانس برای پشت بند اخبار .. ص ۸
 تذخواہ محرر معمولی بابت یکسال .. ص ۸
 تذخواہ محرر جدید بابت یکسال .. ص ۸
 واضح ہو کہ یہ محرر جدید تہذیب الاخلاق اور کمیٹی مدرسہ مسلمانان دونوں کا کام کرتا ہی مگر اسکی کل تذخواہ تہذیب الاخلاق کے حساب میں اسلامیہ ڈال دی گئی ہی کہ کمیٹی مدرسہ مسلمانان میں کفایت ہو اور اُمید ہی کہ ممبران تہذیب الاخلاق اسکو ناپسند نہ فرماویں گی

اجرت چھپوائی پرچہ حساب ... ص ۸
 میزان کل الکے تاکہ ... ص ۸
 ۱۲/۳ پائی

فاضل ... ص ۸
 جن لوگوں کا چندہ اس حساب کے طیار ہونے کے بعد آیا ہی وہ سنہ ۱۲۹۲ ہجری کے حساب کے ساتھ چھاپا جاویگا ۵

الہ چھٹوں لعل صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری ... ص ۸
 مولوی شجاع الدین حیدر صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس بابت ۱۲۹۲ ہجری ... ص ۸
 الہ پونیت لعل صاحب خائف لالہ گویند پرشاد صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری ... ص ۸
 مولوی فخرالدین خاں صاحب سابق تہیتی انسپکٹر مدارس ضلع بدایوں بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری ... ص ۸
 مولوی محمد فرید الدین احمد صاحب سرشتہ دار عدالت دیوانی بزرگ از حیدر آباد دکن بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری ... ص ۸
 سید فدا حسین صاحب سب انسپکٹر پولس بنارس بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری ص ۸

میزان کل الکے تاکہ ۱۰/۹ پائی
 اخراجات بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری

خرید کاغذ از لندن و کلکتہ معہ اخراجات کرایہ ریل و جہاز وغیرہ ... ص ۸
 اجرت چھپائی معمولی ص ۸

محصول خطوط و تقسیم پرچہ تہذیب الاخلاق معہ وصول آمدرفت پولندہ پرچہ مذکور از علیگتہ تا بنارس .. ص ۸

THE
MOHAMMEDAN
SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[جلد پنجم] یکم محرم الحرام سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ مری [نمبر ۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قوتیشن کے منایب فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب پناہر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجنا چاہئے غرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جائے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپ کر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جائیگا * جن دوستوں نے شریک ہو کر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے اگر چاہیں تو آؤ کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ متقاضی مضامین ہوگا چھپا کر ایک خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو نی پرچہ چاہے آئے مگر اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

اختتام سال

تہذیب الاخلاق
یکم محرم سنہ ۱۲۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۳۰۵ قمری

اختتام سال

مضمون نمبر ۱۷۳

اختتام سال سنہ ۱۲۹۰ ہجری

شروع سال سنہ ۱۲۹۱ ہجری

از بندہ خضوع و التوا می زبید
بغضائش بندہ از خدا می زبید
گرم کنم آنکہ آن سرا نازبیا اسدا
تر کن ہمہ آنکہ آن ترا می زبید

الحمد لله کہ سنہ نوے پورا ہوا اور سنہ اکیانوے شروع ہو گیا ہمارے اس پرچہ کو جاری ہوئے سوا تین برس ہو گئے *
پچھلے سال بھی خندہ کل و نانہ بلیک سے خالی نہیں گیا ہمارے آگ و نانہ نے بدستور غاغہ رکھا اور ہمارے فاضلین کا بھی شور و شغف کم نہ ہوا *

حسن شہرت مشق رسوائی تقاضا میکند

جرم معشوق و گناہ عاشق بیچارہ نیست
فاضلین شفیق نے ہم کو بھی کچھ کہا اور بھی کچھ آخوکار ہم کو
کافر و ملحد ٹھہرا ہی دیا در و نزدیک کے صوابی صاحبوں سے کفر کے قدروں پر صبریں چھپ واپی منبرائیں اور ہمارے نظر پر ہمارے ناصح شفیق جناب مولوی حاجی سید امداد العالی صاحب نے ایک رسالہ چھاپ ہی دیا اور امداد لافاق اسکا نام رکھا بھلا اور کچھ ہوا یا نہ ہوا ہمارے غریب دھاپے رنے کو تو فائدہ ہو گیا *

اسی سال میں ہماری تحریرات کی تردید میں مولانا علی بخش خاں بہادر نے (جو امید ہی کہ اب تک حاجی بھی ہو گئے ہونگے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سے انکو بھی حاجی کہا کرینگے) دو رسالے تحریر فرمائے ہیں جن میں سے ایک کا نام شہاب ثناب ہی اور دوسرے کا نام تائید الاسلام *

اخباروں میں نور الانوار تو اپنا نور عالم میں بوساتا ہی تھا مگر اس سے ایک آڑ پرچہ آنکے گھر کا ارجالا مسمیٰ بغیر الانفاق ادفع ظلمۃ اهل النفاق پیدا ہوا ہی جو نہایت ہی دلچسپ ہی اور ہمارے اس پرچہ تہذیب الاخلاق کے جواب میں نکلا ہی اُسکے مضامین ظاہر تو جناب حاجی مولوی سید امداد العالی صاحب بہادر کے طبع زان معلوم ہوتے ہیں مگر بعضی لوگ اُن مضامین کو بے پالک بتاتے ہیں بہر حال ہم کو اس سے کیا کہ وہ میاں نذیر کے ہیں یا میاں بشیر کے کسیکے ہوں مگر دلچسپ ہیں خدا اُسکی بھی مہر دراز کرے *

ہم نے بھی اپنے مضامین لکھنے اور قومی بھلائی کی کوشش میں کسی نہیں کی اگرچہ پچھلے سال میں کارروائی مدرسۃ العلوم مسلمانان کی انٹرو چنپٹی رہی الا مضامین دانشنیں سے بھی یہ پرچہ خالی نہیں رہا ہمارے غمزدہ دل شکستہ دوست مولوی سید مہدی علی کاکچہر مسلمانوں کی تہذیب پر جو اس سال کے پورے چھ ماہ درحقیقت ایک ایسا کارنامہ ہی جسکی قدر وہی لوگ جانتے ہیں جو اُسکی قدر جانتے ہیں — ہمارے ہم عصر اڈیٹر اودہ اخبار نے اُسکی ویسی ہی قدر دانی کی ہی جسکا وہ مستحق ہی ہم کو تہذیب نظر ہی کہ ایسا علی مضمون ہمارے اس ناچیز پرچہ کے ذریعہ سے مشہور ہوا جو ہماری قوم کی اگلی حالت کو یاد دلاتا ہی اور پچھلی حالت بتاتا شرمندہ کرتا ہی اور پھر آئندہ کی بہتری کی توقع سے دل و جان کو ترویج دیتا ہی * بڑی مبارکی اس سال میں ہمارے پرچہ کو یہ عرونی ہی کہ جناب مولوی چراغ علی صاحب نے بھی اس میں مضمون لکھنے شروع کیئے ہیں ایک آدہ مضمون اُنہا پچھلے سال میں چھاپا ہی اور آئندہ اور بہت سے عمدہ مضامین کے چھپنے کی توقع ہی *

ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری تحریروں کے سمجھنے میں جو کچھ بھی بھی نسبت مسائل مذہبی لکھی جاتی ہیں انٹر لوک غلطی کرتے ہیں رد نہیں سمجھتے کہ ہمارے اصول کیا ہیں اور کن اصولوں پر ہماری تحریریں مبنی ہیں اس لیئے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس سال کے شروع میں ہم اپنے اُن اصول کو لکھ دیں تاکہ لوگ اُن اصول کی صحت و سقم پر غور کریں اگر وہ اصول صحیح ہیں تو امید ہی کہ جو تحریریں اُنپر متعبر ہیں اُنہیں بھی کچھ غلطی نہ ہوگی بالآخر یہ مقولہ نہایت صحیح ہی —

کہ هیچ نفس بشر خالی از خطا نبود

اور وہ اصول یہ ہیں —

اول خداے واحد ذوالجلال ازلی وابدی خالق و صانع تمام کائنات کا ہی *

دوم اُس کا کلام اور جس کو اُس نے رسالت پر مبعوث کیا اُس کا کلام ہرگز خلاف حقیقت اور خلاف واقع نہیں ہو سکتا *

سوم قرآن مجید بلاشبہ کلام الہی ہی کوئی حرف اُس کا نہ خلاف حقیقت ہی اور نہ خلاف واقع *

چہارم قرآن مجید کی اگر کوئی آیت ہم کو بظاہر خلاف واقع یا خلاف حقیقت معلوم ہو تو در حال سے خالی نہیں یا تو اُس آیت کا مطلب سمجھنے میں ہم سے غلطی ہوئی ہی یا جسکو ہم نے حقیقت اور واقع سمجھا ہی اُس میں غلطی کی ہی — اس کے برخلاف کسی مفسر یا محدث کا قول ہمارے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہی *

اختتام سال

تہذیب الاخلاق
یکم مہرم سنہ ۱۲۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۳۰۵ زیدی

اختتام سال

ہوتے ہیں اور وہ قوت بھی ہے جو اُس نعل کے ارتکاب سے روکتی ہے
ان تمام قوی کے استعمال پر انسان مشتار ہے — مگر ازل سے خدا کے
علم میں ہی کہ نفل انسان کس کن قوی کو اور کس کس طور پر کام
میں لاریگا — اُس کے علم کے برخلاف ہرگز نہرگا مگر اِس سے انسان
اُن قوی کے استعمال یا ترک استعمال پر جب تک کہ وہ قوی قابل
استعمال کے اُس میں ہیں مجبور نہیں متصور ہوسکتا *

سیزدہم دین اسلام اُن مجموعہ احکام کا نام ہے جو یقینی
من اللہ ہیں *

چہارنہم احکام دین اسلام در قسم کے ہیں ایک وہ جو اصلی
احکام دین کے ہیں اور وہ بالکل نطوت کے مطابق ہیں دوسرے وہ
جن سے اُن اصلی احکام کی حفاظت مقصود ہے مگر اطاعت اور عمل
میں اُن دونوں کا رتیبہ برابر ہے *

پانزدہم تمام افعال اور اقوال رسول خدا صلی اللہ علیہ و سام
کے بالکل سچائی تھے مصلحت وقت کی نسبت رسول کی طرف کرنی
سخت ہے ادبی ہے — میں خوف نذر ہے *

مصلحت وقت سے میری مراد وہ ہے جو علم ارگوں نے مصلحت
کے معنی سمجھے ہیں کہ دل میں کچھ اور کہتا یا کرنا کچھ یعنی
ایسے قول یا فعل کو کام میں لانا جو در حقیقت بیجا تھا مگر بندہ
وقت پس کو اُس کو نہدیا یا کرنا *

ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اصول پانزدہ گانہ ایسے ہیں کہ
بن سے کوئی مسلمان اثنار اور اختلاف نہیں کوسکتا اور جب وہ لوگ
جو ہم سے اختلاف رائے رکھتے ہیں ان اصولوں پر غور کریں گے اور یہ
بھی سمجھیں گے کہ ہماری تصدیقیں ایسے سچے اصولوں پر مبنی ہیں
تو کیا عجب ہے کہ وہ بھی ہم سے متفق ہوجائیں *

تہذیب قومی

اصلی مقصد تو ہمارے اِس پرچہ کا تہذیب قومی ہے مسائل
مذہبی کی بحث بمجبوری آجاتی ہے اِس سال میں بھی جہاں تک
ہوسکا ایسے مضامین جو قومی تہذیب سے علائق رکھتے ہیں اِس پرچہ
میں لکھے گئے ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ اُن مضامینوں نے
کسی کے دل پر اثر بھی کیا ہو مگر ہم کو یہ نسبت اسکے کہ ہمارے
مضمونوں نے کسی دل کو نرم کیا ہے اِس بات سے زیادہ خوشی ہے کہ
ہم اپنے فرض کو ادا کرتے ہیں اور یہی ہمارا مقصد ہونا چاہیئے کیونکہ
بندہ کا کام صرف سہی کرنا ہے اور اُس کو پورا کرنا اور اثر دینا خدا کا
نام ہے الہی منہی والا تمام من اللہ تعالیٰ ایک مشہور مقررہ ہے پس
شکر ہے کہ جہاں تک ممکن ہے ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں *

پنجم جسقدر نغم الہی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سام
پر قازل ہوا وہ سب بین الدنئین موجود ہے ایک حرف بھی اُس سے
خارج نہیں ہے — اِس لیئے کہ اگر ایسا مانا جاوے تو کوئی ایک
آیت بھی قرآن مجید کی بطور یقین قابل عمل نہوگی کیونکہ ممکن
ہے کہ کوئی ایسی آیت خارج رکھ گئی ہو جو آیات موجودہ
بین الدنئین کے برخلاف ہو *

تہ ملنا کسی ایسی آیت کا اُس کے عدم وجود کی دلیل نہوسکیگا *

• ششم کوئی انسان سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ و سام کے ایسا
نہیں ہے جسکا قول و فعل بلا سند صحیح قول و فعل رسول کے
دینیات میں قابل تسلیم ہو یا جسکی عدم تسلیم سے نذر لازم آتا
ہو — اِس کے برخلاف اعتقاد رکھنا شرک فی النہرۃ ہے *

مقصود یہ ہے کہ جسطرح امت و پیغمبر میں تفاوت درجہ ہے
[اسطرح اُن کے قول و فعل میں بھی جو دینیات سے متعلق ہیں
درجہ و رتیبہ کا تفاوت ہے *

ہفتم دینیات میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ و سام کے
اطاعت میں ہم مجبور ہیں اور دنیاری امور میں مجاز *

اِس مقام پر سنت کے لفظ سے میری مراد احکام دین ہے *

ہشتم احکام مخصوصہ احکام دین بالیقین ہیں اور باقی
مسائل اجتہادی اور قیاسی اور وہ جنکی بنا امر ظنی پر ہے سب
ظنی ہیں *

نہم انسان خارج از عاقلہ انسانی مکلف نہیں ہوسکتا پس
اگر وہ ایمان پر مکلف ہے تو ضرور ہے کہ ایمان اور اُس کے وہ
احکام جنپر نجات منحصر ہے عقل انسانی سے خارج نہیں *

مثلاً ہم خدا کے ہونے پر ایمان لانے کے مکلف ہیں مگر اُس کی
ماہیت ذات کے جاننے پر مکلف نہیں *

دہم افعال ساموہ فی نفسہ حسن ہیں اور افعال مہموہہ فی
سہ تبیح ہیں اور پیغمبر صرف اُن کی خواص حسن یا تبیح کے بتانے
اتے ہیں جیسیکہ طایب جو ادویہ کے ضرر اور نفع سے مطلع کردے *

اِس مقام پر لفظ افعال کو ایسا عام تصور کرنا چاہیئے جو افعال
وارح اور افعال قلب وغیرہ سب پر شامل ہو *

یازدہم تمام احکام مذہب اسلام کے نطرت کے مطابق ہیں اگر
انہم تو اندھے کے حق میں تہ دیکھنا اور سرجا کے حق میں
بکھنا گناہ نہیں سکیگا *

دوازدہم وہ قوی جو خدا تعالیٰ نے انسان میں پیدا کیئے ہیں
میں وہ قوی بھی جو انسان کو کسی نعل کے ارتکاب کے معسرک

رعدہ ان الصفات یدھیں السیات بھی کرونگا اور تمکو تمہاری نوشہروں کا پورا صلہ دونگا لیکن مجھکو تم سے بہت ہی بڑی شکایت ہی تم میرے خاص بندوں میں تھے اور ہمیشہ اسبات کی امید کرتے تھے کہ ایک دن خدا کے سامنے عزت سے حاضر ہونگے تم سے اداے نرازش میں قصور اور کالہی ہونا نہایت اندرس کی بات ہی تم میں سے ہر ایک کی کالہی نے میرے اور بندوں کو بھی کالہی کی تعلیم دی اور اپنے اس کردار سے میرے بہت سے بندوں کو اپنی بکار آمد کوششوں میں شریک کرنے اور اپنی عمدہ نصیحتوں پر عمل کرنے سے باز رکھا — کیا تم نے یہ جان لیا تھا کہ مجھکو تمہاری یہ کالہی کچھ عرصہ معلوم ہوتی ہوگی کیا تم نے دنیا میں کسی ایسے بادشاہ کا دربار ندیکھا تھا یا اُسکے حال سے واقف نہ ہوئے تھے جسنے اپنے درباریوں اور اپنے نوکروں اور اپنی رعایا کے واسطے کڑی ضابطہ بادشاہ کی تعظیم بجالانے کا مقرر کردیا ہو کیا تم یہ نہ جانتے تھے کہ اگر کوئی شخص یا کوئی اعلیٰ رتبہ کا امیر اُس بادشاہ کی تعظیم اُس طریقہ سے بجا نہ لاتا تو اُس بادشاہ کا قہر و غضب کسقدر مشتمل ہوتا کیا کوئی امیر اُس بادشاہ کا کو اُسکی ذات سے کیسی ہی عمدہ عمدہ خدمتیں ظہور میں آتی ہوتیں یہ جرات کوسکتا تھا کہ بغیر حکم بادشاہ کے اپنی کالہی سے اُسکی مقررہ تعظیم میں کچھ قصور کرے پھر کیا تمہارے پاس میرا کوئی فرمان آگیا تھا یا کوئی نوشتہ تمہارے کان میں نہہ گیا تھا کہ تمہارا روزہ نماز تمہاری خرابی پر منحصر ہی یا تمکو اسقدر عقل نہ تھی جو یہ سمجھتے کہ احکام العاقبت ہمارے اس کالہی سے ٹاخرش نہ ہوتا ہوتا — اگر کوئی مام آدمی ایسی غلطی میں گذارتا تو مجھکو اُس سے اسقدر شکایت نہوتی اور ایک خفیف سا عذاب اُسکو دیکر چہرہ دیتا لیکن تم میرے برگزیدہ بندوں میں سے تھے تمہاری ان کج اداؤں سے مجھکو بہت رنج ہوا ہی *

پھر خدا نے اُن سے سوال کیا کہ آیا تمکو یہ امید تھی یا نہیں کہ خدا کے ہاں ہم عزت سے حاضر ہونگے تب اُنہوں نے بہت ہی دبی ہوئی اور رزقی ہوئی آواز سے جواب دیا کہ ہاں اے باری تعالیٰ ہمکو تیرے رحم اور فضل و کرم سے ایسی ہی ترقع تھی تیری مغایت سے ہمکو ایسا بھی بھروسہ تھا اور ہم تیری ایسی مغایت کے بھروسہ پر اپنے ارادوں میں اسقدر ثابت قدم رہ سکے — پھر خدا نے اُن سے پوچھا کہ کیا تمکو عامہ خلائق اور قومی بھلائی میں سامی ہونے میں انبیاء کرام سے بھی کچھ زیادہ دوسرے تھا جواب دیا کہ حاشا! تم حاشا! اُنکی خاک پا کے برابر بھی کہی رتبہ نہیں ہوا پھر خدا نے اُنسے پوچھا کہ کیا انبیاء کے صحابیوں سے تمہارا درجہ ان کوششوں کے لحاظ کچھ بڑھا ہوا تھا جواب دیا کہ نہیں ہمارے کیا مجال تھی کہ ہم تیرے اُن

دل پر گذرتے ہیں مگر جب ہی اپنے کیئے پر پشیمان ہی اور جب بیٹھا ہوا ہی روپیہ پاس نہیں جو دولت مند غافلوں اور کالہوں کی طرح وہ بھی رھاٹی پاتا — اُس نے اپنا جیہ ریل والوں کے سامنے پیش کیا کہ اسکو لیا اور مجھے آزاد کرو لیکن اُس میں ستر بہتر سوراخ تھے کسی نے بھی اُس طرف التفات نہ کیا پھر اُس نے اپنی بھٹی ہرائی میلی کھیلی دستار اپنے سر پر سے اُتار کر ریل والوں کے قدسوں پر قالی کہ اسکو قبول کرو اور ہرے خدا مجھے چہرہ دو سگر کسینہ دے بھی نچانا کہ کون بکتا ہی اور کیا بکتا ہی آخر اُس نے اپنی جیب ڈٹولی اور اُس میں سے کچھ منہدوری پیسے نکالے اور ریل والوں کے سامنے پیش کیئے کہ اب اسکو سوا میرے پاس اور کچھ نہیں ہی — ریل والوں نے وہ پیسے اُس سے لیلئے مگر وہ بھی رھاٹی کے لیئے مکتفی نہ ہوئے اور آخر کار اسی حالت میں وہ مسجد حریث کے ہاں سے قید ہوا اور کچھ مہینہ تک جیلخانہ کے عذاب اور ذلتیں بھگت نے کے بعد اُسے اُس رسوائی سے نجات پائی *

یہی حال پچیسے اُن لوگوں کا ہوتا ہی جو اپنی زندگی میں اپنے ایمان کی کچھ حفاظت نہیں کرتے نہ اپنے جیتے جی کچھ ایسے کام کر جاتے ہیں جو آخرت میں اُنکی نجات کا ذریعہ ہوں جب وہ لوگ کالہی ہاتھوں اس دنیا سے سدھارتے ہیں تو جاتے ہی پکڑے جاتے ہیں ہر طرف سے پھٹکار ہوتی ہی عذاب کے زخمتہ متعین ہوتے ہیں وہ اپنے اُن ساتھیوں کو دیکھتا ہی جو زندگی میں اپنے ایمان کی طرف سے ہوشیار تھے اُنکے نامہ اعمال طرفہ العین میں معائنہ ہوتے ہیں اور وہ جنت میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں — پھر بعض ایسے لوگ آتے ہیں جنہوں نے دنیا میں بہت سے عمدہ کام کیئے تھے بہت سی نیکیاں اپنے ساتھ لائے تھے اپنی قوم کے لیئے ایسے ایسے مدرے بنا گئے تھے جنکی بدولت دیں و دنیا میں اُسکو عزت ہو عامہ خلائق کی بھلائی میں اُنہوں نے عموماً صرف کردی تھیں مگر اداے نرازش میں اُن سے کچھ قصور ہو گیا تھا اپنی غفلت اور کالہی سے نماز روزہ کو اچھی طرح ادا نہیں کیا تھا نوشتوں نے اُن کو بھی پکڑا جکڑا اور چاہا کہ اُن کو بھی اور گنہگاروں کی طرح ذلیل کریں مگر آواز آئی کہ خبردار یہ میرے خاص بندے ہیں انکو میرے پاس لاؤ تب فرشتے اُن کو خدا کے پاس لیکئے خدا کی مظلوم و جلال دیکھکر ان انسانوں کا رنگ نق ہو گیا بدن کاتب گیا پاؤں کدکما گئے اور زبان بکھڑانے لگی تمام اعضا میں رعشہ سا آگیا تب خدا نے اُن سے ایک پر رعب آواز کے ساتھ ارشاد کیا کہ بے شک تمنے اپنی زندگی میں اسقدر ذخیرہ اپنی نجات کا اکٹھا کر لیا ہی کہ وہ آج تمہاری ان تقصیرات کا جن میں فرشتوں نے تمکو پکڑا کالہی معاوضہ ہوگا — آج میں اپنا

اے تھی دست رفتہ دروازہ * ترسمہ باز قاروی دھکا
دنیا میں کوئی ایسا ٹیک کام نہیں کیا جس کی عوض میں اس
مذاب اور ذلت سے رہائی ہوتی مدرسۃ العلوم مسلمانان میں خاص
ٹیک سے کچھ ایک ٹکا نہیں دیا جس کے بدلے نجات ملتی آج جب
وہ بہت گھبرایا تو اپنے دنیا کے اُن کاموں کو اُس نے یاد کیا جس کو
وہ ٹیک جانتا تھا اُس نے فرشتوں سے کہا کہ میں نے دارالغرب سے
ہجرت کی اور مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کی تھی کیا اس کا
کچھ ثواب بھی آج مجھ کو نہ ملیگا فرشتوں نے جواب دیا کہ وہ
ہجرت خدا کے واسطے نہ تھی پوری روٹاں سادہ و سادہ لوگوں کے احتیاق
میں ایک وحشیانہ حرکت تھی لوگوں کی نظروں میں اُس بے پرواہ کام
سے تمہارے عزت پیدا کی لیکن خدا کو تو تمہاری ٹیک کا حال
معلوم ہی *

پھر اُس نے کہا کہ میں نے بیسیوں دنہ بھنڈا کر کیا اور راکہ خدا
میں فقیروں کو کھایا کچھ اُس کا حساب دیکھو — فرشتوں نے
جواب دیا کہ وہ تمہاری ایک بیجا فصل خرچہ تھی اُن تمام بھنڈاؤں
میں کسی ایک مستحق کو بھی کھانا نہیں پھونچا البتہ ایک کتہ و
تمہارے پلاؤ کی بچی ہوئی ہتیاں قال دی تو اس کا کچھ توڑا سا
ثواب ملا ہی جس سے تمہارے مذاب میں کچھ تخفیف ہو گئی ہی
اُس بھنڈاؤں میں سب کے سب ایسے لوگ تمہارا مال کھا گئے جنہوں نے
بھنگ و برزہ کے سوا نماز و روزہ کی کچھ بھی حقیقت نہیں جانتی پھر
نوشہ اُسکو ایک ارنچہ کیلہ پر لیگئے وہاں سے اُس نے کچھ لوگوں کو
دیکھا جو نہایت ہی سخت مذاب میں مبتلا ہیں یہ شخص اُنکو دیکھ کر
قرعیا فرشتوں نے کہا کہ یہی وہ فقیر ہیں جو تمہارے بھنڈاؤں میں حاضر
تھے راکہ خدا میں اگر کچھ دینا تھا تو مدرسۃ العلوم مسلمانان کے طالب علموں
کے واسطے کچھ انعام اور وظائف مقرر کیئے ہوتے اگر اُس کو برا
جانتے تھے تو دیوبند ہی کے مدرسہ کے طلبہ کی خدمت کی ہوتی
تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا جس کام میں سو آدمیوں نے تمہیں
راہ راہ کھی اُسی کو تم نے پسند کیا پھر ثواب کہاں سے ملتا *

پھر اُس بد نصیب نے فرشتوں سے کہا کہ میں نے نالی نالی مراری
صاحب اور خواجہ صاحب اور مفتی صاحب اور ملا صاحب وغیرہم
کی خدمت کی تھی بہت سا روپیہ ہو سال یہ لوگ میری سواک میں
سے لیتے تھے اور وہ سب مجھ سے کھا کرتے تھے کہ یہی دینا خدا کی راہ کا
دینا ہی اُس حساب کو دیکھو اُس میں ضرور تمکو مغالطہ ہوا ہی
غالب اس حساب میں بہت سا ثواب ملیگا — فرشتوں نے جواب دیا
کہ میںاں دیوانہ ہو گئے ہو ہم کو بھی تم نے اپنی سواک کا کوئی معرر
سمجھا ہی جو ہم سے غلطی ہو جانے کا کہانہ کہتے ہو اس حساب

مقدس بندوں کی ہوا پر کا دوسری کرتے خدا نے نوسایا کہ پھر تمہاری
بصارت کی قوت کہاں کھڑی گئی تھی جب ہمارے نبی اور ہمارے
انبیاء کے صحابہ پارچہ امامت خلافت اور اپنی امت کی اصلاح حال میں
اس قدر کوشش بلیغ اور سعی مفرور کرنے کے کچھ ایک لفظ کے واسطے
بھی ہمارے فرائض کے ادا میں کاہل نہ پائے گئے قیروں اور تلواروں
کے طواف میں بھی انہوں نے نماز روزہ کو نہ چھوڑا سخت سے سخت
مہیبت میں بھی وہ ہمیشہ ان فرائض کے ادا میں ثابت قدم رہے
تو تمہنے کیا سمجھ لیا تھا جو ہمارے خاص ان فرائض کے بجالانے
میں کوتاہی کی — انبیاء اور صحابہ کا اس قسم کے اداے فرائض
میں ڈانچہ قدم رکھنا ہی ایک بڑا ثبوت اس بات کا تھا کہ خدا کے بندوں
کو اُس کے بجالانے میں کاہلی مناسب نہیں ملاوہ اس کے میں نے قرآن
میں بھی صدہا مقام پر بالتخصیص نماز کی تاکید کی اُس کی خبریاں
پتلٹیں اُس کے فائدوں کو چٹایا مگر بالایہ تمام تم نے میرے اُن احکام
کی کچھ قدر نہ کی آج تم کس موڑ سے اپنے کاموں کا ساء مجھ سے
چاہتے ہو — تب یہ گنگار کچھ جواب نہ دے سکے اور بے اختیار
ور دینے اور اپنے کیئے پر بہت ہی پشیمان ہوئے اور بڑی عاجزی اور
ذاری سے عرض کیا کہ الہی ہمکو اپنے کاموں کا کچھ دوسری نہیں ہی
تو محض اپنے کرم اور فضل سے چاہے ہمکو بخش دے اور چاہے نہ
بخشدے بے شک ہم گنگار ہیں مگر تیری ذات غفور الرحیم ہی اور
تیری اس صفت پر جو تیری عین ذات ہی ہمیشہ ہمکو سچا یقین
رہا ہی آج اُسی سے ہمکو اپنی نجات کی ترغیب — تب اُس
غفور الرحیم نے بڑے جوش میں آکر حکم دیا کہ میں نے تمکو بخشا
اور یہ بھی نوسایا کہ تمہاری خدمتیں جو اسلام کے حق میں ہوئیں
سب میں نے قبول کی ہیں یہ خدمتیں جنکی تمہاری بد نصیب
قوم نے کچھ قدر نہ کی ایسی ہی عظمت کی ہیں کہ اُن میں سے
ہر ایک خدمت تمہاری ایسی ہی سو کالہیوں کا تلانی ہو سکتی
ہی لیکن شکایت اس بات کی تھی کہ تم میرے خاص بندے تھے تمہارا
رتبہ میرے ہاں بہت بڑھا ہوا تھا اسی لئے تمکو اپنا کام بہت احتیاط
سے کرنا مناسب تھا — سچ ہی جن کے رتبہ ہیں اُن کو سوا مشکل
ہی *

جو لوگ اپنے ساتھ بہت سی ٹیکیاں لائے تھے وہ بارجود اپنی
غفلت اور قصور کے یہی اسی طرح سے غریبی غریبی جنت کو تشریف
دیکھتے اور پھر وہاں جو رہ کچھ اُن کی خاطر و مدارات ہوئی وہ
بیان میں نہیں آ سکتی مالاہیں رات و دن سمعہ و خطو ملی
قاب بشر *

مگر وہ پیچھا فریب مسافر جو بالکل خالی ہاتھوں آیا مشکیں
پندہ کی ہوئی قیامت کے اُس نالاک میدان میں دم بھڑو کھڑا ہی

کی تھی اور اُن کی دینی اور دنیاوی ترقیات میں ہمارے ہونے والے اس لیے خدا نے اُن کی آنکلیوں پر زیادہ سخت مذاب نازل کیا ہی پھر اُس بد نصیب نے نرشتوں سے بڑھا انہیں لوگوں پر کیا منحصری مدرسۃ العلوم کی نسبت تو اور بھی بہت سے عوام آدمیوں کی رائے مخالف تھی نرشتوں نے جواب دیا کہ وہ بھی انہیں حضرات کے بھانجے سے تھے علاوہ اُن کے ابھی اُن لوگوں کا معاملہ تیزی آئے تھے اُن کے سامنے گذر چکا ہی جنہوں نے نماز و روزہ میں کمال کی تھی اور تڑنے دیکھا کہ خدا اُس پر کس قدر غصہ ہوا وہ کیا بات تھی وہ بھی یہی بات تھی کہ وہ ارک خدا کے خاص بقدر میں تھے اُن سے ایسی حرکت کا ہونا نہایت ناپسندیدہ تھا علیٰ ہذا اقیاس یہ ارک جو عالم اور فقیہ اہل سائنس اور مفتی اور مجتہد کہلاتے تھے اور اُنہوں نے علم حاصل کیا تھا دین کی کتابیں پڑھی تھیں ہر طرح کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے اُن کا کام یہ تھا کہ لوگوں کو نیک کام پر رغبت دلاتے تھے یہ کہ اُنہوں نے اُن کو گمراہ کیا اسی لیڈم خدا نے ان پر سخت مذاب نازل کیا ہی اور انہیں معلوم کہ کب تک اُن پر یہ مذاب قائم رہتا ہی *

تب وہ بد نصیب گنہگار جو خالی ہاتھوں خدا کے ہاں آیا بہت پچھتا یا اپنے اور تمام کاموں کو جن پر اُس کو بہت پورستہ تھا اس طرح اور تھی ہر شے خاک کی طرح برباد ہوتا ہوا دیکھ کر بہت روپا مگر پھر کچھ یاد کر کے اور ہمہ باندہ کے سنہیل بیٹھا اور ایک زندہ آواز کے ساتھ نرشتوں سے اُس نے کہا کہ میں نے اپنے جیتے جی بہت سی مسجدیں راہ خدا میں تعمیر کرائی ہیں اُن کا حساب کہاں ہی جن زمینوں پر میں نے مسجدیں بنوائیں وہ مجھ کو کچھ بھانجے تھیں اُنہی میں تھیں جو ایٹھوں اور مصالح میں نے اُن مقدس اور پاک عمارتوں میں صرف کیا تھا اُس بے زبان نے کچھ اس کام کے واسطے میری خواہند نہ کی تھی یہ کام میرا اس طرح اکابر ہوا کہ نرشتوں نے وہ سب حساب اُس کو دھلا دیا جن مسجدوں میں ہزار ہا روپیہ صرف ہوا تھا اور جن پر اُس کمپخت کو بہت ناز تھا وہ بالکل راہ خدا کے حساب میں سے خارج کر دی گئیں تھیں اُن میں سے کسی کی نسبت تو یہ لکھا ہوا تھا کہ کائوں کے بھانجوں سے بیدخلی کاش پر نراج ہوا تھا اُن کو رنج دینے کے واسطے یہ مسجد اُن کے مندر کے پاس بنائی گئی ہی ہم سے اس مسجد سے کچھ واسطہ نہیں اور کسی کی نسبت حساب میں یہ یاد داشت تحریر تھی کہ اسپر ایک بڑا کٹہہ قائم کیا گیا تھا جس پر اس کے بنائے والے نے اپنے آپ کو حاتم گوران اور حامی دین و ایمان لکھوایا تھا اور اُس سے یہ عرش تھی کہ میرا نام نیک اس کے ذریعہ سے دنیا میں قائم رہی چنانچہ جب تک وہ مسجد زمین پر قائم رہی اُسکا وہ مقدس دنیا میں حاصل رہا ہمارے

میں بھی خاک تمہارا یافتنی نہیں ہی سب حساب ہمارا دیکھا ہوا ہی — جو وقت تم روپیہ دیتے جاتے تھے ہم اُسی وقت دیکھتے جاتے تھے — کیا خدا نے تم کو ان سب لوگوں کا نام بتلا دیا تھا کہ ان کا دینا ثواب ہی یا جو کچھ یہ کہیں وہ سب سچ ہی ان سب پیٹ کے پانچوں نے تم کو دیا دی اُنہوں نے دین کے پردہ میں دنیا کمائی تمہارے عرش کرنے کے واسطے بہت سے فتوے تمہاری مرضی کے مطابق لکھ دیئے جس فتوے کے وہ درحقیقت غلط جانتے تھے اسپر بھی اُنہوں نے تمہاری خاطر سے مہریں نردیں — مدرسۃ العلوم مسلمانان میں روپیہ دینے کو ہوا بتایا تاکہ اُن کی روزی میں خال نہ پڑے اور خود رقمیں کی رقمیں ہضم کو گئے اور کبھی کتار کتب نہیں لی خواہ ہزاروں روپیہ کے مالک تھے مگر زکاة کا پیسہ ہمیشہ لیتے رہے میں کے وارثوں کو ہمیشہ اس بات کا یقین دلایا کہ صحت کا اسباب ہم سے لوگوں کو دینے سے صحت کی روح کو ثواب پہنچایا گیا ایسے نریبی اور دغا بازوں کا دینا اللہ کی راہ کا دینا ہی — اللہ کی راہ میں عالموں کی خدمت کرنی تھی تو مدرسۃ العلوم مسلمانان میں مسلمان عالم مدرسوں کی تنخواہوں کے واسطے سرمایہ دیا ہوتا دیوبند اور علیگڑہ کی کے مرنی مدرے میں کسی مدرس کی تنخواہ کی کٹالت یہ ہوتی یہ کہ نرشتوں نے اُس بد نصیب کو پھر ایک ارنچے ٹیلہ پر لیگئے وہاں سے اُس نے دیکھا کہ کچھ ارک ایک آفتی بگڑے میں پڑے ہوئے ہیں اور خدا کا عذاب اُن پر نازل ہو رہا ہی — وہ روپیہ جو اُنہوں نے دغا اور فریب سے حاصل کیا تھا سانپ اور بچھڑوں کی ضرورت میں اُن کے بدن سے لیٹا ہوا ہی اور ان موزی جانوروں نے کات کات کو تمام بدن کو چھلنی کر دیا ہی مگر اُن کے ہاتھ کی آنکلیوں پر سب سے زیادہ تکلیف ہی وہ زہریلے جانوروں کے قنک کے اثر سے پانی پانی ہو کر بہہ جاتی ہیں اور پھر دوبارہ یہی مصیبت برداشت کرنے کے واسطے تازہ بھالی پاکر اپنی حالت اصلی پر آجاتی ہیں — یہ شخص اُن کی مصیبت اور مذاب کو دیکھ کر گہرا اور خوف کے مارے کانپنے لگا اور کچھ نہ پہچان سکا کہ یہ کون ارک ہیں تب نرشتوں نے اُس کو پتلا کیا یہی وہ مراری صاحب اور خواجہ صاحب اور مفتی صاحب اور ملان صاحب ہیں جو دغا دیکر کچھ سے ہر سال رقمیں کی رقمیں لیجاتے تھے اور کچھ دھوکا دیکر اس صرف کو خدا کی راہ کا صرف بتلا دیتے تھے اُن کی ضرورتیں اب مٹ گئی ہیں اصلیت تو اُنکو پہچان نہیں سکتا پھر اُس نے پوچھا کہ اُن کی آنکلیوں پر کیوں ایسا مذاب ہی نرشتوں نے کہا کہ اُنہوں نے بالکل بد نیتی اور تعصب کی راہ سے نہ معاملہ یا اختلاف رائے کی وجہ سے اُن آنکلیوں سے مدرسۃ العلوم مسلمانان میں چندہ نہ دینے پر موزوں کی تھیں اور اس ذریعہ سے اُنہوں نے تمام مسلمانوں کو ذلت اور ادبار میں پڑے رہنے کی تدبیر

انسان کی زندگی

تہذیب الاخلاق
یکم محرم سنہ ۱۲۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۳۰۵ زیدی

انسان کی زندگی

غفیرت ہی آدمی خوشی کی بات تو یہ ہے کہ اس درجہ کے لوگ ایسی ترقی کریں جو اس درجہ میں بہت سی اور درجہ کی گزریاں اُنکی واسطے زاید لگائی رہیں ورنہ کم سے کم استفادہ کوہش آن کر ضرور کرنا چاہیے کہ اگر وہ پہلے درجہ کے لوگ جنکی مدد خدا دراز کرے اور اُن کو ابھی مدت تک صبر و تندرست رکھے جو وقت اپنی منزل پروری کو لے اپنی کاری میں سے اُنہیں اور ازل کے استحقاق ساقی کو اپنا ٹکٹ حوالہ دیں تو یہ دوسرے درجہ کے لوگ اُن کے جانشین ہوجاویں اور اس ترقی کی اُن معزز گزریوں کو خالی نہ چھوڑیں *

درمیانی درجہ تھوڑے روزوں سے ریل کی ٹرین میں شامل ہوا ہے یہ اُن لوگوں کی زندگی کے ٹھیک ٹھیک مناسب ہے جو کچھ تھوڑے روزوں سے زمانہ کے حالات پر غور کرتے لگے ہیں اور اپنے آپ کو مستحکم حالت سے نکالنے کی فکر میں ہیں لیکن بے استطاعتی یا کم محنت سے ابھی اوپر کی معزز گزریوں میں جانے سے چھینکتے ہیں مگر اُمید ہی کہ وہ سب اعلیٰ درجہ میں رفتہ رفتہ ترقی کریں گے *

سب سے اخیر درجہ ریل کا جواب تیسرا درجہ ٹھکانا ہے اُن عام انسانوں کی زندگی ہے جنکی اصلاح اور ترقی میں معزز گزریوں والہ کوہش کر رہے ہیں اور تھوڑے بہت فاصلہ سے اُن کے ساتھ ساتھ اس ٹرین میں اپنی زندگانی ملے کر رہے ہیں اُن کی دلی خواہش یہ ہے کہ اس ذلیل درجہ میں سے سب لوگوں کو نکالکر معزز درجہ کی مختلف گزریوں میں سوار کر دیں لیکن مجبوری یہ ہے کہ خود اس قدر مقدر نہیں رکھتے جو سب کے لئے اعلیٰ درجہ کا ٹکٹ لے دیں اور اس ذلیل درجہ کے بیٹھنے والے صرف ہمت نہیں کرتے *

فرض کہ جہاں تک ضرور کیجیے ریل کی ٹرین اور انسانوں کی زندگی بہت سے حالات کے لحاظ سے یکساں طریقہ سے چل رہی ہے یہاں تک کہ ہم دو حقیقت کسی ملک کی ریل کی ٹرین کو دیکھکر یہ درجہ درجہ دیکھتے ہیں کہ اس ملک کے انسانوں کی زندگی کس طرح ہو رہی ہے ہمارے ملک کی ٹرین میں سب سے پست درجہ میں مسافروں کی بہت شرت ہوتی ہے جو کچھ تھوڑے ساک کی حالت کے ٹھیک ٹھیک مناسب ہے یعنی سب تباہی اور ذلت میں مبتلا ہیں معزز درجہ کی گزریوں میں بیگانہ ملکوں کے کالی کرتی والوں کے سوا اُس ملک کے سفید پوش بہت ہی کم نظر آتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ ہمارے اس تمام عالی غزل میں بہت کم ایسے ہیں جو در حقیقت اصلی مزے کے مستحق ہیں *

اب میں اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ منت مریں کرتا ہوں کہ وہ اس غراب اور ذلیل حالت سے بالا تر ہوجاویں ترقی کرنے کی فکر کریں اور جو لوگ اِس مددہ کام میں اُن کی دستگیری کر رہے ہیں اُن کی نصیحتوں کو تمام تر ہنر گذاری کے ساتھ سلیں اور اُن پر عمل کریں والسلام *

حساب سے اُس کو کچھ سوچنا نہیں ہی البتہ چند چھوٹی چھوٹی مسجدوں اور بعض پرانی مسجدوں کی مرمتوں کو راء خدا کے حساب میں شامل کیا گیا تھا اور اُن کا ثواب بھی جاری تھا فرشتوں نے اُس پر نصیب سے کہا کہ صبح اور شام ایک ایک جامِ تہمتے پانی کا جو تھیکو مل جاتا ہے وہ اسی ثواب کی وجہ سے ہی یہ سنکر وہ حد نصیب پور روئے لگا اور اپنی زندگی کی حالت پر بہت افسوس کیا مگر تھوڑی سی مزاحمت کے بعد اُس نے بھی اُس مفلس مسافر کی طرح جس کو اپنا ٹکٹ گمانے کی بدولت کچھ روزوں جیلخانہ میں بٹھایا وہاں رہا تھا *

پھر جس طرح ریل کی ٹرین میں گزریاں مختلف درجہ کی ہوتی ہیں کوئی شاہی گاڑی ہے اور کوئی ادوار شاہی کی کوئی اول درجہ کی کوئی دوم درجہ کی کوئی درمیانی درجہ کی اور کوئی سب سے آخر کا درجہ — اسی طرح انسانوں کی زندگی کی ٹرین کا حال ہے وہ بھی مختلف درجوں میں منقسم ہے شاہی گزریں سے انبیا صاواقالہ علیہم اجمعین کی زندگی مراد ہے جنہوں نے اپنی تمام تمام عمریں اپنی اُمیت کی اصلاح حال میں صرف کر اُن سے گزریاں سنیں پتھر پھانسی مگر ہمیشہ اُن کو دعاؤں سے یاد کیا اور بڑے استعلا مگر سلامت اور نرمی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے *

اس کے بعد امراء شاہی کی گزریوں کے مقابلہ میں نبیوں کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی ہے جو بالکل انبیا کے قدم بقدم چلے اور جن کاموں کی بنیاد اُن کے ذہنی قاتل گئے اُس کو اُنہوں نے دیکھ ہی استعلا اور تعجب کے ساتھ پورا کیا *

ریل کے اول درجہ کی گزریوں کی مناسبت میں اُن عالی رتبہ لوگوں کی زندگی ہے جنہوں نے عام مسافروں اور اپنی قوم کی بھلائی میں اپنا وقت اپنا آرام اپنا مال صرف کیا اور کر رہے ہیں جنکی بھلائی چاہتے ہیں وہی برائی پھونچاتے ہوئے مستعد ہیں جن کے ساتھ دوستی کرتے ہیں وہی دشمنی سے پرہیز آتے ہیں جن پر اپنی جان قربان کرتے ہیں وہی گلے کا ہار ہوتے ہیں جنکی حمایت کرتے ہیں وہی مصالحت پر کمر بستہ ہیں — جنکے اسلام کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں وہی کفر کے تارے سناتے ہیں — اور یہ خدا کے شیر اپنی قوم سے بڑا بڑا ہتھیار ہیں اور غرض ہیں کفر کے تارے ساتھ ہیں اور پھوٹے نہیں ساتھ قوم کی پست ہمتیاں اور لافانیان دیکھتے ہیں مگر ہمت نہیں ہارتے — جیسے نزدیک اسی درجہ کے مسافروں کو وارث انبیا کہنا صحیح ہے اسلئے اور مشائخ اور ادب و عفتہ ہیں — جواب ہوتے اور صاحب جہد و دستار بن جاتے ہیں انبیا کا ورثہ نہیں مل سکتا — نہ یہی چیزیں دیگر آسامیں چیزیں دیکھتے ہیں *

ریل کے دوم درجہ کی گزریوں کے مقابلہ میں بی زماننا اُن لوگوں کی زندگی ہے جو اول درجہ کے لوگوں کی مدد کر رہے ہیں اور اُنکے ارادوں کی تکمیل میں سامی ہیں ایسے لوگوں کا وجود بھی بہت ہی

نمبر ۱۷۵

تہذیب و شایستگی

اصل شایستگی خیال کی شایستگی ہی

ہمارے اس زمانہ میں شایستگی اور تہذیب پر بہت بھٹ ہر رہی ہے اور مسلمانوں میں اُس کی نسبت ایک گرم مباحثہ قائم ہے اور لوگوں کی مختلف رائیں ہر وہی ہیں کوئی مارز لباس کو شایستگی پر بہت کچھ مٹو سمجھتا ہے اور کوئی کہتا کہانے کے مرقعوں کی تبدیلی کرنا چاہتا ہے کسی کو ایک پات مہذب اور شایستہ معلوم ہوتی ہے دوسرا اُسی کو نامہذب اور ناہایستہ ٹہراتا ہے — کوئی: اپنی گھٹیلی جوتی اور جہر و دستار میں غرہر ہے کہ شایستگی را ہمچنین شاید — کوئی انگریزی بوت چڑھائے اپنے کت و پتلون پر غش ہے کہ تہذیب ہمیں یک معنی دارد — مگر میری دانست میں یہ سب فقے اور پکھیزے ہیں اور اصل شایستگی خیال کی شایستگی ہے *

تہذیب و شایستگی کا عمدہ اور اعلیٰ مشافہہ یہ ہے کہ انسان اس طرح پر اپنی زندگی بسر کرے جس سے اپنی ذات بھی ہمیشہ آرام اور غرضی اور تندرستی کے ساتھ رہے اور دوسروں کو بھی اُس سے فائدہ پہونچے اور ایسے وسیلے بہم پہونچائے جارہیں جن سے ہر قسم کی مشکلات پر غالب آنا سهل اور ہر قسم کی غرضی اور راحت حاصل ہونا آسان ہو جائے — پس جس انسان کے دماغ میں ایسی قوت ہو کہ وہ ان تمام باتوں پر قادر ہو سکے اُسی کو ہم شایستہ کہہ سکتے ہیں اور اسی کا نام خیال کی شایستگی ہی باقی رہا امر جو مارز معاشرت اور طریق تمدن سے ملاکہ رکھتے ہیں وہ انسان کی بسر زندگانی کے ایسے خارجی اسباب ہیں جنہر ایک شایستہ اور مہذب آدمی ملک کے مختلف صروسوں اور آب و ہوا وغیرہ کے لحاظ سے احیاء پر غور کر سکتا ہے کہ ان امور میں سے کس امر سے مجھکو آرام ملیگا اور کس سے میں بطور تندرست رہ سکتا ہوں اور کون سی چیز میری غرضی کو بڑھا سکتی ہے اور میرا کونسا کام دوسروں کے لیئے مفید ہو سکتا ہے — اور پھر جو رائے قائم ہو — اُسپر ہر ماحال انسان کو عمل کرنے کا حق ہے لیکن خیال کی شایستگی اور درستگی سے پہلے اُن امور میں سے کسی کو تقائیداً اختیار کرنا اور کسی کو ترک کرنا انسان کو شایستہ نہیں بقا سکتا *

جس آدمی کا خیال شایستہ ہے اُس کے تمام کام خود بخود ایسی عمدہ ترتیب سے انجام پاتے ہیں جس سے وہ تمام خوشیاں اور آرام جو تہذیب و شایستگی کا نتیجہ ہیں بالضرور حاصل ہوں — نامہذب آدمی کے تمام کام ہمیشہ بے ترتیب ہوتے ہیں جن سے زندگی

اور تلخ ہو — مہذب آدمی کی مثال بالکل انسان کی — تندرستی کی سی ہے — جب تک انسان تندرست ہوتا ہے اُس کے تمام اعضا اپنے اپنے موقع سے وہ تمام کام خود بخود کرتے رہتے ہیں جو انسان کی راحت اور غرضی بڑھانے کا فریضہ ہوں اور رجسوں اور تکلیفوں کو دور کریں — جن آدمیوں کا خیال شایستہ نہیں ہوا ہے اور وہ کسی شایستہ اور مہذب قوم کی چند دسروں اور دستوروں کی تقلید ہی کو شایستگی سمجھتے ہیں اُن کی مثال بالکل ایک ایسے مریض کی سی ہے جو تندرستوں کی سی حرکتیں کرنا چاہتا ہو — مگر اُس طرح اُس مریض کی یہ حرکتیں ایک تندرست آدمی کے کاموں کی بڑا بڑا ہوسکتی ہیں — اسی طرح جن لوگوں کے ابھی خیال شایستہ نہیں ہوئے اُنکے بعض تقلیدی طریقے اُن کو مہذب اور شایستہ نہیں کر سکتے *

پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ سب سے پہلے اپنے خیالات کو عمدہ کریں اور اگر اُن کے خیال عمدہ ہو گئے تو سب قسم کی ترتیاں خود بخود اُن میں ہرجارینگی ورنہ تقلیدی شایستگی سے کچھ کام نہیں چل سکتا یہی ایسی تھنی ہے پھرلوں کے کہانے کی توقع نہیں ہوسکتی جسکا سلسلہ ایک مستحکم جو تک نہیں پہونچتا گو دیکھنے والوں کی نظروں میں وہ کیسی ہی شرمیز اور شاداب معلوم ہوتی ہو * اور خیالات اُس وقت تک عمدہ نہیں ہوسکتے جب تک دوسروں کے خیال سے معاوضہ نہ کیا جاوے جس طرح مال و دواہ پھیر بدل سے بڑھتا ہے اسطرح خیال کی بھی ترقی ہوتی ہے جب آدمی تعصب کو چھوڑ کر دوسروں کی رائے اور دوسروں کے خیال پر غور کرتا ہے اور اپنے خیالات سے دوسروں کو مطلع کرتا ہے اور پھر دوسروں رائیوں اور دوسروں خیالوں کا باہم مقابلہ ہوتا ہے اور ایک خیال صحیح اور دوسرا خیال غلط یا ایک کامل اور دوسرا لائق اصلاح معلوم ہونے لگتا ہے تب رفتہ رفتہ انسان کا خیال ترقی کرنے لگتا ہے اور جب یہ ترقی کامل ہو جاتی ہے تو انسان مہذب اور شایستہ کہلانے کا مستحق ہوتا ہے *

انسان کے خیال کی ترقی بالکل اسطرح سے ہوتی ہے جس طرح کوئی شخص درجہ بدرجہ سیٹھیوں پر چڑھتا ہے اور کسی بلند زینہ کو ملے کرتا ہے نیز صرف یہ ہے کہ زینہ کو ملے کرتے وقت انسان خود بھی دیکھتا جاتا ہے کہ کس قدر درزی میں ملے کرچکا ہوں اور کس قدر درزی ابھی باقی ہے خیال کی ترقی میں انسان کو خود اچھی طرح معلوم نہیں ہوتا کہ میں نے کس قدر ترقی کی لیکن اور دیکھنے والوں کو معلوم ہو جاتا ہے *

انسان ایک وقت میں ایک عمدہ اور ٹھیکہ عمدہ کام کو اسقدر بڑا جانتا ہے اور اپنے نزدیک اُسکی بڑائی کا ایسا قطعہ نصیب

نہیں کرتا جس کو خود اچھا جان چکا ہی مگر اتنا فرق ہو جاتا ہی کہ یہاں پہونچکر وہ دوسروں کو بھی اُس کام کی وجہ سے برا نہیں سمجھتا اُن کو ملامت کرنا چھوڑ دیتا ہی جو حقارت اور نفرت اُس کے دل میں اُس کام کے اعتبار کرنے کے سبب سے اُوروں کی طرف سے ہوتی ہی وہ اب پائی نہیں رہتی۔ ہمارے یہی دوستوں کا قول ہی کہ جن لوگوں کے خیال کی ترقی اس چوتھے درجہ تک ہرجاتی ہی وہ تہذیب و شایستگی کی پیونہورستی یا دارالعلوم میں داخلہ کا امتحان پاس کر لیتے ہیں *

اس کے بعد جب آدمی دوسروں کو وہ کام کرتے ہوئے دیکھتا ہی جس کا مفید ہونا اُس کو تسلیم ہی اور اُن کا وہ فعل اُس کو ناگوار بھی نہیں معلوم ہوتا تو تھوڑی دیر دم لیکر اب وہ پانچویں سیڑھی پر آتا ہی یہاں وہ اس تردد میں پڑتا ہی کہ میں بھی اس کام کو کروں یا نہ کروں۔ دوسروں کو مفید مفید کام کرتے ہوئے دیکھکر جی بہت لگتا ہی مگر جرات نہیں پڑتی۔ مقل بالکل آگے چلنے کی رغبت دلاتی ہی مگر مصلحت دامن نہیں چھوڑتی۔ اس پانچویں سیڑھی پر بڑی بے چینی سے گذرتی ہی صبح کو ارادہ ہوتا ہی کہ آج تو مسلمان ہوئی جائیئے مگر شام پہر ویسی ہی تاریکی آتی ہی جیسی گذری ہوئی شام تھی شام کو یہ قصد ہوتا ہی کہ کل ہرچہ بادآباد مگر صبح کو آفتاب کا قہر ناک چہرہ پہر ویسی ہی ہلکتی طاری کردیتا ہی جیسی کل تھی *

لیکن آخر کار ہمت مردان مدد خدا ایک دن یہی مشکل مقام بھی طی ہو جاتا ہی اور خدا کا نام لیکر آدمی اُن کاموں کو خود کرنے لگتا ہی جن کو وہ ایک دن نادانی اور نا سمجھی سے برا سمجھتا تھا اور اب بہت سے مباحثوں اور گفتگوؤں اور غور و تامل کے بعد اُن کو نہ صرف برائی سے بڑی خیال کرتا ہی بلکہ اُن کے مفید اور نہایت مفید ہونے پر کامل یقین کر لیتا ہی۔ یہیہ حالت انسان کے خیال کی ترقی کی چھٹی سیڑھی ہی *

اس سیڑھی پر قدم رکھتے ہی آدمی کو معلوم ہوتا ہی کہ اب وہ زینۂ ختم ہو گیا اور اب وہ ایک ایسے بلند اور عریض نقطہ پر پہونچ جاتا ہی جس کی خوبیاں وہاں سے باہر ہیں اور وہ ایک سیڑھی پر جتنی جتنی دیر ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تھا اُس پر انوسر کرتا ہی۔ اب وہ دیکھتا ہی کہ اُس نہایت ہی دلکش میدان میں جا بجا صاف اور شہزادوں جیسے اور نہروں جاری ہیں سیڑھی نے تمام میدان پر نورش مچھلادیا ہی۔ مختلف قسم کے پھول اور

† یہ ایک ہنس ہی اُن لوگوں کی جو کسی کام کی خوبی کو مقل تسلیم کرتے ہیں مگر مصلحت کا منہ کرتے ہیں حالانکہ مقل لوہ مصلحت بالکل ایک ہی۔

کولیتا ہی کہ اُس رائے کے برخلاف تفکر کرتا بھی فصول سمجھتا ہی خیال کی یہیہ حالت اُس وقت ہوتی ہی جب تک وہ ترقی کے زینہ پر قدم نہیں رکھتا *

مگر جب ایسی گفتگوئیں اُسکے سامنے برابر جاری رہتی ہیں تو یہیہ شخص اُن کو سن سن کر پیچ و تاب کھاتا ہی اور اپنی مخالف راہوں کو رد کرنے لگتا ہی یہیہ سے دلائل اپنے خیال کی تائید میں دیتا کرتا ہی اور بڑی جد و جہد سے اپنی مخالف راہوں کے جواب دیتے ہی مگر میں پوچھتا ہی۔ یہیہ حالت خیال کی ترقی کی پہلی سیڑھی ہی *

جب کوئی آدمی اس سیڑھی پر چڑھ گیا تو اب وہ ایک ایسے مباحثہ میں پڑا جہاں بالضرورت موافق اور مخالف رائیں اُسکو دیکھنی پڑتی ہیں کچھتہ عرصہ تک وہ پہلی ہی سیڑھی پر قدم مضبوط گزارے ہوئے بھڑا رہتا ہی مگر آخر کار اُسکا خیال اسباب پر غور کرنے لگتا ہی کہ اس دعوے راہوں میں سے کون سی صحیح ہی اور کون سی غلط یہیہ حالت خیال کی ترقی کی دوسری سیڑھی ہی *

سچائی کا یہیہ ذاتی وصف ہی کہ اگر انسان اُس پر بغیر کسی تمصب کے غور کرتا رہے تو بے شک اُسکو سچائی کا اقرار کرنا پڑتا ہی اور میں یہیہ کہتا ہوں کہ اگر شخص سے سخت تمصب کے ساتھ بھی کسی بات پر برابر غور اور مباحثہ جاری رہے تو بھی ایک تک ایک دن سچائی غالب ہو رہیگی مگر بہت دیر کے بعد پس جن راہوں پر انسان دوسری سیڑھی پر کھڑا ہوا غور کرتا ہی اگر اُن میں سے وہ رائے جسکو وہ پہلے برا جانتا تھا درحقیقت سچ ہوتی ہی تو بلاشبہ انسان اُسکو اپنی استدلال کے موافق خواہ جلد خواہ بدیر قبول کر لیتا ہی اور یہاں وہ اتنا مستحیپ الذہن یسہور کا مصداق بنتا ہی یعنی قیاس کو قبول وہی کرتے ہیں جو سنتہ ہیں۔ یہیہ حالت خیال کی ترقی کی تیسری سیڑھی ہی *

اس سیڑھی پر پہونچکر آدمی اُس رائے کو جسکے برخلاف ایک دن گفتگو تک کرنا فخر خیال کرتا تھا اب غلط سمجھنے لگتا ہی اور کچھتہ مدت تک وہ اسی تیسری سیڑھی پر کھڑا رہتا ہی وہ اوروں کو چوتھی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے دیکھتا ہی مگر خود ارادہ نہیں کرتا وہ اپنے ساتھیوں کو ایک کام کرتے ہوئے دیکھتا ہی جس کو وہ صحیح تسلیم کرچکا ہی مگر اُسپر عمل کرنے کو وہ اچھا نہیں جانتا۔ وہ اہل کتاب کے ساتھ موافقت کو اب برا نہیں جانتا اُس کو مستحق عذاب الہی نہیں سمجھتا اور آخر کار اُس کی منتہیوں کا بھی اقرار کرنے لگتا ہی مگر نہ آپ اُس کے کرنے کی جرات رکھتا ہی نہ دوسروں کے اس عمل کو پسند کرتا ہی مگر کچھتہ دنوں کے بعد وہ چوتھی سیڑھی پر چڑھتا ہی۔ یہاں بھی وہ اُس کام کو اختیار

پڑھے اور درخت جدا لطف ڈال رہے ہیں۔ مہراں خوش الحان اپنی اپنی بولچوں میں اپنے پروردگار کی یاد میں مصروف ہیں وہاں اگر کوئی ناہموار مقام بھی ہے تو نہایت ہی دلچسپ دکھائی دیتا ہے اور وسط میں ایک چشمہ کے کنارے پر نہایت خوبصورت ایک میٹھا دریا بہتا ہے۔ موتی موتی ملائی ٹھنڈی مٹی سے یہ مہارت لکھی ہوئی ہے *
دنیا میں خدا کی یہ رحمت خاص اُن مسلمانوں کے واسطے ہے جو پھر سیزھیان میں گئے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں *

میں نے ایک مقابل کے اونچے ٹیلے پر چڑھ کر اس تمام کیفیت کو دیکھا — میں نے دیکھا کہ اُس گلسٹان ہمیشہ بہار میں جا بجا نہایت ہی زینت کے ساتھ بہت ہی بڑے تکلف بہت بے تحاش اور ارام چوڑیاں پہنی ہوئی ہیں — بہت سے لوگ مجھ کو اُن تختوں اور ارام چوڑیوں پر بیٹھ رہے تھے۔ معمار ہونے لیاں تھ میں اُن لوگوں کی سرور پہچان سکا تھ اُن کی بولی کچھ میری سمجھ میں آئی مقل سے ایسا معمار ہوتا تھا کہ یہ لوگ مصر اور قسطنطنیہ اور تونس وغیرہ کی طرف کے مسلمان ہیں جو ان چوڑیوں سیزھیوں کو ملے کر کچھ ہیں اور اب خدا کی رحمت کے مزے لوت رہے ہیں *

میں اُن بہت سے شخصوں میں سے صرف دو شخصوں کو پہچان سکا جن کے تحفہ میدان کے کنارے پر اُس مقام پر بیٹھ ہوئے تھے جہاں وہ زینت ختم ہوتا ہے ایک تحفہ پر میں نے سید احمد خاں کو دیکھا کہ تہذیب الاخلاق کی بہت سی نفیس نفیس اور سنہری جلدیں اُن کے سامنے رکھی ہوئی ہیں اُن میں سے وہ کسی کسی جلد کو اٹھا کر کوئی کوئی مقصود ہندوستان کے مسلمانوں کو سنا رہے ہیں اور جس عمدہ مقام پر وہ خود موجود ہیں اور جہاں کی خوبیاں وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اُس کو بڑی دلچسپی اور مصباح کے ساتھ اُن لوگوں کو سمجھاتے ہیں جو اُس زینت کے نیچے گرہ در گرہ نہایت بے توجہی اور بے سوز سامانی کی حالت میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں اور زبان حال سے یہ کہتے جاتے ہیں — یا اللہ تو میری

یادوں *

میں نے اُس قبیلہ پر سے دیکھا کہ کوئی مسلمان جس کے کان میں سید احمد خاں کی آواز پہنچتی ایسا باقی تھ رہا تھا جس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی تھی — میں نے دیکھا کہ تمام مسلمان پہلی آواز پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس خیال کی ترقی کے زینت کی طرف کو دوڑے اور جیسی جس کی استعداد اور قوت تھی ویسی ہی اُس نے ترقی کی بعض ضعیف الجھت اور کم ہمت یا ناہیلی اور لوہ لنگڑے ابھی پہلی سیزھی تک بھی نہیں پہنچے ہیں باقیوں میں کوئی پہلی سیزھی پر ہی کوئی درسی سیزھی پر کسی نے تیسری سیزھی تک

ترقی کر لی تھ اور کوئی چوتھی سیزھی پر پہنچ گیا ہے اور بعض جو بہت ہی عقلمند اور ذکی اور حسد و چالاک تھے وہ پانچویں سیزھی تک بھی پہنچ گئے ہیں جس پر لوگ پانچویں سیزھی پر پہنچ گئے ہیں اُنکو سید احمد خاں ہاتھ بڑھا کر اپنی برابر اوپر لے لیتے ہیں چنانچہ میرے دیکھتے دیکھتے اُنہوں نے پانچویں سیزھی پر سے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کو کھینچ لیا وہ بھی اُس پر رضا میدان کی راحتیں اور خوشیوں کا لطف حاصل کرنے لگا اور سید احمد خاں کی برابر اپنی آرام چوڑی سے ہاتھ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے جب فور سے دیکھا تو معامروا نے آہا یہ مولوی سید مہدی علی صاحب ہیں جو اپنی چستی اور رسائی عقل سے بہت جاد چوں سیزھیان ملے کر گئے اُن کو میں اس عمدہ مقام میں پہنچا ہوا دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا مولوی سید مہدی علی صاحب نے بھی ایک جلد سید احمد خاں کے سامنے سے اُٹھا لی اور اُنہوں نے بھی اُس کے مضامین بڑا بلند اُس لوگوں کو سناتے شروع کیے جو یا زینت ملے کر رہے تھے یا زینت کے نیچے اُس پر چڑھنے کی فکر میں کھڑے ہوئے تھے *

میں نے ایک اور مولوی صاحب کو بھی دیکھا جو چوتھی سیزھی سے پانچویں سیزھی پر چڑھنے کی تیاری کر رہے تھے اور عقارب پانچویں سیزھی پر پہنچتا چاہتے تھے مگر اُنہوں نے مجھ سے اشارے سے منع کیا کہ میرا نام ابھی کسی سے نہ لینا اُنہوں نے بھی سید احمد خاں کی ہاں میں ہاں ملا کر شروع کر دی اور جو بات وہ سید احمد خاں سے قریب ہونے کی وجہ سے اچھی طرح سنتے اور سمجھتے تھے اُس کو نیچے سیزھیوں والوں کو سمجھانے لگے *
پہلی اور دوسری سیزھیوں والوں کی کیفیت دیکھ کر مجھ کو بے اختیار غصہ آئی میں نے دیکھا کہ وہ سید احمد خاں کی آواز سنتے ہی دوڑے اور کوئی پہلی اور کوئی دوسری سیزھی اُس زینت کی ملے کر گیا کرنا سید احمد خاں کے مشغول کی پوری توجہ میں مصروف ہیں لیکن باایں ہمہ وہ سید احمد خاں سے مضامین ہرگز زبان دراز کرتے جاتے ہیں اُن میں سے کوئی کہتا ہے کہ سید احمد خاں کی ایک مس سوز کوئی کہتا ہے کہ بالکل اُس کے برخلاف کام کر رہے ہیں جاتے ہیں اور اوپر کو چڑھتے جاتے ہیں — سید احمد خاں بھی اُن کی اس حالت کو دیکھ کر مسکرا پڑے اور کہنے لگے کہ جسے پال آدمی ہیں جس کام کو کرتے جاتے ہیں اُسی کو ہوا کہتے ہیں جس راستہ کو ہند کرتے ہیں اُس طرف کو چلتے جاتے ہیں مگر تاہم تو سیزھیان ان کو بھی ملے کرنا باقی ہیں سمجھو ہار ہوتے جاتے ملے کر لیتے نادان ہیں پدیر ملے کر لیتے *

یہ مزے مزے کی باتیں دیکھ کر میں اُس قبیلہ پر سے اُتر آیا اور اُترتے سمجھا کہ سید احمد خاں کے تہذیب الاخلاق نے ہندوستان کے مسلمانوں میں کیا اثر پیدا کیا ہے اور آئندہ کیا اثر پیدا کریگا *

واقعہ
مشفق علی

بمقام علیگڑہ — مطبع علیگڑہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۲]

یکم صفر سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصد اس پرچہ میں مندرج ہونے کے ليئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے منایں فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب پھادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے فرستہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا اُس کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار معتدل و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط افہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

اطلاع

تشریع قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہرگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا *

نہیں دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے ليئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اور کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر یکجا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہرگا *
اُن کو کوئی شخص نہیں خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آنہ قیمت اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۷۶

اسلام کی دنیوی برکتیں

FOR OBVIOUS EFFECTS WHICH ISLAM
HAS PRODUCED UPON THE WELFARE
OF MANKIND.

ہم اس مقام پر اسلام کی دنیوی برکتیں بیان کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ قرآن نے انسان کی اصلاح معاش کی باتیں کیونکر سکھائیں اور یہ کہ حکمران اپنے ہمجنسوں سے کس طرح سلوک کرنا چاہیئے اور باہم کے معاملات میں کس طرح پر پرتاؤ عمل میں لانا چاہیئے اور حسن معاشرت کی ترقی کیونکر اسلام کی وجہ سے ظہور میں آئی اور بٹی نوع کی بھڑکھڑ اور سلامتی اور کافہ انام کی جان و مال کی حفاظت کی کیا وصیتیں فرمائیں اور بادشاہ سے لیکر فقیر تک کیسے سب کو آزاد قرار دیا اور جملہ بٹی آدم کے امن و امان سے رہنے اور خدا کی برکتوں سے نائدہ مند ہونے کی کیا کیا سپیل کرتی ہیں۔ اس مضمون کو ہم پہلے حفاظت اطفال سے شروع کرتے ہیں *

۲۔ دختر کشی کی بد رسم تو قدیم زمانہ سے تو قریباً تمام جہاں میں پھیلی ہوئی تھی، ہرناس اور روم کبیر میں Abolished Infanticide. جہاں بڑے بڑے حکیم اور اہل ناموس گذرے ہیں یہ رسم پسندیدہ اور معروف تھی۔ مگر ملک عرب میں خصوصاً اور آئر ملکوں میں عموماً قرآن نے ہی لڑکیوں کی جان بچائی اور تمام جہاں میں جہاں تک اسلام کی دسترس ہوئی اسی نے اُن بے رحم والدین کو جو لڑکی کو مار ڈالتے تھے خدا کے غضب اور قیامت کے عذاب سے قراغا۔ اسلام ہی کی تعلیم کے اثر سے دختر کشی کی رسم اسلامی ملکوں سے مٹ گئی اسی کی پر تاثیر اور خوف خدا دلانے والی تقریر سے قتل سرزدہ کی بیخ کنی ہوئی۔ اور جہاں اب اسلام پھیلتا جاتا ہی وہاں یہ رسم نسیاً مٹتی ہوئی جاتی ہی شروع ہی ہے قرآن نے اس مہلک رسم کے خاتمہ کا وعظ کیا *

”اذا الرؤدۃ سلک پای ذنب قتلہ“ + — [تکریر] *

۳۔ عرب میں جہالت اور وحشیہ کے غلبہ سے لڑکیوں کا رکھنا ایک سخت ذلت اور اہانت تھی وہ کمبخت اُن لڑکیوں کو یا تو ہوتے ہی مار ڈالتے تھے یا پال پڑوس کے جیتا کار دیتے تھے *

+ اور جب بیٹی جیتی کار دی کہ پڑچھ کس گناہ پر ماری جاتی —

”اذا پسر احدہم بالانثی ہل وجہہ مسودا و ہو نظیم یترای من القوم من سورہ مایشرہ ایسکہ ملی اور ام یدسہ فی التراب + — (نصل) *

علامہ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں و اعلم انہم کانوا مختلفین فی قتل الیقات منہم من یصغر یصغراً و یدنہا فیہا الی ان یموت — و منہم من یرمہا من شہاق جبل — و منہم من یفرقہا — و منہم من یدنہا — و ہم کانو یذموا ان ذلک قارۃ للعیقۃ والعیقۃ قارۃ عرفا من الفقر والفاقة ولزوم النفقۃ *

۴۔ یہ تو ایک خاص صورت لڑکیوں کے قتل کی تھی الا عموماً قتلہ اولاد بھی قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا — انطاہون اور ارسلو یہے دونوں نامی حکیم قتل اولاد کے حامی تھے — ارسلو کا قول ہی کہ لنگرے لڑکیوں کا پرورش پاجانا قانوناً روکنا چاہیئے اور جب کثرت بٹی آدم کو کم کرنا منظور ہو تو جنین میں جان پڑنے سے پیشتر اسقاما حمل کو الہ چاہیئے — ملک اسپارٹا (یونان) میں یہے قانون تھا کہ جب کسیکے بچاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ شخص اُس نو قوم کے وجوہ و امیان کے پاس لے جاتا وہ لوگ اُس کو ملاحظہ کرکے دیکھتے کہ وہ تمام الطاف اور تندرست ہی تو اُسے حکم دیتے کہ اس کی پرورش کرے اور اگر اُس میں کوئی نقص دیکھتے تو کوا علیجینوس کے قمر میں گرا دیتے تھے — اہل روم میں بھی ایسا ہی دستور تھا کہ بچے کی پرورش اُس کے باپ کی رائے پر موقوف تھی — قوم اورش میں بھی ایسا ہی دستور تھا کہ اگر بچے کا باپ چاہے تو اُسے پرورش کرے ورنہ اگر اُس میں ضعف و نقص پڑے تو جنگلی جانوروں کو کھلا دے — فیجیر قوموں میں بھی یہے ہنرز ایک رسم عام ہی — ایک سیاح نے بیان کیا کہ ملک وائرا لیورڈ کے بعض اضلاع میں تو قتل اولاد کی تعداد کل باشندوں کی ایک نصف سے بڑا کر دو ٹکٹ تک پہنچتی ہی — چین اور ہند میں اس کا عام رواج تھا اور ہنرز باقی ہی قرآن نے اس رسم قبیح کی اصل و بطناء پر گورنٹ کی اور فرمایا ”ان تقتلوا اولادکم خشیۃ اطلاق تعین قرآنم و ایمانم ان قتلہم کان خطاً کبیراً“ (اسوی) — ۳۳ *

اولاد کی جان کو ایک اور آئینہ تھی کہ بے رحم ماہاب اپنے عزیز نہتے بچوں کو بٹوں کی نذر جڑھاتے اور Human sacrifices superseded. قربان کرتے تھے — علامہ اور ملکوں کے (مثلاً انگلستان و ہندوستان وغیرہ) جہاں انسانی قربانی عمل میں آتی تھی عرب میں بھی ایسے حادثات پائے جاتے ہیں

+ اور جب عرصہ پری ملے ایسی کسی کو بیٹی کی سارے سر رہے منہ اُس کا سیاہ اور جی میں گھٹ رہا چھپتا ہورے لوگوں سے مارے پڑائی اس عرصہ پری کے جو سنی اور اُس کو رہنے دیر پڑا قبول کر کر یا اُس کو داب دے مٹی میں —

ج ”و اقربا الیتامی اموالہم ولا تقید لوا لیتیم الطالیع ولا تاكلوا اموالہم الی اموالکم انه کان حویلاً کثیراً“ + — (نساء)

د ”ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظالماً انما یاکلون فی بطونہم ناراً“ — (نساء)

ہ ”ولا تقرّبوا مال الیتیم الا بالیّٰ ہی احسن حتی یبلغ اشدہ“ — (انعام)

و ”و ابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح فان انستم منهم رشداً فادفعوا الیہم اموالہم ولا تاكلوا ہا اسرافاً و بداراً ان ینکدروا ومن کان فیما نالیستغف و من کان قبیحاً فلایا کل یامہررف“ — (نساء)

ز ”وما یبلیٰ علیکم فی الکتاب فی یتامی النساء الّٰتی لا تؤتو نهن ما کتب لهن و تزوجون ان تنکھوهن والمستضعفین من الرجال والنساء الولدان و ان تقرعوا لیتامی بالقسط“ — (نساء — ۱۹ع)

۷ اس پچھلی آیت سے یہ پتہ چلا گیا کہ جو لوگ نا بالغ اور یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے دلی ہوتے تھے وہ اُن سے Guardians interdicted to marry their minors. اور اور طرح سے تو جوڑ و ظلم کرتے ہی تھے مگر ایک صورت خاص اور رواج عام یہ

بھی تھا کہ یتیم لڑکوں سے شاید اُن کی نابالغی ہی کے زمانہ میں نکاح بھی کر لیتے تھے اور اُس میں اُن یتیموں کی کئی طرح سے حق تلفی ہرتی تھی اور جب کہ اُن سے مقصد صرف اُن کا

ت ج اور دے ڈالو یتیموں کو اُن کے مال اور نہ ہداو کندہ ستورے سے اور نہ کھاؤ اُن کے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ ہی بڑا زوال —

د جو لوگ یتیموں کا مال خالق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آک کھاتے ہیں —

ہ اور پاس نہ جاؤ مال یتیم کے مگر جس طرح بہتر ہو چسک و پھونچے اپنی قوت کو —

د اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پھر نہیں نکاح کی عمر کو پھر آکر دیکھو اُن میں ہوشیاری تو حوالہ کرو اُن کے مال اور کہا نہ جاؤ اُن کو آڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ بڑے ٹھو جارہیں اور جو کوئی غنی ہی تو چاہی بچتا رہی اور جو کوئی محتاج ہی تو کھادے موافق دستور کے —

ز اور جو تمکو سناٹے ہیں کتاب میں سو حکم ہی یتیم مردوں کا [جس کو تم نہیں دیتے جو اُن کا مقرر ہی اور چاہتے ہو کہ نکاح میں لیں] اور مغلوب لڑکوں کا اور یہ کہ قیام رہو یتیموں کے حق میں انصاف ہو —

پروکوریوس (مورخ ۶۰۰ع) کہتا ہے کہ المنذر شقیق بادشاہ حورانی [جسکو یونانی لہجہ میں المنذروس ہو سکیکتی کہتے ہیں] بادشاہ عساکر کی ایک بیٹی کو قید کر کے لاس یا مزا کی قربانی چڑھا دیا تھا — اور پروکریک (مورخ ۱۸۰۰ع) نے اسی بادشاہ کی ایک کیفیت لکھی ہے کہ وہ اپنے در درستی کے قتل کے فساد میں ہر سال یوم نفس کو آدمیوں کی قربانی کیا کرتا تھا اسی مورخ اور فیڈراگرووس [۶۰۰ع] نے ایک نعمان کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے آدمیوں کو بتوں کی قربانی کیا کرتا تھا اور پروکریک نے [۳۰۰ع] مقام سمیتہ میں جسے وہ مقابعتدل قیاس کیا جاتا ہے اسی ہی قربانی کا ذکر کیا ہے اور دور کیوں جاؤ میڈامطاب کا حضرت عبداللہ کو قربانی چڑھانے جانے کی نذر کرنا اسلامی تاریخوں میں پایا جاتا ہے اور غالباً بالکل بے اصل نہیں ہے اس قسم کی نذر یہود سے عرب میں آئی ہوگی اُن میں یہ دستور تھا کہ بعض اولاد کو صرف دینی کام کے لیئے مکتھروس کر دیتے تھے حضرت روبن بھی اسی قسم سے تھے ”قالہ امراء عمران رب انی نذرت لک مانی بطنی مھربا“ [۳ع] مگر عرب تو اس نذر میں کام ہی تمام کر دیتے تھے + اور غالباً اس آیت میں اسی رسم بد پر اشارہ ہے ”فذاک زین الکثیر من المشرکین قتل اولادہم شراً لہم لیردواہم ولیلبسوا علیہم دینہم“ + — (انعام ۱۳۸)

۶ جب اس طرح لڑکوں کی جان بچانے کا سامان کر دیا تو اب اسلام نے اُن کے مال کی حفاظت اور یتیموں Orphans protected against injustice. کی جائداد اُن کے متروکوں کی خورد برد سے محفوظ رکھنے کے لیئے یہ احکام صادر کیئے اور عموماً اُن سے شفقت اور اکرام کرنے کا حکم دیا +

ا ”لا یلا تھرمون الیتیم“ کی [نہج]

ب ”فالایتیم فلا تقہر“ [ضعی]

+ اور اردگین مورخ نے پچاسویں باب میں لکھا ہے [ص ۲۱۳ سنہ ۱۸۶۲ع] کہ انسان کی جان کسی آفت عام کے دفعیہ کے لیئے سب سے عمدہ قربانی ہے نیز فیذا اور مصر اور روما اور قوطاجنہ کے مذبح انسانی خون سے آلودہ رکھتے تھے اور عربوں میں بھی یہی بے رحم رسم مدت سے جاری تھی اور تیسری صدی میں ہر سال ایک لڑکا قبیلہ دھاتیہ کا قربان ہوا کرتا تھا الخ

۷ اور اسی طرح بھلی دھلائی تھی مشرکوں کو اولاد مارنی اُنکے بڑیوں نے کہ اُن کو ہلاک کریں اور اُن کا دین غلط کریں —

۱ پر تم مرتب نہیں کرتے یتیم کی —

۲ سو چو یتیم ہو اُس پر قہر نہ کر —

پہلے شیعہ کا جواب تو ہم یہ دیتے ہیں کہ جبکہ ملک یہودی کا اطلاق نکاح پر بھی ہوتا ہے اور نسائے لفظ میں تو لونڈیاں بھی اکتیں اسلئے اب مکرر اس لفظ سے اونڈیاں لینے ضرور ہیں — اور یہ تو بے عقلی کی بات ہے کہ صرف ما صرف غیر ذی العقول کے لیئے آتا ہے اور اونڈیاں کچھ انڈیکس کی وجہ سے اور کچھ خرید و فروخت ہونے کی وجہ سے بہائم کی قسم میں ہیں کیونکہ اسی جگہ نسائے پر بھی ما کا حرف آیا ہے — ”ما طالب لکم من النساء“ — اور اس کے علاوہ خدا پر بھی یہی لفظ آیا ہے چنانچہ فرمایا ہے ”و لا تلتم ماہدوں ما امید“ *

اور دوسرے شعبہ کا یہ جواب ہے کہ اولاً یہاں پولیو بطریق تفسیر بین الممارفوں ہی جیسے کہ اور جگہ بھی قرآن میں اسی صورت سے آیا ہے چنانچہ ”نفذتہ من صیام او صدقۃ ارنسک“ — پس ایسے ہی اُن لوگوں کو جو اپنی ولایت کی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرچکے تھے اختیار تھا کہ یا اُن کو رہنے دیتے اور آئندہ کو پرہیز کرتے یا چاہتے تو انہیں سے نکاح کرتے اور ٹالیاں اُڑا سکتا تھی صورت میں بھی تو آتا ہے چنانچہ بقدر ۳۱ ع میں ”و لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تسموا هن او تقرنوا لهن فربضہ“ *

۸ ہرچند کہ ثنرت ازدواج قانون قدرت اور نظام الہی کے خلاف نہیں اور بعضے ملکوں کی آپ دھار کی تاثیر اور دھار کے رہنہ والوں کی طبیعت کا مقتضا اس کے جواز کا باعث ہے مگر عرب میں یہ انکار بھی بہت بے موقع اور حد کے درجہ پر تھا — اور چونکہ ازدواج کا معاملہ انسان کی تہذیب

Polygamy cur-
tailed and restrict-
ed not on one side
but on many sides.

معاش اور حسن معاشرت میں بہت کچھ دخل رکھتا ہے لہذا اسلام نے اُسے بھی اصلاح ضروری تصور کی اور کلام الہی میں بڑی حکمت سے ”فانکھروا ما طالب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع“ *** میں کثرت ازدواج کے مدد کو بہت کم کرکے گھٹا دیا — اور نیز ”فان غفتم لا تعدوا فواحدا“ میں عدالت کی ایسی سخت اور مضبوط قید لگا دی جو ہر حقیقہ ہر ایک کو ثنرت ازدواج پر جوأت نہ کرنے دیکھی اور بعد اس کے خود تنزیل میں ایسی عدالت کے قایم نہ رکھے سکتے اور اس کے قایم کرنے کی حوس کرنے پر بھی قاصر رہنے کا مذکور فرما دیا ہے — ”و لن تستملوا ان تعدوا بین النساء و لحر صتم فہ تمیلار نل امہل فتنورھا کا الملقہ“ + — (نسائے)

+ اور تم مرکز عدالت یعنی برابر ہی نہ رکھو مگر صورتوں میں اگرچہ اسکا شوق بھی کرو سوتے پھر بھی نہ جاؤ کہ قال رکھو ایک کو جیسے ادھر میں لکھتی *

مال لے لینا ہوتا تھا + تو حقوق زوجیت کی بھی رعایت نہیں کرتے تھے لہذا اُن لوگوں کو جن کی ولایت میں یتیم لڑکیاں تھیں منع کر دیا تھا کہ جن کے ولی ہوں اُن سے نکاح نہ کریں چنانچہ جس مقام سابقہ کا حوالہ اس آیت کے الفاظ ”وما یثلی علیکم فی الکتاب“ میں ہے وہ یہ ہے — ”فان غفتم ان لا تقسموا فی الیتامی فانکھروا ما طالب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع فان غفتم لا تعدوا فواحدا او ما مالکم ایما لکم“ — (نسائے)

یعنی اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر لینے سے ان میں انصاف نہ کررہے تو نکاح کرلو بالغ صورتوں سے دو ہر تین تین چار چار پھر اگر ضرور کہ برابر نہ دکررہے تو ایک ہی یا جن کے [یعنی جن یتیموں کے] تمہارے ہاتھ مالک ہو چکے [نکاح سے] *

چونکہ یہ ہر ایک صاحب شریعت و ناموس و اہل قانون کا دستور ہے کہ قانون کے خلاف جو صورتیں ظہور میں آچکتی ہیں اُن کو انٹر تو بھال و برقرار رکھا جاتا ہے اسلئے کہ اُن کو یتیموں یا نا بالغوں سے نکاح کرنا (ان قوانین کے ظہور کی وجہ سے جنکا بیان ہوا ہے) منع کیا مگر جو یتیم لڑکیاں ان کی ملک نکاح میں آچکی تھیں اُن کو ویسے رہنے دیا اور اسی آیت کے اخیر میں علاوہ اور تفصیلات کے پھر بھی ان ملک نکاح میں آئی ہوئیں یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف کی وصیت فرمائی — و ان تقرموا للیتامی بالقسط *

اب یہاں پر عموماً دو اعتراض وارد ہوتے (۱) یہ کہ ماملکت ایما لکم سے اونڈیاں مراد ہیں (۲) یہ کہ اس تقریب سے جیسے ہم نے معنی لیئے ہیں اُوں بمعنی لا ہوا جاتا ہے *

* و کان الرجل منہم یضم الیتیمۃ الی نفسه و مالہا و ان کانہ جہیلۃ تزوجا و انکالامال و ان کانہ ذمیمۃ مضلھا من التزوج حتی تموت فترثھا — مدارک التنزیل

صاحب تفسیر معالم التنزیل نے اپنی سند سے روایت کی ہے اخیرونا مہدالواحد العلیھی انا احمد بن مہدالہ النعمی انا مہد بن یوسف انا مہد بن اسمعیل انا ابو الیمان انا شعیب بن الزہری قال کان مروۃ بن الزبیر یحدث انہ سال عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و ان غفتم ان لا تقسموا فی الیتامی فانکھروا ما طالب لکم من النساء قالہ ہی الیتیمۃ یکون فی حجر ولیہا فیرقب فی جمالہا و مالہا و یؤید ان یتزوجھا بادی من سنۃ نسائہا فلہوا من نکاحن الا ان تقسموا لهن فی اكمال الصداق و امرؤ بکناح من سواہ من النساء الخ *

+ و قبل ان غفتم لا تقسموا فی نکاح الیتامی فانکھروا من الیافاقت یقال طابت النمرۃ اے ادھر سے — (مدارک)

قال امامہ و تھتی خمسة نسوة نساك النبي صلى الله عليه وسلم قال طارق واحدة وامك ارباً †

ناموس کارنگل ایک مکھورو عالم محقق کا لڑل اس مقام پر نقل کرنا بے موقع نہوگا وہ کہتے ہیں ”اسلام کی میل الی الصواب کی نسبت بہت کچھ تقریریں اور تفسیریں ہوئیں ہیں اور یہ امتراضات انصاف کی حد سے بڑھکر ہیں — وہ ہر انکیاں جو ہمکو قبیح معلوم ہوتی ہیں اور جنکی اجازت انہوں نے ہی وہ خاص آنکی ایجاد نہ تھیں انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدم الامام سے مروج اور غیر معزب پایا مگر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ کیا وہ یہ کہ اُن کو روک دیا نہ صرف ایک ہی طرف سے بلکہ کئی پہلو سے (لکچر ۲ صفحہ ۶۳ مطبوعہ ۱۸۷۲ع)

۹ سورہ نسا کی ۳ آیت جو پچھلی دہم میں نقل ہوئی اور جسکی بحث ۷ دہم میں ہوچکی ہی Concubinage discouraged. چار صورتوں تک کے حکم میں بہت صاف ہی اور مردتوں میں آزاد اور غیر آزاد دونوں داخل ہیں اور ہر ایک شخص جسکو یہود کے مسائل مطبوعہ اور ایام جاہلیت کی رسم کی تقلید اور سق طن نہو وہ توان کے نظروں سے تو ایسا ہی سمجھیکا — چنانچہ جارج سیل مترجم قرآن [سات سنہ ۱۷۳۶] نے مقدمہ ثنابت اور ذیل سورہ نسا میں ایسا ہی بیان کیا ہی کہ ازواج اور ساری یعنی بیبیان اور لورنگیاں یہہ ہوتوں اس قیود اربع میں محدود ہیں فقط مگر اب رسم تو یہہ ہوتی کہ لورنگیوں کے واسطے کوئی تعداد ہی نہیں !! — تاہم ہمکر تقوا اور اہل الراے کا اسقدر شکر گزار ہوتا چاہیے کہ انہوں نے آزادہ صورت پر لورنگی کو جمع کرنا جایز نہیں کیا — امام ابو حنیفہ اسی کے قابل تھے مگر چونکہ اجتہادی پاس قرار پائی اس لیئے اور علامہ ہیثمہ †

† یہہ روایتیں مشکوٰۃ میں ہیں ان کا مطلب یہہ ہی کہ غیلان کے پاس دس عورتیں تھیں تو نبی صلی نے فرمایا کہ چار رہنے دو باقی کو جدا کرو اور نول کے پاس پانچ تھیں ان سے بھی ایسا ہی کہا گیا —

نعمیا اور وزیر نبیوں نے بھی اس قسم کے حکم دیئے چنانچہ جن یہودیوں نے خلاف تدریج اجنبی عورتوں سے نکاح کرلیئے تھے وہ چہ روزا دیئے [صحیفہ عزرا باب ۶ و ۱۱ و ۱۲]

† ان الایۃ صریحہ کی انحصار — بحالاباحۃ فی القسوس المذکورین و ہما الزواج و ملک الیمین علی سیدل انفصال العقیقی اے اما ازواج او ملک یمین بھیک لپیچتمان و لہرتفان “
[کذا الذ قنق تفسیر آیات الاحکام — کتاب النکاح]
[ذیل آیت والذین ہم اقربوہم حانظون]

اور آیت ” ذلک ادنیٰ ان لا تموتوا “ میں اسی معاملہ ثبوت ازواج پر حسب تفسیر امام شافعی اشارہ پایا جاتا ہے — تفسیر بیضاوی میں ہی — و نسو بان لا یکنہ میالکم * * * و لعلمہ المراد بالمیال اقتران — اسی صورت میں اس آیت کے معنی یہہ ہونگے کہ تمہاری بیبیاں بہت نہو جاویں چنانچہ جس شخص کی عورتیں زیادہ ہوں تو کہتے ہیں امال الرجل — مگر اس معاشرہ پر باب امال یمیل سے تعبیر ہونا چاہیئے — کہتے ہیں کہ حمیر کی زبان میں ایسا ہی ہوتہ ہیں یعنی تمارا — بمعنی تمہارا — یہی تفسیر امام شافعی نے اختیار کی ہی اور طلحہ بن الطارف نے بھی اس آیت کو تفسیر کے طور پر تعبیر بیان کیا ہی اور ایسے ہی ماؤس نے بھی * *

تفسیر معالم التنزیل میں ہی قال الشافعی ان لا یکنہ میالکم و ما قالہ احد انما یقال امال یمیل عاتق اذا نفر میالہ — و قال ابو حاتم کان الشافعی رضی اللہ عنہ امام لسان العرب منا طلحہ لفقہ — و یقال ہی لغت حمیر — قوم طلحہ بن الطارف ان لا تموتوا — و ہی حجتہ لقول الشافعی رضوان اللہ †

اور تفسیر پھیر میں ہی نقل ہے الشافعی رضی اللہ عنہ انہ قال ” ذلک ادنیٰ ان لا تموتوا “ معناه ادنیٰ ان لا یکنہ میالکم — * * * و من المشہور ان ماؤس کان یقرء ذلک ادنیٰ ان لا تموتوا — اور نیز امام نصر الدین رازی نے اچھی طرح فرسود کیا ہی ان امتراضوں کو جو بعض مقلدین نے اس بحث میں امام شافعی پر کیا تھے (دیکھو تفسیر سورہ نسا آیت ۳) * *

مسلمانوں ہی میں ایسے لوگ بہت کم ہونگے جو یہہ سمجھتہ ہونگے کہ اسلام نے ثبوت ازدواج میں ایسی اصلاح فرمائی * *

سواراوی جو ایک فرانسیسی مترجم قرآن ہی سورہ نسا کے ذیل میں لکھتا ہی کہ ” جب یہہ آیت “ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة “ فائز ہوئی تو عرب نے لوگوں میں سے اکثر پاس آتھے آتھے اور دس دس عورتیں تھیں اور وہ اُن سے بد سلوکی سے پیش آتے تھے ثبوت ازواج کا ممالک مشرقی میں ہمیشہ دستور رہا ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُسے گھٹا کر بہت کم کر دیا — انتہی اور ہمارے یہاں کی روایتیں بھی اسی کی مؤید ہیں احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہی — ان غیلان بن سالمۃ الثقفی لما اسلام و یحمر نسوة فی الجاهلیۃ ناسلن منہ فقال النبی صلیم امک ارباً و طارق سائرہ — اور ہر السنۃ میں روایت ہی من تو نل ہیں معاویۃ

الاعند الضرورة والسبب فيه وجوه + * * * فانه الرجوع ما ليس الله
في تكاح الا مرة الا على سبيل الرخصة —

مگر یہودی کلم الہی میں یہی حکم ہی کہ ان تین شرطوں
کی رعایت پر اگر لونڈیوں سے نکاح نہ کیا جائے تو بہتر ہی وہ اس
تصویر پر خیر لکے — تفسیر دیگر میں ہی (مسئلہ) المراد ان نکاح
الامام بعد رابطة الشرايط الثلاثة اعني عدم القدرة على التزويج بالهرة
و خوف العنت وكون الامة مومنة الاولى تزويج لما بيننا من المغانم
العاصلة في هذا النكاح — اور تفسیر مدارك التنزيل نسبی میں ہی
وصبركم من نكاح الامام متفقين خیر لكم لان فيه ارفاق الولد ولائها
خراجة ولاجة متفقان وذاك كله نقصان يرجع الى النكاح
و مهنته و الزمة من صفات المومنين و في الحديث الصرايح صلاح البهيمة
والا ما هلاك البهيمة *

۱۰۔ یہاں پر فوراً یہ اعتراض پیش ہوئے کہ جب لونڈیوں
کی اولاد میں ایسی ذات اور اعانت ہی تو کیا گمان کیا جائے ان
بزرگوں کے حق میں مثلاً حضرت اسماعیل جو ہاجرہ سے تھے — حضرت
ابراہیم بن النبی جو ماریہ قبطیہ سے تھے یا محمد بن حنیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ یا شہر بانو رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدارجہ اہلبیت تو
اس کا جواب یہ ہی کہ حضرت ہاجرہ کو اونٹنی سمجھنا بیوجہ
ہی وہ کسی طرح پر اونٹنی نہیں ہو
سکتیں — *Ilagar was not a concubine.*
میں تمصب کرتے ہیں اور مسلمانوں

کی روایتیں اس امر خاص میں اس وجہ سے اعتبار کے قابل نہیں
کہ اصل لفظ اصحاب یا ائیمہ نے ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نسبت
کچھ ہی فرمایا ہو مگر چونکہ راویوں کی عقل اور دماغ میں ملک
یہیں سما رہا ہی اور یہود نے بھی ایسا مشہور کر رکھا ہی پس وہ

+ لونڈیوں سے نکاح کی ضرورتوں میں پانچ وجہیں امام رازی نے
لکھی ہیں جن کو دہرائے متن میں چھوڑ دیا ہی ان کا خلاصہ یہ
ہی [۱] جو اولاد ہوگی وہ بھی رقیق ہوگی [۲] وہ لونڈی باہر
نکلے پھرنے اور غیروں سے میل جول رکھنے میں ٹھاہریستہ ہو جائیگی
(۳) اُس لونڈی کے مالک کا حق اس پر اُس کے شوہر سے زیادہ
ہی پس وہ اپنے شوہر سے باغلاں نہیں مل سکتی (۴) اگر اُس کا
مالک اُس کو کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالے تو یا تو نکاح گرت جائیگا
یا مالک جدید کہیں کا سفر کرے تو وہ ساتھ جائیگی بہرحال شوہر
کو بڑی مشرت پھرتیگی (۵) اگر اُس کا مہر مقرر ہوا ہوگا
تو اُسے اختیار ہوگا کہ مہر بخشی دے — ان وجہ پر ہنسے یہی
آتی ہی اور رونا بھی *

و سنی نے کچھ انکار کچھ انکار کیا مگر اُس ہم قرآن کو تو دیکھیں
اُس میں کیا ہی پانچویں پارہ کے شروع میں لکھا ہی —
” و من لم يستطع منكم مالا ان ينكح المصونات المومنات فمن
ما ملكت ايما نكم من نثيا نكح المومنات * * * * * ذاك امس
عشي العنت منكم و ان تصبروا خير لكم +

اس میں نیتیا مومنات سے نکاح کی اجازت تو ہی مگر تین
شرطوں سے (۱) جب کہ آزاد عورت سے نکاح کا مقدور نہ ہو (۲)
بے نکاح رہنے میں زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہو (۳) وہ لونڈیاں
مسلمان ہوں —

یہی شرط سے تو وہ بات جاتی رہی کہ بیبیٹیاں بھی ہوں اور
ونڈیوں کا بھی ریزر بھرا جاوے اور تیسری شرط سے وہ بات جاتی
ہی کہ لڑائی میں مشرک عورتوں کا کلا پکڑ لائے اور اُن پر تصرف
کیا *

پس لونڈیوں سے نکاح کر لینے کا حکم کسی طرح قابل اعتراض نہیں
ہوسکتا بلکہ میں حکمت و مصلحت ہی تھا اور معاذ اس کی قیادتیں
ہست واضح اور صاف ہیں اسی لیے ضرورت شدید اور ناچار کی وجہ
لاج ہی تھا *

امام نصر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں الایة
قائلة على التخصير من نكاح الامام و انه لا يجوز اقدام عليه

+ یعنی جسکو مقدور نہ ہو آزاد بیبیوں سے نکاح کرنے کا تو
مسلمان لونڈیوں کو ملک نکاح میں لے آوے * * * * * یہ اس
کے واسطے جو کوئی قرے تکلیف میں پڑنے سے اور اگر صبر کرے تو بہتر
ہی تمہارے حق میں —

+ و لم يفتقروا في ان ذاك راجع الى نكاح الامام نكاح
الانفس ما ملكت ايما نكم من نثيا نكح المومنات ذاك امس عشي
العنت منكم و هو الضرر الشديد الشيق — فال فيما رخص فيه من
بغاطة الهامی “ و الله يعلم المقدس من المصاح و لو شاد الله لا عنكم
لے يشدد الامر عليكم و الزمكم التميز طامعكم من طامعهم تلحقكم
بذلك ضرر هديد — وقال ودوا ما علمت قد بدت البعضه من انراهم —
لے احبوا ان تقروا في ضرر الشديد — و المفسرين فيه قولان —
احد هما ان الشيق الشديد والغامة العظيمة واما يسهل على الزنا
ليقع في العبد على الدنيا والذباب العظيم في الاخرة فهذا هو العنت *

والثاني ان الشيق الشديد والغامة عظيمة قد يتقاضي الى اختناق
الرحم و اما في حق الرجال فقد يتقاضي الى ارجاع البركين والظفر —
و الا نثر على الوجه الاول لانه هو الايق بين القران * تفسیر دیگر

اسلام کی دنیوی برکتیں

ہدیہ مطلق
یکم صفر سنہ ۱۲۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۳۰۵ قمری

نہیں ہی کہ ماریہ ایک خادمہ ہونگی اور انہیں کی کنیت بھی ام الزباب بھی ہوگی اور اسی کو ابن ہمدون نے اپنے خیال کے کہ دنیا کا نیکو بادشاہ ہونے کا

زیادہ تعجب کی چند وہ غیر صحیح روایتیں ہیں جن کو اصحاب صحاح نے روایت نہیں کیا مگر اور لوگوں نے روایت کی ہے کہ نزول سورہ تعویذ کا سبب ماریہ قطیفہ کو ایک مرتبہ حرام کر لینا تھا *
That a Chapter of the Quran was revealed in the affair of Maria the coptic is utterly wrong.

یہ روایت جیسا کہ ظاہر ہے سفاف اور امامت ادب کے خالی نہیں مگر حکم ذیل بھی اُس کی صحت میں ظلم ہے (۱) اس وجہ سے کہ عمائد اہل صحاح مثل بخاری و مسلم صاحب المصنوعین نے اس قصہ کی روایت نہیں کی اور اُن کا باوجود ضرورت اور حاجت کے اس قصہ کو طرح دینا اُس کی بے اعتدالی کی دلیل ہو سکتا ہے [۲] انہیں اہل صحاح نے اسی سورہ تعویذ کی شان نزول میں نہ صرف یہ کیا کہ اس قصہ کو باوجود احتیاج چھوڑ دیا ہو بلکہ اس کے معارضہ میں ایک اور ہی سبب یعنی تعویذ صلی کی روایت دی ہے [۳] تعویذ ماریہ کی سب روایتیں اخبار احاد ہیں [۴] مصنفین ہیں (۵) بعضی مرسول بھی ہیں [۶] کوئی بھی ان میں سے مروج نہیں — اور ایسی روایتوں سے گو بھی احکام کا استنباط ہوا کرے مگر قطعیت واقعہ اور تاریخی حالات کے ثبوت میں یہ اخبار بالکل غیر مفید عام ہیں *

اب ہم اس میں تہرزی سی قدح تفصیلی بھی کرتے ہیں [۱] نسائی نے جو اس سے روایت کی ہے اُس میں ماریہ کا نام نہیں [کاتب لہ امۃ یضأها غام یزل بہ حفصۃ و عایشۃ حتی حرمسا] پس کچھ مفید نہیں [۲] بخاری نے زید بن اسلم تابعی سے روایت کی ہے مگر اس روایت میں قطع نظر اس سے کہ ام ابراہیم کی کنیت میں اختلاف ہے ایک بڑا نقص یہ ہے کہ وہ روایت مرسول ہے اور اسی لیکن ضعیف ہے — علامہ سیوطی نے تہذیب الواری شرح تہذیب الواری میں لکھا ہے — ثم المرسول حدیث ضعیف لا یصح بہ عند جماہیر المحدثین کما حکاہ منہم مسلم فی صدر صحیحہ و ابن ہبذالو فی التمهید و حکاہ حاکم بن مسیب و مالک و الشافعی و کثیر من الفقہاء و اصحاب الرسول و النظار للبحر بصلالہ و العرف لاثہ یستعمل ان یکنون غیر صحابی و اذا کان كذلك فیستعمل ان یکنون صحابہ و ان اتفق ان یکنون المرسول لا یروى من ثقۃ فالتوثیق مع الایہام غیر کاف کما سیاتی فی رلۃ اذا کان المصحف المسمی لا یقبل فالمتصور معلوم و حال ادبی ہے

خبرہ صحیحہ روایت بالمعنی میں لفظ جارحہ یا ملک زمین ہے نہیں کہ — مگر یہ دیکھ کر کہ روایتیں اس مضمون کی ہیں کہ ہاجرہ نمرود کی بیٹی تھیں اور اُسے ابراہیم علیہ السلام کی کراست اور بزرگی دیکھ کر اُس کو اُنہیں دیا تھا — [دیکھو کتاب بیرونی رباہ ص ۵۱] — ماریہ اُن جن مردوں کی نسبت کتب مہد متیق میں لکھا ہے کہ حرم تھیں [جیسے ہاجرہ] تو وہ لفظ فقہ کی اصطلاحی ملک زمین کے ہم معنی نہیں ہے — وہ تو شریعی بیٹیاں تھیں جو حقوق زوجیت میں پہلی بی بی کی برابر ہوا کرتی تھیں نرق اتنا ہی تھا کہ انتظام خانہ داری میں پہلی بی بی کی جگہ دہا کرتا تھا اور اگر یہ دوسری بی بی جو حرم کہلاتی پہلے خادمہ تھی تو بعد نکاح بھی بدستور خدمت کرتی رہتی تھی (دیکھو تفسیر ہارن جلد ۳ حصہ ۲ ص ۳) *

اور ماریہ قطیفہ سے ابراہیم بن النبی کا پیدا ہونا ایسا تاریخی واقعہ اور قطعی مثال نہیں ہے جس سے Maria the concubine was not a concubine—rather an imaginary personage. وہ ذات اور خرابی لازم آئے جو اولاد ام ولد میں لازم آتی ہے کیونکہ (۱) ماریہ تین مردوں کا نام روایتوں میں ہے اور یہ

تینوں یا دونوں خادمہ النبی تھیں ہیں ان حجر مسئلہ فی نے ۳ نام لکھے ہیں ابن مندہ نے ایک ماریہ جس کی کنیت ام الزباب ہے اور دوسرے ایک اور ماریہ خادمہ النبی الگ الگ لکھی ہیں اور اُسے روایت کی ہے مگر ابراہیم نے دونوں کو ایک کر دیا ہے اور ماریہ قطیفہ ہنوز علحدہ ہیں — ایسے اختلافوں سے ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ کیا تھا (۲) یہ بھی قطعی نہیں کہ ماریہ کے پیش سے ابراہیم بن النبی پیدا ہوئے ہوں — علی ابن الحسنین چند ارازی نے اپنی تاریخ میں ابراہیم کو طعن غدیفہ سے لکھا ہے اور ماریہ کا ذکر بھی نہیں کیا اور ابن مندہ نے لکھا ہے ”واستمرۃ جاریۃ قریظۃ فولدت لہ ابراہیم“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کسی قیدی ہوئی اور قیدی ہونے پر قریظہ سے پیدا ہوئے تھے (۳) ماریہ کی بعض مخصوص روایتیں لڑ قسم ضرب حجاب وغیرہ جو روایتوں میں ہیں اُس سے پایا جاتا ہے کہ ماریہ سے اور قیدیوں کی طرح پیش نہیں آیا جاتا تھا بلکہ بی بیوں کی طرح — (۴) ایک موسائی پادشاہ کا ایک بی بی کو در چہرہ کوئی تھیں میں بھیجی بعض خلاف قیاس اور تعجب انگیز ہے [۵] ماریہ قطیفہ از قبیل عامۃ امام نہیں ہو سکتی وہ کسی لڑائی میں قید نہیں ہوئی اور نہ وہ غریب یا نورع ہوئی بلکہ مدینہ میں آئے سے پیشتر یہاں ہو چکی تھیں [دیکھو ابن سعد کی روایت کتاب الاصابہ ج ۱] اُن وجہ پر نظر کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بعد

اور حضرت شہر بانو بھی ملک زمین نہیں تھیں بلکہ وہ مدینہ میں آئے ہی تھیں رہا ہو لکھیں تھیں دیکھو مذاقب ابن شہر اشرب اور بھارا انوار کی ۱۲ جلد *

۱۱ مورتوں کے حق میں آزادی پہنچو دینی تہذیب اور مفت لباس میں
Islam elevated and improved the state of female sex.
(سورۃ نور) اور اُن سے گفتگو میں
ادب (ولتواعدا من سرأ الا ان تقرلوا قولا
معدوذا — ۲) کے احکام جاری کیئے اور

ایسے احکام اُن کی حالت کے موافق اور مناسب صادر کیئے جو
حکماء سابقین نے نہیں کر تھے اور ایسے ایسے احکام جن کو پیچھے
اُس خالق حقیقی کے جو مرد اور عورت کی فطرت اصلی سے واقف
اور اُن کا بنانے والا ہو اور کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا — جو
بد رسوئیں اور قبیح رواج مردوں کی نسبت تھے اور جو کچھ اُن
کے حق میں حلال و زیادتی مردوں کی طرف سے ہوا تو قبیح تھی
اس سب باتوں کی اصلاح کی — جاہلیت کی بد رسوئیں میں سے
ایک یہ رسم عام تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اُس کی سب
بیٹیوں کا جبراً اور کھانا وارث ہوا کرتا تھا اور اُن سے نکاح بھی
کر لیتا تھا مگر ان سب قبیح اور مکروہ دستوروں کو قطعاً موقوف
کیا *

”یا ایہا الذین آمنوا لا یصلکم ان ترثوا النساء ذہرا“ اور ”ولا
تتکھروا ما لکم ابداً کم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ
مقتا رساہ پیچھے“ — (نساء)

ایک مقام پر قرینیل ولیم میوز صاحب اپنی سیرت مہمدی
(ج ۳ ص ۳۰۳) میں اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ایک امر خاص
میں محمد صلعم نے مورتوں کو ایک سطح اور فائزوار قباحت
سے چھڑایا وہ یہ کہ تھی کہ بیٹا اپنے باپ کی بیٹیوں کا وارث ہوا
کرتا تھا *

یہ رسم جیسی کہ قدیم سے ہوتی آئی تھی اُس وقت میں بھی
اس کی ایک مثال ہی یعنی زید بن آمر بن نفیل اور حضرت عمر
ابن خطاب بن نفیل باہم چھیڑے بھاٹی اور ایک حساب سے چھیڑے
بھیجے تھے یعنی آمر نے اپنے باپ کی بیٹہ جیدہ سے نکاح کیا اور
اُس سے زید ہوا جو آمر کا بیٹا اور نفیل کی بیوی کا بھی بیٹا ہوا
(ایضاح ۲ ص ۵۲) جو جو ایسی صورتیں ہوتیں اور جو آؤز بھتی
اُس وقت موجود ہوتی وہ الاماقدساف کے حکم میں ہیں بلی اسوائف
بھی ایسا کر بیٹھے تھے (۲ ص ۱۱۱)

۱۲ عورت کو فرائض کے جملہ حقوق اور اختیارات پہنچا دیئے
مردیت اور تمام قابلیتیں میں مردوں کے مساوی قرار دیا گیا *

[۳] طبرانی نے اور ابن مردودہ نے ابوہریرہ سے معنی روایت کی ہے اُجس
میں تعظیم ماریہ کا ذکر ہے مگر وہ خبر معنی ہی اور وہ ویسی ہی
غیر معتبر ہے جیسی مرسل [۴] طبرانی کی ایک اور روایت میں
طریق الضحاک من ابن عباس الخ ہے اور ضحاک نیکوالرسال ہے اور
اُس کی روایت ابن عباس سے بلا واسطہ نہیں ہے قال الزین العراقي
والضحاک لم یصح من ابن عباس — اور علامہ سیوطی نے اتقان فی علوم
القران میں لکھا ہے و طریق ضحاک بن مزاحم من ابن عباس منقطعۃ
فان الضحاک لم یبلغ — پس روایت منقطعہ غیر صحیح ہے —
[۵] سعید بن مسروق نے ابی مسروق اور حضرت عمر سے جو روایت کی
ہے اُس میں ماریہ تبلیح کا نام نہیں اور وہ روایتیں معنی ہیں پس
ضعیف تھریذیگی اور نیز اصل واردی نے اپنا ماخذ نہیں بیان کیا *

ایک تالیف جدید میں قصہ تھرم ماریہ کے ثبوت میں بڑا
اعتماد کیا گیا مگر حاصل کچھ نہیں ہوا — ص ۱۴۱ میں لکھتے
ہیں — صحیح بخاری میں ہے باب ”لم تحرم ما حل لہ لک“ من
سعید بن جبیر انہ اخبرنا عن سمع ابن عباس یقول اذا حرم امراتہ
ایس بیٹھے وقال لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة — قال الشارح و اشار
ذاک الی قصۃ ماریہ انتمی مگر اس میں سارا زور و دور مستدل کا
شارح کے قول پر ہی مگر وہ شارح کا صرف خیال ہی ممکن ہے کہ
تھرم سلم کی طرف اشارہ ہو *

دوسری روایت انہوں نے نقل کی دوی النسائی من سعید بن جبیر
ان رجلا مال ابن عباس فقال انی جملت امراتی علی حراما نقل
ذہب یوسف علیک السلام ثم قل یایہا النبی لم تحرم ما حل لہ
لک *

مگر اس میں کٹر قصہ ماریہ کا کہیں سار و گمان بھی نہیں —
ظاہر ہے کہ ابن عباس نے اس میں مہم لفظ قران سے استدلال کیا
یہ کہ کچھ ضرور نہیں کہ سبب بھی خاص رہی ایک ہو علامہ سیوطی
لکھتے ہیں اختلاف اعلی الاصول لہذا المیرۃ لعموم النقطہ او بقصور السبب
والاصح عندنا الاول و قد نزلت آیات فی اسباب واتفقوا علی تعدیہا الی
غیر اسباب الخ *

اب ان روایتوں کے سوا اگر کوئی سند اس قصہ باطل کی پیش
ہوگی تو اس میں بھی انہیں ضابطہ اور قراءہ سے نظر کی جاوے گی
اور والدہ محمد بن حنیفہ کی مثال بھی بالکل غلط ہے کیونکہ
وہ لونڈی تھ تھیں اور نہ اُن پر حضرت علی نے لونڈی کے طرز پر
تصرف کیا چنانچہ سعید مرتضیٰ علم الہدی نے اپنی تصنیفات میں صاف
لکھا ہے ”لم یستحبہا بالنسب بل تکبہا و مہرہا“ *

تہذیب الاخلاق

اسلام کی دنیوی برکتیں

یکم صفر سنہ ۱۲۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۳۰۵ قمری

ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں بعضی باتوں میں مردوں کی رعایت اور مردوں کی حق تلفی بھی ہے۔ جہاں تک سکنیں میں تو نہیں مگر اور جہوں میں اگر مردوں اور مردوں کے مکتب ہونے میں تو مردوں سزا بابت نہیں کسی حصہ سے مردوں کو یہاں تک ہرگز نہیں ہے کہ سزا کی سزا سے بھی محفوظ ہے ۱۱۔ اور اگر مردوں اپنے شوہر کا کچھ ہی سال و متاع لیجائے اُس کی پوسش نہیں ہوگی اگر کوئی غیر شخص صرف مال کے لالچ سے (بغیر زنا) مردوں کے ساتھ اُس کے شوہر کا مال نکالوا لیجائے تو انہی صورتوں میں تو مردوں میں سے ایک بھی سزا نہ پائے۔ غرض یہ سب انوار اور قریب کے بے موقع قانون ہیں جن کی تہذیب قومیوں بابت نہیں اب اُس کے ابطال کے لیے کچھ ضرورتیں ہیں اور اُسکی ہضام اور قباحت رنج کرنے کو چیلے بھی پیدا کیے ہیں مگر وہ امیروں کے لیے۔ اسی طرح اور ادنیٰ درجہ کی قومیں اُن سے معذور ہیں البتہ اسکاٹ لینڈ کے قانون بعض باتوں میں کچھ معقول ہیں مگر پھر بھی سب کے سب احکام الہی اور دینی اصلاح کے محتاج ہیں *

۱۳۔ تمام ممالک ایشیا میں خصوصاً ہندوستان اور یورپ میں نکاح ایک قسم کی خرید و فروخت کا معاملہ ہوتا تھا کہ بیواہ کو بیواہ والا لڑکی کے باپ کو ایک رقم معین دینا تھا (پیدائش ۳۲ و ۱۲ اصول ۱۸ و ۲۵ اور ہندوستانی قانون نے اپنی پوری پختہ رویہ اور قیود حور جو کو خریدی تھی ۲۲) اور اب تک بھی یہ رسم قروس ترک اور ملک ہندوستان کے عیسائیوں اور بعض ارباب میں ہی مگر قراں نے نکاح ایک عقد قرار دیا جو طرفین کے اختیار اور رضامندی سے ہوتا ہے اور زر مہر مرد کے باپ کو نہیں ملتا بلکہ خود مرد کا حق ہوتا ہے *

”وَأَتَى النِّسَاءَ صَدَقَاتُهُنَّ“ + [نساء ۴ ج]

”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتَاوهنَّ صَدَقَاتَهُنَّ“ (نساء ۴ ج)
بعضی اعتراض کرنے والوں نے لفظ اجر پر اک گونہ تفسیر کی ہے کہ اُس کو نکاح کا لفظ سمجھ کر اصل اُس میں اشارہ ہے اس پر کہ زر مہر مرد کا اجر ہے جس کی وہ مستحق ہے نہ کہ اُس کی قیمت جو اُس کا باپ لے لے *

+ اور دے قالو مردوں کو اُن کے مہر خوشی سے
+ پھر جو تم کام میں لائے ان مردوں میں سے اُن کو دو
اُن کے حق جو مقرر ہوئے۔

”لَبَسَ مِثْلَ النِّسَاءِ“ + (۲ ج)
”لِلرِّجَالِ نِصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نِصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ“
[نساء ۵ ج]
پھر اس ایک قدرتی تفسیر کے جو صانع مطلق نے مرد کو مرد پر بھی ہے *

”الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ“ § [۵ ج ۴]
”وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَ دَرَجَةٌ“ || [۲ ج ۲۸ ج]
مردوں کے حقوق کے باب میں قدیم رسوم سے قطع نظر کوئی صرف انگلستان کے قانون کو دیکھا جائے کہ اس لوگوں نے بالینہ اصلاح و تہذیب مردوں کے حق میں کسے جوڑ اور حیف کو جائز رکھا ہے اور مردوں کی خود رائی کے تابع کر دیا ہے۔ نکاح کے بعد بہت سے احکام میں مرد کی ذات ہی نہیں قائم رہتی وہ گریا اپنے شوہر میں مستملک ہوگئی وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی اور اُس کی ذاتی جائداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ بھی شوہر کی ملک میں آتی ہے اور اُسے اختیار ہوتا ہے جیسے چاہے اُسے صرف کرے۔ مرد کو اتنا بھی حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لیے ضروریات خرید کرے یا منگوا بھیجے۔ مگر مرد پر ذات نفقہ مرد کا واجب ہے مگر رسم انگلستان میں اسکی تعمیل کرا پانے کا کوئی صاف ذریعہ نہیں ہے اور نہ مرد کو روٹی پکڑنے کی تالش کر سکنے کا حق ہے مگر کچھ ضمنی صورتیں نکالی گئی ہیں۔ اور نیز بہت سے مدارج بدسلوکی اور اذیت کے ایسے ہیں جن کا کچھ چارہ نہیں نہ مرد کی کوئی فریاد سننا ہی نہ عدالت کچھ کر سکتی ہے۔ مگر مرد اپنے شوہر سے مفارقت کر کے عرصہ سے الگ رہے مگر جو کچھ جائداد وہ حاصل کر چکی وہ شوہر ہی کی ہوگی اگر مرد پیشتر سے کچھ بندوبست نہ کرے تو مرد کا وہ مال و اسباب جو اُس نے ایام مفارقت میں حاصل کیا ہے اُسکے شوہر کے قرض گواہ اُسے لے سکتے ہیں۔ مرد کو اپنی نل جائداد کا اختیار حاصل ہے چاہے وہ اپنے حیس حیات غیروں کو دے جائے مرد کو کچھ نہیں مل سکتا۔ جب ایسے دستور جاری ہوں اور مرد تنگ مزاج اور موم کی ٹاک ہو تو مرد کی بڑی حق تلفی

+ مردوں کا بھی حق ہے جیسا اُن پر حق ہے موافق
نسخہ کے [۲ ج ۲۸ ج]
+ مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مردوں کو حصہ ہے
اپنی کمائی سے [۵ ج]
§ مرد حاکم ہیں مرد پر
مردوں کو مردوں پر درجہ ہے

نکاح کی اصل علت مصنفین قرار دے تے کہ مسانہیں — پھر جب کہ نکاح کی بنیاد تماروں پڑھی اور مرد و عورت باہم باطنیاتی اور ایک دوسرے کے مددگار دینی اور دنیاوی باتوں کے ہوئے [جیسا کہ لباس کی تشبیہ سے ظاہر ہے] تو پھر جب طلاق کی رسم نکلی تو یہ عہد پست جاتی رہی — علاوہ ازیں اس رسم سے دونوں کے دلوں پر سے اس عقد اور نظم کی عہد بھی جاتی رہتی ہے ایک کو دوسرے پر اطمنان اور اعتماد نہیں رہتا باہم کا اخلاص اور نیاز جاتا رہتا ہے — دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتا ہے اور عاقل کے اندیشہ نہیں خیانت اور اضطراب اور ترویض اولاد میں بالکل بے تربیتی اور اصلاح منزل میں ابتری پڑ جاتی ہے — اور جہاں جہاں قرآن مجید میں نکاح کا ذکر اور زنا سے ممانعت ہے انہیں مقامات میں ان سب قیاحتوں پر بھی اشارہ ہے *

شاء ولی اللہ صاحب حجة اللہ البانہ میں لکھتے ہیں (ص ۳۲۵)
اعلم ان فی اکثر من الطلاق و جریان الزم مدم الحیالۃ بہ مفاد ثنیرة و ذلک ان ثاماً ینقادون الشہوق الفرج و لا یقصدون اقامة تدبیر العزل ولا تملک فی الارتقاات ولا تھصین الفرج — و انما مطعم ابصار ہم الکاذب بالنساء و فوق لذة کل امرأة فیہمہم ذلک الی ان ینکحوا الطلاق والنکاح — و لا فوق ینہم و بین الزنا من حجة ما یرجع الی نفوسہم — و لا تمیزوا عنہم باقامة النکاح و الموافقة لسیاسة المدینة و ہرقلة صلی اللہ علیہ وسلم لکن الذرائع و التراتبات — و ایضا نفی جریان الزم بفک اعمال لتوطین النفس علی المعونة الدائمة او ہیبة الدائمة و می انہ نتج هذا لیلاب ان یضیق صدرہ و صدرہا فی ہی من معتراس الامر فیندفعان الی الفراق — و این ذلک من احتمال امیاد الصبیحة و الاجماع علی ادامة هذا النظم و ایضا فی امتیاد ہن بذلک و عدم سیاقۃ الناس بہ عدم حزمہم علیہ یقع باب الوقاۃ — و ان لا یحصل کل ما منہما ضرراً لآخر ضرر نفسه — و ان یطرون کل واحد الآخر — و ہمہد لنفسہ ان وقع الاتراق — و فی ذلک ما لا یحقی —

۱۶ طلاق کی رسم تو یہودیوں میں عام اور بکثرت تھی اور موسوی ہر عہد میں اسکو شاید مطلقاً جایز کر دیا تھا حتی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اسکا عذر کوئی پڑا (متی ۱۸) — حضرت مسیح سے کچھ پیشتر نکاح کے باب میں فقہاء یہود میں دو مذہب ہو گئے تھے ہمامی اور اُس کے مقلدوں کی عہد راے تھی کہ صرف فعل قیض کے ارتکاب پر یا ناحقہ مبینہ پر طلاق ہی جائز اور ہلک اور اُس کے مقلدین کا عہد مذہب تھا کہ ادنی سی غلطی پر بھی عورت کو طلاق دیدینی چاہیے — اُس لوگوں کا عہد قول تھا کہ اگر کسی کو اپنی

۱۳ قرآن نے عورت اور مرد کی باہمی گزارش میں کمال مصالح اور محبت کو پراپر قائم رکھنا ضرور قرار دیا Social affection and comfort of domestic life. ہی اور مہر کا تقدر اور نکاح نسخ ہونے کی ضرورت میں واجب الادا اور ناقابل نقصان ہونے کی وجہ سے عورت کو عرشد مطمئن رہنے اور مرد کو اس کا فیاض اور محتاج الیہا ہونے اور ہمیشہ کو ملے رہنے کی تدبیر کردی — اتھاد زوجہ کی پرست اور مسرت اور اُس کے نتیجہ میں حسن معاشرت کی حالت سے قرآن خوب واقف ہے *

” و خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمة “ [روم ۳ ع]
اور پھر اسی ممانعت اور محبت نرم دلی کو جو باہم زوجین میں ہونی چاہیے ایک دائمی اور غیر قابل انتزاع لازوال اور غیر لایق انقسام تشبیہ میں بیان فرمایا *

” ہن لباس لکم و انتم لباس لہن “ [بقرہ ۱۸۲]
اور چونکہ اصلی فرض تجویز نکاح سے اقامت تدبیر منزل اور تماروں باہمی انتھام خانہ داری اور تھصین نوح ہی اور عہد باتوں بغیر داہمی نکاح اور اُس میں مثل لباس ایک دوسرے کے محتاج رہنے اور ملے رہنے کے نہیں ہوتیں اس لیئے ضرور ہوا کہ فطرت کی راے سے اُن میں باہم مودت اور رافت خلق کی جارے — اور یہ سب مصلحتیں جو نکاح کے داہمی قائم رکھنے میں خیال میں آسکتی ہیں ان کو نظر میں بیان کر دیں *

” مصنفین غیر مسانہیں “ [نساء]
اس جملہ کی پہلی خبر مصنفین میں تمام حکمتیں اور بھلائیوں جو نکاح سے متصور ہیں داخل ہیں اور جزو دوم غیر مسانہیں میں تمام قیاحتیں جو چند روزہ نکاح اور غیر منضبطا عاریت سے باہم معاشرت کرنے سے پیدا ہوتی ہیں منع کر دی گئیں — درحقیقت یہ فقرہ موجب جامع اور مانع ہی اور اسمیں اثبات اور نفی سے تمام حکمت منزلی کے مصالح اور مفاد سکھائی دی ہیں *

۱۵ جبکہ اس بیان سے نکاح کی مصلحتیں معلوم ہوئیں تو اسکی مقتضا سے طلاق کی ممانعت بھی [الا Divorce discouraged] یعنی ناپسندیدہ حالتوں میں [ثابت ہوئی کیونکہ پراپر نکاح اور طلاق کی رسم جاری رکھنے میں صرف مروتوں سے لذت حاصل کرنی ہی حالانکہ اسلام نے

+ بنیادی تمکو تمہاری قسم سے جوڑی کہ جیس پکڑ اُن کے پاس اور رکھا تمہارے پیچ پیاد اور مہر
+ رہ پڑھاک ہوں تمہاری اور تم پڑھاک ہو اُن کی
+ خود میں آئے کو کہ مستی لکانے کو

موت پر یہ معلوم ہو تو اُسے نکال ڈالے [استثنائات ۲۳ و ۱] وہی ملکہ کہتا ہے کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو اپنی عورت سے خارجہ عورت قرار دے تو اپنی عورت کو نکال دے۔ کورتک کہتا ہے کہ اگر وہ اُسکی نظر میں اچھی نہ معلوم ہو الخ — قرآن صریح اِس کے خلاف کہتا ہے ”فان کورتھو من نعلی ان تکرھا شیئاً و یجعل اللہ فیہ کبیراً“ [نسا ۳] — معلوم ہوا کہ اگر کسی کی عورت اپنے شوہر کا کہنا یہ نہ نک ڈالے کہ خراب بکارت یا اُسے زیادہ بدو دے تو وہ عورت طلاق دیتی۔ جادے — مگر قرآن کہتا ہے — ”لا تجزی لعل اللہ یعدی بعد ذلک امراً“ [طلاق]

جنوب کے ملکوں میں دوسرے مذہب کی رو سے تو جیسا کہ کونسل آف کونفرنس سنہ ۱۹۱۲ ع میں قرار پایا زنا کے بعد بھی طلاق نہیں ہوسکتی - انگلستان وغیرہ ملکوں میں جب سے اصلاح ہوئی ہی تب سے قاعدہ طلاق میں کچھ تبدیلی ہوئی ڈیو یارک میں صرف زنا پر طلاق ہوتی ہی اور اور ملکوں میں زنا پر اور نہایت ظالم سے بد سلوکی پر اور قصداً مفارقت اختیار کرنے پر اور عرصہ دراز تک نامعلوم غائب رہنے پر بھی طلاق ہوتی ہی اور انکلیفٹ میں طلاق کا واضح زنا اور ایذا رسانی ہی ہوتا ہی اور اسکاٹ لینینڈ میں زنا یا قصداً چھوڑ کر چلے جانے سے طلاق ہو جاتی ہی - انگلستان میں قانون رکڑوڑا جاری ہونے سے پہلے ایسی صورت نے اُبھے جسے اُس کے خاوند نے قصداً چھوڑ دیا ہو چارہ چوٹی اور داد رسی کی سیبل نہ تھی اب ایسی صورت میں عدالت سے افتراق ہو جانا ہی اور اگر مفارقت کے ساتھ زنا بھی ہو دیکھو تو طلاق بھی ممکن ہی *

۱۷ قرآن نے مرد کرہی اختیار نہیں دیا کہ بلا وجہ حدیث اور بغیر پیشتر کی اطلاع کے دہشتہ واحدۃ اور مطلقاً اور فوراً اور بلا کسی شرط کے مطلق دیدے اور معاشرت اور تمدن کی خوبی اور خوبی اور بوکست کو اپنی تنگ مزاجی یا فکر رنجی سے کھر ڈالے اور

† پھر اگر وہ تمکو نہ پہچانے تو شاید تمکو نہ پہچانے ایک
پہچان اور اللہ رکھے اُس میں بہت خوبی —

والعني فان كرهتموهن فلا تزواجهن بكراهة لانفس، وجدها ربحا
 فرفض النفس ما هو اصالح في الدين وادنى الى الضرر واجيب ما هو
 بعد ذلك ولكن النظر في اسباب الصالح والماص قوله نعمي ان تكهروا
 جزاء للفرما لان العني فان كرهتموهن فاصبروا ملوون مع الكراهة فاولئك كن
 فيما تكهرون عيورا كثيرا ليس فيها تبهونه - مدارك التزويل نسفي
 ١٠٠ أس و عور فليس عايد لها تكلم الله امكنه في عور كوني كاه -

۱۸ قرآن میں دو ہی تین مرتبہ طلاق کے جائز ہر حکم کے چاہئے جاتے ہیں اور وہ ضرورتیں دہی ہیں اور اصل اور ندرتی مقد کی غرض اور نکاح کے مقصد کے خلاف ہیں اور ایسی صورتوں میں طلاق کو جائز رکھنا میں حکمت اور مصلحت ہی —

Divorce permitted not to gratify the levity, caprice or profligacy of either party—but only in the case of unfaithfulness of nuptial vow.

۱ ایک ضرورت طلاق کو بے الزام جائز رکھنے کی یہ ہے کہ عقد کے بعد اور خلوت ہونے سے پیشتر طلاق دینی جارے تو اس میں کوئی گناہ یا قباحت ملتی نہیں ہی کیونکہ یہ نکاح کوئی لغوی نکاح نہیں ہی بلکہ اصطلاحی نکاح ہی یعنی وہ ایک معاملہ ہی قول و قرار کا اور اس سے وہ غرض جو فطرت الہی میں خلق ازواج سے حاصل نہیں ہوئی ہی *

۲ لاجتاحت ملکہ ان طلقتم النساء مالم تمسوهن * (پور ۲۱ ع) یعنی اگر عورتوں کو جن سے عقد ہوا ہو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو تو کچھ مصایقہ نہیں ہی — الخ — ایسے ہی احزاب کی ۴۱ آیت ۶ ع ایسے اصطلاحی نکاح میں بھی عورت کے لیئے بڑی رعایت اور احسان کیا ہی یعنی جب ایسی صورت میں مہر نہ مقرر ہوا ہو تو دستور کے موافق اس کو خرچ دینا چاہئے اور اگر مہر مقرر ہو چکا ہو تو نصف مہر دینا چاہئے اس قدر تو ضروری ہی الا عورت سب چھوڑ دے یا مرد سب دیدے تو اور بھی بہتر ہی — (دیکھو اسی آیت کے بعد کی آیتیں) *

۳ دوسری صورت امکان طلاق کی یہ ہے کہ عورت زنا کرے چونکہ خدا نے نکاح کو تصدیق کا ذریعہ بنایا ہی اور ہو جگہ معتدین غیر مسافحین اور ولا متفقین اہلخانہ کے لفظ نورمانہ ہیں + تو جب اس کے خلاف کوئی فعل ہوگا وہ فطرت الہی وضع رہائی اور ہرج اسی کے خلاف ہوگا — + ولا متفلاوہن لثہہوا بپہش ما اتہمواہن الا ان یا تین بفاحشۃ مبینہ * — (نسا ۳ ع) یعنی جائز نہیں کہ تم اپنی بیٹیوں کو ہند کر رکھو تاکہ اُن سے کچھ مہر میں سے چھوڑ والو مگر اس حالت میں کہ جب وہ عورت بے حیائی کا کام کریں — من الحسن الفاحشۃ الزنا فان نکلت حل لزوج ان — (الطلاق) (مدارک)

یعنی حسن کہتا ہی کہ فاحشہ سے مراد زنا ہی اور جب عورت زنا کرے تو مرد کو جائز ہی کہ اُس سے خلع چاہے — اور یہی مضمون سورۃ طلاق کی پہلی آیت میں بھی ہی ”ولا تخرجوا من من بیوتہن“

+ نسا ۴ ع (مکرر) اور مائدہ ۱ ع —
+ اس کے پہلے کرھا پر وقف موجود ہی اور یہ جملہ مستأنف اور جدید ہی

۱۹ جبکہ مرد اور عورت میں جو ایک بڑی مضبوط زنجیر لڑے یکے بعد سے پاندھی گئی اور فطرت الہی کے قانون کے مستحکم نہیں کوئی

۱۹ جبکہ مرد اور عورت میں جو ایک بڑی مضبوط زنجیر لڑے یکے بعد سے پاندھی گئی اور فطرت الہی کے قانون کے مستحکم نہیں کوئی

آسیا کی یہی گزراں میں بد نظمی اور قوتیبا اولاد میں ابتدی روزا رکھی
 سُکرو اُن لوگوں نے اُنہ حکومتوں میں کبھی غور سے نظر نہیں کی کسی
 تقہقہ سے احکام پوچھے لیکن یا احکام قرآنی کو اُس کی راے پر حملہ
 ڈالیا اور ظاہر ہے کہ تقہقہ کا منصب حمایت اسلام و دفع مظالم نہیں
 ہے اُس کو ہر ایک صورت اور ضرورت کے احکام جو احکام قرآنی
 اور راے اور قیاس سے کمال سبکیں پتا دہنے سے کام — البتہ مکملین
 اسلام کا یہ کام ہے *

علاقہ کو ایسے ٹانڈے اور سخت موقع پر جس کا ہمنے بیان کیا ہے جائز رکھنا انسان کے حق میں بڑی بھروسہ اور احسان کا کام ہے ایسے ازواج سے جس میں دوقوں کی زندگی حرام اور ہمیشہ تلخ ہو مضامین دلانا میں حکمت ہے۔ جو لوگ علاقہ کے باب میں بہت سخت ہیں وہ بھی دو ایک ضرورت علاقہ کی جائز رکھتے ہیں پھر جب کسی ضرورت شدید سے اُس کا جواز ماننا پڑا تو پھر اُس کے احکام قائم بند نہ کرنے بے عقلی ہیں اور نہ اُن احکام کے بیان سے علاقہ کی اباحت ایسی بے پورائی آڑھی اور علاقہ العنانی سے ثابت ہوسکتی ہے اگر ایم جاہلیت کی رسوم ازدواج و علاقہ کو دیکھا جائے تو ثابت ہورے کہ جملہ احکام علاقہ ان بد رسوں کی اصلاح اور تہذیب میں صادر ہوئے ہیں جن کی حرکتیں بہائم اور درندوں کی مانند تھیں یا ان شدید التمصیب کے دھم پامل کی ہرستی کے لیکھے تھے جو وقوع زنا پر بھی علاقہ کو جائز نہ سمجھتے تھے پس ان سب انواع اور تقویٰ پر نظر کرکے اُس کی قباحتیں روکی گئیں اور پرائیاں دفع کی گئیں نہ از سر نو اجازت دی گئی ہو یا ابتداً جاری کیا ہو *

۲۱۔ آپ ہم پر اُن احسانات اسلام کا بھاس کرتے ہیں جو
 Beneficial ordi-
 nances in the favor
 of female sex.

ایام جاہلیت میں طلاق کے حیناً سے بہت ظلم کیا کرتے تھے مثلاً عورتوں کو چس میں کر رکھتے تھے یا مہمل چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ زہر مہر میں سے کچھ چھوڑ دیں یا طلاق کے بعد بھی اُن کو اس فرض سے روک رکھتے تھے کہ کسی اور سے نکاح نہ کریں تاکہ زوج سابق کی ذلت نہ ہو مگر قرآن نے ان سب باتوں کو منسوخ کیا اور زن مطلقہ سے کچھ واپس لینا کیسا اولٹا اسے کچھ دینا واجب ٹھہرایا *

۱ ”وَلَا تَسْكُوا مِنَ صَوَارِئِ التَّمْذِيرِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ“ ہرگز متوہم نہ ہو کہ ہرگز سزا دینے کے لئے ایسا کرے اس لئے اپنے حق میں ہوا کیا ؟ (پھر ۲۹)

وجہٴ شدید اور باعثِ قریٰ نہ ہو ہو سکے یا غرضِ اصلی کے نہ حاصل ہو سکے گا تو اتنا اتفاقی شدید اور بے لطفی ناقابلِ برہداشت کی حالت میں یا زوج کے قرضِ مزاج یا غرضِ طبع ہونے کی صورت میں اس عہدِ فریق اور عقدِ دائمی کا ایسی آسانی سے دفعہٴ اور بختہٴ قیوتِ جا سکے گا حکم نہیں دیا بلکہ علوۃً ان تدارک اور تدبیروں کے جس کا بیان پہچالی دفعہ میں مفصل گذرا جب بیاہاری و پیچیدہ بری ارادہٴ طلاق اور قصدِ مفارقت کی ثوبت آ جاوے تب یہی ایک مدتِ وارز کی مہلتِ فکر اور غور کرنے کو دی گئی اور اس عرصہ میں یہی قلمی ایک تدبیریں صاحب کی قائم کریں *

” اِنَّا عَاقَمْتُ النَّسَاءَ فَلَمَّا رَأَوْهُنَّ لَمَدَتُوهُنَّ وَاحْتَرَقُوا الدَّعَةَ وَالْتَقُوا اللَّهَ “
[سورۃ طلاق ۱] مدت کے مقرر ہونے میں ایک خاص ارد بڑی
مصلحت یہی تھی کہ باہم صلح ہو جاوے ارد و بولتیں احق برہمن
فی ذلک کا بیان اسی پچھلی دفعہ میں گذرا *

۲ پھر اس مدت میں صورت کو اپنے گھر سے نکل جانے دینا چاہیئے اور نہ وہ صورت خود چارے والا پھل نہ کھا کی صورت ہو *
 لا تخرجوا من من ہر تہن ولا یخرجن الا ال یتن بفاحۃ
 مہینہ — [علق]

۳۔ جہاں مرد خرد رہے وہیں عدت والی عروس کو بھی
جگہ نہ ملے *

”واسکدراهن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروهن تضیقوا
 علیهن“ — (علاق)

یہ سب تدبیریں اسی مصالحت سے ہیں کہ اُن کے باہم سے
وجہش دور ہو اور باہم رغبت کریں۔ اور ہو کر پناہ اندیش
ذرا سی سوز مزاح یا اختلاف پر حلق نہ دے بیٹھے *

۴ بالآخرہ سورہ علق میں یہی ہی کہ مدت پوری ہو جانے کے بعد یہ کچھ ضرور نہیں ہی کہ علق ہی دی جاوے اور مفارقت ہی اختیار کی جاوے بلکہ یہ حکم ہی *

” ناذا بلقی اجلیں قامسکر ہی بمعروف اور نازقوا ھن بمعروف “ -
 یتاں جب وہ پھر پڑھیں اپنے وعدہ کو تو یا رکھو اور دستور سے یا
 جانے ہو دستور سے *

۲۰ انٹرو مصفاہوں کے قرائن میں عاقل کے احکام مکرر دیکھ کر
 سمجھا کہ صاحب قرائن کی نظر میں یہ ایک ہلکی سی بات ہی اور عدم
 مبالغہ کی نظر سے دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ قرائن کے عموماً عاقل کے
 جواز سے حسن معاشرت کی عروجی تدبیر منزل کا نشانہ اور باہم

† جب تم طلاق دو صورتوں کو تو طلاق دو اُن کی عدت ہو اور
مکنتہ زہر عدت اور قہر اللہ ہے۔

وسوم پر تھی بلکہ پولوس مقدس کی رائے کا رجحان بھی باوجود طحاویؒ کے اسی طرف تھا دیکھو اول کتبہوں باب ۷ روس ۸ و ۲۶ و ۲۷ و ۳۸ و ۳۰ *

اور جو قباحتیں ان پند رسوں کے پیدا ہونے میں اور جو جو قاعدے کلیسا میں بڑے بڑے عہدے پانے والوں کے تجربہ کے لیئے مقرر ہوئے ان کی ایک بڑی تاریخ ہے - عیسوی مشائخ میں سے جیورم [سنہ ۳۲۰] اور امبروس [سنہ ۳۹۷] اور رومانی اسقفوں میں سے داماسیوس [سنہ ۳۸۳] اور سوسی سیوس [سنہ ۳۱۹] اس کے بڑے حامی تھے اور سنہ ۳۰۵ ع کی کونسل الیورس میں ہر پشپ اور ذکیس اور پادریوں کو تجرود کا عام کلمہ اور تولیدور کی کونسل سنہ ۵۸۹ میں یہاں حکم نکلا کہ تلوجی (پادری ؟) کی صورت سے مشفقہ پایا جائے تو قاضی اس صورت کو بیچ قالہ اور اس کی قیودہ مسکینوں کے صرف میں لارے - اسقف جرجیس الیور تجرود کے مسئلہ کا پوا حامی تھا اور ایک نقل مشہور ہے کہ جب اُس نے اپنا قلاب صاف کرایا تو اُس میں چھ ہزار بچوں کی کھڑکیاں نکلیں - یہاں نتیجہ اُس قانون کا تھا جس میں اُس نے دینی عہدہ داروں کو مذاکحت سے مناصف کی تھی - اس نتیجہ میں جو جو خرابیاں ہوئیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پادریوں کے لئے جو باوجود اس تجرود کے ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے کالعدم قرار دیئے گئے اور بیادانت ۸ نے کونسل پنوپیا سنہ ۱۰۲۲ میں اُن لوگوں کو کالعدم قرار دے کے ہمیشہ کی غلامی میں دیدیا - اور شہنشاہ ہنری ۴ نے ان احکام کی تعمیل میں سیاست بھی ہمدیف کردی - آخر الامر سینکڑوں برس کے بعد ان خرابیوں کی اصلاح شروع ہوئی - اور لوتھر کو سب سے اول تو نہیں مگر وہ بھی منجملہ متکبرین مسئلہ تجرود تھے اور سنہ ۱۶۲۵ میں کھڑکیں دین پورا ہے جو دائمی تجرود کی نذر کرچکے تھے مگر پھر اس سے پھر کئے تھے نکاح کیا - قرآن میں اس دہانی کی اصلاح ان لوتھر وغیرہ لوگوں سے صدہا سال پیشتر ہوچکی تھی - اور جو تھیک تھیک اسکی منشاء اور کیفیت تھی اسپر اشارہ ہوا ہے *

”وہبانیۃ اہتدعوا ہا ماکتبنا علیہم الا ابتغوا رضوان اللہ فیما رعبہا حق رماکتہا“ [حدید ۳]

یعنی میسائیں نے دنیا چھوڑنا تھا نکالا ہم نے انہر واجب نہیں کیا تھا یہ آپہوں نے خدا کی رضا مندی کے لیئے نکالا مگر جیسے لپا ہنا چاہتے تھا نہ کیاہا -

اور لڑھائیہ فی اسلام ہارہ سو برس سے مشہور ہے *

۲ ”ناذا طلقتم النساء نفلت اچلہن نلاتہنواہن ان ینکحن ازواجہن اذا تزوا ینہن بالمعروف“ یعنی جب طلاق دی گئے مردوں کو اور وہ پھر بچیں مدت کو تو اب نہ رزکو انکو کہ نکاح کریں اپنے خاندنوں سے جب راضی ہو جائیں موافق دستور کے * (ایضاً ۳۰ ع)

۳ اس میں اسباب کا بھی اشارہ نکلتا ہے کہ صورت کے متیکے کے لوگ اُسکو بعد مدت اپنے دھرم سے پھر ملجانے کو نہ دریں *

۴ ”والملقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین“ - (بقرہ ۳۰ ع)

۵ اگر طلاق پانے والی مرد سے پیٹ سے بھی ہو تو جب تک وہ بچہ نہ جنم کھانا کھڑا اپنی حیثیت کے موافق دینا ضرور ہے اور اگر بچے کو دردہ بھی وہی پلاوے پر پھر اس کی اجرت جداگانہ *

۶ ”وان کن اولات حمل فانتقوا علیہن حتی یضمن حملہن فلیں ارضنکم فانتواہن اچورہن“ * (طلاق)

یعنی اگر وہ صورتیں پیٹ سے ہوں تو اُنکو نفقہ در جب تک بچا ہو اور اگر دودہ پلاویں تمہاری خاطر تو اُنکو در انکے ذیک *

۲۲ بیوروں کے نکاح اور لوتھی اور غلاموں کے نکاح کا عام حکم عرب کی رسم کے خلاف اور روس کی تہلک (Objections refuted ed.) کے علی الرض جاری کیا چنانچہ فرمایا ہے ”وانکحوا الایامہ منکم والصالحین من صباہم وامامکم - ان ینکحوا فممن اللہ من نفلہ“ + * (نور ۱۲ ع)

اس آیت کا آخری فقرہ نہ اگر وہ لوتھی اور غلام محتاج ہوئے تو خدا اُن کو اپنے فضل سے مالدار کردیگا اس پر دلیل ہے کہ غلام بھی اپنے مال کے مالک ہوتے ہیں اگلے زمانہ میں اور اب بھی غلاموں کی یہ عروای ہے کہ وہ آپ کسی جائداد کے مالک نہیں تصور کیئے جاتے اور اسی وجہ سے غلاموں کے مالک اُن کو ازدواج سے بھی معذور رکھتے تھے *

اہل عرب اپنے باپ کی جوروں کے نکاح میں مضایعہ کرتے تھے اس طرح کہ وارث خاندان اپنی سوتیلی ماؤں کو رزق رکھتا تھا تاہ وہ دوسری شادی نہ کریں اور عیسائیوں میں ایک قسم ایسی مردوں کی تھی جو تمام عمر بے دھرم رہتی تھیں اور ایک فرقہ ایسے مردوں کا تھا جو مذہبی امور کی پابندی سے تمام عمر نکاح نہیں کرتے تھے - اور پوپ اور کونسل کے فتویٰ اس باب میں بہت سی تباہتوں کے باعث ہوئے اور اُن کی بنا نہ صرف پوپ کی بدعات اور

+ اور یہاں وہ رانقروں کو جو تم میں ہوں اور جو نیک ہوں تمہارے غلام اور لوتھیان اگر وہ ہوئے مفسد اللہ اُن کو غنی کریگا اپنے فضل سے -

جواب

۲ اعتراض

یہہ اثر نہا جاتا ہی نہ اسلام
نے صورتوں کی حالت میں تہذیب
اور اصلاح کی جگہ میں سمجھتا
ہو کہ اسلام نے ازدواج کی صورت
میں یہ نسبت زمانہ جاہلیت کے
صورت کی حالت زیادہ تر ذلیل
اور ہست کردی ہی البتہ ایک امر
خاص میں تو یعنی بیٹی کا اپنے
باپ کی بیویوں کا وارث ہونا اس
میں تو اسلام نے صورت کو ایک
محض اور شدید خواب حالت سے
چھوڑ دیا ہی اور کوئی آزاد صورت
ہریمت اسلام کی رو سے اپنی مرضی
کے خلاف نکاح کرنے پر مجبور نہیں
ہو سکتی — مگر ازدواج کی صورت
میں جو حیثیت صورتوں کی اسلام نے
قرار دی ہی وہ ایک ایسی کمینہ
اور ذلیل مطلق ہی جو اپنے
شوہر کی خدمت کے لیئے مضائقہ
کی گئی ہی اور بغیر ایک گھنٹہ
کے بیشتر سے غیر دین کے نکل
دیجاتی ہی اور خاوند کو ایسا
اختیار مطلقاٰ نورا ہے غور و کامل
حقوق دین کے دیا ہی مگر صورت
کے لیئے کوئی رعایت اس قسم کی
نہوں دکھی وہ تو اپنی مرضی کے
خلاف اور معطل سمیٹ اپنے
خاوند کی لڑائی پٹی ہوئی اور
معلق رہتی ہی — جب نہ
درحقیقت طلاق ہو جاوے تو وہ
اپنے شوہر کا دہری کر سکتی ہی

ہریمت اسلام کے اصلاح میں
عربی اور خصوصاً منہائی تدبیروں
کا حسن تب ہی خوب معلوم
ہوتا ہی جب جاہلیت کی رسوم
اور ادب نکاح اور ملکوں کے بلکہ
پلاں نوٹنگ کی اب تک کی رسوم
اُڑاؤں کو بلا ہیق طن اور تعصب
قرآن کے احکام سے مقابلہ کیا جاوے *
جو باتیں معترض نے منکر وہ
صورتوں کے حق میں قرآن سے
منسوب کی ہیں وہ بے بنیاد ہیں
ہم یہلے ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن
نے ازدواج کی پیہدائش مردوں کی
تسکین اور محبت اور واثق کے
واسطے کی ہی + اور پھر اُنکو
باہم ایک دورے کے ایساں سے
تشبیہ دی ہی + اور اس میں
اُنکے مزیز اور گرامی اور بالکل
محتاج الیہا ہونے پر اشارہ کیا ہی
اور اُن سے نیک طریق پر معاشرت
کرنے اور صالح قائم رکھنے کی مکرر
وصیت فرمائی + ہی اور اُنکے حقوق
کو آزادی اور اختیار اور جملہ
تصرفات میں مردوں کے مساوی
قرار دیا ہی || اور جہاننگ نیچر
اور عرف نے اجازت دی ہی جو جسے
صورتوں پر حق ہی دیا ہی اُنکا
بھی حق ہی آ

اور تعصب ہی نہ معترض نے
طلاق کو ایسا سمجھا کہ بغیر
ایک گھنٹے کی نوٹس کے بھی

- + سورہ روم ۳ ج
+ سورہ بقرہ ۱۸۲ آیت
§ ۵ ج
|| بقرہ ۲۸ ج
آ ۳ ج

۲۳ اس مقام پر چند اعتراضات متعلق مسائل نکاح و طلاق

نقل کرے اُن کا جواب لکھنا بہت ضرور
ہی گو میں دیکھتا ہوں کہ مقدموں علول
(Objections refuted.)
ہوا جاتا ہی — مگر ان اعتراضوں سے

یہہ فائدہ ہی نہ عوام ملاؤں کی آنکھیں کھلیں اور جواب سے یہہ
فائدہ ہی کہ اسلام یا قرآن پر سے پیچھا تہمتیں دلع ہوں اور اُس کے
احکام کی عربیوں ظاہر ہوں اور نیز جو کچھہ خالص احکام قرآن اور
وسوم باطلہ ہیں فرق ہی وہ بھی عیاں ہو جاوے *

جواب

اعتراض

لورتنیوں کی تعداد کی کوئی حد
مقرر نہیں ہی اُس سے ہر کوئی
مسلمان بلا لحاظ اپنی چار صورتوں
کے اور بغیر کسی رسم ماقبل یا
ضمائم ما بعد تصرف کر سکتا ہی
اور لورتنیاں پنانے کی رسم اس
واسطہ اجازت کے لیئے ایک
ضروری شرط ہی اور کوئی مسلمان
اپنے دل سے یا عرصہ سے اس کے
پند ہرنے پر راضی نہ ہوگا *

صورت نہیں — اور ہم نے بعض فقہاء کے قول کی طرف بھی اشارہ کیا
ہی اذا كان تحت تصرفه لم يجز له نکاح الامه [ابو حنیفہ امام — تفسیر
کیبو] پس یہہ اعتراض قرآن پر پیچھا ہی — اور بغیر کسی رسم کے
اُس کا تصرف بھی میں تسلیم نہیں کرتا کیونکہ فائزکھراہن یاشن
اہلن میں صاف نکاح کا حکم ہی اور پھر دوسرا فقرا مجھنات
غیر مسانصات + اور ولا متطذنی اخدان اور بھی صورتیں مدارست
کی ہیں — اور ضمانت کے واسطے شوہر کا تمہیں کلزکوں سے دلسا ہی
ہی جیسا کہ آزاد سے و آتوہن اجروہن ہالہ معروف اور دینو اُنکو اُنکے
چھہ موافق دستور کے [نسام ۴ ج] اور یہہ بات کہ مسلمان کبھی اس
وسم ملک میں کے بند ہونے پر راضی نہ ہونگے اس کا جواب فقہاء کے
دستہ ہی *

+ یعنی وہ لورتنیاں قید میں آتیاں نہ مستی نکالیں اور نہ
جوئی بازی کرتیاں —

ولا تمسکواہن ضرارا لمتعددا (بخاری ۳۹ ع)
ولا تقصروا عن تصفیوا علیہن [علاق]

جواب

۳ اعتراض

استبدال زوج یعنی ایک عورت کو — ان ارد تم استبدال زوج کو ایک مطلق دینا اس فرض سے کہ درستی سے نکاح کریں قرآن میں تسلیم کیا گیا ہے صرف اس شرط سے کہ مہر پورا ادا کیا جاوے پس جبکہ ماہیہ السورہ اس طرح ہے: مہجور اور مقہور اور مقید اور مہجور اور فی الفور دفعۃً فصۃً میں یا اضطراراً نکاحی جاوے تو یہ کیونکر کہا جاوے کہ عروہ اسلام نے عورتوں کے حق میں بے پردگی کی — مجھے اس کہنے میں کچھ تامل نہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورت کو زیادہ آزادی بڑی صحت و تندرستی زیادہ عفت سے اختیار حاصل تھا — مہر کی کوئی حد نہیں رکھی بلکہ قنطار کے لفظ سے اس کی تعداد کا بے شمار ہونا ظاہر کیا تو ایسی صورت میں مطلق کے مقدمے میں ہی کم نکلیں گے گویا کہ مطلق کو ایک بڑی مشکل شرط پر موقوف رکھا تو اس کا مقصد منع مطلق ہونا تھا کہ جواز اور ایک لطف یہ ہے کہ اس کے ارتداد کا لفظ فرمایا ہی جس سے وقوع مطلق کی تسلیم و تجویز نہیں نکلتی — خلاصہ یہ کہ اس آیت سے جواز مطلق [اور وہ بھی ٹائیدیدہ اور قبیح طریقہ سے] میں پیش کرنا ایک ناقص شہادت ہے — اور اس آیت کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے مطلق کو تودیع دی ایک بڑی بے باکی ہے کیونکہ اس کا مقصد یہ نہیں کہ تم مطلق دیا کرو بلکہ محل نام یہ ہے کہ زمرہ میں سے کچھ نہ لیا کرو — گو ایسا موقع اسی وقت پیش آویگا جبکہ مطلق ہوگی مگر اس حکم کی مشافہہ دیکھنی چاہیئے کہ مطلق کے جواز کو صرف ضمتاً تسلیم کر لیا ہی نہ ہے کہ اس سے اسکو بالاستقلال جایز کیا ہو اور اسلئے اُردم کا لفظ یہی ہے کہ اگر بھاروات میں ہوا اوقات ایسا یوں جاتے ہیں کہ نتیجہ میں گفتگو کرنی منظور ہوتی ہے تو سبب کا ذکر فرض و تسلیم کی صورت میں ہو جاتا مگر اس سبب کے جایز یا ناجایز ہونے کا ذکر مقصود نہیں

* روتا *

گو اس بات کا علم کہ عورت ایسا مطلقاً اور فوراً مرثہ ہو جاتی ہے دمری برکتی ہی دفعۃً مرد کی یا گرتہ اندیشی اور غصہ کی حالت راے نہ بدلتی کی ایک تاثر ہے میں فوراً ٹانڈ ہو جاتی ہے روتی تو ہے مگر لڑائیوں کے حق حالات جو وجوہ اور اسباب نکاح میں یہ ناقص قید بھی نہیں ہے کے قرآن میں لکھے ہیں وہ خود اور مرد کو صرف مطلق ہی کا ہا مانع مطلق ہیں اور پھر عورت اختیار نہیں ہے بلکہ چاہے کرنے ناگزیر اور واقع لا ملج جو باص اور مارنے کا حکم بھی صاف صاف نساد منزل اور مرجب انفکاک دیا گیا ہے دیکھو سورہ نساء کی رقم ہو اس میں سے ایک یا دو مرتبہ کی مطلق کو کافی نہیں سمجھا بلکہ ایک بڑی مدت فکر اور

تامل کے واسطے مقرر فرمائی اور اس میں صلح کی ترغیب دی اور پھر مدت اور رجوع اور تیسرے مرتبہ میں اسباب کی تصریف نام طلقہ نہ تھل نہ حتی تکلیف زوجا غیرہ سب تدبیریں مطلق کے حفظ اور ضبط کے واسطے ہیں — اور مرد کی راے بدل جانے کا تدارک مطلق نہیں قرار دیا بلکہ جہیز اور تاخری کے دفع کرنے کی تدبیریں آؤں ہیں جو ۱۸ دفعہ کی ۳ قسموں میں بیان ہوئی ہیں *
اور یہ بھی عجیب ہے کہ متعرض نے اس بات سے انکار کیا کہ گویا طالب مطلق کا عورت کو اختیار نہیں دیا گیا حالانکہ نہ جناح علیہما فیما انتدبہ میں صاف مسئلہ خلع کا بیان ہے *

اور جو عورت کے معاق رہنے یا عموماً معروض علیہا ہونے میں لکھتے ہیں وہ بھی خلاف تصریحات قرآنی ہے کیونکہ وہ کچھ حسن معاشرت پر تاکید ہے معاشرہ ان بالہ عورت (۳ ح ۱۲ ع) اور یا التخصیص اسی مقدمہ میں یہ بھی فرمایا کہ تمیلوا کل امیل تفرخوا کا معلقہ اور یہ بھی عجیب ہے کہ لڑائیوں کے حق میں ادا مہر کی شرط نہیں حالانکہ واخواہن اجورہن بالہ عورت (۵ ح ۲ ع) ہو کرئی قرآن میں پڑا سکتا ہے *

اور تشریح کی حالت میں کمال حکمت اور مصلحت ہی پہلے تصریح کر دینا اور اگر اس سے اصلاح نہ ہو سکتی تو ہجرت فی المصاحج اور جب یہ تدبیر بھی نساد ملزنی کی اصلاح کو کافی نہ ہو تو پناہ جاری اور مصلحتاً تادیب بھی مناسب ہے اور یہ سب صورتیں مطلق کی تدبیر سے بہت ہی نرم اور کم ہیں نہ کہ خوردہ گہری کے لائق *

پس ایسا مارنا جس کی تفسیر شوب فیر مزہ سے کی گئی ہے اور گویا مطلق کا بدل ہے عورتوں کی حالت کو نقصان اور مضرت نہیں پہنچا سکتا اور اور جگہ قرآن میں عورتوں کو ضرر پہنچانے کی

صاف ممانعت ہی چنانچہ —

جواب

۵ اعتراض

طلاق کے بعد میں ایک قاعدے
کی نسبت پے بول رہا نہیں جاتا
کہ ایک خاوند در مرتبہ طلاق
دیدیکر تو پھر سکتا ہی مگر
تیسری مرتبہ کے بعد پھر نہیں
سکتا اور یہ فعل کیسا ہی ناحق
اور مضر ہو اور کیسے ہی فصیح کا
نتیجہ ہو اور اس سے کیسا ہی
نکچہ نہ اُس بیہودہ عورت کو —
نہیں بلکہ اس کے معصوم بچوں
کو اثر پہونچتا ہو اور وہ شوہر
بھی کیسا ہی نکچہ اس ظالم کی
اصلاح چاہتا ہو مگر اب وہ
منسوخ ہی نہیں ہو سکتی مگر
یہ کہ وہ طلاق دی ہوئی عورت
ایک سخت شرط پر پھر آسکتی
ہی کہ پہلے اسکا کسی اور سے
نکاح ہو اور یہ بھی اسے طلاق
دیدے (بقرہ ۲۳۱) ۵

مسلمانوں کی حیا و غیرت کا
اسی پر قیاس کر لیا جائے کہ مطلقہ
بائیں کے پھر جائز ہونے کے لیئے
ایک مستحل یعنی عارضی شوہر
گونا گورت پر رکھا لیا جاتا ہی
اسکی ایک شک مشہور ہو گئی ہی
الف عشق ولا مستحل *
کیا اتنی مدت تک اسکی بد کرئی مستور رہیگی — پس ان تہنوں
طلائق میں (اعلاق مروت) اے علی التقویق دون الجمع *****
فان طلقها (اے ناشہ) (نکاح نہ) جو جدا جدا اک مرصہ مستحبہ
کے بعد ہوں شریعت نے کوئی مضر اور حیلہ ناگہانی قصد اور فلتانہ
ناخوشی کا اٹھا نہیں رکھا کہ جس سے اب جلد بازی اور تیز مزاجی
پر تدام اور انوس ہو بلکہ اک اختیاری فعل ہی کہ اُسکا التزام
اپنی ہی عقل و تمیز پر ہو سکتا ہی *

اور حلالہ کا حکم بھی اس رسم طلاق کے گھٹائے اور کم کرنے کی نظر
سے ہوا ہی اور پے شک اُسکی دسرانی کسی صاحب غیرت کو ایسے ارادہ

اور در حقیقت اس ایک میں اُس ملکوں مزاج فاعلیت اندیش
کی چھڑری حرکت پر جو گھڑی میں گھر بدلتے اور گھڑی میں ہنگامے
تنبیہ کر دیتی ہی تاکہ وہ بلا سبب اور بغیر ضرورت معصن لذت حامل
کرنے کے اپنے استدلال زوج چاہتا ہو — اس صورت میں یہ حکم
اس ارادہ کا قوی مانع ہوگا — پس ان سب تقویوں کے خلاصہ میں
ہم کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے اداب میں بلکہ یہود اور روس کی
رسوم میں بھی صورت کی ذات بہت بدتر کمتر ذلیل تر حال میں اکثر
پے اختیار اور قیدی کی طرح بسر کرتی تھی اور حسن معاشرت کے بہت
سے فائدے اور زوجیت کے بہت سے حقوق سے محروم رہتی تھی اور انگلستانی
وسمیں ایٹک اس کے حق میں سخت اور شدید ہیں مگر اسلام کے شارع
نے احکام قرآن میں عورتوں کی حالت کو ایام زوجیت اور بیوگی میں
اگلے زمانہ کی حالتوں سے کہیں بڑھ کر بہتر اور برتر کر دیا — اور
عدالت کے حکم اور عاشوراہن پالہ معروف کی وصیت اقتصروا
پہنکم پالہ معروف کے قدر سے اس سے زیادہ خوش حال اور فارغ الیال
کردینے سے اس اصالی غرض کو جس پر معصنین غیر مسافین
میں اشارہ کیا ہی اس قدرتی تسکین اور باہمی اعانتیوں کو جو
ہیں لباس کم سے مراد ہی بڑے کامل طور سے پورا کیا *

جواب

۶ اعتراض

اور لوندیوں کے حق میں جو
مسلمانوں کی فلاحی میں ہوں
دشوار ہی نہ اُنکی حالت مخالفت سے
زیادہ جنس انسان کی اور کوئی
حالت قیاس میں آسکے ان سے تو
گمراہیوں مضارقات کی حیثیت سے
سلوک کیا جاتا ہی — قید و بند
تو اُن پر ایسی ہی گزرا کہ وہ
مکتوحہ ہیں مگر حقوق زوجیت
سے وہ صاف صاف محروم ہیں وہ
پاکتن اپنے مالکوں کے اختیار میں
ہیں صرف ایک صورت مضامی
کی یہ ہے کہ جب وہ ام ولد
گورچازے تو یک تہیں سکتی اور [دیکھو اس مضمون کی ۹ دینہ]

جملک کی وفات پر آزاد ہو جاتی
ہیں۔ یہی قرآن شریف میں نہیں
ہی ماریہ قیدیہ کی مثال پر قیاس
کیا جاتا ہی *

حکم ہوا تھا کہ ازواج موجود (جس کا مدد بعد کی مقرر کی ہوئی) نصاب سے زیادہ تھا) حلال ہیں (تزیل میں بھی اُنکی حالت کو ظاہر فرمایا گیا) † اس طرح پورے دنیاوی اُٹا احکامات ازواج کی تہذیب اجور ہیں و مملکت یمن تک سما اذان اللہ ملک کی و بنات ملک و بنات مملکت † و بنات خاندان و بنات خالات کی ہجرت مملکت و امراء مومنین ان * و ہیبت نفسا للنبی ان اراد انہی ان یستنکھنھا خلاصۃ لک من ہر الامور منہن † قد علمنا ما فرضا علیہم فی ازواجہم

کی ہی اس میں مدنی صورتیں اس طرح پورے تزیل میں ہیں 'ثم البتہ ثم الانفال ثم الاموال ثم الاحزاب ثم الامتصنہ ثم اللہ الخ'

۳۔ بیہوشی نے مکر سے روایت کی ہی دلائل التبرۃ میں اس میں مدنی صورتوں کی تزیل اس طرح پورے ہی 'و لعلہ لعافین و البقرة و آل عمران و الانفال و الاحزاب و المائدہ و المتصنہ و النساء الخ'

† اس اظہار تہذیب سے یہ نہیں لازم آتا اب تک جو کچھ ہوا رہے غیر حلال تھا کیونکہ اب تک جو ہوا تھا اُس کی حلت سنہ یعنی نفل رسول اور انبیاء سابقین کے دستور اور قوم کی رسم اور قانون قدرت کی مطابقت سے ہوا تھا اور اب اسی تہذیب کا اظہار ہوا باہیں معنی کہ ہم حلال کچھ ہیں ان کو مگر آئندہ الخ

اور ایسی نئی مثالیں مل سکتی ہیں جن میں نزل حکم متاخر ہی اور مدنی مقدم ملگ آیت رضو جو بالاتفاق بعد ہجرت نازل ہوئی مگر اس کا حکم مکی ہی ایسی ہی ایک جمعہ جو مدنی ہی مگر جمعہ کی فرضیت مکی کی ایسی ہی فرضیت زکرة کا حکم بہت متاخر ہی اور اس کا عمل اوایل ہجرت سے ہی دیکھو اتقان میں ایک خاص باب اسی بیان میں ہی متاخر نزول من حکم [نوع ۱۲]

اور یہاں تو سب صیغے ماضی کے ہیں اور یہ بھی امر کی صورت میں نہیں ہیں بلکہ خبر کے طور پر ہیں پس یہ آیت سابق ہی کی حلت ظاہر کرتی ہی — آئندہ کے واسطے کوئی حکم نہیں دیتی —

۶۔ تفسیر جلالین میں صا اذ اللہ کی تفسیر میں صفیہ اور جویزہ کا نام لکھا ہی اور یہ دونوں مشہور ہی کہ آزادی کی حالت میں نکاح میں آئیں —

|| بنات عم سے نہ تریش مراد ہیں —

|| بنات خال سے نہام پنی طہرۃ مراد ہیں —

* "ان وھیبت" — کوئی ایسی صورت مدینہ میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تھی — من میدانہ ابن عباس و مجاہد ام یمن عبدالنبی امراء وھیبت نفسا منہ — [معالم التنزیل] اور نہ اس میں کوئی حکم مستقبل کا ہی — کچھ ضرور نہیں کہ ان شرطیہ ہو مستعمل ہی کہ "قد" کے معنی میں ہو اور تہذیب کے واسطے ہو — پس حضرت عذیبہ مراد ہوئی کہ نکاح ممکن ہی نہ تہذیب کے لیئے ہو —

† یعنی سرورہ نزل اور مومنین اور یقو میں جو کچھ ازواج کی نسبت احکام اور وصیہ ہوئی — اور یہ صورتیں مقدم ہیں احزاب پر دیکھو قصیدہ تقریب البامول فی تہذیب النزل اور ابن شریس کے رسالہ فضائل القراء میں ابن عباس سے روایت

پر جرأت نہ کرنے دیکھی یعنی کوئی یا حبیب نہ طلاق پائیں دیکھنا حلالہ کی رسوائی اُنہا لیکھا — اور مصلح نہ اور مصلح کی شناخت پہلے ہی بیان ہو چکی ہی — ابھی ہم حجۃ اللہ البالیفہ میں دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم المصلح و المصلح نہ *

اور یہ تو ایک بڑی غلط فہمی ہی کہ گویا شریعت نے اس بے جرم صاحب صف کی پردہ دہی اس رسم سے گوارا کی ہو کیونکہ مستحل صرف اس صورت کو اس فرض سے کہ وہ اگلے شوہر کو اس حیالہ سے حلال ہو جائے پہلے ہی سے ارادہ کرنے توہری دین کے لیئے نکاح کرے تو وہ ہرگز درست نہ ہوگا کیونکہ نکاح میں تو صداقت اور تصدیق اور عدم سفاح اور تعارض فی العشرۃ اور باہم کی تسکین اور اتحاد مواد اور مقصد ہی تو ایسی صورت میں مصلح کا نکاح داہمی ہوگا جب تک کہ کوئی ایسی ہی ناگزیر ضرورت طلاق کی چٹکا بیان آئے ہو چکا ہی پیش نہ آئے — پس اس صورت کا پائیں ہونے کے بعد حلال نہونا اُس مرد کے لیئے سزا ہی کہ اُس نے عہد الہی اور قانون قدرت کی رعایت نہ کی مروجہ شریعت میں یہی مصلحت اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی تھی مؤیداً [سورۃ ۲۴] مگر قرآن کی نظر میں اتفاق کو ترجیح سے اختلاف پر ۲۴ حیف ہی اگر اس مقام پر جناب پیغمبر صلعم کی خاص ازواج مطہرات کے احکام نہ بیان کیئے جاویں گو اس تہذیب کی وضع سے یہ بہت خارج ہو *

ہر ایک انسان کی عقل ضرور اس امر کی طلبکار ہوگی کہ مصلح قوم اور ہادی انام نے [جس نے ایسی حکمت اور مصلحت کے احکام جاری کیئے اور زمانہ جاہلیہ کی رسوم قبیحہ اور عادات ضارہ کو روکا اور کم کیا] خود اپنا نمونہ کیسا دکھلایا — اور بالقرور ہو ایک شخص کا رجعت اس پر گواہی دیکھا کہ ناصح ملت اور مہذب مذہب خود بھی ایک نمونہ ہونا چاہیئے تمام اخلاق اور حسنات اور خیرات کا تانہ ارک اُس سے نفرت نہ کریں اور یہی امر اصل ہی مسئلہ مصلحت کی *

جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ازواج مجب حکمت کے احکام تھے جس سے ہم اب بھی اس پر دست بردار ہونے کو سکتے ہیں کہ کسی متنبی سے ایسے احکام صادر ہونے کی توقع اور احتمال نہیں کیونکہ یہ احکام بڑی تنگی اور قید نفس اور حرمان شدید کے ہیں — اوایل سورۃ نساء کی آیت (جس میں صورتوں کی حد مقرر کی) نازل ہونے سے پیشتر † جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ

† یہ بات کہ سورۃ احزاب پہلے نازل ہوئی نساء سے اُس کے ثبوت میں یہ دلیل ہیں [۱] قصیدہ تقریب البامول فی تہذیب النزل تصنیف جہان الصیغری کا ایک شعر یہ ہی —

احزاب مایدۃ امتصان و النساء * مع زلزلت ثم التصدید تامۃ
۲۔ ابن شریس نے فضائل القراء میں ابن عباس سے روایت

وَلَوْ اَبْهَبْتُ حَسَنَاتِى اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ " ‡ ط (احزاب ۴۱)

یعنی اس وقت سے سب مردوں تجھے پُر حرام ہیں اور اسی لئے اُن مردوں کے [جن کا ذکر ہوا] بدایہ اور مردوں کرنی بھی (ایسی) مقتول کیا ہی ان الایۃ ضیطت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزییف اے
 اُن سورۃ و مراضہا و عرنت مواقہا فما ضیط عند نفس القوان و ذاتہ
 التلویۃ الخ —

علاوہ ازیں جس آیت کو اُس کا ناخن ہونا تفسیر بیضاوی کے الفاظ اور معام میں نقل کیا ہے یعنی توحی من تشد منمن و توحی الیک من تغام اس میں ایک حرف بھی اس پر دلائل نہیں کرتا کہ ازواج جوودہ کے سوا اُن کے غیو سے نکاح کیا جاوے — بعض نے اور بھی قوی کرکے دے دیا ہے کہ اس ۲۱ آیت کی اور بھی پہلے کی یعنی ۳۹ آیت اس کی ناخن ہے — لاجل ولا فرق نسخ کیا ہوا ایک وبا ہے کہ پیچھا ہی نہیں چھوڑتی — بلا دایل اور بغیر ضرورت اُنہی پلٹی باتیں خلاف تحقیق جو جی میں آتا ہے صرف بات کی ہیج جو کہدیتے ہیں — البتہ رجما بقیبت ایک قول حضرت عائشہ کا نقل کرتے ہیں کہ صامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل النسا بھی الفاظ میں تفسیر کشف و کبیر اور صحیح ترمذی کے اور اس سے کوئی حرف زیادہ نہیں ہے اور یہ سچ ہے اس میں امارہ ہے اس پر کہ جذب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنوت ازواج کی حلیت تنزیل میں ظاہر ہو چکی ہے پس نسخ کا مذکور تو کہیں خراب و خیال میں بھی نہیں ہے — اب اگر اس پر بھی نہ مائیں اور حضرت عائشہ کے قول کو دیکھو: پھر کر اپنے ہی مطلب پر لاریں تو اُس کے معارضہ میں ہم انس کا تو پیش کرینگے جو کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سرتے تک وہی حرمات کا حکم جو لایعل لک النساء من بعدہ میں تھا قائم رہا چنانچہ تفسیر معام العالم التنزیل میں ہی قال انس و ما

ملی الترمذی —

تائید اسلام مطہرہ سنہ ۱۸۷۳ء کے ۱۰۸ و ۱۰۹ میں ہو
روایت ترمذی سے اس مطاب کے لیئے نقل ہوئی ہیں کہ سرور احزاب
کی ۲۱ ایست کے بعد ۲۹ ایست زائل ہوئی یہاں زیادہ تفصیل کی
کتابت ایش نہیں مگر اس قدر تنبیہ کرنی ضرور ہے کہ یہ دونوں
روایتیں صحیح نہیں ہیں کیونکہ وہ حسن میں اور حسن صحیح سے
مکتر ہیں اُس کے راوی درود عداوت تک نہیں پہنچتے گو قاضی بھی
نہیں — اور دوسرے یہ کہ وہ روایتیں مرتبہ عبدالعزیز بن ہوام
کے واسطے سے ہیں اور اُس نے میادۃ بن موسیٰ سے روایت کی ہے مگر
عزیز بن حمید کی روایت جو منقول ہے وہ وہ ہے جو شعر بن حویس
سے ہو چنانچہ ابو موسیٰ ترمذی نے ان روایتوں کے بعد لکھا ہے
سمعت احمد بن الحسن یزید بن احمد بن حنبل قال لا بأس بعزیز
عبدالعزیز بن ہوام جو شعر بن حویس — انتہ سے وہ روایتیں کیسی
اس لائق نہونگی نہ کہ نظم و ترتیب قرآن کو مستقل روایتیں یا کسی
روایت اور مکرر مضمون کی اُن سے تائید ہو سکے —

† ایک متخالف نے یہہ اعتراض کیا کہ گو اس آیت میں پیدھو
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج کی اجازت نہ ہوئی مگر ملک پیدھو

و ما ملكت ايمانهم الاكيلة يكون ما یک خرج ما [احزاب ۳۹] — یعنی

ہم حال میں تھکے ہوئے ہیں [یام خلیز کریم میں تھکے ہوئے
 تھکے ہوئے] جن کے ہر قدم چکا اور جن کا تو مانک ہو چکا
 ہے۔ [اب ہر قدم چکا ہے] وہی ہے حال میں
 اُن کی تفصیل ہے [تھکے ہوئے] اور ہر قدم کے قبیلہ کی صورتیں
 اور ناموں زاد اور حال کے قبیلہ کی صورتیں جنہوں نے ہر قدم کی

تقریباً ساڑھے — اور وہ صورت جس نے اپنے آپ کو عرض کیا
 فوجی پر اور تیری نے بھی چاہا اُس کو نکاح میں [مراد خدیجہ رضی
 اللہ عنہا] دہم احکام جن میں اس وقت موجود صورتوں کے جائز
 رکھنے کا حکم ہے اس طرح پر کہ میں ان صورتوں کا اور ذات شصتویہ
 اُن صورتوں کی حلال ہو چکی اس حیثیت سے کہ اُن میں تقبیر اور بقول

میں نے (جو سیکہ) خاص تیرے ہی لیے (تاکہ تو ضبط اور قید میں نہ رہے)
 ہو اور تو اگر تاکہ اُس سے ظاہر ہو تیری عدم متابعی نفس اور
 معجزہ احکام الہی کی گرفتِ خلاف ہو خواہش ہے (بشری کے)
 بسواے سب مسئلوں کے (کیونکہ) ہم کو معلوم ہی جو اُن پر حکم

ہوا ہے اُن کی نسبت جو ان کی سورتیں ہدی اور اُن کے ہاتھ کے سال ہیں (مسلمان اورتقواں) (وہ دیکھ کہ اُن کے ایٹم ذرات معائن نہیں اور ان میں تغیر و تبدل اور کمی بیشی معروف طور پر ہو سکتی ہے مگر تیرے ایٹم خاص اُن ہوتوں کی تخصیص ہے جو میں کمی بیشی اور تغیر اور تبدل نہیں ہو سکتا) تاکہ تجھے ہر گناہ نور (ان خوردہ کیڑوں کی نظر میں جو معصی کثرت پر نظر کے مصلحت کریں کہ نبی نے صابحتہ نفس کے ایٹم ایسا کیا تاکہ اصل حقیقت اُن کی قوم کے خلاف ہے چنانچہ ہر نورانی) مگر

” لا يهلك النساء من بعد + ولا ان تبدل بهن من ازواج
+ من بعد التسع وهو في حقه دلاله في حقنا او من بعد اليوم
حتى لو ماتت واحدا لم تعزله نكاح اخرى — (بيضاوي)

پہلی اور دوسری اس آیت میں بڑی غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔
 پہلی آیت کو منسوخ بناتے ہیں مگر قطع نظر اس سے کہ نسخ دران
 میں ہوا ہی یا نہیں ایک اور لطف یہ ہے کہ اس کا نسخ اس سے
 پہلے ہی۔ ان ہذا لکھی عجیب۔ حالانکہ آیات ی توتیب توقیفی
 ہیں اور اس پر اجماع بھی ہے۔ اور یہ بے بنیاد ثابت ہے کہ جناب
 علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سے فرماتے تھے جس طرح
 اب آیتوں میں توتیب۔ اس ممکن نہیں کہ ان آیتوں کی توتیب
 ہر ایسی صریح تاریخی غلطی ہو گئی ہو۔ ملاحظہ فرمائیے ان
 آیتوں کو۔ الامام والفرص المتفرقة علی ان توتیب آیات
 توقیفی لا یقعہ فی ذلک اجماع فقہاء غیر واحدہ مسلم الز کئی
 فی الیوم والیوم بن الزیور فی مذاہبہ و یمازک توتیب آیات
 فی الیوم واقع بقرآن صلی اللہ علیہ وسلم راہ کہ فی خلاف ہے ہذا
 الفصل۔۔۔ ائمہ۔ اور بھی قاضی (الفاطمی) کا قول

تخصیص تھی منکوحات کی کہ نہ تو ان مورثوں سے زیادہ کوئی اور نکاح کر سکتے تھے اور نہ ان کے بدلہ میں نکاح کر سکتے تھے۔ پس ظاہر ہے کہ جناب پیغمبر کو نکاح کے باب میں اُور مسلمانوں کی یہ نسبت زیادہ دقت اور قید اور ممانعت تھی اور ایسا ہی شان نبی کے لائق بھی تھا۔ پس یہ صریح استقامی احکام اور قہر نفس اور تعصبات شدید کے جو مقتضائے بشریت ہر صبر اور میلان قلبی پر بھی جبر کرنے کے ہوں اُن سے صاف ثابت ہے کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے اور احکام تنزیل وحی کے مسلمانوں کی صفت اور پڑھکاری کے بیان فرمائے اُن سے زیادہ اپنی مخالفت نفس کے احکام ظاہر فرمائے * اس تقریر سے قارئین پریشور اور فائز صاحبوں کے اشتیاضات تو باطل ہو ہی گئے مگر بعض نا فہم مسلمان جو اسلام کے نادان فرسوس ہیں اُن کی دیکھ کر توجہات اور خام خیالات بھی باطل ہو گئے و اللہ اعلم علی ذلک *

۲۵ اور منجملہ پرکات اسلام ایک یہ ہے کہ اپنی جان کی حفاظت اور مہلکوں سے صیانت کا حکم

Suicide and gladiatorial shows mingled.

[۱] ولا تقوا بايديكم الى التهلكة + — [یقر ۱۹۱]

[۲] ولا تقتلوا انفسكم — [۲۰ ج ۲]

خود کشی جس پر اس پچھلی آیت میں اشارہ ہے جاعلیہ کے زمانہ میں عرب و روم وغیرہ آباد ملکوں میں جہاں سیاست اور ذہن بنی تھے بے روک ترک جاری تھی اور بعضی صورتیں آپ سے آپ مرجانے کی عبادت میں داخل تھیں *

ایک قر۔ ایل کی رسم ممالک فرنگ میں عجیب رسم تھی کہ در آدمی باہم مقاتلہ کرتے تھے اور گواہ بھی حاضر رہتے جو ان کے ہاتھ میں آتے حرب دیتے اور در انتظام کرتے تھے۔ اور اُس کی بنا یہ اعتقاد ہوا کہ ضرور ہے کہ خدا ظالم کو بلا واسطہ سزا دے اور مظلوم کی نصرت کرے چنانچہ یہاں تک یہ رسم بڑھی کہ مقامات حقیقہ میں اسی رسم کو صحت عدالت اور عیاو حقیقت قرار دیا گیا

ایک اُنشادہ زمیں یو تنازع ہے تو اُنہوں نے کہا کہ آؤ لوئیں جو مر جارے وہ فیو حق پر تھا۔ کیا خوب عدالت تھی اور کیا اچھا فیصلہ ہوتا تھا اسلام میں شروع سے اُس کی اصلاح ہوئی اور ہرگز

+ انصار العلماء اقریل صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھی ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل رائے کی آزادی کی تعلیم دی۔ اُنہی در حقیقت رائے کی آزادی ہمیشہ نصرت ہے اور اُس کا ثمرہ قدم اور ملک کی اصلاح پر بہت مفید ہے

حالت میں کہ اُن میں سے کوئی مر جارے یا علق دالے) حرام ہوئی ہو کر اور اس کی ضرورت پسند بھی ہو [تب بھی تھوڑے عرصہ سخت قید اور بند اور مشتملات نفس کے خلاف بلکہ میلان قلب کے بھی خلاف حکم دیا گیا جس میں قہر کا ضبط اور سایر مساہین سے صفت اور مخالفت نفس میں استقلال اور پرتوی ظاہر ہو اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ کوئی چھوڑا آدمی ایسے احکام اپنی غرض کے خلاف صادر نہیں کر سکتا [مگر یہ حرمت اُن مورثوں سے متعلق نہیں ہے جو قہری ملک نکاح میں آ چکی ہوں] کیونکہ پہلے سے نکل نبی اور عدالت صبر سے نکاح میں بطور معروف آ چکی اور پچھلی آیت میں ان کی تحصیل بھی ظاہر ہو چکی ہے] *

پس اب اس بیان سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ اُس پچھلی آیت میں [احزاب ۵۹ آیت] نہ تو کسی نئی بات کی ایجاد ہی اور نہ کسی امر غیر موجودہ کے پیدا ہونے کا حکم اور نہ آئندہ کو کسی نئی بات کا استحقاق ہے اور نہ کوئی مفید مطلب پروانگی ہے اور جو کچھ تخصیص میں درن المرئین ہے وہ ممانعت اور قید کی ضرورت ہے نہ کہ آزادی اور بے قیدی کی کیونکہ عوام مسلمان کے ایسے صرف عدد کا تعین تھا نہ کہ منکوحات کا اور ممکن ہے کہ موت یا طلاق کی ضرورت میں ہمیشہ ادل بدل ہوتا رہے مگر جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت

میں تو آزادی حاصل ہے۔ اس مقام پر جو لفظ اذابیہ تم اصل اعتراض میں ہے وہ تو ایک تیز جگر دوز ہے۔ مگر عامہ مسلمانوں کو اس کی کیا پورا ہے۔ الا در حقیقت کوئی یہ پوچھے کہ حضرت ملک یہیں اغت کی راہ سے ارتقی کو کہتے ہیں یا یہ لفظ منقول شریعتی یعنی فقہاء کی اصطلاح ہے پہلی صورت کی سند لائیں اور دوسری صورت میں قرآن کے الفاظ کو فقہاء کی اصطلاح پر محدود و محدود نہ فرمائیں۔ ابی العالیہ اور سمیع بن جبیر اور عطا اور سدی متقدمین مقبول نے تصریح کی ہے کہ ملک یہیں نکاح میں بھی پائی جاتی ہے [دیکھیں تفسیر مجمع البیان اور نیز تفسیر غیور] پس چونکہ قصور عدم حلت نساء و منکوحہ پر بھی حاوی تھا نہ اس وقت کے بعد سے تو مورثوں حلال نہیں۔ اس لئے الامام مالک یہیں کہنا ضرور ہوا کہ جو مورثیں ملک نکاح میں آ چکی تھیں وہ مستثنیٰ رہیں۔

اور ملک جو ماضی کا صیغہ ہے وہ تو حقیقت میں ماضی پر دلالت کرتا ہے اُس کو مستقبل پر حمل کرنا مجازی طرز ہے اور حقیقت سے مجاز کی طرف جانے کے لئے کوئی قریبہ صاف من الظاہر ضرور ہونا چاہیئے۔ ایک صاحب فارسی کا یہ شعر ہو بھٹے ہیں جا رہا ماضی بنیاد معنیش مستقبلہ الخ مگر کوئی صاحب حقیقت سے عدول کرنے کی ضرورت شدید اور مانع قوی اور قریبہ واضح بیان نہیں کر سکتے۔ اور ظاہر ہے کہ صرف بنیاد کچھ۔ کام نہیں آ سکتا۔ نہ دہر و لا تنس من الجاہلین و تامل حتی یاتہک البیتون۔

اور ما باپ سے نیکی کرو اور جو کوئی اس حدوں میں سے پتھرا ہو جاوے تو نہ کہو کہ اور نہ جھڑکے اُن کو اور اُن سے ادب کی بات کہو۔ اور جھکا اُن کے آگے کھدھے عاجزی کر کے پھار سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا والا انہوں نے مجھے چھوٹا سا۔

[۵] ” و آت [۳] فی القرۃ حقہ [۵] والماکیں [۶] و ابن السبیل “

یعنی اور دینے والے والوں کا حق اور محتاج کا اور مسافر کا [ایضا]

[۷] ” ولایاتل اولوالفضل منکم والسعة ان یوتروا [۳] اولی القرۃ [۵] والماکیں [۶] و المہاجرین فی سبیل اللہ “ — [نور]

اور قسم نہ کہادیں یزائی والے تم میں سے اور کھائیں والے نہ نالتے والوں محتاجوں اور خدا کی راہ میں وطن چھوڑنے والوں کو مال نہ دیویں۔

[۷] ” و صلینا الانسان [۷] یزادۃ احسانا حملۃ امہ کرہا و رخصۃ کرہا “ — [احقاف ۲]

اور ہم نے تنقید کیا ہی انسان کو اپنے ما باپ سے بھلائی کا چھٹ میں رکھا اُس کو اُس کی مانے تکلیف سے اور جدا اُس کو تکلیف سے۔

(ح) ” فلا اتسہم العقبۃ و ما ادراک ما لہقہ (۱۱) فک رقیۃ او اعلام فی غوم ذی مسجۃ [۲] یتیموا ذامقریۃ او (۵) مسکینا ذامقریۃ “

اور انسان نہ ہمک سکا کہانی کو اور وہ کہانی کیا ہی۔ آزادہ کرنا غلام کا یا ٹھکانا کہلاتا پھر کے دن میں بے باپ کے لڑکے کو جو نالتے دار ہی یا محتاج کو جو خاک میں رکتا ہی۔ — [بلد]

(ط) ” فاما الیتیم فلا تقہروا و اما السائل فلا تقہروا “ — [صفی]

سو جو یتیم ہو اُس کو نہ دبا اور جو مانگتا ہو اُس کو نہ چھو کہ۔

ان احکام کو جو جملہ مایعات ٹاس کی ہو ایک قسم پر جاری ہیں تواریث اور انجیل اور حکماء سلف کی وصیتوں سے مقابلہ کرلو ایسی جامعیت اور تفصیل ایسی عمدہ ترتیب اور قدرتی نظام کی رعایت لوو موصو احسان کے احکام نہ پاؤ گے *

۲۷ غلاموں کی حالت بالتخصیص بڑی اصلاح کی محتاج تھی اُن کی آزادی اور آئندہ کے سدباب کے لئے۔

یہی کوشش اور اہتمام ہوا۔ اور کتاب کا امر معصوم اور حکم لازم صادر کیا۔

Islam liberated slaves not as only a merit, but as strict and an indispensable duty.

کودھوں پر یا قسم پر مبادی عدالت قبول پایا۔ اور نیز ذاتی تلافیات خارج از عدالت بھی اسی کو اپیل سے ملے ہوا کرتے تھے۔ اسلام میں چھٹ آئے ہوا تو مباحلہ ہوا *

کہتے ہیں کہ سنہ ۵۰۱ ع میں جرمن گنڈیباٹ بادشاہ نے اس رسم کو قسم کی جگہ فصل خصوصیات میں مقرر کیا۔ ان دونوں قسم کے قرائل یعنی ایک تو عدالت کی حیثیت سے دوسری صفایر عدالت کئی طرح پر جاری رہی یعنی تزاروں سے لڑتا اور ہستوایوں سے گرلی مارتا۔ اور جو لڑتی ایک زہر آورہ ایک روٹی کی بنی ہوئی کھانا۔ انگلستان کے بادشاہوں نے آخر زمانہ میں اس رسم سے ہند کرنے کا بڑا اہتمام کیا لیکن انیس میں اُس کا رواج ٹوٹ سے رہا *

۲۶ اور کئی ایک احکام بڑی تاکید سے ہو ایک طبقہ کے انسان سے نیکی اور رعایت کرنے کے قران میں پکڑتے ہیں۔

(۱) وبالوالدین احسانا و بپنی القرۃ والیتامی والماکیں و البیادنی القرۃ و البجار الجنب و الصاحب و الجنب و ابن السبیل و ما ملکت ایمانکم — [نساء ۵]

Islam inculcates to show kindness to parents, to kindred, to orphans, to poor, to neighbours whether kinsmen or strangers, to a fellow traveller, to wayfarers, to slaves and captives &c.

پھر سرور یقر میں ہی۔

(ب) ” و اتی المال علی حیۃ ذوی القرۃ والیتامی والماکیں و ابن السبیل و السائلین و ذی الرقاب “ — [۲ ح]

اس میں [۱ و ۲] والذین سے نیکی کرنی [۳] رشتہ داروں سے [۴] یتیموں سے [۵] محتاجوں سے احسان کرنا [۶] یتیمی سے نالتے والے سے [۷] اور بیگانے یتیمی سے [۸] اپنے رفیق سے [۹] مسافر سے (۱۰) غلاموں سے خادموں سے (۱۱) قیدیوں سے ٹیک سلوک کرنا اور اُن کو اپنا مال دینا بڑی تاکید سے واجب قرار دیا ہی *

اس میں کوئی قسم جنس انسان کی ایسی باقی نہیں رہی جس پر اسلام نے شفقت کرنے اور نیکی سے پیش آنے کا حکم نہ دیا ہو۔ نہ صرف ایک یا دو ہی جگہ بلکہ مختلف طور سے اور جدا جدا ترقیب سے ان احسانات اور خیرات کو بیان فرمایا ہی *

(ج) ما انفکم من غیر (۲) نللوالدین (۳) والقرۃ (۴) والیتامی [۵] والماکیں [۶] وابن السبیل “ — [۲ ح]

[۵] ” و بالوالدین احسانا و اما یبایع عندک البکر احداہما فلا تمل لہما الف ولا تقہروا و لا لہما قرۃ کریمہ و اغضض لہما جناح اتیل من الرحۃ و قل رب ارحمہما کما ربہانی صغیرا “ — [۱۵ ح]

سنہ * * * و حقیقت الشافعی ظاہر قزلہ و اثر ہم من مال اللہ انہی اقا کم
والامر للوجوب الخ *

اور چونکہ امر وجوب کے واسطے ہی تو اب ہمارا استدلال اس
آیت سے ہے کہ جبکہ غلاموں کی آزادی کتاب کے ذریعہ سے واجب
تہذیبی گئی تو جو چیز اس آزادی کی ضد ہی یعنی غلام بنانا وہ حرام
اور منع تہذیبی گئی کیونکہ اصول میں مسلم مسئلہ ہی وجوب الہی
یقیناً حرمۃ شدہ *

اور اصطلاحات پر پنا تہ دیکھی جارہے تو بھی مفق ظاہر ہی کہ جس
چیز کے گھٹانے کم کرنے روکنے اور موقوف کرنے کے واسطے تدبیریں کی
جاریں گئی تو ایسی ہی کا زیادہ کرنا یا ابتداء کرنا پڑنا اور مزاج دینا
ضرور ممنوع ہوگا پس جب کہ اسلام نے تک رقیہ اور متاع اور مکاتیب
کے احکام وجوبی صاف کیئے تو اُسکی ضد استرقاق کو ضرور منع کیا *

ایک شیعہ یہاں پر یہ ہوسکتا ہی کہ مکاتیب کرنے چھوڑ دینے
میں قیود لگائی گئی ہی ان علمت فہم خیرا کی پس شرط کے منقوہ
ہونے پر بدستور غلطی کی حالت قائم رہیگی *

مگر یہ شیعہ بے اصل ہی کیونکہ ضرور نہیں کہ ہر جگہ ان شرط
ہو ان اُور طرح بھی قرآن میں گئی جگہ آیا ہی منجملہ ائمہ تعلیم

نہیں پائی — اُنک ذہن اور طبیعتیں ایسی پست اور دبی ہوئی ہیں
کہ انسان کی پہلائی اور فطرتی آزادی اور غلاموں کے آزاد کرنے کے
معاہد اور اسلام کا مقصد اصلی غلاموں کے حق میں رعایت اور
احسان کرنا اور اس امر خاص میں تمام دنیا کے مذاہب اور عرایج پر
فریق اور تفضیل پانا اُن کی سمجھ ہی میں نہیں آتا — کتابت کے
معاملہ کو بھی اُنہوں نے قرضہ کا سا معاملہ سمجھ لیا حالانکہ اُنہوں
کے اصول مبرورہ پر کتابت کا روئے کرٹی دین صحیح نہیں ہی کیونکہ
آقا کا غلام پر کرٹی قرضہ نہیں ہو سکتا *

اصل حقیقت یہ ہی کہ مکاتیب کا روئے آقا کو دارانے کا حکم
صرف اُس کے آنسر پڑھنا ہیں ورثہ ادھر تو آقا کو حکم واجب ہی
کہ مکاتیب کو اپنے مال میں سے دو *

اور اہل فہم ہی کہ امام شافعی اس ” و اتراہم من مال اللہ انہی
اٹاکم “ کو واجب جانتے حالانکہ یہ فرع ہی کتابت کی پس مکاتیب بھی
واجب ہوگا کیونکہ واجب کا مقدمہ بھی تو واجب ہی *

مگر ازیں ایک اُور امتراض اس حکم کے مندرج ہونے پر یہ
ہی کہ مندرجہ حقیقت مامورہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ مندرجہ
میں ایجاب نہیں ہی اور امر ایجاب ہی کے واسطے حقیقت میں
ہوتا ہی — اور اگر مندرجہ مامورہ ہوئے تو ترک مندرجہ گناہ ہوگا
حالانکہ ترک مندرجہ بالاتفاق صحیح نہیں تو مندرجہ مامورہ بھی
نہیں ہو سکتا دیکھو مسلم الشریعہ مقالہ ۶ باب ۶ اور غنف المہم
[۱۸۸ تا ۱۹۰]

پس ثابت ہو کہ اس آیت میں امر ایجاب کے واسطے ہی —

” والذین یشترون الکتاب صا ملک ایمانکم لکتابواہم ان علمتہم
فہم غرر و اتراہم من مال اللہ انہی اٹاکم “ — [قور ۶]

یعنی جو کرٹی لرتی یا غلام بیہ کہے کہ میں اتنی مدت میں
اس قدر روپیہ کما دوں گا مجھے ابھی آزاد کردو تو اُن کو اقرار لکھدو
اگر اُن میں نیکی دیکھو اور ہو اُن کو اللہ کے مال سے جو تمکو دیا
ہی *

اور جب مالک سے اس طرح اقرار ثامہ ہوجارے تو پھر سب پر
[جنہوں مالک بھی ہی] واجب کیا کہ اس کا زر کتابت پورا کردیں اور
مالک کو بھی لازم ہوا کہ اس اقرار میں سے ایک مقدار ٹکڑ چھوڑ دے
چنانچہ کئی اور مقاتل اور نقطہ نے یہی تفسیر کی ہی اور امام
شافعی کا بھی معتاد ہی کہ مالک پر واجب ہی کہ مکاتیب کو مال دیوے
کیونکہ امر وجوب کے لینے ہی *

تفسیر کبیر میں ہی — ثانیاً ان هذا امر من اللہ تعالیٰ لاساقۃ
والناس ان یعینوا مکاتیب علی ہما کتابتہ یمکنہم و هذا قول الکلبی و
عکرمہ والمقاتل والنضی * * * قال الشافعی یجب علی المولیٰ ایتمام مکاتیب
و ہو ان یصلح منہ جزء من مال الکتاب اورد نج الیہ جزاً مما اخذ

† داؤد الاسفہانی وغیرہ (جن کو دیا اہل الارے اصحاب الظواہر
کہتے ہیں) اور اور غلام بیہ کہتے ہیں کہ یہ امر کتاب کا ایجاب
کے واسطے ہی یعنی جب غلام ہر خراست کرے اپنی آزادی کی اقرار ثامہ
پر اور مالک سمجھے کہ امدیں اُسکی بہتری ہی تو فوراً آزاد کر دے *

اور حقیقت یہی یہی ہی کہ جب اسلام کی اصلی نیکی اور خیر
اور صلاح پر نظر کرتے ہیں تو بالضرور ہم اپنے وجدان سلیم سے یہی پاتے
ہیں کہ یہ حکم وجوب کے واسطے ہی نئی وجہ سے [۱] یہ نہ امر
تو ایجاب کے واسطے ہوتا ہی اور اسکا سبب نزول بھی اسکی تائید
کرنا ہی کہ عرب طیب بن مود العزی کے غلام نے جسکا نام صبیح تھا
کتابت چاہی تو اُس کے آقا نے انکار کیا اس پر یہ حکم ہوا پس
ظاہر ہی کہ انکار کے مقابلہ میں حکم دیا تو ضرور ہی کہ وہ حکم
واجب ہو [۲] حضرت نے ایک شخص کو مکاتیب کرنے کا حکم
دیا اُس نے انکار کیا تو اُنہوں نے اُسکی تمیزی کی پس اگر کتابت
واجب نہ ہوتی تو اُسکو مارنا جبر اور ظلم ٹھہرتا حالانکہ اصحاب
میں سے کسی نے اُن پر اعتراض نہیں کیا تو گویا یہ مسئلہ اجماعی
ہو گیا [۳] عمر ابن دینار و عمار و داؤد بن علی اور محمد بن حویر
یہاں پر وجوب کے قایم ہوئے ہیں — پس ان سب قرائن پر نظر کرتے
ہے یہی ثابت ہوتا ہی کہ کتابت واجب ہی اور درحقیقت یہ ہی
تعلیل ہی اسلام کی *

جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ امر مندرج ہی اُنکی راہات سی
حقیقت اور نامعقول سا قیاس ہی وہ کہتے ہیں کہ مکاتیب کرنا ارز بیچ
گناہ براہر ہی اور بیع کرنا واجب نہیں ہی تو مکاتیب کرنا بھی واجب
ہوگا کہ مستحب ہو مگر انہوں نے حکم کتابت کی خوبی

غلام سے صرف گھر کا معمولی اور آسان کام لیا جاتا تھا — یہہ کہتے ہیں اس وقت کی بیان کرتا ہوں جب ہندوستان میں انگریزی مملداری کی جانب سے غلاموں کی حالت میں مساندازی نہیں ہوتی تھی (دیکھو رسالہ مکانات، ملایمہ ولسن) مگر اس بات کے ثبوت میں کہ مسلمانوں کے یہی مسائل کا برقرار بھی غلاموں کے حق میں ہم نسبت اور قوموں کی ہر وقت کے بہت نرم اور ملایم ہی یہہ قول پیش کرنا ضرور ہی کہ جب ہندوستان میں مسٹر رچارڈسن پنڈیکلہنڈ کے جج اور جسٹسٹریٹ نے سنہ ۱۸۱۰ء میں اسدھاد رسم غلامی میں ایک مسودہ قانون تصنیف کیا تو اس میں انہوں نے یہہ رائے دی کہ اگر ہندوستان میں سے رسم غلامی کو قطعا موقوف کردینا مناسب نہ ہو تو ہندوؤں کے شاستر کے احکام ترک کر کے انکی جگہ ہر ایک بات میں غلامی اسلام کے احکام کو رواج دینا جاوے کیونکہ وہ غلاموں کے حق میں بہت ہی ملایم ہیں *

۲۹ یہہ سب تبدیلیوں نے اس وقت کے موجود غلاموں کی آزادی کی تھیں اور ہر چند کہ نقل خیر اندیش کو آئندہ غلام بنانا اس سے منع پایا جاتا مگر اس وقت کے اذہان اور عقول انسان کے نصرتی آزادی کا ادراک اچھی طرح نہیں کرسکتے تھے اور ہر ایک بشر کا وجدان سلیم اس پر گراہی دیتا ہی کہ وہ کبھی اپنی ذات یا عزیزوں کے لیئے غلامی پسند نہ کرے گا۔ A law of universal obligation. اور یہہ ایک قدرتی دلیل ہی اسکے نظری

الہیہ کے خلاف ہونے کی کم اس کی ناجرازی اور ناگوار کی انسان کی طبیعت اور جبلت میں رکھدی گئی ہی الا رسم قدیم جاہلیت کی گمراہی سے عوام لوگ اسکے معائنہ عقلی و عرب نہیں پاتے تھے اور ایسے امور کی اصلاح صرف علوم کی بتدریج اشاعت اور ترقی اور حکمت کی تعلیم سے ہوسکتی ہی تاکہ ہر ایک قوم احکام الہی کے بصیرت اور عقل کی ہدایت سے دریافت کرے کہ درحقیقت تمامی خلق اللہ کی ہیبرہ اور عافیت اور عقلی اور مذہبی تمدنی اور حسن مشورت کی اصلاح اسی آزادی پر موقوف ہی اسلیئے ضرور ہوا کہ آئندہ کی رسم غلامی کے موقوف اور مسدود ہونے کے لیئے صاف صاف حکم دیا جاوے چنانچہ سورہ مائدہ میں فرمایا —

”فَاذِلِّمُوا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيُغْرِبُوا الرِّبَا حَتَّىٰ إِذَا انْشَرَّتْ رِجَالُهُمْ فَغَرِبُوا فَارْتَأُوا بِمَآئِنَا يَدَهُ وَأَمَّا فَعَمَلٌ حَتَّىٰ تَصْعَقَ الصَّرْبُ أَوْ زَارَهَا“ *
چونکہ ان لوگوں کے قیدی غلام بنائے جاتے تھے غلامی کی رسم کی ابتدا بھی معلوم ہوتی ہی اور اس وقت کی رسم میں لڑائی کے قیدیوں

اور قد کے معنی میں اور جس چیز کا نمل مسحق الرابوع ہو رہاں تعلیل ہی کے معنی مناسب ہونے دیکھئے —
لَتَذْلِلْنَ الْجَنَّةَ وَالْعَصْرَامَ ان شاء الله *
اِقْتَرَأَ اللَّهُ ان كُنْتُمْ مَوْنِيْنَ *
وَ اَقْتَرَأَ الْعَمَلُ ان كُنْتُمْ مَوْنِيْنَ *

اور قد کے معنی اس آیت میں

۳ اَذْكُرْ ان تَمْنَأَ الْكُرَى *

اس میں شرط کے معنی صحیح نہیں کیونکہ فکر اور وعظ تو ہر حال میں ساموربہ ہی ایسے ہی مکاتبہ میں بھی شرط کے معنی صحیح نہیں کیونکہ کتاب تو ساموربہ اور اس رجوبہ ہی پس آیت کے معنی بہت چسپاں اور مناسب ہونے کہ جو تمہارے غلام تم سے آزادی پر اقرار نامہ لکھوانا چاہیں اُن کو لکھو کیونکہ تم اُن میں پھنسی جان چکے ہو —

اور اس تفسیر پر ان مملکتیں نہیں بغیر اُن میں اس بات پر بھی زہارہ ہی کہ مکاتبہ تو واجب ہی ہی مگر بگ درخواس کتابہ ہی فی نفسہ غلام کی آزادی واجب ہی *

۵ اور لفظ ان کی بھٹ میں دور کیوں جاؤ اسی آیت کے بعد کی آیت میں دیکھئے ان کیا معنی دیتا ہی *
وَلَا تَكْرَهُوا تَيْمُنًا عَلَى الْيَمَانِ ان اردن تصعدا —

۲۸ کہ صرف ایک مکاتبہ کرنے کا ہی حکم دیا بلکہ بہت سے احکام جس سے غلاموں کی سختی جاتی رہی اور اُن کی حالت میں بہ نسبت سابق Treatment of slaves among Mahomedans more liberal than in other nations.

کتب صحاح و مسانید و صحاح میں بہت سی حدیثیں اور فقہ کی کتابوں میں بہت سے مسائل ایسے مسدود اور ثبوت سے ہیں کہ اگر اسی قدر ہی احکام ہوتے تو یہی بہ نسبت اور قوموں کے رسم قانون کے مسلمانوں کی رسم و قانون میں بہت ترقی اور آسانی تھی اور انہیں احکام قرآنی اور مسائل فقہیہ کی بدولت ہند کے مسلمانوں میں غلاموں اور خدمتگزاروں میں صوف نام کا ہی فرق رہ گیا تھا — اور چونکہ اسلام کے غلاموں کے حق میں زیادہ رعایت منظور رہی ہی اسلیئے غلام کو اس ملک میں اپنے صاحبکار کی فکر نہیں کرنی پڑتی تھی اور نہ اسکو اپنے مال بچوں کی طرف سے تردد رہتا تھا اسکے مسلمان آقا کو خرہ ہی اسکی تمام ضروریات کی فکر واجب لازم ہوتی تھی اور اس سے بہ توجہ اور ملایم سے پیش آیا جاتا تھا — اور اس اتفاقی کے بدلہ میں

(ب) آیت کی دلالت

اس میں کچھ گفتگو اور نزاع نہیں ہوسکتی کہ اس آیت میں لڑائی کے قیدیوں کے لیئے بجز من اور فدا کے اور کوئی صورت نہیں ہے اور اختیار نہیں کہ سوائے ان دو صورتوں کے اور کسی طرح سے پیش آیا جارے۔ متعدد مفسرین و صحابہ و تابعین جو اس آیت کے نسخ کے قائل ہیں وہ ہمارے استدلال کے مؤید ہیں کیونکہ اگر اس آیت سے قیدیوں کا غلام بنانا بھی کسی قاریل نہیں ہوگا تو جیہ فیروز سدید سے نکل سکتا تو نسخ کی کیا ضرورت تھی۔ تفسیر کمال میں ہے: **ہی روی من ابن عباس و الحسن ابن سیرین و قال ابو حنیفہ والاوزامی ہی منسوخة لقوله تعالی فی الہدایة و القتل و المشرکین حیث وجد تمورا ہم لان الہدایة اخر منازل و روی من قتادة و مجاهد و عطاء و سدی و روی من ابن عباس ایضا۔ اور تفسیر بیضاوی میں ہے۔ منسوخ مندابہی حنیفہ او مخصوص بصرب بدر فاقہم قالوا ینتہی القتل والاسترقاق۔ اور بیضاوی کے حاشیہ پر لفظ منسوخ کی ذیل میں لکھا ہے۔**

والیہ ذہب ابن عباس و قتادة و ابن جریج والسدی والضحاک و مجاهد و روی نھرو عن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

پس ان فقہاء و مفسرین جن میں صحابہ و تابعین بھی داخل ہیں یعنی [۱] ابن عمر [۲] عباس (۳) حسن ابن سیرین (۴) ابو حنیفہ (۵) اوزامی (۶) قتادہ (۷) مجاہد (۸) عطاء (۹) سدی (۱۰) ابن عباس (۱۱) ابن جریج (۱۲) ضحاک (۱۳) ابی بکر رضی اللہ عنہ اس آیت میں بجز ان دو صورتوں کے اور کوئی تیسری صورت نہیں سمجھتے تھے اور اسی لیئے بصورتِ قتل یا استرقاق اس کو منسوخ بتلاتے ہیں *

اور (۱۴) امام شافعی و (۱۵) مالک و (۱۶) حنبل تو اس آیت کو مخصوص بھی نہیں بتلاتے چہ جائے کہ منسوخ۔ چنانچہ مہملے شرح موطا میں لکھا ہے۔ **قوله فاما ما جاهد و اما فدا۔ الخ ای فاما تمون منا بالاسلاق و اما تغدوں فدا بالاسراق و ہوا یتعدا لاساقۃ اللہ منسوخ منذ ابی حنیفہ لقوله اقتوالمشرکین حیث وجدتموہم لان سورة براءة آخر ما نزل او مخصوص بصرب بدر و یتعین معہم القتل والاسترقاق فاما المعاقبة لا غیر۔** یعنی یا تو ان کو احسان رکھ کر چھوڑ دو اور یا جہاد بلکہ استرقاق کے ان سے فدیہ لیں اور یہ آیت تینوں اماموں کے نزدیک غیر منسوخ ہے اور ابی حنیفہ کے نزدیک منسوخ ہے۔ **اقتوالمشرکین** سے کیونکہ سورۃ براءة آخر نازل ہوئی یا بدر کی لڑائی سے مخصوص ہے اور ان کے نزدیک قتل اور استرقاق متعین ہی پس من کے معنی بجز چھوڑ دینے کے اور کچھ نہیں ہیں *

سے چار طرح ہو سکتا تھا [۱] قتل کرنا [۲] غلام بنانا (۳) احسان رکھ کر چھوڑ دینا (۴) فدیہ لیکر چھوڑنا۔ اس آیت نے صرف ۳ و ۴ صورت پر لڑائی کے قیدیوں کے حق میں عمل کرنا منحصر کیا اور ۲ اگلی صورتوں کو بالکل موقوف اور محدود کر دیا۔ اور یہ اسلام کی ایسی برکت اور اتنا بڑا احسان ہے کہ کسی مذہب پر صاف میں ایسی تدبیر انسان کی نفع اور اصلاح کی نہیں کی گئی *

۳۰۔ اس آیت معکم پر کئی طرز سے بحث ہوئی ہے اور رسالہ تہذیب الاسلام میں شیخ الاسلام و الفلم میں سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی نے بڑا و تفصیل مالا قلم سے اس کے ہر ایک پہلو اور جانب پر بحث کی ہے اور اسلام میں یہ اول تحریر و تصنیف ہے جو اس آیت کی تفسیر اور تفسیر میں ہوئی ہو اور جس نے تمام عالم پر اسلام کی تفصیل ثابت کی ہو اور ہمارا یہ مضمون اسے فقہی مباحثوں کے لیئے نہیں ہے اس میں ہم مختصر گفتگو نفس آیت کے متعلق کریں گے *

(۱) زمانہ نزول آیت

مسلمانوں میں یہ اصطلاح کہ نازل ضرورت مکی ہی یا مدنی مختلف ہے بعض تو اس اصطلاح کو زمانہ کی بنا پر رکھتے ہیں یعنی تاریخ کی حیثیت سے جو آیت قبل ہجرت نازل ہوئی ہو وہ مکی ہی اور جو بعد ہجرت ظاہر ہوئی وہ مدنی ہی۔ غرض مکہ ہی میں سال حج یا سال فتح کو آئی ہو۔ اور بعض اس اصطلاح کو صوف مکان کے متعلق رکھتے ہیں یعنی جو سورۃ مکہ میں نازل ہوئی غرض قبل ہجرت یا بعد ہجرت وہ مکی ہی اور جو مدینہ میں وہ مدنی ہی [دیکھو تفسیر اتقان فی علوم القرآن نوع ۱] اور اسی اصطلاح کی بنا پر سورۃ مجید بھی مختلف ہے بعض کہتے ہیں مدنی ہی اور یہ سچ ہی کیونکہ بعد ہجرت نازل ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ مکی ہی اور یہ بھی سچ ہی کیونکہ مکہ میں نازل ہوئی یعنی سنہ ۸ ہجری میں پس یہ سورۃ جو بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی اس لیئے مدنی ہی اور مکی بھی۔ پس یہ صرف اصطلاح کی تکرار تھی نہ کہ حقیقت میں اس کے شہر مکہ میں بعد ہجرت نازل ہونے پر کچھ شبہ اور تردد ہو *

علامہ سیرمی نے اس سورۃ کو مختلف فیہ صورتوں میں درج کیا ہے (مقام مذکور) اور لکھتے ہیں سورۃ محمد حکم النفسی قولاً شریفاً انہا رحمة۔ اس میں فراہب صرف اصطلاح کی بنا پر ہی نہ کہ حقیقت میں *

(ج) بحث نسخ

امام حنفی اور مالک اور احمد تو اس آیت کو ثابت بتلاتے ہیں
لا حصرات حنفیہ اس کو منسوخ ٹھراتے ہیں اور قاضی اس کا سورہ
براعہ کی پانچویں آیت کو قرار دیتے ہیں *

نسخ کی بحث میں تاریخ کا تعین تو ضرور ہی کیونکہ منسوخ
کو زمانہ میں تقدم ہونا چاہیئے اور نسخ کو تاخیر — مگر امر تنقیح
طلب میں کسی قدر بے انتہائی ہوتی ہی اور عموماً یہ کہا جاتا
ہی کہ سورہ ہر اہم از اہر مانزل ہی مگر یہ حصہ ٹھیک نہیں ہی
آیتوں کے باب میں تو روایتیں ہیں ہی مختلف ہیں اور ہر ایک
نے اپنے علم اور رائے سے بعضی بعضی آیتوں کو اہر مانزل قرار دیا ہی
[۱] حرر توں میں بھی اختلاف ہی *

اخرچ مسلم من ابن عباس رضی اللہ عنہ قل آخر سورۃ نزلت اذا
جاء نصر اللہ والفتح —

اخرچ الترمذی والحاکم من عایشۃ قالت اخر سورۃ نزلت المائدۃ —
و اخرجنا ایضاً عن عبد ابن عمر قال اخر سورۃ نزلت سورۃ المائدۃ
والفتح — [اذا جاء نصر اللہ]

و فی حدیث عثمان المشہور برأۃ من آخر القرآن نزولاً — [انقاص
نوع ۸]

[من البرام ابن عازب آخر سورۃ نزلت کاملۃ برأۃ بشاری]
اگر یہ روایتیں صحیح ہوں تو ان اختلافات کی تطبیق اس
ماریج ہو سکتی ہی کہ ہر ایک شخص نے اپنی معلومات کو بیان
کیا پس اس میں کوئی ہمت قطعی نہیں ہی *

قال البیہقی یتجمع بین هذه الاختلافات ان صحت بان كل واحد
اجاب بما عنده —

قال ابو بکر فی الانتصار — هذه الاقوال ایس فیہا حیثی مرنوع
الی البیہقی علیہ وسلم و تل قانہ بضرب من اجتهاد و غلیظۃ الطین

یستعمل ان کلامہم [اخر من اخر ما سمعہ من النبی الخ] — [انقاص ۱۲]
پس تنقیح طلب اس امر کو قرار دینا چاہیئے کہ [۱] آیا درتوں

آیتوں میں یعنی سورہ محمد کی ۳ آیت اور سورہ براعہ کی ۲ آیت
میں ایسا اختلاف ہی کہ پھر تسلیم نسخ کے رفع ہی نہیں ہو سکتا

اور [۲] ان درتوں میں کوئی آیت [نہ کہ درت] مقدم ہی
تاریخ نزول کے اعتبار سے [نہ کہ تاریخ اشتہار یا قرأت خاص کے

اعتبار سے] *

ماریج جو یہ دو امر تنقیح طلب قرار دیتے ہوں ان کو سب
متفقوں نے نسخ کے لیئے ضروری قرار دیا ہی — ابن الصمار نے

کیا عرب تقریر کی ہی *

اما ماریج فی النسخ الی نقل صریح من رسول اللہ علیہ السلام
و من صحابی یقول آیتہ اذا نزلت کذا * * * * * و قد یحکم

یہ ملد رجوع التعارض بالمعارضۃ مع علم التاريخ لیمرف التقدیم
والتاخر * * * * * ولا یعمد فی النسخ علی قول مراد المفسرین بلہ
ولا اجتهاد المصنفین من غیر نقل صحیح ولا معارضۃ بینۃ ان النسخ
یتضمن رفع حکم او اثبات حکم تقریر فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم
فالمتمدد فیہ النقل والتاریخ دون الزام والاجتهاد — یعنی نسخ میں
تو صرف رسول کے بیان صاف ہو یا صحابی کے قول ہو کہ اس آیت
نے اس آیت کو منسوخ کیا رجوع ہو سکتا ہی اور چونکہ دونوں آیتوں
میں قطعی تعارض پایا جاوے اور ساتھ ہی اس کے تاریخ سے اس کا
آئی پیچھے نازل ہونا بھی ثابت ہو جاوے تب نسخ مانا جا سکتا ہی
اور یوں نسخ میں عوام مفسرین کا قول اعتبار کے لائق نہیں ہی
بلکہ مصنفین کے اجتہاد کا بھی اعتماد نہیں ہی کیونکہ نسخ میں
ایک حکم کا جو رسول کے وقت میں مقرر تھا اٹھانا یا ثابت کرنا ہوتا
ہی پس اس میں نقل اور تاریخ ہی پر اعتماد ہو سکتا ہی نہ کہ
رائے اور اجتہاد ہو *

پس اب ہم ان درتوں تنقیحوں کی نسبت یہ لکھتے ہیں کہ —
۱ ان درتوں آیتوں میں کوئی تعارض واقع نہیں ہی سورہ
محمد کی چوتھی آیت میں قیدیوں کا حکم ہی کہ جب لڑائی کے بعد
بقیۃ السیف وہ جاویں ان قیدیوں کو یا تو احساس رکھ کر چھڑ دیا
جاوے اور یا ندیدہ لیکن چھڑ دیا جائے اور سورہ ہر اہم کی چوتھی
آیت میں حکم ہی کہ مشرکوں کو جنہوں نے عہد ترزا ہی قتل کیا
جاوے — پس ان میں کچھ تعارض نہیں ہی *

۲ کوئی حدیث صحیح جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے
آج تک مدعیان نسخ نے نقل نہیں کی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ

براعہ کی چوتھی آیت سے سورہ محمد کی چوتھی آیت کو منسوخ کیا *

۳ کسی صحابی سے کسی خبر واحد یا ضعیف میں یہی یہ

منقول نہیں ہی کہ اس آیت نے اس آیت کو منسوخ کر دیا اور نہ

مدعیان نسخ کوئی ایسی روایت بتلائے — البتہ اوزامی کا ایک

قول پیش کیا گیا ہی چنانچہ ترمذی نے لکھا ہی — قال الارزلی

والغنی ان هذه الآية نزلت فاما من بعد و اما فداء تسخنها فاقترأهم

حیث ثقفتہم — مگر اوزامی ہوں یا کوئی اور ہوں ان کو ایسے

پے ہر کی خبریں مل کر ہیں ایسی خبریں سے کیا ہوتا ہی جب تک

نہ نقل صریح اور روایت صحیح جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے
نہ ایسی خبریں بعض بیکار ہیں *

۴ نسخ کا امکان انہوں احکام میں ہو سکتا ہی جو غیر مرتفع
ہوں اور سورہ محمد کی چوتھی آیت تو مرتفع ہی حتی قمع العرب
اوزارہا پس یہ کسی طرح منسوخ نہیں قرار پاسکتی — علامہ سیوطی
نے تقریر انقاص نوع ۲۷ میں لکھا ہی — وسم ہو قسم مضمین

مصحف نہیں ہی کہ یہ آیات اسی قدر اور اسی وقت نازل ہوئی تھیں
کیونکہ تاریخ کی راہ سے سورہ نساء سنہ ۸ ہجری کے قبل کی
ہی اور ۲۶ اور ۲۸ آیات کے حقائق سے بھی اُس کا معاہدہ ہونا
بے موقع معلوم ہوگا ہی مگر ہاں نزول یا تو وہی اصطلاح ہی کہ
یہ قسمیں ذلک الحکم یا راری نے اُسکے اس وقت سنا ہو یا اور سچا
کے رازوں نے اسکو غیر منضبط طور سے بیان کیا غرض اس سے قطع نظر
کر کے نفس روایت کا مضمون جیسا میں سمجھتا ہوں میں حق و
صواب ہی اور اُس وقت کے مسلمانوں کا اندیشہ و کامل بھی اُنکی
احتیاط اور پرمیزگاری پر مال ہی *

لشکر میں تو سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں عرصہ اوطاس وغیرہ
لڑائیوں میں مکہ کے لوگ جو ابھی جدید الاسلام تھے بہت جمع تھے
اور اوطاس کے قیدیوں میں عورتوں کو دیکھ کر بعض نے ایام جاہلیہ
کی رسم + پرتے کا ذکر کیا ہوگا مگر اور اصحاب نبی نے اس امر کو
گناہ سمجھا اس لیے کہ ان عورتوں میں کے ہر ایک کے ازدواج بھی
مشرکوں میں موجود تھے (اور بعض بے شوہر بھی ہوئیں اور بعض
کے شوہر بھی قید میں ساتھ ہی رہتے) — کیونکہ قید ہوجانے سے
نکاح تو نسخ نہیں ہو سکتا + پس وہی ۲۷ آیات سورہ نساء کی اسوقت
پڑھی گئی جو ۲۶ آیات سے متعلق ہی اور جس کے معنی یہ ہیں
کہ زنان مفیقہ تمپر حرام ہیں مگر وہ عورتیں جنکو تم ملک نکاح
میں لے آئے — اور اس طرح سے اُن لوگوں کو حکم الہی سنائے اُس ارادہ
قبیح سے باز رکھا *

مگر بعض جاہلیہ کی سی توحید اور طہارت والے راوی اپنے
سبق ظن کی وجہ سے اس واقع کو اولٹا سمجھے یا تصدا اسی رسم کی
طرف اسے پھیر نے لکے مگر ہمتے راویوں نے جائز تہذیب اسلام نے زیادہ
اثر کیا تھا اتنا فقہ شرح کے طور پر پڑھایا ادا انقض مدتوں کی حالانکہ
اس آیت میں مہضات سے زنان شوہردار مراد ہی نہیں ہو سکتیں پھر
مدت کے کیا ضرورت ہی — پھر ہمتے مفسروں نے اس میں ایک اور
حکم الہی کی مصافحت دیکھ کر یہ تادیب کی کہ وہ قیدی عورتیں مسلمان
ہو جائیں تب اُن پر یہ حکم جاری ہو ورنہ مشرک سے تو ملک پہنچنے کے
طور پر مباشرت جائز نہیں [دیکھو تفسیر البیہاقین ۵ ج آیت ۱]

+ ایام جاہلیہ میں جس عورت کو قید کر لیتے لڑائی میں اس
کے اگلے نکاح کو نسخ سمجھ کر اس سے بے تکلف اور بے توقف تصرف
جائز سمجھتے تھے اسلام میں اسکی بڑی ضمانت ہوئی —

+ قال ابو حنیفہ لو سبی الزوجان لم یزقح النکاح و لم یصلح
للسابی [تفسیر بیضاوی] —

یہ اور حلقہ الہامی کی ایک روایت میں یہ فقرہ پڑھا ہوا
ہی اور اسکی اور روایتوں میں نہیں ہی —

۱۔ قسم المنسوخ و قد اکتفی ابن العربی بتعزیرہ فاجاد فقوله ان الانسان
لنی خمس الاولین آمنوا — والصبراء یتبعہم الغاوری الاولین آمنوا —
فامروا و اصنعوا حتی یاتی اللہ بامرہ — و غیر ذلک من الایات الّتی
خصت باستثناء او قایۃ وقد اخطا من ادخلها فی المنسوخ — ومنہ قولہ
ولا تکنوا للمشركات حتی یردن — قبل انہ نسخ بقراءہ والمہضات
من الذین اوتوا الكتاب و انما هو مختصر بے — انتہی

۵ آیتوں کی تاریخ نزول معلوم ہوئی بہت دشوار ہی اور
ہر ایک راوی اپنے علم اور قیاس سے کہتا ہی — اور اُس کے علاوہ سبب
نزول کی اصطلاح ایسی غیر منضبط اور وسیع مقرر ہوئی ہی کہ جس
ہات پر کسی آیت سے استدلال کیا جاتا ہی یا اُس آیت کی مراد
بیان کرتی مقصود ہوتی ہی وہاں بھی بھی بیٹے ہوتے ہیں نزول فی کذا
پس اکثر تو ایسی روایتیں مہض راویوں کے اجتہاد اور رائے پر ہیں
تہ کہ تاریخی حالات اور نقل و احوال پر — ابن تیمیہ نے لکھا ہی توہم
نزول الایۃ فی کذا زیادہ تارۃ سبب نزول و زیادہ تارۃ ان ذلک داخل
فی الایۃ و ان لم یکن السبب کما تقول عنی ہذہ الایۃ کذا — اور
زرکھی نے پڑھان میں لکھا ہی — قد عرف من مآخذ الصحابہ والتابعین
ان احدهم اذا قال نزول ہذہ الایۃ فی کذا فاکہ یزید یختل انہا تنص
ہذا الحکم لان ہذا کان السبب فی نزولہا پھر من جنس استدلال
ملى الحکم بالایۃ لاس جنس النقل لما وقع — پس جب کہ محاورات کی
یہ کیفیت اور اطلاعات کی یہ ضرورت ہو تو دشوار ہی کہ واقعی سبب
نزول دریافت ہو سکے *

۶ کسی موقع خاص یا مشہد عام پر چند آیات کا پڑھا جانا یہ
لوہیں ثابت کرتا نہ وہ آیت اُسی وقت نازل ہوئی ہو — جناب پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سورہ براءت کے شروع کی آیتیں
دیکر پوچھا تھا کہ حج الیہ کے دن سنہ ۹ ہجری میں ہذا سنا
اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ سورہ براءت کی وہ آیتیں اُسی وقت نازل
ہوئی تھیں *

(ن) والہ مہضات من النساء کی تفسیر

بعض لوگوں نے سورہ نسا کی ۲۷ آیات اس مراد سے پیش کی
ہی کہ سورہ محمد کے بعد بھی آزاد عورتوں کی جو قید ہو آویں
کو کتنی ہٹانے کی اجازت ہی [استغفر اللہ] اور حضرت ابو سعید خدری
کی روایت پیش کی ہی جس کا ماحصل پورا احکام و ترمیمی نسائی
اور لبر خانہ [قطع نظر از زیادہ و نقصان الفاظ] یہ ہی کہ اوطاس
کے قیدیوں میں عورتیں بھی پہنچی آئیں تو مسلمانوں نے اُن عورتوں سے
مباہرت کرنے کو گناہ سمجھا اور عرق کھایا کیونکہ اُن کی ازدواج
موجود تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی والمہضات من النساء
وہا ملک ایمانکم الخ اس میں نزول کا لفظ اس معنیوں میں تو

۱۲ ان اللہ یامرکم ان تگرد الامانات الی اہلہا و اذا حکمتکم بین الناس ان تصکموا بالعدل ان اللہ ذمہا علیکم ہے — [نساء]

۱۵ لا تصوم حدک للناس ولا تمشی فی الارض مرحاً ان اللہ لا یحب کل غرأ فزور واتصد فی مشیک وافضض من صرتک — [لقمان]

۱۶ ولا تمشی فی الارض مرحاً انک ان تطرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا — [اسراء]

۱۷ یا ایہا الذین آمنوا لا یسفر قوم من قوم عسی ان یزولوا فیرا منہم ولانہم من نساء عسی ان یرکن فیرا منہم ولاتلدوا انفسکم ولاتذابروا بالانقلاب فیس الاسم الفسوق ببدالایمان — [حجرات]

۱۸ یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا نثرنا من الطان ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً ایہب احدکم ان ینکل لہم الخبیث میثاکرہتہ — (حجرات)

۱۹ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

۲۰ وان طاعتان من المؤمنین اقتضارا فاصلہما بینہما فان یمض احدہما علی الاخری فلتاقلتا التی تیغی حتی تقبیلی الی اموالہ فان فاض فاصلہما بینہما بالعدل واتسطرا ان اللہ یحبہما القسطین — انما المؤمنون اخوة فاصلہم ابین اخویکم — (حجرات)

اور یہی چند متفرق احکام جو مصالح دنیویہ کے قائم رکھنے اور اُن میں باہمدگر تعلقات کی رعایت اور پابندی کے لیئے ضرور دیے گئے ہیں —

۲۱ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایما فی القربی ویمنی من القشعہ والمکر والیقہی [نحل]

۲۲ یا ایہا الذین آمنوا انما النہر والامیور والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوا انکم تظہرون انما یرید الشیطان ان یرقع بینکم العداۃ والیغض فی البصر والامیور یمدکم من ذوالالہ و من الصاۃ فہل انتم مفہمون — [مائدہ]

۲۳ علماء الذین ارتقوا الکتاب حل لکم و طعمکم حل لہم + ایضاً

† شیخ الاسلام مہدی الدین ندوی نے شرح صحیح مسلم [ص ۹۷ جلد ۲ مطبع منشی نوکرسور] میں لکھا ہے و علماء الذین ارتقوا الکتاب حل لکم قال المفسرون المراد به الذی یراعی و لم یستثن منها شیئاً لاصلاً ولا حصلاً ولا غیر و قیہ حل ذبائح اہل کتاب و هو مجمع علیہ و ان یضایف فیہ الاشیعۃ و مذہبنا و مذہب النجہور و اہلہما سراج سما اللہ تعالیٰ املاً — و قال قوم لا یحل الا ان یمسوا اللہ تعالیٰ فاذا ذہبوا علی اسم المسیح او کلیتہ و نہروا نہ تہل تلک الذبیحۃ منذ ذاب ذبائح جہادہم العلماء — یعنی مفسرون نے کہا ہے کہ اس آیت میں ذبیحہ کی حالت مراد ہے اور کرکشی چیز اس میں سے مستثنیٰ نہیں ہوئی نہ گروش نہ چربی نہ کچھہ اور اس میں اہل کتاب کے ذبیحہ کی حالت ہے اور اس پر

حالانکہ تب سیر و مغازی میں ارماس کی قیدی عورتوں کے مسلمان ہو جانے کا ذکر نہیں ہے *

اور فقہ اُنکی استیوار کا زمانہ پورا ہونے پایا کیونکہ بہت تھوڑے ہی عرصہ میں اُنکی قید اور رہائی احسان کے طور پر حسب حکم سورہ محمد آیہ ۲ ہو گئی تھی *

غرضکہ یہ قاریاں اور شاماتیں ان معنوں پر اُٹھانی پڑتی ہیں جو بعض رادیوں اور فقہوں نے اپنے سبق طے سے اختیار کر لی ہیں ورنہ قلم الہی تو ہر ایک صیب و قصور سے پاک ہے *

۳۱ معاملات میں شجاعت اور عدالت دیانصداری ایقلے مہد اور وزن اور پیمانہ میں راستیازی اصلاح

مائل اور اطاعت حکام اور منع تنفہر نصاد ادائے اصناف کے احکام غرض جو جز باتیں حسن معاشرت کے اصول اور بنیاد ہیں اور جن پر ریاستوں اور سلطنتوں میں امن و آسان قائم رہتا ہے اور جن پر خلائیق

کی بھید منہصور ہے اُنکی نسبت صاف صاف تعلیم ہوئی ہے *

۱ وکیل للمنفین الذین اذا قالوا علی الناس یسترون و اذا کالواہم اور وکراہم یضربون [تعافیف]

۲ لا تطغوا فی المیزان — اقیوموا الریزن بالقسط ولا تحسروا المیزان (رحمن)

۳ ولا تیزو تیزوا — ان المیزین کانوا احرار الشیاطین د کان الشیطان لیرہ ذررا [اسراء]

۴ ولا تجعل یکد من لوانۃ الی منک ولا تبسطہا کل الیسطہ تنفہد صرما معسورا —

۵ اورا بالعد ان المہد کان مسکولا — [ایضا]

۶ اورا بالعد اذا کلمت ووزنوا بالقسط المستقیم — [ایضا]

۷ اورا بالعد اذا عاہدکم ولا تنقض الایمان بعد ترکیدہ — ولا تنقضوا ایمانکم دہلا بینکم فقول دما بحدیثہا — [اسراء]

۸ یا ایہا الذین آمنوا لا تحزروا اللہ و الرسول و تحزروا اماناتکم (انفال)

۹ و اذا قلتم فاعدوا و لو کان ذالربی و ہمہ اللہ وقرأ ذکم صکم ہے — [انعام]

۱۰ یا ایہا الذین آمنوا اورا بالمعروف — (مائدہ)

۱۱ و احفظوا ایمانکم — (مائدہ)

۱۲ یا ایہا الذین آمنوا کوڑا قراہیں بالقسط شہداء اللہ ولا یز منکم شہان قوم علی ان لا تعدلوا — اعدلوا ہوا قرب للقری — (ایضا)

۱۳ یا ایہا الذین آمنوا کوڑا قراہیں بالقسط شہداء اللہ و لو علی انکم مارا والادان والاقرہیں — [نساء]

اور پے معلق تھا — البتہ پورنیاس میں اہم خانہ و رہبر چاروں پر
جسے یہود کی رسمی شریعت میں حاکم اور حرمت متعلق تھی بھٹ
ہوئی تھی کہ غیر قوم مسلمانوں پر بھی اُس کا ہر قالا جائز یا نہیں
ہمارے اس قیاس کی تائید اس سے زیادہ قوی ہوئی ہے کہ کائنات
بیہنگنی اور مستر رہوس یہہ دونوں معنی جنہوں نے انجیل کے
نسخوں کے اختلاف اور تصحیح میں بڑی مہنت اور تحقیق کی ہے
اسی عبارت کو گریس کو ترجیح دیتے ہیں) *

۲۵ ولا تقناروا النفس التي حرم الله الا بالعق و من قتل مظمو
فقد جعلنا لوليہ سلطانا لا یسرف فی القتل انہ کان منصورا — (اسوی)
۲۶ یا ایہا الذین آمنوا انما الضمور والیسو والاصحاب والازام
رجس من عمل الشیطان فاجتنبوا لعلکم تفلحون — انما یورد الشیطان
ان یزعج بینکم العداوة والبغضاء فی الضمور والیسو ویصدکم من ذواللہ
ومن الصلوة فہل اقم صلوٰتکم — (مائدہ)

۳۲ صبر اور تحمل کے احکام اور بڑائی کے جدہ میں بھائی
کونا اور متفان کی تصدیقوں سے درگذر
Universal for-
giveness and for-
bearance has invari-
ably been inculcated
in the Quran.

۱ ولا تستوی الحسنة ولا السيئة ادفع بالتي هي احسن فالذي
یہلک و یہین عداۃ کاہنہ ولی حمیم — (حم سجدہ)
۲ فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامره — [یقر]
۳ ولیعفوا ولیصفحوا الا تصیرون ان یعفوا اللہ اکم — [نور]
۴ یا ایہا الذین آمنوا کوثر قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجور
مکرم کون قریب املی ان لا تمردوا اعداؤا ہو اقرب للقری — (مائدہ)
۵ یا ایہ الذین آمنوا ان من اوزابکم و اولادکم عدوکم فاعفوا
وان تمفروا وتصفحوا و تغفروا فان اللہ غفور الرحیم — (تغابن)

۶ فاعف عنهم وقل سلام — [زخرف]
۷ فاعف عنهم وارضع ان اللہ یحب المحسنین — [مائدہ]
۸ و ارضع عنهم و اعظم و قل لهم فی نفسهم کونوا لیلیفا — (شمس)
۹ قن لذنن آمنوا یعفوا الذین لا یزجون ایمان اللہ — (چاہنہ)
قرآن میں اس کی پیشین گوئی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کی
متفانوں سے بڑی اخلاقی برکتیں اور اُن کو ہدایت ہوئی تھی کہ وہ
صبر کرتے رہیں *

۱۰ والتبلی عن اموالکم و انفسکم و لیس من الذین اوتوا کتاب
من قبلکم و من الذین اوتوا انی نعیرا و ان تصبروا و تنقروا فای ذلک
من عزم الامر — (ح)

[پالی ایڈٹ]

۲۲ فلا تجد فیما اوحی الی مہرماعی عامہ یطامہ الا ان یکر
میثقہ دما مسقوفا او لہم خانہ رجس او نسا اهل بغير الله
فمن اشدوا غیر باغ ولا عام فان ربک غفور الرحیم — [انعام]
اور نیز سورہ مائدہ کی ۳ آیت *

(۲۲ حکم یہی ہے انجیل میں ہی دیکھو اعمال انصاریوں کے فرق
اتنا ہی کہ حال کے نسخوں میں بمقابلہ لہم خانہ رجس (زنا) ہی مگر
قیاس اس کا مقتضی ہے کہ اصل عبارت انجیل میں کوثرنیاس [لہم
خانہ رجس] جس کی صورت حال کے نسخوں میں پورنیاس [زنا]
ہوگئی ہے کیونکہ اس وقت حواریوں میں یہود کی رسمی شریعت کی
بھٹ تھی نہ تہ اخلاقی احکام کی پس زنا کو غور اور کلا کورنہ جانور
اور بیوس کی قربانی سے کہا مناسب تھی اس کا ذکر تو خارج از مہل
صہ کا اجماع ہی کسی نے اس میں خلاف نہیں کیا مگر شیعوں نے
اور ہمارا اور سب مسلمانوں کا یہی مذہب ہی کہ اُن کے ذہنیہ مباح
ہیں خراہ رہ خدا کا نام لیں یا نہ لیں — اور کچھ لوگوں نے کہا ہے
کہ جبھی حلال ہوگا جب کہ خدا کا نام لیں اور جب مسیح کے نام پر
یا اُن کی کلیتہ پر ذبح کریں تو حلال نہیں — اور اسی بات کو سب
علماء نے کہا ہے *

البتہ امامیہ مذہب رائے اس مسئلہ میں متفق نہیں مگر بعض
متقدم اور رئیس امام مگر شیخ مفید و ابن جنید و ابن عقیل
انہ اس میں خلاف متقول ہے — اور بعضی روایتیں اس کے جواز
میں ہیں چنانچہ مصدقہ جمیل و محمد بن حمران میں ہی
انہما سالا اہا عداۃ علیہ السلام عن ذایم الیہود و انصار و امیہوس
نقال کل و قال بعضهم انہم لا یسمون نقل ان حضر تمواہم تلمیہوس
فلا تاملوا و انما غاب فک — اور روایت عداۃ الملک قال قلت لابی عداۃ اللہ
علیہ السلام ما تقول فی ذایم انصار قال علیہ السلام لا یاس ہا قلت
انہم یدکرون علیہ السلام فقال انما ارادوا بالیسو اللہ — یعنی راوی نے
ایہا عداۃ سے پوچھا کہ یہود و نصاری و مسیحوں کا ذہنیہ کھاجانا
چاہیئے تو حضرت نے فرمایا کہ یہاں وہ راوی نے عرض کیا کہ وہ خدا کا
نام نہیں لیتے تو فرمایا کہ اگر تمہارے سامنے خدا کا نام نہ لیں تو
نہ کھاؤ اور اگر غیبیہ میں ذبح کریں تو کھاؤ — اور عداۃ الملک کی
روایت میں ہی کہ ہم نے اہا عداۃ علیہ السلام سے پوچھا کہ اب یہود
و نصاری کے ذہنوں کی شہادت کیا فرماتے ہیں تو ارشاد کیا کہ کھاؤ
تب میں نے عرض کیا کہ وہ لوگ مسیح کا نام لیتے ہیں تو انہوں نے
فرمایا کہ مسیح سے بھی اُن کی مراد خدا ہی ہے — اور زکریا بن
قہوہم سے روایت ہے قال دخلت علی اہی عداۃ علیہ السلام فقلت
انی رجل من اهل الکتاب و انی اسلمت و بقی اہلی ظلم علی انصاریہ
و انما معہم فی بیت واحد لم افرقہم بعد ناکل من طعامہم فقال لی
ایاکون لہم الخنزیر قلت لا و لکنہم یشربون الضمر فقال لی کل معہم
و اشرب — انتہی

بمقام علیکدہ — مصلح علیکدہ انسجیہوت مہی چھپا اور حافظ

محمد عداۃ الزق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۳]

یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم الله الرحمن الرحيم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کوئی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لئے بھیجتا ہو یا زر قہمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترغیب کے منایں فرماتا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے غرضیکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جارہے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوئے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اراہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جارہیں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف مبالغ

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خوراء بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آکر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا ہر بار یا تین بار جیسا کہ مختلفہ مضامین ہوگا چھپا کر یا اخباروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ ہاق فہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ بجا آگاہہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

(تتمہ مضمون نمبر ۱۷۶)

BENEFICIAL EFFECTS OF ISLAM.

اسلام کے وعظ اور اصلاح کی تاثیر

” اسلام جس طرح کہ اخلاقی اور روحانی نیکیاں تعلیم
 ” کرتا ہے — نہیں نہیں جسمانی سے کہ اخلاقی اور روحانی
 ” نیکیوں کو دل میں بٹھا دیتا ہے اس طرح تمدن اور حسن
 ” معاشرت کی جو نیکیاں ہیں اُنکو بھی اپنے پیروں کے
 ” پرتاز میں ایسا ملا دیتا ہے کہ سطح اُن سے الگ
 ” نہیں ہو سکتیں اور بطور نظریاتی عادتوں کے دکھلائی دیتی
 ” ہیں اور طبعیاتی ثانی ہونے سے بھی بڑھکر اصلی طبعیاتی
 ” ہو جاتی ہیں !“

سید احمد

(چوتھے تہذیب الاخلاق جلد ۲ نمبر ۱۰)

۳۳ یہاں تک جو احکام بیان ہوئے اُنکی منشا انسان کی حالت
 کی اصلاح و تہذیب تھی تو اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح نے جو بڑی دقت اور مشقت اور
 کمال رافق اور شقت سے ہوئی تھی کیا کیا نتیجے پیدا کیئے اور
 اس سے کسی تعجب انگیز اور حایم الاثر تاثیریں ظہور میں آئیں
 اور کس طرح سے اُس نے قوموں اور ملکوں میں اصلاح اور عافیت
 اور خلائق کی بہبود کو از سر نو زندہ کیا اور کس طرح سے مہلک
 اور مضر رسوم کو نیست و نابود کیا اور کئی ایک اور خرابیوں کو
 جو بالکل صحت نہیں گئیں کچھ اُن کی اصلاح اور درستگی کی —
 اور ان سب کا اثر انسانوں کی ذات واحد اور جماعت اور ریاست
 پر کیسا نفع بخش اور سرمد مند ظہور میں آیا اور آتا جاتا ہے ؟

۳۴ اسلام کو شروع ہونے ابھی پہلے ہی زمانہ گزرا تھا کہ

کفار مکہ کی اذیت اور تکلیف دہی سے

Appeal of an early
 Moslem to the bene-
 ficial effects of Is-
 lam.

[نباشی] کے دربار میں حضرت جعفر نے

جو تقریر دلپذیر فرمائی وہ ایم جاہلیت اور ایتام زمانہ اسلام کا
 حال خوب آئینہ کر دیتی ہے مکہ سے جو لوگ ان مسلمانوں کو
 پکڑ لانے کے لیئے نکلے تھے اُن کے مقابلہ میں حضرت جعفر کی تقریر
 یوں ہوئی —

” ہم لوگ جاہل اور بہت دوستی اور بد کاری میں زندگی بسر کرتے
 تھے — اور آؤ کمزور ہو ظلم کرتا تھا — ہماری چھوٹ کے عادی
 تھے اور خدمات مہمان نوازی کی رعایت نہیں کرتے تھے — تب ایک

نبی قائم ہوا جس کو ہم لوگوں سے جائزہ تھے اور جس کے حسن
 اخلاق ہیانت اور طریق عمل سے ہم لوگ خوب واقف تھے اُس نے
 ہمکو سکھایا کہ خدایہ واحد کی عبادت کریں مہد اور میثاق اور قسم کو
 پورا کریں اپنے قریب داروں کی مدد کریں شرائط مہمان نوازی کو پورا
 کریں اور جملہ ناپاک چیزوں اور نفور و غداہی سے پرہیز کریں — ہم
 اُس پر ایمان لائے اور ہمیں اُس کا ساتھ دیا ایک ہمارے ملک کے
 لوگوں نے ہمکو اذیت دی ہم پر ظلم کیا اور ہمیں ہمارا مذہب چھوڑنا
 چاہا اور اب ہم اپنے آپ کو بادشاہ کی حمایت میں لے آئے ہیں —“

یہ تقریر تو ایک انگریزی کتاب ہے لی گئی ہے مگر سیرت کی کتابوں
 میں مفصل لکھا ہوا ہے — [دیکھو سیرت شامی صفحہ ۲۱۹ و ۲۲۰
 مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۶۵ ع] — اور کتاب سیل الہدی والرشاد فی
 سیرت خیر العباد مشہور سیرت شامی میں اس طرح پڑھی —
 [ا ج ب ۱۹] ” فقال الجعفر ایہا الملک کنا قوماً اهل جاهلیۃ نعبدا الاصنام
 وناکل الهیئۃ وناثی الفواحش و نسی الجوار و ناکل القوی الضعیف
 نکذا علی ذلک حتی یبعث اللہ الیہا رسولاً منا تعرفت نبیہ و صدقہ
 و اماتتہ و عفانہ فدعا الی اللہ الوحیدہ و قدیمہ و نضلح ما کنا نعبد نحن
 و آبائنا من دینہ من العجبارۃ و الارثان و امرنا ان نعبد اللہ وحدہ لا شریک
 بہ حیثاً و امرنا بالصلاۃ و الزکاۃ و الصیام ففد علیہ امرہ الاسلام ثم قال
 و امر بصدق التحدیث و ادامہ الامانۃ و صلاۃ الوح و حسن الجوار و الکف
 عن المہارم و ادامہ و ناثی الفواحش و قتل الزور و اکل مال الیتم
 و قذف المہصنۃ و صدقاتہ و اقبمتنا علی ما جاورہ من اللہ تعالی
 فمدینا اللہ تعالی وحدہ ولا شریک بہ و حرمتنا ما حرّم اللہ علینا و احلنا
 ما حل لنا فعدا علینا قوماً فمذبذبنا و تقربنا من دیننا لیبرکنا علی
 عبادۃ الارثان من عبادۃ اللہ تعالی و ان نستحل ما کنا نستحل من الخبیثات
 فلما قهرنا و ظلمنا و ضیق علینا و حال بیئنا و بین دیننا خرجنا الی
 بلادک و اخترنا علی من سواک و رغینا فی جوارک و رجونا ان لا نظلم
 مذک یا ایہا الملک —“

۲۵ مکہ کی قیود و تاریک حالت جو قبل اسلام تھی اور پھر
 زمانہ اسلام میں اہل مکہ میں اخلاقی اور روحانی ثورات اور سرسبز
 ضیاء ایمان بالہ اور حسن اخلاق کی روشنی ایسی تعجب انگیز اور
 حیرت خیز ہے کہ ایسی تاثیر الہی اور برکت ربانی کا اقرار ہمارے
 مقابلوں کو بھی ہے — والفضل ما ہدیت بہ الامام —
 سر ولیم میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ” ایک زمانہ قائم ہوا

جس میں مکہ اور تمام جزیرہ عرب کی روحانی
 کیفیت بالکل بے ہوش ہو گئی تھی گو ایک
 غریب اور ٹاندار سا اثر پھر دیت ہوا تھا

Previous dark and
 torpid state of Mec-
 ca and Arabia.

ایک سو مرد اور عورتوں نے اپنے ایمان مزید سے انکار نہ کر کے اپنا گھر بار چھوڑ کر جب تک کہ یہاں طوفان مصیبت نہر ہورے حبش کو ہجرت کر چکے تھے — اور اب یہاں اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی اور اُن میں نبی بھی اپنے عزیز شہر کو اور مقدس کعبہ کو [جو اُن کی نظر میں تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا] چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر آئے — اور یہاں بھی اسی عجیب تاثیر نے ۲ یا ۳ برس کے عرصہ میں ان لوگوں کے واسطے ایک پرادری جو نبی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئے طیار کردی —

”اہل مدینہ کے کانوں میں یہودی حنائی باتیں عرصہ سے گوش گزار ہو چکی تھیں مگر وہ بھی آسوت تک خواب غرگش سے نہ چونکے جب تک کہ روح کو کھپکا دینے والی باتیں نبی عربی کی نہیں سنیں — تب البتہ دعتاً ایک نبی اور سرگرم زندگانی میں دم ہونے لگے “ * (ج ۲ ص ۲۶۹ — ۲۷۱)

اس تقریر کے بعد مصنف نے سورۃ نون کی چند آیتیں قصاصہ مسلمانوں کے معاصد و راصد میں ترجمہ کی ہیں اُن کو ہم جداگانہ مقام پر لکھینگے *

۳۶ اسلام کی اصلاح کی قوت تاثیر کے ثبوت میں سابقہ اول کے مسلمانوں کا حسن اخلاق اور نیک کردار اُن کے ظاہری اور باطنی انحال و احوال میں ایک تعجب انگیز لیکن معلوم کرنے والی مثال ہے کہ اس تعلیم الہی کی تاثیر سے وہ لوگ کیا تھے کیا ہو گئے تھے ہرچند کہ قرآن کا منشاء یہہ نہیں ہے

کہ اس زمانہ کے لوگوں کا تذکرہ یا تاریخ لکھے مگر نیکوئیں پر رغبت اور اور منکرات سے منع کرنا احادیث بعض مقامات پر جو اُن کے زمانہ کے مسلمانوں کی کیفیت بیان ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ نال درجہ میں اخلاق اور فصاحت کے آراستہ و مہذب تھے اور دینی اور دنیوی برکتوں سے معمور تھے اور یہی غرض تھی نبی کی مبعوث سے ”وینز کیہم و معلوم الکتاب و الحکمہ“

[۱] ۲۳ الا امصلین

۲۴ الذین ہم علی صلاتہم دائمون

۲۵ والذین فی اموالہم حق معلوم لاسایل و المعصوم

۲۶ والذین یصدقون بیوم الدین +

+ (۱) مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر قائم ہیں — اور جنکے مال میں حصہ نہر رہا ہے سب کا — اور فرماندہ کا اور جنگی انصاف کے دس کا پتوں ہے —

یا فلسفہ کا عرب پر ہوا تھا — جبکہ ایک دریاعہ قبیلوں کی سطح کا لہر اُٹھ کر پورے کھانا مگر تہ میں محض بے حس و حرکت رہتا — تمام عرب توہمات و ظلم اور بدکاریوں میں غرق تھے یہہ عام رسم تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیویوں کو جو اور جائداد کی مانند میراث میں آتیں بیٹا لیتا — اُن کے غرور اور انلاں سے رسم سختی بھی اُنہیں جاری ہو گئی تھی جیسے ہندوؤں میں — اُن کا مذہب حد کے درجہ کی ہٹ پرستی تھا اور اُن کا ایمان ایک مسیب الاسیاب مالک علی الاطلاق پر بٹ تھا بلکہ غیر موثر ارواح کے توہم بادل کی سی ہیٹھ کا اُن کا ایمان تھا انہیں کی رضامندی مانتے تھے اور اُنہیں کے ٹاراضی سے احتراز کرتے تھے قیاساً اور جزاً و سزا جو فعل یا ترک کا باعث ہو اُن کی اُنہیں خبر ہی نہ تھی —

”ہجرت سے ۱۳ برس پیشتر تو مکہ اس طرح سے ایسی ذلیل حالہ میں بیچاں پڑا ہوا تھا — مگر اس تیرہ برسوں نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا سیکڑوں آدمیوں کی جماعت نے ہٹ پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہو گئے — اُسی قادر مطلق سے پندرت و بعدت دعا مانگتے اسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے اور حسانت و خیرات پورہیز گاری اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے — اب اُنہیں شب و روز اُسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال اور یہہ کہ وہی رزاق ہماری ادنیٰ حوائج کا خیر گیرا ہے — ہر ایک قدرتی یا طبعی کیفیت میں ہر ایک امور متعلقات زندگانی میں اور اُن کی خاوت اور جارت کے ہر ایک حادثہ یا تغیرات میں وہ اُسی نے ید قدرت کو دیکھتے تھے — اور اُن پر ہلا وہ لوگ اس نئی روحانی حالہ کو جس میں وہ خد ہصال اور جہد کھان رکھتے تھے خدا کے فضل خاص و کرم اختصاص کی علامت سمجھتے تھے اور اپنے کانز اہل بھر کے کفر کو خدا کی تقدیر کیٹھ ہوئے خدائے کی نشانی جانتے تھے محمد [صام] کو وہ اپنا حیات تازہ بخشہ والا سمجھتے تھے جو کہ انکی ساری امیدوں کے واسطے ماخذ تھے اور انہیں کی مناسبت اور کامل اطاعت کرتے تھے “ —

”ایسے تھوڑے ہی زمانہ میں مکہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بے لحاظ قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے ہر پے مخالف و مخالف تھے — مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل اور شکیبائی سے برداشت کیا اور گو ایسا کرنا اُن کی ایک مصلحت تھی مگر تو یہی ایسی جانی ہمتی کی پردہ بازی سے وہ لوگ تدریج کے مستحق ہیں —

اسلام کی دنیوی برکتیں

اسلام کی دنیوی برکتیں

۶۸ والذین لایذنبون مع اللہ الآخر ولایقتلون النفس
التي حرم اللہ الا بالحق ولایزنیون و من یفعل ذلک
یلق اثاما
۶۹ (یضاعف اعداؤہم یوم القیامۃ و یضلذلیہ مہانا
۷۰ الامن تاب و آمن و عمل عملا صالحا فاولیک یدخل
اللہ سیاتہم حسبات و کان اللہ غفور الرحیم
۷۱ ومن تاب و عمل صالحا فانتہ یتوب الی اللہ متابا)
۷۲ والذین لایشہدون الزور و اذا مروا بالظور مروا کراما
۷۳ والذین اذا ذکرہم بآیاتہم ربہم لم یضربوا علیہا صما
ومعانا
۷۴ والذین یقرؤون ربنا ہنبلا من ازواجنا وفورنا
قوة امین واجملنا للمتقین اماما
۷۵ اولئک یمجزون الخیرۃ بما صبروا و یلقون فیہا نصیبا
و سلاما — [فرقان]

۲۷ والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون
۲۸ [ان عذاب ربہم غیر مامون]
۲۹ والذین ہم لغفرہم حافظون
۳۰ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہن فانہم غیر ملو مین
۳۱ فون الیقین و زاد ذلک فانلک ہم العادون
۳۲ والذین ہم لاسا فانہم و مہد ہم راعون
۳۳ والذین ہم یشتہادون قائمون
۳۴ والذین ہم علی صلاتہم ینظون
۳۵ اولئک ہم فی جذات مکرمون — (صارج)
[ب] ۶۳ و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا و اذا
خاطبہم الیہا ہاون قالوا سلاما
۶۴ و الذین یمشون لربہم سجدا و تیماما
۶۵ والذین یقرؤون ربنا اصرف عنا عذاب جہنم ان عذابہا
کان فراما
۶۶ انہا صامت مستقرہ مقام
۶۷ والذین اذا افقروا لم یسئروا و لم یقتروا و کان بین
ذلک قواما

۶۸ اور وہ جو نہیں پکارتے اللہ کے سوا کسی حاکم کو اور
نہیں مہون کرتے جان کاجو منع کیا اللہ نے مگر جہاں چاہے اور بدکاری
نہیں کرتے اور جو کوئی کرے بے کام وہ بے گناہ ہے
۶۹ دوتا ہو اُس کو عذاب دن قیامت کے اور پڑا رہی
اُس میں غرار ہو کر
۷۰ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام
ٹیک سہاں کو بدل دیکھا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیوں اور ہی
اللہ بخشنے والا مہربان
۷۱ اور جو کوئی توبہ کرے اور کرے کام ٹیک سہاں
تو دایا ہی اُس کی طرف تھرا نا
۷۲ اور وہ جو شامل نہیں ہوتے جہنم کے کام میں اور جہاں
ہو نکالیں کھیل کی باتوں پر تو نکل جاوے بڑی رکھ کر
۷۳ اور وہ جہاں اُس کو سمجھے اُن کی رب کی باتیں نہ ہو
پڑیں ان پر پڑے اندھے
۷۴ اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہم کو ہمارے
مورتوں کی طرف سے اور ارادہ کی طرف سے آنکھ کی تھنڈی
اور کو گھمکو پڑھو گاؤں کے آگے
۷۵ اُن کو پہلا ملینا کرتوں کے جہنم کے اس پر کہ تہرے
رہے اور لیتے آویں گے اُن کو وہاں دما اور ظلم کہتے
(فرقان)

اور جو اپنے رب کے ڈرتے ہیں (بیشک ان کے رب کے
عذاب سے بے خوف نہ ہو جانا چاہیئے) — اور جو لوگ اپنی نفسانی
خراشوں کو قابو میں رکھتے ہیں (مگر اپنی بیہوشی پر یا حوسوں
جو ملک نکاح میں آ چکیں) اور جہاں سے کہ اُن کو مہضعات سے
نکاح کا مقدور نہیں) اور جو ان سے بڑے جاوے تو وہی ہی حد سے
بڑھنے والے — اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنا قول پورا کرتے ہیں
اور جو اپنی گواہی پر قائم ہیں — اور جو اپنی نماز سے خبردار
ہیں وہی لوگ جنت میں ہیں مرس ہے —
[ب] ۶۳ اور بندے رحمان کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین
پر دیے پاؤں اور جب بات کرتے ہیں اُن سے بے سمجھ لوگ تو کہیں
صاحب سلامت *
۶۴ اور وہ رات کا پتے ہیں اپنے رب کے آگے سجدے میں
یا کہنے
۶۵ اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہٹا ہم سے دوزخ کا
عذاب بیشک اُس کا عذاب بڑی چٹھی ہی
۶۶ وہ بڑی جگہ ہی تھراؤ کی اور بڑی جگہ رہنے کی
۶۷ اور وہ کہ جب خرچ کرنے لگیں تہ ازادیں اور تہ
تنگی کریں اور ہی اُس کے بیچ ایک سیدھی گھراں

- ۹ و یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیمًا و اسیرًا
۱۰ انما تطعمون لوجہ اللہ لاترید منکم جزاء و لا شکورًا
۱۱ - اناتخاف من ربنا یوماً مبہوساً قہراً (سورہ)
(د) نکتم غیراً مما اخرجکم للناس تاءمرون بالمرکوف و تنہون عن
المنکر و ترثون مہون باللہ — (ال عمران ۱۲ ع)
۳۷ یہہ کیفیت تو انسان کے ذاتی اعمال اور خصال کی اصلاح اور
تہذیب کی تھی اب دیکھنا چاہیئے کہ
Its beneficial
effects on the poli-
tical state of the
world.
تہذیب قوم پر اسلام نے کیا اثر کیا یعنی
تمدن کی حیثیت سے کونسی بڑی برکت
اور خیر کثیر ظاہر ہوئی *

اسلام کے قبل تمام قوم عرب باہم ٹوٹ پھوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے
تھے مگر اسلام نے انکو ایک رشتہ برادری میں منسلک کر کے سب کو
بھائی بنادیا — انکی عداوت و مہد بد الفت ہو گئی اور وہ باہم کے
شب و روز کے کشید و غیوں ایک لطف مسدود ہو گئے اور صلح اور آمان
اور اتفاق قومی ہر قوم اور قبیلہ میں پایا گیا *

لاتفرقوا را ذکرنا تمم اللہ علیکم ان کلتہم امداد خائف بین قلوبکم
فاصبھتم بنعمتہ اغرا — + (ال عمران ۱۱ ع)

ایسا تصرف انسان کے دلوں پر ایک عجیب الشان تصرف ہی اور
پے ٹھیر مثال ہی جسکے حاصل کرنے میں سالہا سال کی ملکی تدبیریں
اور نظام سلطنت قاصر ہو جاتے ہیں *

والف بین قلوبکم لوافقت مائی الارض جویماعا الف بین قلوبکم
ولکن اللہ الف بینہم + — (انفال ۸ ع)

۹ اور کہلاتے ہیں کھانا اُس کی معیت پر محتاج کر اور
پے باپ کے لڑکے اور یتیمی کو

۱۰ ہم جو تمکو کہلاتے ہیں نرا اللہ کا منہ چاہیئے کو
نہ تم سے ہم چاہیں بدلا نہ چاہیں شکر گذاری

۱۱ ہم کرتے ہیں اپنے رب سے ایک دن اوداس کی سہتی
سے — [دھر]

(و) تم ہو بہتر سب لوگوں سے جو پیدا ہوئے ہیں حکم
کرتے ہو اچھی بات کا اور منع کرتے ہو بری بات سے
اور ایمان لائے ہو اللہ پر — [ال عمران ۱۲ ع]

+ اور پھر اتنا اور یاد کر احسان اللہ کا اپنے اور جب تم
تم آپس میں دھوکہ پھو الف دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اُس
کے فضل سے بھائی — [ال عمران ۱۲ ع]

+ اور ان کے دل میں الفت قالی اگر تو خرچ کرتا جو سارے
ملک میں ہی تمام نہ الف دے سکتا اُن کے دل میں لیکن اللہ نے
الفت قالی اُن میں — [انفال ۸ ع]

- (ج) ۱ قدا ناع المؤمنون +
۲ الذین ہم فی صلا تہم خاشعون
۳ والذین ہم من اللغو معروضون
۴ والذین ہم للزکوٰۃ فاعلون
۵ والذین ہم لنفوسہم حافظون
۶ الا علی اراہمہم اور ما ملک ایما تہم فانہم فیہ مارہون
۷ ذن ابتغی درام ذلک فارئکم ہم العادون
۸ والذین ہم لامانائہم و مہد ہم راعون
۹ والذین ہم علی صلوٰۃ تہم یحافظون
۱۰ اولکم ہم الراثرین

۱۱ الذین یزفون الفودوس ہم فیہا خالسون (مومنون)

(د) ۲۰ الذین یزفون ہمہد اللہ و لایفقدون المعثاق
۲۱ و الذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یصل و یخشون ربہم
و یحافظون سورہ الحساب

۲۲ و الذین صبروا ابتغوا وجہ ربہم و اقاموا الصلوة و انفقوا
مما رزقنا ہم سرراً علانیۃ و یدرون بالصمتۃ السہیۃ
اولکم ہم عقبی الدار — [وعد]

(ہ) ۸ یزفون بالغفر و یحافظون یوماً کان سورہ مستطیرا

[ج] + نلاح پائی ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں نوے ہیں اور
جو نیک باتوں سے بچتے ہیں اور جو زنا نہ کرتے ہیں اور جو اپنی
خواہشوں سے روکتے ہیں مگر اپنی مردتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال پر
سہ ان پر الزام نہیں پڑ جو کوئی قہر نہ لے اس کے سرا وہی ہیں حد
سے بڑھنے والے اور جو اپنی امانتوں اور اقرار سے خیردار ہیں اور جو
اپنی نماز سے خیردار ہیں وہی ہیں میراث لینے والے جو میراث
پارینکے باغ ٹھنڈی چھائوں کے وہ اسمیں سدا رہیں گے [مومنون]

(د) ۲۰ اور وہ جو پورا کرتے ہیں اقرار اللہ کا اور نہیں
تورے اقرار

۲۱ اور وہ کہ جوڑتے ہیں جو اللہ نے نورایا جوڑنا اور کرتے
ہیں اپنے رب سے اور اللہ سے رکھتے ہیں جوے حساب کا

۲۱ اور وہ جو ثابت رکھتے چاہتے توجہ اپنے رب کی اور
کھڑی رکھتی نماز اور خرچ کیا ہمارے دین میں سے

کہلے اور چاہے — کرتے ہیں برائی کے مقابل بھائی
ان لوگوں کو ہی پچھلا گھر

(ہ) ۸ ہودی کرتے ہیں منک اور کرتے ہیں اُس سے کہ اُس
کی برائی بھول پڑیگی

تھے — حضرت موسیٰ کو کچھ بھی تکلف نہیں کرنا پڑا اور اس قوم نے دینی آرزو اور اخلاص سے اُنکو اپنا سردار اور نجات دہندہ قبول کر لیا۔ کیونکہ وہ تو مضار اور بے بس تھے اور قربتے کو تنگ کا سہارا بہت ہوتا ہی اور بالاپہنچہ وہ لوگ رعائے پاکر حاکمیت و مفاد پرستی اصل فرض تیزی باری اور قوجید الہی کے کٹی ہار خلاف ظہور میں آیا پرخلاف مرب کی قوم کے — ان میں حد کے مرتبہ کا تفرق اور میثاق تھی اور جناب پیشمرہ صلح اس کے جملہ دین و آئین کر گمراہی قرار دیتے تھے ان کے خداؤں اور پتروں کو ہیکار و معصیت بتلاتے تھے اور وہاں کے کسی ایک قبیلہ نے بھی کلیۃً جناب پیشمرہ کو تسلیم اور قبول نہیں کیا شروع ہی سے مشرکوں کا معارضہ اور مقابلہ ہونے لگا مگر آخر کو قرآن کے احکام و نصایح کی تاثیر یہ ہوئی کہ اُنہیں لوگوں میں سے ہزاروں اور لاکھوں ایمان لائے اور اپنے عزیز بھائیوں اور پیارے بھائیوں اور دھرم بھرم کے مسعود اور شب و روز کے معبود کو ترک اور موتر کر دیا اور وہ قومی تفرق اور طبعی بغض و عناد سب جامعیت واحدہ اور قومی اتحاد اور اخوت سے بدل گیا *

۳۸ اور منجملہ مصالحہ نعمہ اور امور مفید عام احکام صدقات اور خیرات اور خدا کی راہ میں مال دینے اور قیروں اور محتاجوں کی نفالت کرنے کے ہیں خصوصاً صیغہ وقف جسے زمانہ جاہلیہ میں کوئی نہیں جانتا تھا اور اس امر خاص میں مسلمانوں کی فیاضی اور سخاوت تاریخ دہر اور مصفات عالم پر ثبت ہے *

اقرار دہیں صاحب ایک مشہور اور عالمی مورخ لکھتے ہیں کہ [جلد ۶ ب ۵۰] ”مسلمانوں کی نیکیاں [خیرات] جانوروں تک کے حق میں ہوتی ہیں اور قرآن میں محتاج اور مسکین کی اعانت فرمائی ہوئی ہے اور اس کو نہ معصیت قیوم یا ثواب کے طور پر بلکہ فرض اور حکم ناکیز کے طور پر واجب قرار دیا ہی شاید معصیت (صلح) ہی صرف ایسے صاحب شریعت ہیں جنہوں نے خیرات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا ہو اس کی مقدار معین جائداد کی نوعیت اور مقدار پر بدلتی ہی ملگزر نقد غلہ یا مویشی اشیاء و اہباب تجارت مگر جب تک کہ مسلمان اپنے مال کا دسواں حصہ نہ اٹھتے شریعت کی تکمیل نہ کی — درحقیقت فیاضی بنیاد ہی عدالت کی اور جن لوگوں کی اعانت ہمہ گام ہی اُنکو ضرور پہنچنا ہوتا ہے — کوئی نبی عالم لاعزت اور بزخ کے معنیات و اسرار بیان کیا کرے مگر احسانیت کے احکام میں اسکو ہمارے ہی دل کے احکام بیان کرتے ہوئے ” *

اس مقام کے حافیہ پر گین صاحب لکھتے ہیں کہ مواضعی نے تعصب کے مارے رومن کیتھولکوں کی زیادہ خیرات اور صدقات کا شمار کیا

یہ کیسا کچھ اسلام کا پیش ہوا کہ جس کے نتیجہ میں عربوں کے خوں خراپے اور باہم کے جدال و قتال موتر اور معلوم ہو گئے اور ایک دوسرے سے فیاضی اور ہمدردی کرنے میں سامی اور سرگرم ہو گئے اور نہ صرف عربی زبان اور مفاہات کو روکا بلکہ کینہ کشی اور غرور کی جز کاٹی اور تمام ملک میں امن و آمان و صلح و اہتی قائم کر دی *

جس شخص کو ایام عرب پر نظر ہوگی وہ عرب سمجھتا ہوگا کہ عرب کی قومیں اور قبیلے باہم ایسے متفرق اور ایک دوسرے سے بے نیاز ہو رہے تھے کہ ان میں کوئی اُمید مذہبی اصلاح اور اتحاد قومی کی نہ تھی اور یہ وجہ بھی تھی کہ کبھی کسی غیر ملک والے یا رئیس کو ان پر تسلط اور تمکن حاصل نہیں ہوا کیونکہ جب جماعتیں ایسی متفرق ہوں کہ کوئی انکا راس و رئیس نہ ہو تو اُنکا مسخر اور مفاد کر لینا بہت دشوار ہوتا ہے *

یہ وہ بھی تو عرصہ ہے عرب کے اطراف و جوارب میں بلکہ وسط عرب میں رہتی تھی اور عیسائیوں کی کئی ریاستیں اور سلطنتیں قرب و جوار عرب میں مثل سلطنت مصر و شام و حبشہ تھیں اور نیز خاص عرب میں حرا و عمان اور یمن کی عیسائی بادشاہتیں اور نصیران میں یمنی حارت اور یمامہ میں یمنی حنیفہ اور تیرہ میں یمنی علی اور نیز یمنی تغلب یہ سب عیسائی قومیں رہتی تھیں مگر اُن سے نہ تو کچھ عرب کی حالت تمدن میں اصلاح نہ اُنکے اخلاق میں کچھ اثر نہ اُنکے اوضاع و اطوار میں شایستگی نہ اُنکے رسم و رواج میں تغیر واقع ہو سکا — اور مذہب میں تو سب برابر ہی سے تھے *

خوب قرآن اور اعراب کی جامعیت اور صمیمیت کی کینہ کشی اور مدارت کی رسم کو اور پھر دیکھو اسلام کی صلح اور عفو کے احکام کو اور اس کے نتیجہ میں ملاحظہ کو عرب کی مذہبی اصلاح رسوم کی تہذیب اور موافقت عام ملکی اتحاد اور قومی یکائیت گرہا از سر نو ایک طبقہ جدید پیدا ہو گیا وہ خلقت ہی بدل گئی وہ جبلت ہی جاتی رہی *

اگر حضرت موسیٰ کے انتظام سیاست میں تھوڑا سا بھی غرور کر دے تو یہاں فرق پڑے — حضرت موسیٰ ایک ایسی قوم اور جماعت پر گئے جو باہم متحد تھے اور اس پر وہ کہ ایک جابر بادشاہ کی غلامی میں گرفتار اور کسی ادنیٰ سے مہرک یا چھڑانے والے کے وفات انتظار

Islam united the hostile tribes of Arabia in a brotherly union.

ہی جو عطا اس کے کہ ارشادات الہی اور احکام ربانی کا مصدر ہی مآرم حکمۃ عقلیہ اور حکمت الہیہ کا بھی معدن ہی — بعد اس زمانہ نزل وحی اور انتشار علوم الہیہ کے مسامح کئی ایک جلیل القدر اور عظیم الشان عالم کے موجد اور ماخذ ہوئے اور علوم متعارفہ کو بہت کچھ تہذیب و اصلاح کر کے دور دور کے ملکوں میں پھیلایا اور کئی ایک ملک کے مالک مسلمانوں کی بدولت اعلیٰ علم ہو گئے اور جس زمانہ میں کہ اور سب قومیں جہالت کے تیرہ و تاریک قعر میں پڑی تھیں مسلمانوں ہی میں علم کا رواج پایا جاتا تھا *

۴۰ [۱] منقولہ علوم مشہورہ قرآن مجید نیچرل فلاسفی اور نیچرل تہذیب الوجدی — نیچرل فلاسفی جس سے مواد علم مناظر قدرت و مظاهر فطرت ہی اس سے قرآن مجید مالا مال ہی اس میں حقایق موجودات اور معائنات کائنات کا بیدار ثبوت سے پایا جاتا ہی اور یہ وہ ان سے رجوع واجب تعالیٰ اور اس کے علم و قدرت پر استدلال ہو چکا ہوتا گیا ہی *

۱ + انا صبیحا الامام صبا — ثم هفقا الارض هقا فانبتنا فيها حيا و منيا و قضيا — و زیتونا و نخلنا — و حدائق غلبا — و فانیة و ابا — [موس]
۲ انا یطرون الی الابل کیف خلقت — والی الہام کیف رخصت — والی البیول کیف نصبت — والی الارض کیف سطحت (غاشیہ)
۳ انا نعمل الانبیاء صفا — و الجمال الی الہام — و جعلنا القہار معاشا — و بنینا قوتکم سماعا شدادا — و جعلنا سراجا و اجالا — و انزلنا من الہمصرات ماء ثجاجا — لنخرج به حیا و نباتا — و جنات الفنا — [ثہا]

۱ + ہمنے کالا پانی اُڑھ کر — اور پھر چیرا زمیں کو — پھر اُٹایا اُس میں اناج اُتھر اور توکاری اور زیتون اور نہجوریں — اور گھنے باغ اور میرہ اور درب —
۲ کیا نہیں نکاح کرتے ادرتوں پر کیسے بنائے ہیں اور آسمان پر کیسا بلند کیا ہی اور پھاڑوں پر کیسے کھڑے کیئے ہیں اور زمین پر کیسی صاف بچھائی ہی —

۳ کیا ہمنے نہیں بھائی زمیں بچھونا اور پہاڑ سیخیں اور تمکو بنایا جوڑی جوڑی اور بنائی ٹینڈ تمھاری دفع ماندگی اور بھائی راس اور ہنا اور بنایا دن روزگار کو اور چنی مہلہ اور سات چٹنی مضبوط اور بنایا ایک چراغ چمکتا اور آکارا چھوٹی پدلیوں سے پلہ کا ریلہ کہ نکالیں اُس سے اناج اور سبزہ اور باغ پھول ہیں اپنے ہوئے

ہی کہ ۱۵ ہزار شفاخانے ہزاروں بیماروں اور زائوروں کے لئے بنے ہوئے ہیں اور ۲۵ سر سورتوں کو ہر سال جہیز ملتا ہی ۵۶ مدرسے خیراتی بنے ہوئے ہیں اور ۱۲۰ جلسے براہران ایمانی کے اپنے پھاٹوں کی امانت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ — اور لندن کی فیاضی تو اس سے بھی بڑھ کر ہی — ہر مچھہ انڈیچہ ہی کہ بہت کچھ اس میں سے لوگوں کی انسانیت کی طرف منسوب ہو سکتا نہ یہ کہ مذہب کی حیثیت سے جو — انتہی *

(۱) ”سورۃ بقرہ میں ہی ” ان تبدوا الصدقات فنعما ہی و ان یقبوا و ان یقرؤوا القرآن فہو خیر لکم “ (۲) ”الذین یتقون اسوالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا مقلدا لانی لہم اجرہم مضربہم ولا خوف علیہم ولا هم یحزنون“ — قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعہا الذی اللہ غنی حلیم [۲ ح] (۳) ”والذین تبوء الدار والایمان من قبلہم یتبعون من ہاجر الیہم ولا یتبعون فی صدورہم حاجۃ مما ارتوا و یؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصة “ (حشر ۹)

ابراہیم رئیس کے مسجد العلوم میں ایک جگہ لکھا ہی کہ خیرات دینے میں انکار اور اس کے تخریب دینے میں مسلمانوں کے مذہب سے زیادہ سرگرم کوئی مذہب نہیں ہی — قرآن نے قبول دعا کے واسطہ خیرات کرنے کو واجب قرار دیا ہی اور خلیفہ عہد بن عبدالعزیز کو کرتے تھے کہ ’ نماز ہرکے آدھے رستہ تک پھرنی پڑتی ہی اور روزہ ہرکے عرصہ الہی کے دروازے تک لیجاتے ہیں ’ اور خیرات سے ہرکے خدا کے گھر تک بار ملتا ہی — خیرات کو اہل اسلام بہت ہی ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور بہت سے مسلمان خیرات دینے کی شہرت میں قرب الہی ملے ہیں — بالتخصیص حضرت حسن بن علی جو کہ محمد [صلم] کے نواسے تھے روایت ہی کہ انھوں نے اپنی حیات میں ۳ مرتبہ اپنا مال مسکینوں کو نصف نصف بانٹ دیا اور دو مرتبہ تو سب جو کچھ تھا دے دیا — اور عوام مسلمان نیکیاں کرنے کے ایسے عادی ہو گئے ہیں کہ حیوانات تک سے وہ ٹپکی کرتے ہیں *

[دیکھو سائیکلو پیڈیا رئیس لفظ آموز]

قرآن کے معدنی حکمت اور مسلمانوں کے مصدر

علوم ہونے کا ذکر

LITERARY BENEFITS OF ISLAM.

۴۹ ” زمانہ جاہلیہ میں تمام عرب میں کسی عام کی کوئی کتاب نہ تھی اور بچے علم انساب اور شعر کوئی کے اور کوئی تعلیم نہ تھی پس پہلی کتاب مستطاب جو عرب میں مدر ہوئی وہ قرآن مجید

۸ ان فی خلق السموات والارض لآیات للذین - و فی ہماکرم ما یبک من ذابۃ آیات لقوم یرقون - و اختلاف اللیل والنہار وما انزل اللہ من السماء من رزق فأحیاء بالارض بعد موتہا و تصریف الریاح آیات لقوم یعقلون - † [جائیدہ]

۹ ذابۃ لہم اللیل تساع منہ انہار فاذاہم مظاہر من - والشمس تجری لمستقرہا ذلک تقدیر المیزان العلیم - والقمر قدوکا منازل حتی مادنا لوجہ القدر - لا الشمس یغیبہا ان تدبر القدر واللیل سابق النہار - و کل فی فلک یدہبون - [یس]

۱۰ الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فأخرجناہ ذوات مختلفا الوانہا و من الجبال جدد بیض وحمراء مختلفا الوانہا و فیہا سود و من الناس الذراب والانعام مختلفا لوانہ - [فاعرف]

۱۱ خلق السموات بغير عمد ترونها والقی فی الارض رواسی ان تمیدیکم ربک فیہا من کل ذابۃ و انزلنا من السماء ماء فأنبتنا فیہا من کل زوج کریم - [لقمان]

† ۸ بیشک اسمانی میں اور زمین میں بہت بہت پتے ہیں مائیں والوں کو اور تمہارے بنائے میں اور آئیں جائزوں کے پھیلنے میں پتے ہیں لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اور بدلتے ہیں رات دن کے اور وہ جو اتاری اللہ نے آسمان سے روزی پھر جلائی اس سے زمین کو مرگئے پھوٹے اور بدلتے ہیں ہواؤں کے پتے ہیں ان لوگوں کو جو پوچھتے ہیں -

۹ اور ایک نشانی ہی انکے رات ادھیڑ لیتے ہیں ہم اس سے دن پھر رہتے ہیں اندھیرے میں اور سورج چلا جاتا ہی اپنی توری راہ پر پھر سادھا ہی اس زبردست باوجود کو اور چاند کو ہمنے ہانک دی ہیں منزلیں کہ پھر آئے جیسے ٹہنی ٹہنی ٹہنی ٹہنی سورج کو پھونچے کہ پکڑے چاند کو اور نہ رات آئے بڑھے دن سے اور ہو کر ٹہنی ایک ایک گھیرے میں تیرتے ہیں -

۱۰ تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے سیورے طرح طرح کے آنکے رنگ اور پھاڑوں میں گھاتیوں میں سفید اور سبز طرح طرح کے آنکے رنگ اور کالہ پھونگ اور آدمیوں میں کیڑوں میں چربایوں میں ٹہنی رنگ کے ہیں -

۱۱ بنائے آسمان پے ٹہنی اُسے دیکھتے ہیں اور قالے زمین پر پوچھتے کہ تمکو لیٹر جھک نہ پڑے اور پکھیرے اُس میں سب طرح کے جانور اور اتارا آسمان سے پانی پھر اُگلے زمین میں ہو قسم کے جوڑے خاتمے -

۳ والارض رفعہا للثام - فیہا فاکتہ والنخل ذات الاکام والحب ذوالعصف والربیعان *** درج البھریں یلتقیان - بیٹھنا ہورخ لا یغیبان † [رحمان]

۵ انہم ینظروا الی السماء فرقہم کیف ینبتاھا و زعنھا وما لہا من نورج - والارض مددناھا والقناھا فیہا رواسی

واقیئنا فیہا من کل زوج یہیج - تبصرۃ وذکرى لکل مہد منیب ونزلنا من السماء ماء مبارکا فانبتنا فیہ جنات وحب العصفید - والنخل باسقات لہا طلع نصید - رزقا للامیاد و احیواناہ بیلدۃ میثا - (ق)

۶ والذی خلق الزراج کما و جعل لکم من الفلک والاعنام ما تروکون لتستوا علی ظہورہ ثم تفرقوا فمعدۃ ربکم اذا استویتم علیہ وتقولوا سبحان الذی سخرنا هذا و ما کنا لہ مقربون - وانا الی ربنا امنقلبون - [زحرف]

۷ ومن آیاتہ الجوار فی البھر کالاعلام ان یشاء یسکن الریح فیظلل روادک علی ظہورہ - ان فی ذلک لآیات لکل صابر شکور - [شوری]

۳ † اور زمین کو دکھا واسطے خالق کے اس میں میری ہی اور کھجوریں جس کے میری پر خلاف ہیں اور اناج جس کے ساتھ ہیں ہی اور پھل خوشبو کے **** چلنے دو دریا جو آہستہ میں ملکر چلتے ہیں آنکے بیچ میں ہی ایک پودے زیادتی نہیں کرتے -

۵ کیا نکاح نہیں کیا اسمان کو اپنے اور کھسا ہمنے پڑایا اسکر اور رزق دی اور اُس میں نہیں کر ٹہنی سوراخ اور زمین کو پھیلایا اور قالہ اس میں پوچھتے اور اُگائی اس میں ہو قسم کی رزق کی چیز سرچھانے کو اور یاد دلانے کو اُس بدلے کو جو رجوع رکھے اور اتارا ہمنے آسمان سے پانی بوسک کا پھر اُگلے ہمنے اس سے باغ اور اناج گھنے کھیت کا اور کھجوریں لٹہی اُن کا گاہا ہی تہ پر تہ روزی دینے کو ہندوں کے اور جلائی اس سے ہمنے دیس مردہ -

۶ جس نے بنائے سب چیز کے جوڑے اور بنادیتے تمکو چربائے اور کشتی جس پر سوار ہوتے تو جڑے پیٹھو اسکی پیٹھ پر پھر یاد کو اور اپنے رب کا احساس جب بیٹھو چکر اُچھو اور کھڑ پانڈاں ہی رہ جس نے بس میں دیا ہمارے ہمنے اور ہم نے تھے اسکے مقابل ہرنے والی اور ہمکر اپنے رب کی طرف پھر جانا ہی -

۷ اور ایک اسکی نشانی ہی چلتے جہاز دریا میں جیسے پہاڑ اگر چاہے تھام دے ہوا پھر رہ جادیں سارے دن تھیرے اس کی پیٹھ پر مقرر اس میں پتہ ہیں ہو ٹھرنے والے کو جو حق کی بات مانتے -

۱۶ من الجبال ائنا وجعل لكم سرائیل لتقیکم الصر و سرائیل لتقیکم ہاسکم
تذاک یتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون ۱ (نکل)

۱۶ والاعنام خلقناکم فیہا فہم و صناع و صنایع و صنایع و صنایع و صنایع
فیہا جمال حین تریہون و حین تسرحون — و تصعلوا لکمال الی بلد
لم تکرثوا بالقیۃ الا یبقی الانفس ان رہکم لرؤف الرحیم — والعلیہ
والغیاث والہمیر التریہوا ہزینہ و یخلق لکم ما لاتعلمون (نکل)

۱۷ ولہ الجوار المنہات فی البہر کالاعلام (رحمان)

۱۸ ولہ اقسام بالفتس الجوار الکفس [کورس]

غرض کہ اسی طرح تمام قرآن میں فیچرل ہسٹری اور فیچرل
تہذیبی کے اصول کی متصل کیفیتیں اور مکرر اشارتیں ہیں مگر
یونانیوں کی طبعی والہی کی نہیں بلکہ حقیقی باتوں کی اور نیز دیگر
عالم حکمیہ کے اشارے خصوصاً علم جہاز کے اصول پر نثر سے
حوالہ ہوا ہی مگر جن لوگوں نے اس علم کا نام بھی نہ سنا ہو وہ
اُس کے استنباط پر کیسے قادر ہوسکتے ہیں *

۲۱ [۲] دوسرا ایک عظیم الشان علم جو خاص مسلمانوں

میں ایجاد ہوا وہ علم اسماء الرجال ہے
Mahomedan Biographies.
جس کو یونانی زبان میں بیوگرافی کہتے
ہیں — جس کثرت سے مسلمانوں نے

اس علم خاص پر توجہ کی اور جس دفعہ اور تلاش سے ہو ہر اہل علم
اور راویوں کے حالات ضبط کیے اور اُن کے مولد اور منشاء کا بیان اور
مزاج کی وقعت اور رائے کے تغیرات اور عام رویہ کے حالات کو قہرنتہ
اور بڑی بڑی معینہ کتابوں میں لکھ دیا وہ آج تک کسی قوم میں
اور کسی مذہب میں نہیں ہوا *

اور اللہ نے بنادی تمکو اپنی پناہی چیزوں کی چھائیوں اور پناہی تمکو
پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ اور بنادی تمکو کرتے جو پہاڑ ہیں
گرمی کے اور کرتے جو پہاڑ ہیں ٹھنڈی کے اسی طرح پورا کرتا ہی اپنی
احسان تمپر حاید تم احسان مانو —

۱۶ اور چھائی بنادی تمکو اُن میں جوارل ہی اور کثرت غائتہ
اور بقصوں کو کہاتے ہو اور تمکو اُس سے رونق ہی جب عام کو پھیلا
لاتے ہو اور جب چراتے ہو اُٹھا لیجالتے ہیں بوجہ تمہارے اُن مہرروں
تک کہ تم نہ پہنچتے رہاں تک مگر جان کر کے بیشک تمہارا رب بڑا
ہفتک والا مہربان ہی اور گہرے بنائے اور چھریں اور گدھے کہ اُن سے
سوار ہو اور رونق ہو اور پناہی ہی جو تم نہیں جانتے —

۱۷ اور اُس کے میں پہاڑ اُٹھے کہوے دریا میں جہاز پہاڑ

۱۸ سر قسم کہاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جائے پیچھے چلتے دیکھ
جانے والوں کی —

۱۶ اللہ الذی یسرل الریاح فتشیر صابا فیبسلہ فی السہل کیف
یجسلہ کسافتر الودق یخرج من غلاہ ناذا اصاب ہ من یسلہ
من غلاہ فذاہم یستعجبون ۱ (روم ۲۵)

۱۶ وان لکم فی الاعنام لعبرۃ لتقیکم مما فی ہارثہ من بین
المر و ہم ایما عاذا سائلا لشاربین — ومن ثمرات النضیل والاعناب
تقتطرون منہ سکرا و رزقا حسنا (نکل)

۱۶ و ارجی ربک الی النکل ان اتخذنی من الجبال بیوتا و من
الہمیر و مما یرہون — ثم نالی من کل الثمرات فاصلی سبل ربک
تخرج من بیوتنا ہراب مختلفا لرائۃ فیہ شفاء للناس (نکل)

۲۵ واللہ اخو حکم من ہارن امہاتکم لاتعلمون شیئا وجعل لکم
الاسدین الاصدار والائتدۃ لعلکم تشکرون — الم یرالی الطیر مسطرات فی
جوار السماء ما یسکون الا اللہ ان فی ذلک لایات لقوم یرتدون — واللہ
جعل لکم من یدرتکم سکنا وجعل لکم من جلد الاعنام بیوتا
تستغفونہا یوم ظنکم یرم اقامتکم و من اصرائہا و اربارہا و اشعارہا
فانما و متاما الی حین — واللہ جعل لکم مما خلق ہلالا وجعل لکم

۱۶ اللہ جو چلاتا ہی ہوائیں پھر اور ہارتا ہی پناہی پھر پھیلاتا
ہی اُس کو آسمان میں جس طرح چاہے اور رکھتا ہی اُس کو
تہ پر تہ پھر تو دیکھ مینہ نکلتا ہی اُسکے ہیچ سے پھر جب اُس کو
پھونچایا جس جگہ چاہے اپنے بندوں میں تبہی وہ لگے خوشیاں
کرتے —

۱۳ اور تمکو چھائیوں میں مہر کی جگہ ہی پلاتے ہیں ہم
تمکو اُس کے پٹ کی چیزوں میں سے گروہ اور اہل کے ہیچ میں سے
دردہ ستہرا رچتا پینے والوں کو اور میروں سے کھجور کے اور انگور کے
پناتے ہو اُس سے نشا اور رزق خاصی —

۱۳ اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی سکھی کو کہ بنائے پہاڑوں
میں گہر اور درختوں میں اور جہاں چھریاں کثرت ہیں پھر کہا
ہر لوح کے میروں سے اور جہاں راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑی ہیں
تکلیفی ہی اُن کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے کئی رنگ ہیں
جاس میں آزار چنگہ ہوتے ہیں آدمیوں کے *

۱۵ اور اللہ نے کمالا تمکو تمہاری ماں کے پیٹ سے کچھ نہ جانتے
تھے اور دیئے تمکو کان اور آنکھیں اور دل شاید تم احسان مانو کیا نہیں
دیکھتے اُڑتے جانور حکم کے باندھے آسمان کی ہوا میں کڑی نہیں
تھام رہا اُن کو اللہ کے سرا اس میں پتہ ہیں اُن لوگوں کو جو یقین
لاتے ہیں اور اللہ نے بنادی تمکو تمہارے گہر پیٹے کی جگہ اور
بنادی تمکو چھائیوں کی کھال سے تیارے جو ہلکے لگتے ہیں تمکو
جس میں سفر میں ہو اور جسدن گہر میں ہو اور اُنکی اُڑن سے اور
پہاڑوں سے اور ہالوں سے کثرت اسباب اور پرتے کی چیزیں ایک وقت تک

کتابوں میں تصنیف علامہ حلی و تقی الدین بن داؤد و شیخ مفید ثانی اور اُن کے بعد فاضل محمد استرآبادی و میر ہوش الدین علی [صاحب کتاب ایجاد المقاتل] مشہور و معروف ہیں *

اور محققین اہل سنت میں متاخرین کی مشہور کتابیں مثلاً استیعاب ابن عبدالباق اور میزبان الامتدال فی تقدیر الرجال حافظ شمس الدین ذہبی کی اور نیز کاشف اور کتاب الضمائم المتروکین اور شیخ الاسلام مہدی الدین تروی کی کتاب تہذیب الاحیاء و تقریب اور امام ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب و تقریب التہذیب و اسرار المیزان اور اصابع فی تمییز الصحابة اور علامہ سیوطی کی تدریب الراوی شرح تقریب الراوی اور آؤر کتابیں خاصی اور مستند ہیں *

۲۲ [۳] ایک اور علم جلیل الشان علم حفظ اسناد اور اصول

درایت ہی دوسری صدی ہجری سے مسلمانوں میں حدیثوں کے قلمبند کرنے اور روایتوں کو جمع کر کے لکھنے کا شوق ہوا اور بیسیوں تصنیفیں روایتوں کی جمع ہو گئیں اسلیئے ان کے تحقیق اور رازبوں کی طرح و تعدیل عرب ضبط اور تحقیق سے نہیں ہرٹے حتی کہ اہل صحاح نے اس میں بڑا ضبط اور اہتمام کیا مگر متقدمین رجال کی نظر میں ان میں بھی بہت سے رازی متکلم تھے اور معرج نہ تھے *

Preservation of traditions and their critical examination not to be found in any other nation.

البتہ جو روایتیں اصول درایت کے قائم کئے اور جسطرح روایتوں کو اصطلاحی قسموں پر تقسیم کیا اُس سے اُن کی دقت نظر باریک بینی ذہانت اور مدد تقلید خوب ثابت ہی — ابتدا میں واسطوہ زنی نے ایک مختصر تصنیف فن درایت میں لکھی پھر حاتم تھماری نے معروف بابن البیع نے معرفت حدیث میں کتاب لکھی اور پھر احمد بن عبد اللہ ابونعیم اصفہانی نے کتاب النہایۃ فی حدیث میں لکھی اور خطیب بغدادی نے جنکی شہرت اور تلقی بالقبول تمام علامہ اسلام میں طاهر ہی اس فن میں کتاب نفایۃ لکھی اور ارد کتابیں مثلاً شرف اصحاب الحدیث والسابق واللاحق والمتفق والمفترق و المختلف و تلخیص المتشابه و غنیۃ المقیسات فی تمییز المتلیس و تمییز الاستیاد وغیرہ ذلک تصنیف کیوں اور جیسیکہ اپنے زمانہ میں خطیب تمام ایشیا میں بے مثل تھے ایسے ہی انہیں کے معاصر یونستان میں [پانچویں صدی میں ہی] ابن عبدالباق صاحب کتاب الاستیعاب حافظ مصر تھے *

یہ علم محانت سلسلہ روایت کی تحقیق اور رازبوں کی تفتیش مسلمانوں ہی سے مفسرین ہی — یہود نصاریٰ میں احادیث اور روایتوں پر عمل نہ تھا اور کتاب قالمود اور مشاف وغیرہ کتب یہود

قائم اور دیگر صاحب جن کی مہارت علوم مذہبہ میں مشہور ہیں اور بڑے صاحب نظر تھے انہوں نے جب صاحبان کورٹ آف کائناتوں کی ہدایت اور کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی کے زیر اہتمام کتاب اصحابہ فی تمییز الصحابة تصنیف علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی [مات ۸۰۰] چھاپنی شروع کی تو اُس کے دیباچہ میں بڑبان انگریزی یہہ مضمون لکھا کہ ” مسلمانوں کے علوم کی مزیت علم اسماء الرجال ہی نہ تو کوئی ایسی قوم گذری اور نہ کوئی اب ہی جس نے مسلمانوں کی مانند بارہ سو برس کے عرصہ میں ہر ایک اہل علم کے حالات زندگی قلمبند کئے ہوں — اگر مسلمانوں کی کتب رجال جمع کی جارہیں تو غالباً ہر پانچ لاکھ علامہ مشاہیر کا تذکرہ مل جاوے — ان کی تاریخ میں کوئی قرن یا تالیف جگہ ایسی نہیں ہے جس کا کوئی آدمی اس تذکرہ میں نہ — “ انتہی *

فن رجال میں تحقیق و تلاش کی ترقی ابن سعد کے زمانہ میں خوب ہوئی جس کی کتاب اسماء رجال و احوال روایت کے طبعات ابن سعد کے نام سے مشہور ہے — اور محمد بن اسماعیل بخاری اور ابن ابی شیبہ نے اپنی اپنی تاریخوں میں اور ابن ابی حاتم نے کتاب الکبرج و التعدیل میں عموماً رازبوں کی بیگزرافی لکھی اور معجل اور ابن حبان اور ابن شیبہ نے ثقہ رازبوں کو الگ چھانٹا اور ابن عسقلانی اور پھر ابن حبان نے معرج اور ضعیف رازبوں کو جدا کیا — اور بعضوں نے خاص خاص کتب حدیث کے رازبوں کے طبعات اُن کے مولد اور ذہانت متعدد متعدد لکھے مثلاً ابی نصر الکلا بادی نے بخاری کے رازبوں کو اور ابی بکر منصوری نے مسلم کے رازبوں کو اور ابی الفضل بن طاهر نے دونوں بخاری اور مسلم کے رازبوں کو اکٹھا جمع کیا اور عبدالحق المقدسی نے کل صحاح ستہ کے رازبوں کو کتاب الکمال فی معرفۃ الرجال میں ضبط کیا اور پھر موی نے اس کتاب کا خلاصہ کیا جسکا نام تہذیب الکمال ہے — اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسکو خلاصہ کر کے اور اور بہت کچھ اس پر زیادہ کر کے تہذیب التہذیب نام کی کتاب لکھی *

اور نوبۃ امامیہ میں بھی اس فن کی تدریس قدیم زمانہ سے ہوئی نہایت حسن بن علی بن فضال اور عبد اللہ بن حنبلہ نے [سنہ ۲۰۰] اسماء رجال میں کتابیں لکھی اور حمید بن زید ثمالی نے [سنہ ۳۰۰] رجال کی طرح و تعدیل میں کتاب لکھی اور محمد بن عیسیٰ بن مزید بن یزید نے بھی اس فن میں کتابیں لکھی اور ایسے ہی شیخ محمد بن یعقوب کلینی اور شیخ صدوق محمد بن بابویہ لکھی اور لکھی اور قضاہی اور شیخ ابی جعفر طوسی نے کتابیں لکھی اور متاخرین کی

یونان بھرا ہوا ہے — اور بعد میں فلسفہ کو پھرہ میں بہت ترقی ہوئی — اور اسی فلسفہ کی بنا پر ان میں کئی نئی فرقے مثلاً صدیقی فریسی وغیرہ ہو گئے اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں فریسیوں میں بھی کئی نئی فرقے اور ہوجائے تھے اور اسی زمانہ میں ہلکے یہود میں حکیم اور فیلسوف اور شامی [یونانی سیاست شاید سمرقن — اوق ۲ و ۳] اور گلیل [اعمال ۱۰] شاید وہی جو استبان پوروس مقدس تھا [یہودی نامی زبودس اور صاحب مہارہب متیمہ گذرے]

جب سے فلسفہ یونان یا کالڈینیاں نے رواج پایا تھا یہودیوں نے روح کے تنازعہ اور غیر فانی اور پہلے سے پیدا ہوجانے کے مسئلہ کو تسلیم کر لیا تھا + یہودیوں فیثاغورس و اریستوٹلس بلکہ انطاطوں سے بھی مسئلہ تخاصم + و تقدم خلق اروج کے کی ایجاد ہوئی انہیں سے یہودیوں نے اور اُن سے عیسائیوں نے سیکھا اور اسی طور سے مسئلہ وجود اور کوس یعنی تلمہ اس طرح پر کہ وہ میں ذات الہی اور قدیم ہی عیسائیوں نے فلسفہ یونان سے حاصل کر کے اپنے دینی عقائد کے مسئلوں میں شامل کر لیا حتیٰ کہ حواریوں کے زمانہ میں ناز یہودی نیلسوف جسامور کہ فلاسفہ یونان کے تتبع پر اور کوس کا مسئلہ بیان کرتا تھا بعینہ اسی طور پر حضرت یوحنا حواری نے جیسا کہ مشہور ہے اپنی انجیل کے دیباچہ میں [باب اول ۱ — ۳] اے درج کیا

+ دیکھو تاریخ زریعہ الکیرا مصنفہ کیں باب ۳۷

+ تنازعہ کا مسئلہ حواریان مسیح کے اعتقاد میں بھی معلوم ہوتا ہے دیکھو انجیل یوحنا

کی عالم ارواح کا مسئلہ یعنی سب روحیں آدمیوں کے پیدا ہونے سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں مسلمانوں میں بھی آیا اس اعتقاد سے کچھ اُن کی الہیات میں خلل نہیں واقع ہوا کیونکہ اُس کا اثر ذات الہی کے متعلق مسئلوں پر کم پڑ چکا ہے مگر ہوجانا کہ عوام یا متفلسفین نے اسے قبول کیا الا متفقین اسلام اور جامع معقول و منقول علماء مکمل سید مرتضیٰ علم الدین و امام فزالی نے اس سے انکار کیا اور عوام الناس جو سرور اوقات کی [۱۷۱] ایک اور بعضی روایتوں سے جن کو اصحاب مولود یہودیت پر مبنی ہیں اس پر غلط استدلال کیا تھا اچھی طرح پر اُس کے صحیح معنی ظاہر کیئے ہیں چنانچہ سید مرتضیٰ نے کتاب دروغز میں اور امام فزالی نے کتاب النفع والتسریع [المصنوع بہ علی غیرہ] میں اُس کی تفصیل کی ہے —

|| ابتدا میں نغم تھا اور نغم خدا کے ساتھ تھا اور نغم خدا تھا وہی ابتدا سے خدا کے ساتھ تھا + ” انجیل یوحنا ” مگر یہاں دیکھ کہ تفسیر کلیمس الکسندریانس میں پہلی آیت یوں ہے * * * اور نغم خدا میں تھا * * * پس حال کی عیا سے جو تعدد قدما لازم آتا ہے جاتا رہتا ہے — اور دوسری آیت تو چند قدیم اور معتبر نسطروں میں جو مصنفین کیو پہنچے اور پہنچنے نے یوحنا کی پائی نہیں جاتی *

روایتوں کے مجامعہ میں ان میں سے مشا کی روایتیں ہر سوی صدی عیسوی میں قلمبند ہوئیں اور کالمرد ہجرت سے سو برس پیشتر لکھی گئی مگر سلسلہ استاد گویا کہ نذارہ ہی ہے چہ جائے ان میں وہ تاریکیاں اور نازک خیالیاں اور خبر کے انادہ علم کرنے یا مفید ہونے کے معقول قاعدے معلوم ہونے ہوں *

۳۴ [۲] ایک اور علم مہتم بالشان علم کلام ہی یونانیوں

میں علوم عقلیہ و حکمت کی اشاعت سے عیسوی سے پانچ یا چھ سو برس پیشتر ہو گئی تھی اس لکیر یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذهب پر یونانی فلسفہ کا

گم و بیش ضرور اثر ہوا یہودی کی دینی کتاب یعنی توراۃ میں تو اسکا کچھ اثر نہیں پایا جاتا کیونکہ اسکی تالیف یا تصنیف اس فلسفہ کی اشاعت سے ساہا سال پیشتر کی ہی البتہ مصرعوں کے علوم و فنون کا تعلق توراۃ کے احکام سے اگر کئی شوق کرے تو دریافت ہو سکتا ہے مگر یونانی فلسفہ کی اشاعت ہوجانے کے بعد یہود کے عقائد میں بھی کچھ فلسفیت آگئی تھی اور عیسائیوں نے تو ازل و اجل عقائد کو اسی طرز پر قائم کیا اور حضرت یوحنا اور پوروس نے اور پوروس نے بھی شاید عموماً یونانیوں کی زبان اور علوم کی شہرت اور رواج سے اور خصوصاً ناز یہودی سرآمد فلاسفہ و جامع معقول و منقول کی معاصرت اور کچھ مصاحبت سے بھی تعدد قدما کا مسئلہ بالتخصیص اور کوس یعنی کلمہ کی ازلیت اور واجب الوجود سے اُس کی معیت دینی ہی اعتقاد کرنے جیسی ناز یہودی نیلسوف اور یونانیوں نے کی تھی *

پھرہ میں علم حکمت و معقولات کا رواج حضرت داؤد اور سلیمان سے ہوا — حضرت سلیمان کے رسالے حکمت کے مختلف علوم کے جذب سے محفوظ نہیں [علم حیوانات میں سے بالتخصیص علم منطق الطیور کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے — یہ آیت آئے جانوروں کا علم ایک شاخ ہی فیچرل ہو سکتی ہے — اور منطق کا لفظ یونانی زبان کے لوجی کے مقابلہ میں ہی جس کے معنی ہیں علم حیوان حیوانی — اور لوجی لفظ لوجی میں اور اسی منطق الطیور اور دیگر علوم طبیعیاتی کا ذکر کتاب الاستیعاب باب ۵ ہر ق ۱۲ (تفسیر میراثی) میں ہے] مگر بعد زمانہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہودیوں نے علوم حکمیہ میں بہت کم ترقی کی — قید کے زمانہ میں انہوں نے بہت سی نئی باتیں حاصل کیں اور بعد میں فلسفہ یونان میں سے بہت کچھ حق اور باطل باتیں حاصل کیں — اور کتاب حکمت سلیمان میں فلسفہ

کے طالب علم جوق جوق آندلس کو آئے شروع ہوئے اور ریاضی اور طب عربوں سے سیکھنے لگے۔ آندلس میں ۱۲ مدرسے اور ۵ بڑے بڑے کتب خانے جن میں سے حاکم کے کتب خانے میں ۶ لاکھ کتابیں تھیں۔ جمع ہوئے۔ یہہ کیفیت ترقی عام کی جب کہ اُس زمانہ سے ملائی جارہے جو قبل زمانہ (صمدی صلم) گذرا تو ثابت ہوتا ہی کہ جیسا کہ عرب تشرحات میں سبقات کرتے تھے ایسے ہی ترقی میں عام بھی یہہ اور کثیر رفتار تھے *

”جغرافیہ تاریخ فلسفہ طب طبعمات اور ریاضی میں مسلمانوں نے بڑا ہی کام کیا۔ اور عربی الفاظ جو اب تک علوم حکمیہ میں بولے جاتے ہیں مثلاً الکھل مظلوم زینق قاص اور بہت سے ستاروں کے نام وغیرہ خُلق اس بات کی دلائل ہیں کہ یورپ کے انتساب علوم پر قدیم سے مسلمانوں کو بہت دخل و تصرف ہوا۔ مگر بعد کے زمانہ میں ان سے جغرافیہ کا علم بہت کچھ عرب کو حاصل ہوا۔ ایشیا اور افریقہ میں جغرافیہ کی بہت اشاعت ہوئی اور عام جغرافیہ میں پرانی عربی کتابیں اور سفر و سیاحت کے رسالے تصنیفات ابوالفدا ادریسی لہر افریقہ انوس ابن بطوطہ ابن فضل ابن جیبیر البرزنجی المنجم اور اوروں کی تصنیزیں اب تک مفید اور گرامی قدر ہیں۔“ *

”علم تاریخ بھی مہذب سے حاصل کیا گیا اور قدیم عربی مورخ جیس کا حال ہو کر ملتا ہی محمد الکلی ہی (جو سنہ ۸۱۶ ع میں مرگیا) مگر اسی زمانہ میں اور کئی ایک مورخ گذرے۔ اور دہریں صدی کے شروع سے تو عرب نے عام تاریخ پر بہت توجہ کی اور جن لوگوں نے تمام جہان کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا اُن میں ارک مسعودی۔ مابری۔ ہمدانی۔ اصفہانی۔ اور جریریکیرس بطریق اسکندریہ ہیں (مسعودی کی تاریخ کا نام مروج الذہب و معین البکرہوہی) ان کے بعد ابوالفتح اور حاج المائیں (جو دو عیسائی) اور ابوالفدا وغیرہ ہیں۔ نوروزی نے جزیرہ سقلیہ کی تاریخ اہم سلطنت عرب کی لکھی۔ بہت سے ارباب عربی تاریخوں کے جن میں عیسائیوں کی جنگ مقدس کا بیان ہی فوائسسی زبان میں ترجمہ ہوئے ہیں اور آندلس میں مسلمانوں کی سلطنت کے حالات ابوالقاسم قرطبی [ماہ ۱۱۳۶ ع] عینی وغیرہ نے متعدد کتابوں میں لکھے ہیں جس کسی کو اس حالات کے دریافت کرنے کا زیادہ شوق ہو تو نظر پڑے گی تصنیفات کھرمسا وان ہیر کی کتابیں پڑھو کرے۔“ *

”عرب کے فلسفہ کو جو یونانی الاصل تھا قرآن سے وہی تہذیب تھی جو اوسط زمانے کے مغربوں کو عیسائیوں کی کتب مقدسہ سے

اس سے پایا گیا کہ فلسفہ کا بہت بڑا اثر یورپوں اور علی الخصوص عیسائیوں پر ہوا مگر مسلمانوں نے فلسفہ یونان کے مقابلہ میں علم عقلم ایجاد کیا اور عمدہ عمدہ کتابیں اصول عقاید کی لکھیں اور اُس کی تردید اور تطبیق میں کوشش کی *

۳۳ مسلمانوں میں علوم کی عموماً ترقی اور حکومت اور فلسفہ Real progress of Moslems in Sciences ہوئی *

علامہ ذہبی نے سنہ ۱۲۴ ع کے بیان میں لکھا ہرج عامۃ الاسلام فی هذا العصر فی تدریس التہذیب والفلسفہ والتفسیر نصائب ابن جریر یمکۃ و مالک الموطا بامدینۃ والارزاعی بالقشام و ابن ابی عروین و حماد بن سالمہ و غیرہما بالبصرۃ و معمر بالیوم و حنین الثوری بالکوفۃ صنف ابن اسحاق الفاری و صنف ابو حنیفہ رحالہ آلفقہ والاراع۔ ثم بعد یسیر صنف شہیم و اللہ و ابن لہیشقہ ثم ابن المبارک و ابیوسف و ابن وہب و کثیرتدریس العلم و ترویجہ و درتہ کتب الموبیہ و الفقہ و التاريخ و اہام الناس [تاریخ الخلفاء سیرطی] -

جیمبرس کے سانکروپتیا میں ایک مختصر سی کیفیت اسلام میں ترقی علوم و فنون کے بیان میں لکھی گئی ہی اُس کا کچھ انتہاب یہاں نقل کیا جاتا ہی *

”سنہ ۷۳۹ ع میں خلفاء عباسیہ کے عہد میں عام ادب و فنون حکمت کا ظہور ہوا اور (مختصر) سنہ ۷۵۳ — ۷۷۵ [۷۷۵] کے اہم حکمرانی سے ہارون الرشید (۷۸۶ — ۸۰۸) تک بڑی فیاضی سے اُن کی ترویج ہوئی بہت سے ملکوں سے اہل علم طلب کیئے گئے اور بادشاہانہ سفارت سے اُن کی بہت کچھ داد و دہش کی گئی اہل یونان و شام و ایران قدیم کی عمدہ عمدہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر مشہور اور شایع ہوئیں خلیفہ ماموں نے [جس نے ۸۱۳ سے ۸۳۴ تک سلطنت کی] سلطان روم کو سارے بارہ من سونا اور ہمیشہ کی صلح اس شرط پر منظور کی کہ لہو فیلسوف کو اجازت دی جاوے کہ چند موصے کے لیئے رہے یہاں اگر ماموں کو فلسفہ و حکمت سکھلا جاوے فلسفہ حاصل کرنے کے لیئے ایسے زر خطیر صرف کرنے کی بہت کم مثال ملیگی۔ اسی ماموں کے زمانہ میں بغداد پھرہ بشارا اور کوئی میں بڑے بڑے مدرسوں کی بنا پڑی اور اسکندریہ بغداد اور قاہرہ میں عظیم الشان کتب خانے بنائے گئے۔ اسپس میں مدرسہ اعظم مقام قرطبہ کا بغداد کی علمی شہرت کی ہمدی کرتا تھا۔ اور عموماً دہریں صدی میں جہاں دیکھو وہاں مسلمان ہی علوم کے حافظ اور سکھانے والے نظر آتے تھے۔ فرائس اور اور ممالک فرنگستان

ہی [؟] — علم طب میں یہ لوگ بڑے ناسی مشہور ہوئے اھلوسر
الکندی — ابی سینا + جس نے قانون لکھا اور ایک مرصع تک اس
فن میں یہی ایک کتاب درس میں رہی — ملی بن عباس — اسحاق
بن علیمان — ابو القاسم — اور زوس + جس نے طب کی تکمیل کی
اور ملی ابن میس وغیرہم *

” ریاضی میں اہل عرب نے بڑی ترقی کی اور الجبر والمقابلہ کو
وصف دی بغداد اور قرطبہ کے مدرسوں اور رصدگاہوں میں علم ہیئت
کمال شوق سے پڑھا جاتا تھا الحسن نے علم منظر و مرايا میں تصنیف
کی اور نصیر الدین طوسی نے اصول اقلیدس کا ترجمہ کیا جبر ابن
مقارہ نے بطایوس کے علم مثلث پر شرح لکھی اور نظام بطایوس کی
کتاب مجسطی کو اہازی [؟] اور سوجیوس نے سنہ ۸۱۴ میں عربی
میں ترجمہ کیا — اور دوسری صدی ع میں الباقن نے زمین کے دائرہ
مطلوبہ کے ارتفاع پر نظر کی اور محمد بن جبر الباقنی نے رفتار
شمس کی دریافت کی — الیطراجیوس نے ثوابت کے بیان میں کتاب
لکھی اور ابو الحسن ملی نے آلات علم ہیئت میں تصنیف کی “ اتھے

۴۵ اسلام کی عالمی فیض بخشی در و دراز ملکوں میں یہی
ہوئی اور ممالک فرنگستان کے رہنم والہ بھی
Literary benefits
of Islam to most
distant provinces.
فرنگستان کے عیسائیوں کو مسلمانوں کی

وجہ سے عربی زبان اور عرب کے اخلاق و عادات کے علم سے بہت بڑا فائدہ
دینی یہ کہ نہ ہند متیق کی کتابیں جن کی زبان عبرانی مذہب سے
متروک الاستعمال ہی ہیں اس سے مقامات پر عربی کی استعانت سے صاف
صاف سمجھ میں آتی شروع ہوئیں — کیونکہ ہند متیق میں بہت سے
ایسے معادرات صرف ہوئے ہیں اور ایسے عادات کا بیان ہی جو

+ قانون فی الطب عبرانی زبان میں بھی ترجمہ ہوا — اور
لاطینی زبان کا ترجمہ سنہ ۱۵۹۵ میں چھپا اور اور لطفہ کے رسالے
لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئے سنہ ۱۴۹۰ و ۱۵۲۳ و ۱۵۶۳ ع میں شہر
وینس میں چھاپے گئے — اور قانون کا عربی متن سنہ ۱۵۹۳ ع میں
روما میں چھاپا گیا — چ غ

+ یعنی ابن رشد جن کا پورا نام ابو الولید محمد بن احمد
بن محمد ابن رشد ہی ولادت سنہ ۱۱۴۹ ع مقام قرطبہ اور وفات
۱۱۹۸ یا ۱۲۰۶ ع میں — ابن رشد کی تصنیفات سے ترجمہ حکمت
ارسطا لیس اور شرح ارسطا لیس اور طب میں کلیات مشہور ہیں اور
اکثر لاطن میں ترجمہ ہوئی اور جرمن میں اصل بھی چھپی چ غ

یعنی فلسفہ کو دنیا تک کا خادم سمجھا جاتا تھا عربوں نے ارسطا لیس
کی تصنیفات کو بہت پڑھا اور اسپین میں اس کی بڑی شہرت ہوئی
اور بالآخر تمام فرنگستان میں عربی زبان سے لاطینی میں ترجمہ کے
ذریعہ سے اس کی اہمیت ہوئی گو عرب کو خود ہی مہد مباسیہ میں
ترجمہ کے وسیلے سے حاصل ہوا تھا — منطق اور علم مابعد الطبیۃ
پر زیادہ تر ترجمہ ہوئی — اور مسلمانوں میں مشاہیر اہل فلسفہ یہ
لوگ ہوئے ہیں الکندی بصری جو نویں صدی عیسوی میں تھا الفارابی
جس نے سنہ ۹۵۳ میں اصول [؟] میں کتاب لکھی ابن سینا
[مات ۳۶۰] جس نے منطق اور علم مابعد الطبیۃ اور طب کو
جمع کیا اور علم کیمیا و تشخص امراض اور شناخت ادویات نباتی
میں بڑی ترقی کی — ابن یحییٰ جس کی تحقیق کی بڑی شہرت ہوئی —
الغزالی [مات ۱۱۱۱] جس نے کتاب تہافت الفلاسہ تصنیف کی —
ابوبکر ابن طفیل (مات ۱۱۹۰) جس نے اپنے قصہ حی ابن یقدان
[ملبوعہ پورکی مقام اسکفرۃ سنہ ۱۲۷۱] میں انسانوں کا حیرانوں
سے ظہور میں آنے کا مسئلہ بیان کیا اور اس کا شاگرد ابن رشد جو
ارسطا لیس کے مفسر ہوئے میں بڑا مشہور اور گواہی قدر تھا — ان
لوگوں کا اور ان کے مسلک کا بیان شہو کدرس اور رتو کی کتابوں
میں مفصل ملے گا *

” بہت سے ان عرب فیلسفوں میں طایب یہی تھے ان کے علم
خواص ادویہ میں مہارت کامل حاصل کرنے کو ہنپولت نے معامرات
جغرافیہ سے منسوب کیا ہی * * * * *
* * * * * علم طب اس حیثیت سے کہ وہ ایک علم ہی عرب ہی
کی ایجاد ہی جنکو نہایت قدیم اور وسیع ماخذ یعنی ہندی طایب
شروع ہی سے مل گئے تھے — معجزوں بنانے کی کیمیائی ترکیب عربوں
نے ہی ایجاد کی اور دواؤں کے مرکب کرنے اور لطفہ لکھنے کی ایجاد
بھی انہیں سے ہوئی — اور مدرسہ سلرنو کے ذریعہ سے یہ علم فرنگستان
جنوبی میں پھیل گیا [دیکھو رسالہ کوس موس مصنفہ ہنپولت جلد
۴ ص ۵۸۱ ترجمہ بھوس] دوا سازی اور قوابادیں کی وجہ سے علم
قابات اور کیمیا کی حاجت پڑی — اور تیس سو برس تک یعنی ۸
صدی ع تک نثر سے ان علوم کی تھکیل ہوتی رہی — اور
جندیسار بغداد اصحاب فیروز آباد بلخ کوئہ بصرہ اسکندریہ
قرطبہ وغیرہ میں فلسفہ اور طب کے مغربے جاری ہو گئے — اور طبابت
کے ہر ایک صیغہ میں پھر علم تشریح کے بڑی ترقی ہوئی — اس کے
استیلا کی یہ وجہ ہی کہ قرآن میں اجسام کی تشریح منع کی گئی

جن سے ایسی مسرت حاصل ہوتی ہی بہت کم ترجمہ ہوتی ہیں۔ اور فی الحال ہر کوئی ہی فضیلت ایشیا کے علوم و فنون پر حاصل ہو مگر جہاں سے ہم نے اپنے میاں موم کو حاصل کیا تھا اُس کا دروازہ کرتا ہے سرد نہرگا۔ اس نسبت میں ہر کوئی تسلیم کرتا چاہیئے کہ ایشیا کی زمیں نوٹنگستان کی پڑی بہن اور معلمہ ہی۔ اور اگرچہ وحشیوں کے ایک گروہ نے اُس کے ملک غرب و شمال سے سیلاب کی مانند پھیل کر کے اُس کی روشنی کو بجھا دیا مگر تو بھی ہم لوگ فرناطہ قوطیہ اور سیوری کی مسلمان سلطنتوں کے مامور احسان ہیں جنہوں نے پھر علم کی روشنی ظلم کی کیرنگہ یورپ نے بہت سے وہ علوم و فنون جو اب اُس نے بڑے اعلیٰ درجہ پر پہنچائے ہیں ابتدا میں وہیں سے حاصل کیئے تھے۔ ریاضی اور طب کی ایشیائی تصنیفوں سے اب شاید کچھ علم نہ حاصل ہو مگر جب کہ یونانیوں سے علم جاتا رہا تھا تو خلفاء کے عہد میں ان علوم کی ترقی کا نشان پاؤا علم کے شایق کو بے سزاقت نہ معلوم ہوگا کیونکہ یونان کی مشہور کتابیں خلفاء بغداد نے عربی میں ترجمہ کرائیں تھیں تو کچھ بعید نہیں کہ یونانیوں کی بعضی مفید کتابیں اب عربی لباس میں پائی جارہی الخ *

۲۶ یہ کیفیت ترقی کی مسلمانوں کی چند صدیوں تک رہی

مگر فقہ کی نفرت اور فقہ میں بے حد توغل ہونے سے وہ ترقی رک گئی اور زوال شروع ہو گیا۔ اور اب اس اخیر زمانہ میں جہل اور اُس کی وجہ سے کمزور اور غفلت مسلمانوں کے نصیب حال ہوئی جس طرح پورے متقدمین مسلمانوں نے

All this culture of early ages of Mohamedanism presents a strong contrast to the ignorance which now prevails among them.

حکومت قدیم اور فلسفہ یونان کی تحصیل و تحقیق میں جودت اور ذہانت دکھلائی اور اپنے اصول عقاید سے اُس کی تطبیق یا تردید کرنے میں نامروری حاصل کی اسی طرح واجب اور لازم تھا کہ متاخرین اہل اسلام بھی حکومت جدید اور فلسفہ مجددہ کو حاصل کر کے اپنی فضیلت اور اسلام کی حقیقت تمام دنیا پر ظاہر کرتے کیونکہ ان فنون علوم جدیدہ کی تحصیل بہت آسان ہے اور نیز حکومت جدید مذہب اسلام کی مؤید اور مصدق ہے اور فلسفہ ترنگ میں وہ فتنہ

اہل یورپ نہیں سمجھتے تھے مگر عرب میں اُن کا استعمال اور رواج تھا۔ مگر انہوں نے یہاں کے مسلمان باوجود شدت احتجاج زبان عربی یا یونانی نہیں سیکھتے اور بڑے بڑے افضال انضام نہیں جانتے کہ فارسی کس زبان کا لفظ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے زمانہ کے اکثر علماء دین اور نیز مفسرین سابقین چارم قرآن کے مضمون کو اس وجہ سے اچھی طرح نہیں سمجھ سکے کہ اُن کو یہودی کی زبان اور رسوم و عادات مذہب و خیالات طریق معاشرت اور اُن کی کتاب دینی پر اطلاع نہیں †

ہذری لوتیس نے ہسٹری آف فلسفی میں لکھا ہے کہ۔

”مسلمانوں کی وجہ سے یورپ میں علم اور فلسفہ پہنچا اس امر خاص میں یورپ اُن کا مامور احسان ہے اور اُس سے بڑا احسان عرب کا یورپ پر یہ ہے کہ اُن لوگوں نے علم ہندسہ اور ہیئت اور طب اور کیمیا میں بڑی کوشش کی اور انہیں کی بدولت ایشیائے نوائس ہو کر نوٹنگستان میں علم پھیلا۔“ †

اور ٹینٹل ٹرانسلیشن کمیٹی کی اول تجریر میں اس امر کا اعتراف ہے کہ شاید عربوں اور فارسیوں سے زیادہ کسی قوم میں علم تاریخ و تذکرہ و فن ہدیج کے تذکرہ جمع نہیں ہیں۔ اُن کی تاریخوں اور تذکروں کی کتابیں جن میں اُن کے ارد گرد کے ملکوں کے حالات لکھے ہیں وہی کتابیں اصلی ماخذ ہیں اُن ملکوں کی تاریخ اور نامی اہم اس کے تذکرہ کی۔ اُن کی تاریخیں جب مقدس کے یہاں کی جن میں صحیح صحیح حالات لکھے ہوئے ہیں اُن کے پڑھنے میں ہر ایک پڑھنے والے کا دل لگتا اور اہل تاریخ کو اُن سے بڑی مدد ملتی ہے۔ ان ادب اور خصوصاً قصص و حکایات میں تو کوئی اُن سے بڑھ کر نہیں ہوا اور جو کچھ ایسی کتابیں نوٹنگ زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہیں اُن کے پڑھنے سے انہوں سے آتا ہے کہ ایسی کتابیں

† وارکمر مع البراکمیں [قر ۵۰] کی تفسیر میں مفسرین متعیر ہیں اور بعض بڑے مفسر لکھتے ہیں ”ان الیہود لارکع نہ صواتہم“ اور ایسا ہی تفسیر بیضاوی۔ معالم۔ کمالین وغیرہ۔

۵۴ —

۴۷ یہ مختصر تحریر اسلام کی دنیوی نعمتوں کے بیان میں جیسی کہ مفصل اور متین چاہیئے تھی نہیں ہو سکی اور بہت سے مصنفان ملی و مدنی اور اخلاق اور معاشرت کی عربی زبان جو اسلام کی وجہ سے مسلمانوں میں پھیلنے لگی ہے اچھی طرح سے تحریر نہیں آسکتی اور جو نائیدہ غیر قوموں اور دور و دراز کے ملکوں کو اسلام کے نور سے

A brief review of the positive benefits produced by Islam on the moral and political society and in private life shows that it is of heavenly origin, and a blessing to the world.

حاصل ہوئے اُن کا بھی استفادہ اس تحریر میں نہیں ہو سکا کیونکہ ان سب مضامین کے لیئے ایک ضخیم کتاب اور اُس کے لیئے بہت بڑا سامان چاہیئے اور نیز حواصیل اور جملوں کے بیچ میں آ پڑنے سے سلسلہ کلام اور تقریر کے نظام میں خلل پڑ جاتا ہے مگر تاہم جس قدر اسلام کی خوبیاں اور اُس کے اثر میں بدیہی تشبیہ سمئے بیان کیئے ہیں اُن سے ثابت اور ظاہر ہے کہ جماعت اور قوم کے تمدن اور اخلاق پر اور نیز شخصی تہذیب اور تزکیہ میں اسلام کی جو تاثیر ہوئی اور جو اصلاح اُس کی مد نظر رہی وہ اُس کے منجانب اللہ ہونے کی مضبوط دلیل ہے — اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ کسی فیلسوف کی حکمت یا کسی مزرور کی جھوٹی باتیں ایسی الہی تاثیر اور عام اصلاح نہیں پیدا کرسکتیں *

اس تکرار کو میں اس شہادت پر ختم کرتا ہوں جو افضل الامام دیوبندہ راقیل صاحب نے قرآن کے حق میں لکھی ہے — جو چند کہ وہ اس پر تقریریں غرضیہ و غلامی وغیرہ کے بغیر صحیح الزامات لگاتے ہیں مگر اُس کے کرماتہ اخلاق اور حکمت بالغہ کو تسلیم کرتے ہیں اور بالآخر کہتے ہیں کہ ”مرب کے سیدھے سادھے پیغمبران چوائے والے خانہ بدوش ہندو اور ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو — وہ اور مملکتوں کے باطنی مہمان اور غہروں کے بنائے والے اور [جتنے کتب خانہ انہوں نے غراب کیئے + تھے اُن سے

+ معلوم نہیں مصنف نے کس حادثہ پر اشارہ کیا ہے — لوگوں کے ذہن اُسی طرف جڑ گئے کہ اسکندریہ کے کتب خانہ کی ویرانی جو چھ برس پہلے کے حادثہ سے چلیا، ڈھکی کے حکم سے چوٹی سے مگر

جورگسٹہ ہشتیہ کیا سیدہ میں نہیں تھیں ہیں اور فلسفہ شہودیت جس کی بنا ہمارے شہر پر ہے بہت مفید اور کار آمد ہے —

اس زمانہ میں بعض دور اندیش درد مند اور مستعد مسلمانوں نے Modern writers کے عروج کے عروج جدیدہ کا اقتساب اور have attempted to imitate European forms of thought and sentiments،

یورپ کا تتبع اختیار کیا ہے چنانچہ میکانک صانع شامی جن کی کتاب ہزبان عربی و فرانسیسی پاریس [۱۸۰۵ ع] میں چھپی اور ہیخ رفاۃ القادری جنکی متعدد تصنیفات نئی طرز پر قاہرہ اور پاریس میں منطبع ہوئیں اور اُن میں ایک کتاب تلخیص الابرار فی تلخیص الابرار ہے جس میں فرانس کے سیر و سفر کا حال لکھا ہے — اور سیفانندی پورٹی جس نے قبی سامی کے چھاپے ہوئے مقامات ہندی [سنہ ۱۸۳۸ ع] پر مستقائد نظر کی اور جنرل خیر الدین احمد وزیر مملکت گورنس (توسیس) جن کی کتاب اقزم المسالک فی احوال الاملاک کا اردو ترجمہ بھی یہاں مشہور ہونے والا ہے — اور شیخ احمد انندی جن کی کتاب کشف المہجبا عن نثر اور رہا جس کی ثواب بقتل گورو بہادر ممالک مغربی و شمالی نے تب درسیہ میں داخل ہونے کی تقریر کی ہے — اور مولوی کرامت علی صاحب جوہری چترالی امام بازار محسنیہ گولی صاحب رسالہ ماخذ علوم معہ ضمیمہ عمدہ مصنفین ہیں — اور مولوی مہدی علی صاحب کی نوزائے اور درد مند تقریریں اور حکیمانہ تقریریں مسلمانوں کی درد انگیز حالت پر تہذیب مرتبہ پر تاثیر ہوتی ہیں — خصوصاً جناب مولوی سید احمد خاں بہار کی کوششیں جو مختلف طرز سے ہاتھ دہائی پیغامات کی غراب حاکم اور نکبت و فلاکت کی اصلاح اور درستی اور عروج جدیدہ کی اشاعت اور حمایت اسلام میں بڑے کار آمدی ہیں انہوں نے اکثر مخالف اور موافق کے پڑھنے بلکہ مردہ دلوں میں تھریک پیدا کر دی — اور ہندوؤں کے تنگ و تاریک خیالات کو حقیقی نور کی آبیاری سے تر و تازہ کرنے کا سامان ہے — اور بالتفصیل مدرستہ الامام المصلحین کی بنیاد ہمارے دین اور دنیا کی آرایہ اور آسائش کا سرچشمہ ہے *

ہوگا کہ مسلمان تہمتوں کے بہت سے پھولے مگر وہ کلیہ
دہا دیئے مگر اسی وقت اس بات کو نہ بھولنا چاہیئے کہ عرب نے
منطقی ذراہ کا علم — طبابت اور فن معارف عربوں ہی سے حاصل
کیا — اور مسلمانوں نے پیش و مشرت کے بہت سے سامان اور مفید
چیزوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو ایچانے میں مشرق اور
مغرب کے قلابہ ملا دیئے —

(دیباچہ ترجمہ قرآن ص ۲۴ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۱ ع)

واقہ —

درج علی

لکھاؤ : ۸ ذیقعد سنہ ۱۲۹۰ ہجری

مبدالمالیف (۱۱۶۲ - ۱۲۳۱) صاحب تاریخ مصر سے ہوئی ہو
اس کے بعد ابو الفرجیوس (۱۲۶۶ - ۱۲۸۲) عیسائی مورخ اور عیسی
اسقف کے ذریعہ سے بھی شہرت ہوئی اور احمد المورزنی القاهری [۱۲۶۰ -
۱۳۳۲] اور ابن خلدون وغیرہ مورخوں نے مقلدانہ نقل کیا — مگر
یونانیکیوس مصری بطریق اسکندریہ (۸۷۶ - ۹۳۰ ع) اور جارج
الاسین مصری مورخ [۱۲۲۳ - ۱۲۷۳ ع] ان دونوں عیسائی
قدیم و جدید مورخوں نے اور شاہ اسمعیل ابو الفدا (۱۲۷۳ - ۱۳۴۱)
مسلمان مورخ اور فیروز اوروں نے اس امر کا ذکر نہیں کیا — اور
اوقارہ بین (۱۷۳۷ - ۱۷۹۳) اور اسکندر ہمدانی جرمنی نے
بوی قوت سے اس کا انکار کیا ہی [دیکھو تاریخ رومیہ جلد ۶ صفحہ
۳۳۶ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۲ ع] [اور جلد ۲ کتاب کاس موس ص ۵۸۲
سنہ ۱۸۶۳ ع] *

مجھے ایک حیرت ہی کہ جب کہ کتاب خانہ اسکندریہ ۶۳۲

میں جل گیا تھا تو نسخہ قدس اسکندریہ جو قول ہجرت کا لکھا

ہوا کھاتا ہی کیونکہ بچ رہا ہوگا ! — چغ *

زیادہ) کتب خانوں کے جمع کرنے والے ہو گئے — اور فسطاط — بغداد
قربطہ اور دلی کے شہروں کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی یورپ کو
کچکا دیا — اور قرآن کی قدر ہمیشہ اُن تبدیلیوں کے اندازہ سے
ہوتی چاہیئے جو اُس نے اپنے (طوعاً یا کرہاً) مائدہ والوں کے عادات
اور امتدادات میں داخل کیں — بس پرستی کے مٹانے — جڑات
اور مادیات کے شکر کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے — اطفال
کشی کی رسم کو نیسہ و فایود کرنے — بہت سے توہمات کو دور کرنے
اور ازواج کی تعداد کو گھٹا کر اُس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن
بے شک عربوں کے لیئے ہرکت اور قدم حق تھا مگر عیسائی مذاق پر وحی
نہو — اور جبکہ ہر ایک عیسائی کو بالضرور اس امر پر افسوس

اعل یورپ میں اب تو یہ عام رائے ہی کہ یہ قصہ دروغ متضاد اور
بے بنیاد ہی — چیمپرس کے انشاکار پیتیا جلد ایک میں اسکندریہ
کے کتب خانہ کے بیان میں لکھا ہی کہ — متعصب عیسائیوں کے ایک
گروہ نے — بدکردگی ارک بشپ تھیوفانیس حملہ کر کے سنہ ۳۶۱ ع میں
جو پطرس اپیس کے پتھانڈ کو ڈھادی اور غالباً رہاں کے علمی خزانہ
یعنی کتب خانہ کو بھی برباد کیا — اور یہ اُس وقت میں ہوا کہ
کتب خانہ کی تباہی شروع ہوئی نہ کہ سنہ ۶۳۲ ع میں عرب کے
ہاتھوں سے خلافت ممر رضی اللہ عنہ میں — وہ قصہ جس میں یہ
ہی کہ عربوں کو بہت سی کتابیں جو چھ مہینے تک حمام گرم کرنے کے
لیئے کافی ہوں وہاں ملگئیں تھیں — سقریہ کے طور پر مبالغہ بیان
کیا گیا ہی — مورخ اروسیوس جس نے اس مقام کو بعد ازاں کہ
عیسائیوں نے اسے خراب کر ڈالا تھا ملاحظہ کیا لکھتا ہی کہ اُس نے
اُس وقت کتب خانہ کی صرف حالیہ الماریاں دیکھیں *

مسلمانوں میں تاریخی واقعات میں تسامع اور مساہات بہت
ہوئی ہی اس وجہ سے بے تکیہ اوجاتے ہیں شاید اس قصہ کی ابتدا

بمقام علیحدہ — مصلح علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[جلد پنجم] یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی [نمبر ۳]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجتا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے عنایت فرماتا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت ہائے اس پرچہ کے اُنہی سے کی جائے کیونکہ یہہ پرچہ علیحدہ میں چھپ کر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہہ ہے کہ مسلمانوں کی جس معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو فطرت اہرام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جائیگا * جن دوستوں نے شریک ہو کر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا ہر بار یا تیس بار جیسا کہ مقتضائے مضامین ہوگا چھپا کر ایک خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ اعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو یہہ پرچہ چار آٹھ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مقدمہ نمبر ۱۷۷

حب ایمانی

اور

حب انسانی

کسی شخص کا قتل ہی کہ محبت کسی حیثیت سے ہر ایک ایسی چیز ہے کہ محبت کی دوستی دل میں بٹھا دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ کانروں سے دوستی و محبت کسی وجہ سے کیوں نہ ہو ممنوع ہی پس سید احمد خاں جو یہ بات کہتے ہیں کہ مذہب اسلام کی رو سے کانروں سے صرف وہی دوستی ممنوع ہے جو من حیث الدین ہو اور اسکے سوا کسی کی دوستی اور سچی محبت جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے ہرگز نہیں کی گئی ہو شروع ممنوع نہیں تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ دوستی و محبت میں ان دونوں حیثیتوں کی تمیز ہم کیونکر کر سکتے ہیں *

مگر ایسا کہنا اور ایک بدیہی امر میں تمیز نہ کرنا کافی طرز پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ ان دونوں حیثیتوں سے جو محبت اور دوستی انسانوں میں ہوتی ہے وہ ایسی بدیہی ہے کہ ہر شخص اعلیٰ و ادنیٰ عالم و جاہل اس میں تمیز کرتا ہے *

فرض کر کہ کوئی شخص کسی سے محبت رکھتا ہے ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ تم اس سے کیوں محبت رکھتے ہو وہ اس کا جواب دیتا ہے کہ وہ میرا بڑا مہسن ہے اس نے بڑے مشکل و مشکل وقتوں میں مجھے احسان کیا ہے میں تنگی کے وقت روپیہ سے مدد کی ہے یہاں ہی کی حالت میں میری تیمار داری کی ہے دراز ملاج معالجہ میں بڑی کوشش کی ہے۔

یا وہ اس کا بڑا جواب دیتا ہے کہ ہم اس سے مدت تک ساتھ رہے ہیں دن رات آپس میں اُٹھنا بیٹھنا کھانا پینا ساتھ رہا ہے روز روز کی ملاقات بات چیت ہنسی مذاق دل لگی مزاح کی باہمی موانعت کے سبب آپس میں دوستی و محبت ہو گئی ہے۔

یا وہ یہ کہتا ہے کہ جس دن کا مجھ کو شوق ہے اس دن کا اس کو بدمزاجی غایت کمال ہے اس دن کے کمال کے سبب جس کا مجھ کو شوق ہے اس شخص سے دلی محبت اور جانی دوستی ہو گئی ہے۔

یا اس کا سبب وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ شخص نہایت غریب و ضرورت مند ہے اس کے حسن و جمال نے میرے دل میں اس کی محبت بلکہ اس کا عشق پیدا کر دیا ہے *

پھر ہم اس سے دوسرا سوال کرتے ہیں اگر کسی بزرگ کا بزرگانہ دین میں سے نام لیتے ہیں اور پڑھتے ہیں کہ تم ان بزرگ سے بھی محبت رکھتے ہو وہ ضرور جواب دیتا ہے کہ ہاں کیوں نہیں *

تب ہم اس سے کہتے ہیں کہ وہ بزرگ تو تم سے کئی سو برس پہلے گذر چکے ہیں انہوں نے کوئی تمہارے احسان نہیں کیا کسی مشکل کے وقت میں تمہارے کام نہیں آئے کبھی تنگی کے وقت میں تم کو کچھ نہیں دیا کبھی تمہاری تیمار داری نہیں کی کبھی تمہاری خواہش میں علاج معالجہ میں کوشش نہیں کی کبھی وہ اور تم ساتھ نہیں رہے نہ کبھی ساتھ آئے بیٹھے نہ کبھی آپس میں ملاقات بات چیت ہوئی نہ کبھی ہنسی مذاق ہوا نہ باہم مزاحیہ موانعت ہوئی جس دن کا تم کو شوق ہے وہ اس کا نام بھی نہیں جانتے تھے نہ تمہارے اُن کو دیکھا کہ اُن کے حسن و جمال نے تم کو ترقیت کر لیا ہو پھر کیوں تم اُن سے محبت رکھتے ہو *

اس سوال کا وہ نہایت ناراض ہو کر اور لال مرقمہ کر کے غصہ بھری آواز سے جواب دیتا ہے کہ میں وہ بزرگانہ دین تھے خدا کے ہاں اُن کا بڑا درجہ ہے وہ دینداری میں یگانہ وقت تھے خدا پرستی اور زہد و تقویٰ و عبادت میں یگانہ تھے ایمان کامل اُن کو نصیب تھا دین میں سب کے سردار تھے اس لئے اُن سے محبت رکھتے ہیں *

اب میں بتاتا ہوں کہ یہی پچھلی محبت، محبت من حیث الدین ہے جس کو میں حب ایمانی کہتا ہوں اور یہی محبت فیض مذہبی سے رکھتی شامہ ممنوع اور حرام بلکہ کفر ہے اور پہلی محبت جس کو میں حب انسانی کہتا ہوں شروع ممنوع نہیں اور دونوں قسم کی محبت میں بالبدھت تفرقہ و تمیز موجود ہے کہ ایک قسم کی محبت اُن اسباب ظاہری کی باعث ہے جو پرمقتضیٰ فطرت انسانی ایک کو دوسرے کے ساتھ پیڑا ہو جاتے ہیں اور دوسری قسم کی محبت باوجود مقدم ہونے اُن تمام اسباب ظاہری کے صرف من حیث الدین ہے اب کون شخص ہے جو ان دونوں قسموں کی محبت میں تمیز نہیں کر سکتا *

پس جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ غیر مذہب والوں سے سچی دوستی اور دلی محبت کرنا ممنوع ہے یہ اُن کی محض غلطی ہے جو چیز کہ خدا تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں بنائی ہے وہ بوجہ اور بالکل سچ ہے ہم کو تمام دوستوں سے گر وہ کسی مذہب کے ہوں سچی دوستی اور دلی محبت رکھنی اور بڑی چاہئے مگر وہ تمام محبت اور دوستی حب انسانی کے درجہ پر ہو نہ حب ایمانی کے کیونکہ حب ایمانی بلا اتعاد مذہب بلکہ بلا اتعاد مشرب ہوئی غیر ممکن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی ہدایت ہوگی ہمارے سچے مذہب اسلام نے کی ہے۔ رللہ درسی قال *

ما قصہ سکندر دارا نظراندا ایم

از ما پمچو حکایت مهر و نا مهرس

راز
سید احمد

دسمبر ۱۷۸

افسوس

مسلمانوں کے حال پر

ناصر الاخبار دہلی نے مسلمانیت کے اخبار سے کچھ حال
پیشہ المقدس کے مسلمانوں کا لکھا ہے ہم بھی اُس کو اپنے اس پرچہ
میں نقل کرتے ہیں اس مواد سے کہ ہمارے بھائی ہندوستان کے
مسلمان اُس پر غور کریں اور اپنی قوم کی بھلائی و بہتری و ترقی کی
کوشش کریں۔ دیکھو تمام دنیا کے مسلمانوں کا اور اُن کا بھی جو
خود مسلمان بادشاہت میں رہتے ہیں تمصب و جاہل و گامانی اور
کم فہمی سے کیا حال ہو گیا ہے اور آئندہ کیا حال ہونے والا ہے
جس اب کون سی فضا اور خرابی پائی ہے جس کے آنے کی خوشی
میں بیٹھتے ہو۔ دیکھو خیردار ہو ہر شیار ہو جو راہ ہم نے
مدرسۃ العلوم قائم کرنے اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کی سوچی ہے
وہی راہ اُن کی بھلائی کی ہے۔ دیکھو اُس کی امداد سے غافل نہ ہو
کوشش کرو اور دل و جان سے اُس کے لیئے جلد جمع کرو۔ دیکھو
ہماری ناچیز کوششوں سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے زیادہ جلد ہو گیا
ہے اگر اور لڑکے بھی دل سے کوشش کریں اور باہمی اتفاق اور اختلاف
کو نکال ڈالیں تو مسلمانوں کے حق میں زیادہ تر مفید ہوگا۔ کیا
تمصب کی بات ہے کہ جو کڑی یہ خیال کرے کہ اگر مجوزہ
مدرسۃ العلوم قائم نہ ہو تو سین احمد کو حفظ ہوگی سید احمد کو
حفظ ہو یا نہ ہو اس میں کچھ شک نہیں کہ ہندوستان کے تمام
مسلمانوں کو تو منہ دہانے کی جگہ نہیں دہنے کی اور یہ بھی
ہم اپنی عزیز قوم کو سمجھاتے دیتے ہیں کہ اگر یہ تدبیر کارگر نہ رہی
اور انجام کو نہ پہنچی تو یقیناً جان لینا کہ پور کبھی مسلمانوں کی
بھلائی و بہتری کی توقع نہیں ہو سکتی پس یہ اغیر درا ہی خدا کو
مانوس کر دینے اور اپنی قوم کے حق میں اپنے ہاتھوں کاٹنے کا بیڑ
ہو کر مسلمان مسلمان میں بعض ہی مبالغہ کی ہے تو ہم سے مدرسۃ العلوم
کو اُس سے کیا تعلق ہے گنہگار ہوں تو میں ہوں تقصیر وار ہوں تو
میں تمام مسلمانوں نے اور اُن کی اولاد نے اور خود تمہاری اولاد نے
تمہارا کیا تصور کیا ہے جو مدرسۃ العلوم کی مخالفت سے یا اُس میں
مداخلت کرنے سے اُن کے ساتھ دشمنی کرتے ہو *

اُس اخبار میں لکھا ہے کہ اس زمانہ سے پیشتر ہر قدس میں
ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد تھے اور تین سو ساٹھ سے زیادہ مدرسے
تھے چنانچہ اب تک اُن کے شمار موجود ہوں اور بڑا حال اس
مضمون کے قریب ہیں کہ سوائے خدا کے سب ہی کو تغیر و زوال ہی اور

اب اُس شہر میں تیس ہزار سے زیادہ باشندے نہیں ہیں چندیوں سے
اتھارہ ہزار یہودی اور پانچ ہزار مسلمان ایک ہزار کا تھک اور تیس ہزار
رومی اور مسکری آدھ ایک ہزار ارمینی و قبطی اور سریانی و حبشی اور
ایک ہزار انگریز پورٹنٹ اور ایلمانی اور ایک ہزار اور مختلف قومیں
ہندی اور عیسوی ہیں *

اٹھو مکتب یہودی اور نصرانیوں کے ہیں اور مسلمانوں کے مکتب
کا پتا بھی نہیں ہاں ایک مکتب رھیدہ خاص اُن کا ہے مگر ایسا
مکتب ہے کہ جس دن سے وہ مکتب کھلا ہے جسکر سات برس کا عرصہ
گزرنا ہے کبھی عالمیام اُس میں ایسا نہیں نکلا جو مری لکھنا جانتا ہو
چھ جانیٹہ ترکی یا لوانسیسی یا اور کبھی زبان بھی جانے اس واسطے
تمام سوداگر اور اہل حرفہ یہودی ہیں یا نصاریٰ ہیں لیکن کڑیلے والے
اور لکڑیوں والے اور ترکاری والے اور مزہر مسلمان ہوں۔ فاعبورا یا
اولی الاپیاب *

پس ہم اپنے بھائی ہندوستان کے مسلمانوں سے اجنبی نہیں کرتے
ہیں کہ اس واقعہ سے نصیحت پکڑیں اور اپنے بھائی مسلمانوں کی
تعلیم و تربیت کے لیئے جو مدرسۃ العلوم قائم ہونا مجوز ہو گیا ہے اُس کے
لیئے جلد فراہم کرنے کی کوشش فرمائیں *

یہ حال جو لکھا گیا اُن مسلمانوں کا تھا جو خاص سلطان روم
کی مملداری کے رہتے والے ہیں ہندوستان کے مسلمانوں کا حال بھی
ایسا ہی ہے یا ایسا ہی ہونے والا ہے میوز گزٹ میں پنجاب ریاست کے
ایک ملازم نے ایک واقعہ چھاپا تھا جسکی اس مقام پر مرقعہ تہذیب
لکھڑے سے بعینہ نقل کیجاتی ہے اُس واقعہ کا راقم لکھتا ہے کہ میں
پنجاب ریاست کے کارخانہ سے متعلق ہوں اندرون کو دو سولائیوں کے رہنے
کی ضرورت پڑی۔ کیا عرض کروں جس ثروت سے امیدوار آئے ہیں
یوں ہمارے ہاں تو روز بروز دوچار تانہ میں آگے دھتے ہیں لیکن
اندرون اس ثروت سے آئے جیسے مسلمان لوگ نہیں نیاز کی روٹیاں
تقسیم ہوتی ہوں اور وہاں اور قلعے گھرے پڑتے ہوں دو سو
آسی رکھ بھی گئے مگر ابھی تک ایک اُسی طرح چلے آتے ہیں
مغلس قلعہ دہلی کو دھک دیکر نکالایا جاتا ہے مگر بیبیوت دوسرے
روز پور اُفقندو آن موجود ہوتے ہیں۔ میں خوب غور سے
دیکھتا ہوں کہ مسلمان ہی بہت آتے ہیں اور ہندو بہت کم
سید اور خانہ دار ملے اور بعض لکھ پڑتے خاصہ منشی ان کیوں کی
تو کئی کرنے کے لیئے میزے پاس آئے جو دو سو آدمی ملازم رکھے گئے
ہیں اتنا حال بھی سن لیجئے درگاہ مسلمان ہیں اور ایک ٹکٹ
ہندو کل شمار میں سید چوتھا ہے۔ یہ زیادہ ہرنگہ۔ سو قلی کے کام
پر لکھے گئے اور بیس لوہار اور آبی۔ مستری کے کام پر۔ لوہاری

سو روپیہ سالانہ کی جاگہ و قیہ قیہ تیس ہزار روپیہ کی بطور سرمایہ
مدرسہ مرحومہ فرمائی ہی اور فوٹو کشن کے اخراجات جو پانچ ہزار
روپیہ سے کم تھوئے اپنے ذمہ قبول فرمائے۔ ہیں اور اس عطیہ کی
میزانہک پچاس ہزار روپیہ کی ہوتی ہی *

گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب نے ایک نہایت عمدہ اور وسیع قطعہ
زمین تہذیبی دینے کو سو بیگھہ پھتہ کا واسطے تعمیر مکان مدرسہ
اور باغ متعلق مدرسہ کے مرحومہ فرمایا ہی *

کمٹی نے فی الفور باغ کی درستی کی تدبیریں شروع کی۔ ہیں اور نظر
اُن مقایات و امداد کے جو حضور سو ولیم میور صاحب بہادر ایل
ٹی کے سی ایس آئی ٹراپ انٹنڈنٹ گورنر بہادر اضلاع شمال و مغرب نے
فرمائی ہی اُس باغ کا نام ”دی میور پارک“ رکھنا تجویز ہوا ہی *

اب ہم اپنے بھائی مسلمانوں سے عرض کرتے ہیں کہ جو لوگ
اس خیال سے ہمت ہارے ہوئے تھے کہ اتنا بڑا کام کیونکر انجام ہوگا
آنکو غور کرنا چاہیئے کہ بھٹ کچھ اس کام میں ہوتا جاتا ہی اب
ہمت ہارنا نہیں چاہیئے اور مستند ہو کر اس کام کے انجام میں
کوشش کرنی ضرور ہی ہمت مردان مدد خدا مشہور مقراء ہی ہمت
کو اور جس قدر بڑا کام اور جس قدر زیادہ مشکل ہو آٹنی ہی زیادہ
کوشش کر خدا سب مشکلوں کا آسان کرنے والا ہی —

مشکلے قبضہ کہ آسان نشود

مرد باید کہ ہراساں نشود

راقم

سید احمد

نمبر ۱۸۰

مباحثہ

نئی تہذیب اور پرانے خیالات کا

ایک درس ایک اپنے قدیم درس پاس آئے اور دیکھا کہ وہ قدیم
دوست سقندر ٹی تہذیب میں ہیں کچھ دل میں آزردہ ہوئے اور کہا
کہ آج کل ہندوستان میں تہذیب کی بڑی دھرم دھام ہی کوئی کہتا
ہی کہ پتلون پہنا اور چھری کاٹتے سے کھانا میز کر سی پر بیٹھنا بہت
بڑی تہذیب ہی اور بہت لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں دین اسلام
کے برخلاف ہیں اپنے بزرگوں کے دستور کو چھوڑنا بہت پرہیزگار
پرہیزگار ہے تو کہ آپ کس رنگ میں ہیں *

جواب — آپ نے اخلاق نامی اور اخلاق جلالی ضرور ملاحظہ کی
ہوگی اُس زمانہ میں علم اسلام نے حکماء یونان کے اقوال کو نہایت
اچھا سمجھا تھا اور اُن کو اختیار کیا تھا اور جو کہ حکماء یونان کے

اور مستادوں میں مدینہ دیکھا تو یہی تنقید پرانے والے نقطہ ہو
مسلمان نکلے ورنہ سب ہندو ہیں — اس سے یہ پتہ چلا گیا کہ مسلمان
لوگ سوائے ساگ پات پیچھے اور رزائل تو روزگار کرنے کے دستکاری کے
کاموں میں بھی اور اترام کے برابر تو جھگڑ نہیں کرتے ہیں میں شہر
میں دھتا ہوں ہر روز سیکڑوں آرائیں سنتا ہوں کہ بابا سید آل رسول
کو لہ ایک روٹی دو میں یہ حال آپ کی خدمت میں اسراہنے لکھ
پہنچا ہی کہ مسلمان لوگ اے دیکھ کر ذرا شرمائیں اور اپنی حالت
دوست کرنے اور اپنے تئیں مرنہالصل پٹانے کے اسباب حاصل کرنے میں
ہمت تن مصروف ہو جائیں کیا غضب ہی کہ آل رسول کھلائیں اور اپنے
آپ کو ایسا ذلیل بنائیں — رسول خدا کو کیا جواب دینگے اور اُس
شریف آل کو جو زکوٰۃ کا مال اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں (گداہی تو
ایک عارف) کیا مرنہ دیکھو دینگے *

اب ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اس سے زیادہ
اور کیا بدبختی اور بدنامی ہوگی پس آپ کی مشافہت کو چھوڑ
اور اپنی نرم کی دستکاری پر یکدل ہو کر متوجہ ہو *

راقم

سید احمد

نمبر ۱۷۹

مدرستہ العلوم مسلمانان

ایک ہمارے دوست نے ہم کو نصیحت کی کہ تم جو مدرستہ العلوم
کی کمیٹی کی روئدادیں تہذیب الاخلاق میں چھاپتے ہو اس سے لوگ
سمجھتے ہیں کہ تہذیب الاخلاق اور مدرستہ العلوم ایک چیز ہی آئندہ
سے مت چھاپا کر — اول تو ہم کو اس بات کے سننے سے تعجب ہوا
پھر ہم نے خیال کیا کہ شاید یوں ہی ہو اسلئے جواب دیا کہ بہت
خوب مگر شاید اُس کے حالات کی خبر لکھنا کچھ جرم نہ ہو *

مدرستہ العلوم کی حاضہ مانیس الہی سے بہت اچھی ہی روز بروز
اُس کے چندہ کو ترقی ہوتی جاتی ہی انیسویں مارچ تک اُس کا
چندہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار آٹھ سو ستور روپیہ آٹھ آنہ ہو چکا ہی
نہایت نیک اور خدا پرست باشرع متقی عالم لوگوں نے بھی چندہ دیا
ہی اور کمیٹی کی معیوبی بھی قبول کی ہی نہایت خوشی کی بات ہی
کہ ہمارے شیخہ بھائی بھی اس مدرسہ کا قائم ہوتا دل سے چاہتے
ہیں ہم کو جذبات مجتہد العصر سید علی محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
سے اس معاملہ میں بہت کچھ امداد کی توقع ہوئی ہی *

حضور عالی حاجی حرمین شریفین ثواب محمد کلب علی خاں بہادر
والی رامپور نرنند دایندو دولت انکاشیہ کمیٹی مدرستہ العلوم کے پیشوں
نعمتی مری و سرپرست ہرے ہیں اور پندرہ ہزار روپیہ نقد اور بارہ

دیکھو ہندوستان میں پڑھنے کی چیز بیڑھی تھی کوسیاں اور کوڑیں اُس کی تہذیب ہیں چوڑے کی جامدائی تمام ہندوستان میں مددہ چیز گنی جاتی تھی اب چوڑے کے پکس اور انواع اقسام کے پوت مینڈر اور بیگ اُس کی تہذیب ہی کاٹ کے صندوق میں استعمال کرتے تھے اُس کی تہذیب خانوں دار الہادی ہی جس میں سب چیز ملاحدہ ملاحدہ احتیاط سے رہتی تھی *

ہندوستان میں قرۃ دار بندوق اور اخیرو کو پتھونہ نے ہیر بچہ تھے اب دیکھیئے کہ اُس کی تہذیب ہرگز کیسی کیسی مددہ بندوقیں اور عجیب و غریب عابثچے ایجاد ہوئے ہیں آپ نے پینڈی کی طرف سے بھرنے والی بندوقیں دیکھیں جن کا کارٹوس غرہ آتا جاتا ہی اور چھوڑنے کے بعد خرد کر پڑتا ہی اور بیغور نچک اور بٹاغہ لگائے چل جاتا ہی *

آپ ہندوستانی گازی اور یکہ و رتھہ پر ضرور سارا ہوئے ہیں جس میں بھیجا تک ہل جاتا ہی اُسکی تہذیب بکھی و چرت ہی اور اسوقت ریل سب سے اعلیٰ اُنکی تہذیب کا درجہ ہی پس اُن نامہذب چغڑوں کا استعمال تہذیب ہی یا مذہب چغڑوں کا *

سوال — بے شک اُن کو تہذیب یافتہ چیزوں کا استعمال تہذیب میں داخل ہی اور روز بروز تمام قوموں میں اور مسلمانوں میں اُنکا استعمال ہوتا جاتا ہی مگر پوت اور کوٹ پتلون پہننا اور میز کرسی پر چہری کاٹنے سے کہاں خاص انگریزوں کا دستور ہی ہمکہ اُنکی تقلید کرنی کیا ضرور ہی جناب پیغمبر خدا صلعم نے چہری کاٹنے سے میز پر بیٹھنے کو نہیں کہا یا علارہ اُس کے چر لوگ ایسا کرتے ہیں اُنکی تسبیح علامہ من تشبیہ بقوم کی دلیل سے نفر کا نفی دیتے ہیں *

جواب — آپ نے تو بہت سی باتیں گڈ مڈ کر دیں مگر سب کا الگ الگ جواب سنیئے *

انگریز اس دلیل سے تو میز کرسی پر کاٹنے چہری سے نہیں کہاتے کہ حضرت عیسیٰ یا حواریین نے اس طرح پر نہ کیا ہی پھر آپ کیوں دنیاوی پوتاؤ کی باتوں میں جناب رسول خدا صلعم کا ذکر لاتے ہیں جو حالت اور جو عاریفہ زندگی اور کثیر اوقات اور کھانے پینے کا جناب رسول خدا صلعم کا تہارہ کیسیا ہی جو کچھ چیزیں آپ کھاتے ہیں اور پڑھتے ہیں اور تدری سے کھینچے ہوئے پانگ پو سوتے ہیں اور چار چار چار چار چار تک یہ ادھر ادھر ہوتے ہیں اور ہر دو ملک تکیہ اُس پر مزید ہیں دن رات پان بازی ہوتی ہی دو گھنٹا بلاؤ نوش ہوتا ہی — یہی جناب رسول خدا صلعم نے بھی ایسا کیا ہی پس ایسی باتوں میں آنحضرت صلعم کا نام مبارک لیتے ہوئے ہمکہ حرم کرنی چاہیئے ہمارا منہ اس لائق نہیں ہی — یہ سب امور دنیاوی ہیں عقل و حکمت سے علاحدہ

اقوال اُن سے یہی مددہ ہیں اُس کیئے اس زمانہ کے مسلمانوں کو لازم ہی کہ یورپ کے حکماء کے الزام کی مٹت کریں *

سوال — آپ نے تہذیب کے کیا معنی سمجھے ہیں *

جواب — وہی جو اخلاق جلالی و اخلاق فاضلی میں لکھے ہیں یعنی سیاست نفس سیاست منزل سیاست مدن مگر اتفاق ہی کہ اُس زمانہ کے لوگوں نے لکھا پر کیا کچھ نہیں یورپ کی قوموں نے ان تینوں باتوں کو بدرجہ اعلیٰ پہنچا دیا *

سوال — کیا تہذیب انگریزی پوت اور کالا کرت ہی پڑھتے ہیں ہی جس پر لوگ ہنستے ہیں اور ہرا کہتے ہیں *

جواب — ہنسنا تو ایک حماقت کی بات ہی مگر سمجھنا چاہیئے کہ ہر ایک چیز کی جدا جدا تہذیب ہی لباس اور روزمرہ کے دستور کی تہذیب بمنزلہ الف بے کے ہی اگر یہ شروع نہ ہو تو سبق تہذیب کا آگے چل نہیں سکتا *

میں جو یہہ کہا کہ ہر ایک چیز کی جدا جدا تہذیب ہی اس کی لہجہ تمثیلیں سنو ہندوستان میں پہلے سب آدمی مٹی کے چراغ میں تیل ڈانکر طاق میں رکھتے تھے جس سے طاق چمکا اور دیوار کالی ہوتی تھی ہزاروں پینٹے اُس میں چمٹ کر رہ جاتے تھے اُس میں تہذیب ہوئی اور لکڑی کا دیوت بنایا گیا طاق کا چمکا ہوتا اور دیوار کا کالا ہونا تو موقوف ہوا مگر دیوت ایک ایسی بے قول چیز تھی جس پر سیڑوں چیکت جم جاتا تھا ہزاروں جانور چمٹ چمٹ کر مچراتے تھے جبر، اُتھان، دوسری جگہ لیجاؤ تو ہاتھ کالا اور چمکا ہو جاتا تھا پھر اُس میں بھی تہذیب ہوئی کہ پینٹل کا دیوت بنایا اور تیل سوز آسکا نام رکھا اُس میں بھی وہ سب نقص تو رہے مگر اتنا ہوا کہ اٹھویں دسویں روز سلیفہ والے گھروں میں بھویل ڈانکر اور سانچہہ کو صاف کرایتے تھے اب حکماء یورپ نے اُس کی اور زیادہ تہذیب کی امنپ نکالا جسکا تیل سب چھٹا ہوا ہی ایک نل کے گلنے سے پتی اوپر تلے چڑا اُتر آتی ہی پھر روشنی کی چیز میں ترقی کی کرامتیں کا تیل نکالا جس میں مطلق چمکائی نہیں پھر اُس سے بھی پڑا کر گاس نکالی کہ وہ صرف ایک ایسی صاف ہوا ہی جو نظر بھی آتی ہی مگر نہایت مددہ بغیر تیل بتی کے جلتی ہی اور اب ایک آؤر قسم کی روشنی نکلتی ہی جو ان سب سے بڑھ کر ہی پس یہہ تمام درجے جو میں نے بتائے چراغ کی تہذیب کے تھے اگر ہمارے ملک کے لوگوں سے کہا جاتا کہ چراغ میں تہذیب کر تو وہ اپنی نادانی سے ہنستے اور کہتے کہ چراغ میں کیا تہذیب ہوگی تہذیب کی باتوں تو آؤر ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی احمق ہیں جو یہہ بات کہتے ہیں کہ لباس تعصب پرخاصیت میں کھاتے پینے میں کیا تہذیب ہی تہذیب کی باتیں تو آؤر ہیں *

ہی حنفی مذہب میں یہ کتاب نہایت معتبر ہی اور اسی پر حنفی مذہب کا مدار ہی اس کی جلد اول صفحہ ۸۷۵ میں یہ عبارت لکھی ہے کہ ”مشاہدہ ہونا اہل کتاب سے ہو چیز میں مکرور نہیں مثلاً کھانا اور پینا اور دوسری ضروریات مذہبی مسلمانوں اور اہل کتاب کی یکساں ہیں تو مشابہت سے کچھ ہرج نہیں بلکہ پری بات میں مشابہت مکرورہی“ علامہ اس کے احادیث شریف میں بھی آیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے اور ملکوں کا لباس پہنا ہی یعنی جبہ شامیہ اور جلیہ رومیہ اور کسورانیہ اور قبلیہ نوج جسکا پیچھے سے دامن چاک تھا زیب تن مبارک فرمایا ہی اور انہی دلیلوں سے علامہ روم نے تقری دیا ہی ہندوستان کے ٹٹھ ملا اگر قہصیب سے اپنی آنکھیں بند کرلیں تو اسکا کیا علاج ہی بعد اسکے کتاب فتوح المصو اور فتح الشام کھرا ہی اُس میں لکھا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ علاقہ لباس حاکم بدایک کا پہنے ہوئے تھے پھر کیمیاے سعادت نکالی اُس کے رکن سوم اصل دم میں لکھا ہوا تھا کہ جناب سلطان الانبیا صلعم کے واسطے کفار جو کپڑا ہدیہ بھیجتے آپ اُسے پہن لیتے صحابہ کبار بھی جو کپڑا کفار کی لوٹ میں پاتے پے تکلف پہن لیتے * ایک صاحب حاضرین میں سے بول اُٹھے کہ جب ہندوستان کے یہاں ایک متفق ہراجارینگے تب قدیم لباس چھوڑا جاوے گا ورنہ قدیم چھوڑنی لازم نہیں *

صاحب خانہ نے کہا کہ حضرت ہزار عاقل تو ایک بات پر متفق ہو جاتے ہیں مگر جاہل دو بھی ایک بات پر متفق نہیں ہوتے ہندوستان میں توحیات باطلہ بہت ہیں ممکن نہیں کہ ایک بات پر گر وہ کسی ہی اچھی ہر چند شخص متفق ہو جائیں ایک زمانہ تھا کہ کھڑکی دار کچڑی اور گھیردار جامہ اور ٹیبتلہ جوئے کا زراج تھا پھر نیمہ بھی پہنتے لگے اور رنگ پرنک کے چدروے اور لپٹاؤں پتیاں باندھنے لگے پھر دوڑولی ٹوپی اور جھٹ لٹیا انگڑیہ اور غرارہ دار پاجامہ شروع ہوا کسی کدیشی نے یہ لباس نہیں شروع کیا تھا کسی ایک شخص نے اُس کو جاری کیا دیکھا دیکھی سب کرنے لگے مگر جو لوگ جامہ اور نیمہ پہننے کے مادی تھے وہ ان لوگوں کو ہزاروں نام دہاتے تھے اور برا بھلا کہتے تھے پھر چند روز کے بعد اُنہیں جامہ پہنانے وائیں نے اُس لباس کو پہنا اور اُن کی اولاد نے تو بالکل اُسی کو اختیار کرلیا اب اگر کوئی جامہ پہنکر نکلے تو لوگ قالان بجاؤں پیچھے پڑاویں میرا لباس دیکھتے کہ اگرچہ ہندوستانی لباس ہے کسی قدر نرک ہی مگر انگریزی قطع کا بھی نہیں ہی صرف قدیمی لباس میں کسی قدر ترمیم کی ہی غفلت ایک قدیمی لباس ہی اُس کا مایک نصف نہ ہی براہر رکھتا ہوں کلیاں چوبغلہ بدستور ہندوستانی قطع کا ہی انگریزی میں

رکھتے ہیں دین و مذہب سے اُنکو کچھ تعلق نہیں ہی ہم کب کہتے ہیں کہ تم انگریزوں کی تقلید کرو بلکہ دنیاوی باتوں میں جو عقل کے نزدیک بہتر ہو اُس پر جاؤ *

آپ اور تمام ہندوستان کے لوگ انگریزوں کا پٹایا ہوا کپڑا پہنتے ہیں کیونکہ وہ نہایت عمدہ ہوتا ہی لباس سے ہر چیزیں متعلق ہیں ایک کپڑے کی عمدگی جس کا لباس پٹایا جارے دوسرے لباس کی قطع پہنی بات کو تو آپ قبول کرتے ہیں کہ انگریزی کپڑے سے بہتر کپڑا نہیں مگر انگریزی لباس کی جو قطع ہی اُس سے بہتر کوئی قطع بھی نہیں جس طرح کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے بدن کو پٹایا ہی اسی طرح انگریزی لباس کی قطع ہی اور بھی سبب ہی کہ انگریزی لباس ہر مصر کے موافق اور بدن میں ٹھیک و چست ہوتا ہی برخلاف ہندوستانی لباس کے کہ ایک اُس کی قطع بھی اعضاء بدن کے موافق نہیں ہی پس اصطلاح پر لباس کی قطع کرنا بھی ایک صنعت ہی جس طرح کہ ہزاروں آدمی کپڑے کی صنعت کو پسند کرتے ہیں اسی طرح بھی سے آدمی قطع کی صنعت کو بھی پسند کرتے ہیں *

یہاں تک گفتگو ہوئی تھی کہ مصیبت صاحب خانہ نے ایک کتاب اُٹھائی اور ہول کر دیکھایا کہ یہ تصویر سلطان عبدالعزیز خان موحوم قیصر روم کی ہی اور یہ تصویر نکلس شہنشاہ روس کی ہی اب پتاؤ کہ ان دونوں کے لباس میں کیا فرق ہی — چند صفحہ اُنکر سلطان عبدالعزیز خان سلطان حال کی تصویر دکھائی یہ تصویر اُس وقت کی تھی جب وہ لندن گئے تھے پھر ایک ورق آلت کو اسماعیل پاشا خدیو مصر کی تصویر دکھائی پھر عبدالسلام پادشاہ مراکو کی تصویر دکھائی کہ سب انگریزی قطع کا لباس کٹ پٹاؤں پہنے ہوئے ہیں اور کہا اب تمام مسلمانی ملکوں کے سرداروں اور امیروں نے بھی لباس اختیار کیا ہی کیا یہ سب کافر ہیں — ٹھوڈیالہ *

ایک اُڑ صاحب جو وہاں بیٹھے ہوئے چپکے چپکے باتیں سن رہے تھے بول اُٹھے کہ صاحب جس حالت میں سلطان روم اور تمام مسلمان بادشاہ اور اُنکے امراء اور وزراء ایسا لباس پہنتے ہیں جہاں بڑے بڑے امام بھی موجود ہیں اور خود سلطان عادل کا مرقبہ مجتہد سے فائق ہی تو اب اس میں بھٹ کوٹا + معضی ضرور ہی *

سوال — صاحب یہ سب سچ کیا نتیجہ ہندوستان کے ملا تو من تشبہ قوم کا تیری دیکر کافر بنائے دیتے ہیں *

جواب — جناب یہ ملا نہیں ہیں بلکہ ٹٹھ ملاں ہیں یہ ترجمہ در مستقار کا جسکو مولوی محمد احسن صاحب نے چھاپا ہی موجود

+ اس مباحثہ کے وقت سید احمد خاں کے کسی دوست کی زوجہ وہاں حاضر تھی وہ بول اُٹھی کہ اسی لکھنے پر تقلید مسلمانان سید احمد خاں نے بھی یہ لباس اختیار کیا ہی — ۱۲ مہتمم

مردی کا ساز لگا ہوا ہی بعض میں پیش ہیں اور بعض پلٹ ہار ہیں
ہوئیں طرف سینہ پر اور پشت پر اور الچھہ چوڑی پلٹ ہی یہ خاص
توکوں کا ایجاد ہی اور کمر کی پٹی بھی توڑوں کا دستور ہی اور
پاجامہ معمولی وضع کا ہی پارک کپڑے بسبب نفوذ کرنے سود و گرم
ہوا کے انسان کے لیٹے مضر ہی اس لیٹے غف کپڑے کی پرہاک پٹاٹا
ہوں جازے میں پٹاٹ اور کھپڑے کا لباس پہنتا ہوں *

سوال — ہندوستان میں جو لباس مردج ہیں اُس میں کپڑا
پڑائی ہی اور اُس میں تبدیل اور تہذیب کی کیا ضرورت ہے *

جواب — آپ کو گاڑی اور راتھ کے بدلے چرت اور پگھی دیکھئے
اور قیوت اور تکیل سوز کے بدلے لمپ اور فانوس جلاتے کی کیا ضرورت
ہی صرف اُن کی مہمگی کے سبب سے تبدیل کی گئی ہی پس لباس
کے تبدیل کرنے کی بھی یہی ضرورت ہی قہیلا لباس آدمی کو جس
نہیں دکھتا اور جازے میں رضائی یا دھالہ میں لپٹ کر آدمی آدمی
نہیں دھکا دھکا ایک گھٹری ہو جاتا ہے *

مہمان نے کہا کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اڑچھا لباس اور
جسٹ سب طرح سے اچھا ہوتا ہے ساری شکایں میں بھی فائدہ دیتا
ہی مگر یہ تو فرما دیجئے کہ چھری کانٹے سے کھانے کی کیا ضرورت ہے
بلکہ خلاف سنت ہے اور ہاتھ سے کھانا سنت ہے *

جواب — ہاتھ سے کھانا سنت مردکہ نہیں ہے جس کے ترک
میں گناہ ہو آپ ہزاروں کام سنت مردکہ کے خلاف کرتے ہیں اور
کچھ خیال بھی نہیں کرتے مگر ہاتھ سے کھانے کی سنت آپ کو یاد
ہی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چالیس چالیس روز
تک چھوڑا اور پانی کے سرا اور کچھ نہوٹا تھا جو کے بغیر چھنے آئے
کی روٹی اکثر نوٹھ فرماتے تھے مگر آپ روز سورہ قورمہ اور پلاؤ اور
متنبیں بوجھائی مؤقر فیروزین دھیرا مرغی سے مرغ کھانے نوٹھ فرماتے
ہیں کبھی مسنون کھانا کھانے کا خیال نہیں آتا مگر کھانے کے مسنون
طریقہ پر پھک ہوتی ہی اور وہی ٹھیک مثل آپ پر صادق آتی ہی
جو خامی اسلام سید احمد خاں نے کہی ہے کہ کھانے فرمونی طریقہ
مسنون ہے — ایک طرف دس انگریز اور ایک طرف دس مسلمان اور
ایک طرف دس ہندو کھانا کھانے کو پٹھا در کہ اپنے اپنے طریق پر
کھائیں اور تمہارے دل میں جو باتیں سمائی ہوئی ہیں اُنکر تھوڑی
دیر کے واسطے ملاحظہ طاق میں رکھو اور مورخوں کی آنکھ سے
پلا تمسب دیکھو کہ قوموں فرمیں میں سے کس کے طریقہ میں نقص
اور صفتی ہی میرے تین درس ایک انگریز کے یہاں مہمان ہوئے
ایک اُن میں سے سو گھنٹے ہوئے مولوی صاحب بھی تھے انگریز اپنی
چیز رکھتی ہی یہ تھلے اُن کے سامنے فرش پر بیٹھے اور کھانا کھانا

مہمان نے کہا یہ تو آپ نے سچ فرمایا کیونکہ جب کئی مسلمان
باہم کھانا کھانے بیٹھتے ہیں تو اُن میں سے بعضے ایسے فچلے ہوتے
کھاتے ہیں جسکو دیکھکر نفرت آتی ہی اُنکیاں ضرورت سے بددی جاتی
ہیں اور وہ چائے جاتے ہیں پلاؤ میں سورہ ہاتھ سے ملائے ہیں اور
اُسی لٹارے ہوئے ہاتھ سے اُسکر کھاتے ہیں چاروں اُنکیلوں سے فرنی
کے سڑے بھرتے ہیں جی تو چاہتا ہی کہ میں بھی چوڑی کانٹے سے
کھایا کروں مگر لوگوں کے برا کہنے سے قہر لگتا ہی *

جواب — یہ آپ کا خیالی کر ہی لوگوں کا یہ دستور ہی کہ
پہلے تو ایک شخص پر ہنسا کرتے ہیں اور پھر آپ بھی دوسرے ہی
ہو جاتے ہیں *

سوال — انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا کیسا ہے *

جواب — انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا اور رسول کے حکم سے
جائز ہی تو ان شریف میں صف حکم موجود ہی طعام الذین
اور کتاب حکم لکم اور خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مساعہ زینب یہودیہ
کی دعوت کھائی جس نے کرشت میں زہر ملا یا تھا چنانچہ اُس زہر
کے اثر نے بھٹ سے تکلیف جناب رسالہ آپ کو دی اڑ بھی یہودیوں نے
دعوت کی ہی اور آنحضرت صلعم نے قبول فرمائی ہی اور جب کبھی
جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اپنے مدخلات میں حضرت
مہر رضی اللہ اہل کتاب یعنی یہودی یا نصاریٰ سے صلح کرتے تو شرایط
صلح میں یہ شرط بھی اُنسے فیصلہ کراتے کہ جو کوئی مسلمان اُنکے یہاں
جائے اُسکی مہمانی اور دعوت کیا کریں حضرت ابو بکر صدیق کے عہد
خلافت میں جب حاطب بطور ایچی کے مقدس بادشاہ مصر کے پاس
گئے جو نصرانی تھا اور دسترخواں بچھایا گیا اور اُس پر سونے چاندی
کے برتنوں میں کھانا چھا گیا اور سب کھانے پر بیٹھے تو حضرت حاطب
سے کہا گیا کہ تم بھی کھانے میں شریک ہو اُنہوں نے انکار کیا تب بادشاہ
نے مسکراتے کہا کہ میں جانتا ہوں جو تمہارے حال ہی اسلیئے سوائے
گوشہ پرندوں کے کوئی اور چیز حرام ہم تمکو نہ کھائیں گے حاطب نے
جواب دیا کہ میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہیں کھانا کھانا اللہ تعالیٰ

اور ایوان فتح کیا تو اپنی پرانی طرز معیشت کو چھوڑ کر اچھے لباس پہننے اور عمدہ فرش مکانوں میں بچھانے لگے اس فرش کو صاف رکھنے کے لحاظ سے پیادہ پھرنے کے بعد چوتھا اوتار کر فرش پر آئے اور بیٹھنے کا دستور ہو گیا وہی دستور مسجد میں بھی جاری ہو گیا مگر خلفائے بنی امیہ کے ہاں اس کا رواج نہیں ہوا اُن کے روزرو چوتھا یا موزہ اوتار کر جاتا بے ادبی میں داخل تھا مجھ کو آپ دیکھتے ہیں کہ اس کمرہ میں فرش ہی اور قلیں بھی بچھا ہمہ جہاز میں برت پھرنے بیٹھا ہوں جب نماز کا وقت آتا ہی تو اسی طرح برت پھرنے ہوئے نماز پڑھ لیتا ہوں *

مہمان نے کہا اب مجھ کو یقین ہوا کہ جو کچھ عرف عام میں مشہور ہی بعض غلطی اور وجہ اس غلطی کی بھی ہی کہ ترک علم دین سے توافقت میں ترہمات میں پھنسنے ہوئے ہیں مگر اب انٹر نکابی اُردو میں ہوتی جاتی ہیں تو مراد صاحب کی یہی ضرورت گہنی جاتی ہی اب تو میں بھی ایسا ہی کرونگا کہ مکاں پر چوتھا پھرنے نماز پڑھا کرونگا لیکن مسجد میں رعایت علم کی وجہ سے جرتا اوتار دیا کرونگا تانہ جاہل تکرار نہ کریں — میں نے کہا کہ بعض ناخواقدا جاہل اس قدر متعصب نہیں ہوتے جتنا کہ لکھ پڑھے جاہل متعصب ہوتے ہیں *

سوال — یہ تو نرمائیہ نہ انگریز مذہب اور ہندوستانی مذہب کی تہذیب کیوں کہلاتے ہیں *

جواب — اس بات کی تحقیق نہایت آسان ہی ایک ایسے انگریز اور ہندوستانی کے گھر میں جا کر دیکھو جو یکساں عمدہ رکھتے ہوں یا برابر تنصاف پاتے ہوں تو تم انگریز کے ہنگامہ میں دیکھو کہ تمام اطراف نہایت صاف ہیں احاطہ کے دروازے سے پرانہ تک عمدہ سڑک بنی ہوئی ہے ایک چھوٹا سا چمن لگا ہوا اور خوشہ روشیں اور پشیریاں ہیں ہنگامہ کے اندر ہر کمرہ میں نہایت صاف اور اچھا فرش بچھا ہے جس فرش کے لیٹے جو کمرہ ہی اُس میں اُس قسم کا ساز و سامان مہیا ہے میزیں اور کرسیاں اور الواریاں اور شیشہ آلات سب اپنے اپنے موقع سے سجے ہیں پچھ اور اُن کی آہ نہایت صاف اور آہل لباس پہنے ہیں کھانے کے وقت کھانے کی میز نہایت خوشنمائی اور صفائی سے آراستہ ہوگی جو دیکھنے سے تملز رکھتی ہے خاصا سامان خدمتگار کمرچاں یہاں تک سائیس اور خاکوہ تک لباس اور وردی سے تھیک اور درست ہوئے ہتیار اور خوراک پریشاں ہر ایک چیز نہایت نقیص اور صاف ہوگی اور ہندوستانی کے یہاں ہر چیز پر مکیس اس کے خراب اور مہلی اور ابتر ہونے کی کیفیت کرنا مناسب نہیں *

نے اُن کا عمدہ ہم سے جنس میں کیا ہی پس بدل دیا اُنہوں نے کھانا مٹی کے برتنوں میں اور حضرت حامد نے کھانا اور ہمیشہ سے ہمارے سلطان روم اور خدیو مصر اور شاہ ایران اور اُن کے امراء اور رعایا ہر کوئی اہل کتاب یعنی انگریزوں اور یورپیوں کے ساتھ کھاتے ہیں اور کچھ پرمیز نہیں کرتے *

سوال — اہل کتاب اس زمانہ میں سرور کا کرشمہ کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں تو پھر کیونکر ہم اُن کے ساتھ کھا سکتے ہیں *

جواب — یہ کئی بات نہیں ہی اہل کتاب ان چیزوں کا استعمال پیشہ پر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کرتے تھے اگر اُن کے استعمال کی وجہ سے اُن کے ساتھ حلال چیزوں کا کھانا جائز نہ ہوتا تو قرآن شریف میں اُن کے کھانے کی حلت کا حکم نازل نہ ہوتا اور جناب رسالت مآب کبھی کسی یہودی یا نصرانی کی دعوت قبول نہ فرماتے اب ہندوستان میں یہی جاٹ وغیرہ بعض ہندو قومیں سرور کھاتی ہیں اور کایتہ تکرت سے شراب پیتے ہیں اور ہندو گائے کا پیشاب بھی پاک سمجھ کر پی لیتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ کئی مسلمان اُن کے گھر کا اور اُن کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاتے ہیں کچھ بھی کراہت نہیں کرتا *

سوال — مہینے سنا ہی کہ چوتھا پھرنے نماز پڑھنا گناہ ہی اور آپ یوت پھرنے بیٹھے ہیں کیا اسی طرح آپ نماز بھی پڑھ لیتے ہیں — آپ نے کس سے سنا ہے کہ چوتھا پھرنے نماز پڑھنا منع اور گناہ ہی — لوگوں کی زبانی سنا ہی *

جواب — آپ نے رواجی مسلمانوں کی زبانی سنا ہوگا جو احکام دین پر رسم و راج کو مقدم سمجھتے ہیں در مختار میں صاف لکھا ہے مسجد میں جانے والے کو چاہیئے کہ اپنے جوتے کو دیکھ دھالے کہ کہیں نجاست سے اودھ تو نہیں ہی اور جوتہ اور مرزا بھی کر نماز پڑھنا بشرطیکہ وہ صاف ہوں انفل ہی اور وجہ انفل کی یہ ہے کہ طہرائی نے ایک حدیث اس مقدموں کی روایت کی ہے کہ جوتوں کو پہنکر نماز پڑھو اور پھر کی مشابہت مت کرو ہاں حاشی نے البتہ لکھا ہے کہ چوتھا پھرنے کو مسجد میں جانا اس زمانہ کے عرف میں داخل بے ادبی ہی اور مسجد کے نوش کی آلودگی کا خوف ہی مگر یہ تو نرمائیہ نہ جناب پیشہ پر خدا صلعم کا حکم راجع التعمیل ہی یا حاشی اور مراقی کا حاشی در مختار کا خارج ہی اگر اُس نے اپنی رائے یا زمانہ کا دستور لکھ دیا تو وہ اصل شریعت کا حکم نہیں ہو سکتا اس دستور کے قائم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جناب پیشہ پر صاحب کے زمانہ میں عرب میں فرش بچھانے کا دستور نہ تھا مگر جب مسلمان عرب سے ہمارے تملے اور عام اور مصر

مہمان نے کہا کہ فی الواقع یہہ مثال تو آپ نے بہت ہی قویک
بیان کی بیشک یہہ جہالت اور نادانی کا سبب ہی جو ہم اچھی باتوں کے
حاصل کرنے سے انکار کرتے ہیں اور اپنی موجودہ خراب حالت کو اچھا
جاتمہ ہیں *

میں نے کہا کہ تمام مسلمان ترک روم اور شام اور مصر اور تونس
وغیرہ کے مدت سے بیدار ہو چکے ہیں اور اور ملکوں کے مسلمان بھی
بیدار ہوتے جاتے ہیں مگر ہندوستان کے مسلمانوں کا حال کمال
انوس کے قابل ہی کہ یہہ خراب غلط میں پکی نیند میں پائوں
ہوئے سوتے ہیں ہرچہ تہذیب الاخلاق اُنکو جگاتا ہی مگر جیسے سوتا
ہوا غافل آدمی جگانے والے سے قراضی ہرگز لاتوں مارتا ہی براتا ہی
اُنکے بھی جو کچھ مرنہ میں آتا ہی بکتہ ہیں مگر اُنکے نہیں نہیں
نہرتے ہاں جن لوگوں کی نیند بہت غفلت کی نہیں تھی وہ بیدار ہو کر
کوشش کرنے لگے ہیں اور اوروں کو جگاتے ہیں *

راقم

نارقیما اللہ

اشتہار

ہمارے دوستوں نے یہہ صلاح دی ہی کہ اس نظر سے کہ
تہذیب الاخلاق کے مضامین سے زیادہ تو لوگ فائدہ اوتھائیں
اُس کی پچھلی جلدوں کی قیمت جو بترقیہ ہمارے پاس
موجود ہیں کم کر دی جارے ہں ہم اشتہار دیتے ہیں کہ
آئندہ سے اگر کوئی شخص پچھلی جلدیں مکمل خرید کر نی
چاہے تو بقیہ متفصلہ ذیل اُسکو مل سکیں گی اور محصول
قاک بھی خریدار کو دینا نہوگا ہمارے ذمہ ہوگا *

تہذیب الاخلاق روز اجراء سے یعنی ۱ یکم شول

سنہ ۱۲۸۷ ہجری سے لغایت آخر سنہ

۱۲۸۸ ہجری باہت سوا برس کے ...

تہذیب الاخلاق بابت سال تمام سنہ ۱۲۸۹ ہجری

تہذیب الاخلاق بابت سال تمام سنہ ۱۲۹۰ ہجری

راقم

سید احمد منہجر تہذیب الاخلاق

از مقام بنارس

سرکار — یہہ تو آپ نے صحیح فرمایا انگریز نوایس صفائی سے
مدد ملو رہتے ہیں گویا دنیا کی زندگی کا طلف انہیں کو حاصل
ہی مگر یہہ تو فرمائیے کہ ہندوستانی انگریزوں کو دیکھتے ہیں پھر
کیوں نہیں صفائی سے زندگی بسر کرتے *

جواب — خدا تعالیٰ نے انسان میں ایک قسم کی خودبینی پیدا کی ہی
جس کے سبب سے ہر ایک شخص اپنی ہر ایک بات کو گورہ کیسی ہی
دبی ٹکڑوں پر پسند کرتا ہی اور دوسروں کی باتوں کو گورہ کیسی ہی
اچھی نہیں سمجھتا دیکھو حبشی اپنے کالے رنگ موٹے
ہرنگ پھیز کے سے بالوں کو مدد اور خوبصورت سمجھتا ہی — میں
آپ کو ایک مثال سے اسی بات کو سمجھتا ہوں آپ نرم قعیز کے ارگرد کے
پاس جائیے جو بالکل غیر مہذب بلکہ وحشی ہیں اور اُنکو سمجھائیے
کہ تم پھر سے نوایس خراب چھوڑو میں رہتے ہو ایک لنگوٹی
پاندھے ہو اسباب خانہ داری تمہارا نوایس خراب ہی زمین پر پھسکا
ماو کو بیٹھے ہو اس سبب سے تمہارا بدن میلہ ہی تیکو چاہیے اچھا
مکان بناؤ اچھے کپڑے پہنو اپنی اولاد کو عام پڑھاؤ پاک صاف رہو تو
وہ لوگ آپ کی ان باتوں کی ہنسی اُڑائیے اور سمجھائیے کہ آپ کو
جنوں ہو گیا ہی اور یہہ جواب دینگے کہ ہماری موجودہ حالت ہزرگوں
سے اسی ہی چلی آتی ہی یہی بہت اچھی ہی اگر آپ اُنکی طرز
معیشہ اور دستوروں کی کچھ برائیاں بیان کریں گے تو آپ کو دھکے
اور گالیاں دیکر نکال دینگے کچھ بھی نہیں سنیں گے مگر اُنہیں میں سے
ایک نوجوان قعیز کو پولیس میں کانسٹبل مقرر کر دو اور اُسکو اُردو
لکھنا پڑھنا حسب دستور پولیس کے سکھاؤ تو اُسکو درہی کے پہنے رہنے
سے چند روز میں تنگ ہونے کی عادت چھوڑ جاویگی اور کچھ ضابطہ
نوجداری بھی یاد کرلیگا اسکے بعد وہ ہندو عورتوں کے ہاں تک کہ انسپکٹری
کے عہدہ پر ترقی پائے اور کچھ انگریزی پڑے لے تب اُس سے آپ
دریافت کریں کہ جب ہم تمہارے گھر تکر سمجھائے گئے تھے تو تم
از تمہارے بھائی برادر اپنی موجودہ حالت کو اچھا بھاتے تھے اور اب
تم عہدہ لباس پہنے ہو مدد اسباب رکھتے ہو مدد مکان میں رہتے
ہو اور اب کھر کیا کہتے ہو تو آپ یقین فرمائیے کہ وہ ضرور کہیگا
کہ مجھکو اُس وقت قتل اور تھیز نہ تھی میرے اہل برادری سب احمق
اور جاہل ہیں وہ حالت کسی طرح اچھی نہیں ہو سکتی مددہ حالت
یہی ہی جو اب میری ہی اب میرا ارادہ ہی کہ مال کا قانون یاد
کرتے تھیںنداری کا امتحان دوں صاحب کلکٹر میری کارگزاری سے نوایس
خرش ہیں فوراً تھیںندار کر دینگے اور اُمید قوی ہی کہ پھر چند روز
میں کٹھی کلکٹر ہرجاؤنگا *

اشتہار

کتاب منسلکہ ذیل واسطے فروخت کے ہمارے
پیس موجوں ہیں اور محصولِ تالک کا علاوہ
اس قیمت کے جس صاحب کو خریدنی
منظور ہوں وہ خرید فرماویں

وہ کتابیں جن کی قیمت مدرسۃ العلوم مسلمانان کی
کمیتی میں جمع ہوگی *

کتاب جان قیوں پوت متضمن حمایت اسلام بزبان
انگریزی قیمت فی جلد ...

کتاب حمایت اسلام ترجمہ کتاب گالفی ہیئیس
متضمن جواب اعتراضات عیسائیوں بزبان اردو
قیمت فی جلد ...

کتاب خطبات احمدیہ مولفہ سید احمد خاں
بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

اگر کوئی غریب مسلمان انگریزی خزان خطبات
احمدیہ کو خاص اپنے بڑھنے کے لیئے چاہے تو
آس کو نصف قیمت پر ملجائیگی *

کتاب مباحثہ مذہبی پادری فنکر صاحب و ڈاکٹر
وزیر خاں و مولوی رحمت اللہ صاحب بزبان
اردو قیمت فی جلد ...

جواب کتاب ڈاکٹر ہنتر صاحب مولفہ سید احمد
خاں انگریزی مہ ترجمہ اردو قیمت فی جلد ...
حصہ اول تاریخ ہندوستان زمانہ ہندوان مولفہ
منشی محمد ذکاء اللہ صاحب بزبان اردو قیمت
فی جلد ...

وہ کتابیں جن کی قیمت کمیتی خواستگار ترقی
تعلیم مسلمانان میں جمع ہوگی *

کتاب رپورٹ سلیمت کمیتی اردو و انگریزی مہ
خلاصہ رسالہ ہے موصولہ کمیتی قیمت فی جلد ...

وہ کتابیں جن کی قیمت دوسری کمیتی مسلمانان
میں جمع ہوگی *

جواب کتاب ڈاکٹر ہنتر صاحب مولفہ سید احمد
خاں بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

اسباب بغاوت ہندوستان مولفہ سید احمد خاں
بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

تہذیب الاخلاق من ابتداء شوال سنہ ۱۲۸۷
ہجری لغایت سنہ ۱۲۸۸ ہجری قیمت ...

تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۸۹ ہجری قیمت ...

دستخط

سید احمد خاں سرکاری

کمیتی ہے مذکورہ

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ
محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی] نمبر ۵

بسم الله الرحمن الرحيم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے منایب فرمائنا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس مقام بنارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آئی ہے کہ چاہے کیرنکے پرچہ مالکیت میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہو اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہو اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے دیتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجراء سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی قوتی ہو اور جو غلط افہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور حقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراج بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجراء و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجراء کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصرف ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینہ میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ چاہیں مضامین ہوگا چھپا کر کیا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آنہ مرہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۸۱

تفسیر السموات

حررہ العبد المقتدر الی اللہ الصمد السید احمد

ہم کو یہ بات معارف نہیں ہے کہ علامہ اسلام نے کونسی خاص علم ہیئت ایسا مقرر کیا ہے جس کی پندار قرآن مجید یا حدیث پر ہو جہاں تک ہم کو معلوم ہے وہ یہی ہے کہ جو علم ہیئت یونانی حکیموں نے اختیار کیا تھا وہی ہم نے بذریعہ ترجموں کے جو یونانی زبان سے عربی زبان میں ہوئے ہم مسلمانوں میں بھی پھیل گیا — جب قرآن مجید کی تفسیریں لکھی گئیں اور قرآن مجید کی کسی آیت میں کوئی ایسا مضمون آیا جو علم ہیئت سے علافہ رہتا تھا تو انہوں نے اُسکی تفسیر اُسی یونانی علم ہیئت کے اصول پر ہی کیا یہاں تک کہ قرآن مجید میں سات آسمانوں کا ذکر تھا اور یونانی تو آسمان مانتے تھے تو علامہ اسلام نے اُن سات آسمانوں میں عرض اور کرسی کو ملا کر پورے نو گردیئے پس ہم سمجھتے ہیں کہ علامہ اسلام نے یونانی علم ہیئت کو تسلیم کیا اور اُسی کے اصول کو مذہبی کتابوں اور قرآن مجید کی تفسیروں میں داخل کر دیا رشتہ رفتہ رفتہ وہ مذہب کے ساتھ اور مسائل مذہبی میں ایسا مل جل گیا کہ یونانی علم ہیئت سے انکار کرنا کرنا مسائل ضروریہ مذہب سے انکار کرنا خیال میں سما گیا پس جقدر نہ ہم انکار ہی اُنہی مسائل علم ہیئت یونانی سے ہی جتنکر علامہ اسلام نے مسائل مذہبی و تفسیر قرآن مجید میں شامل کیا ہے *

یونانی حکیم آسمانوں کا ایک ایسا جسم مانتے ہیں جو ثابت مضبوط و مستحکم ہے اور وہ ایک مکان کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ مثل کر کے گول اور اندر سے خالی ہے جیسے انتے کا چھلکا اور دنیا کے چاروں طرف کو گھیرے ہوئے ہے اور تمام دنیا اُن کے اندر ایسی ہی جیسیکے انتے کے چھلکے میں اُس کے اندر کی زہی و سفیدی *

وہ کہتے ہیں کہ بیحدوں بیچ میں زمین اسطرح پر ہے جیسیکے انتے میں انتے کی زہی اُس کے اوپر پانی ہے مگر جس طرح کہ بعضی دماغ اندازہ ہوتا ہے میں اُس کی زہی ایک طرف کو ہرجاتی ہے اور سفیدی سے باہر نکل آتی ہے اسطرح زمین بھی بیچ میں سے نکل گئی ہے اور پانی کے ایک طرف نکل آئی ہے جس کے اوپر رنج مسکون یعنی دنیا ہے * وہ کہتے ہیں کہ پانی پر ہوا ہے اور ہوا پر کرہ آتش ہے اور کرہ آتش پر ازل آسمان ہے جس میں چاند ہے اور دوسرا آسمان ہے جس میں عطارد ہے پھر تیسوا آسمان ہے

† یونانیوں کو احیاء کی خبر نہ تھی کہ اس دنیا کے نیچے دوسری دنیا آباد ہے اگر اُس کی خبر ہوتی تو ایسا خیال نہ کرتے ۱۲

جس میں زہرا ہے اور چوتھا آسمان ہے جس میں آفتاب ہے اور پانچواں آسمان ہے جس میں مریخ ہے اور چھٹا آسمان ہے جس میں مشتری ہے اور ساتواں آسمان ہے جس میں زحل ہے اور آٹھواں آسمان ہے جس میں یہ لاکھوں ثوابت جزے ہوئے ہیں اور قرآن فلک الانلاک ہے جو سب کو محیط ہے *

وہ یہ کہتے ہیں کہ فلک الانلاک کے اوپر کچھ نہیں ہے یعنی فلک الانلاک کے اوپر مکان کا علاقہ نہیں ہے اور اسی سبب سے وہ نہیں بتاتے کہ فلک الانلاک کی سطح محدب کسکی ہوگی یا نہیں اُس کے اوپر کیا ہے مگر یہ کہتے ہیں کہ اُسکی سطح مقعر فلک اُنہی کی سطح محدب کی ہوگی اور اسطرح تمام آسمانوں کی سطح مقعر اُس کے نیچے کے آسمان کی سطح محدب سے جاسا ہے اور ایسا ہی وہ قایل ہوں کہ زمین سے فلک الانلاک تک کہیں غلہ نہیں ہے *

وہ اسکی بھی قایل ہوں کہ تمام آسمان معہ کواکب کے جو اُن میں جزے ہوئے ہیں زمین کے گرد پھرتے ہیں اور زمین اُن میں مثل مرکز کے ہے کرہ میں انہی اصراروں کو علامہ اسلام نے بھی اختیار کیا ہے اور انہی اصول پر قرآن مجید کے مفسرین نے توان کی تفسیر کی کہ بعض بعض باتوں میں کچھ اختلاف بھی کیا اور مگر نظام بھی تسلیم کیا ہے — اس تحریر کے ساتھ جو ایک پرچہ شامل ہے اُس میں جو شکل نمبر اول کی مندرج ہے اُس سے بطوری تصویر آسمانوں اور ستاروں کی سمجھ میں آسکتی ہے جس طرح پر کہ یونانی حکیموں نے مقرر کی ہے *

اب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح پر یونانی حکیموں نے آسمانوں کا مجسم ہونا تسلیم کیا ہے اور اُن کو معہ کواکب زمین کے گرد پھرتا مانا ہے یہ بالکل غلط اور خلاف واقع ہے اور علامہ اسلام نے بڑی غلطی کی ہے جو انہی اصولوں کو اپنے مذہبی مسائل میں ملا دی ہے اور قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر اُسی یونانی علم ہیئت کے مطابق کی ہے کیونکہ وہ پندار فاسد مابہ الفاسد ہے *

ہم کو مشاہدہ سے بذریعہ دوربین کے (جو ہمارے نزدیک اور ہر ایک انسان کے نزدیک جو فرا بھی واقفیت اور عقل رکھتا ہے دلیل قطعی ہے) بخلاف اُس کے ثابت ہوا ہے جو آسمانوں اور کواکب نظام یونانی حکیموں نے قرا دیا ہے اور جس کی تفصیل ذیل میں مندرج ہے *

اول — ان سات سیاروں کے سرا جن کو ہر کوئی دیکھتا اور جانتا ہے اور جن کے لیکن یونانیوں نے سات آسمان مثل انتے کے چھلکے کے قرا دیئے تھے اُڑ بھی ہمارے بذریعہ دوربین کے دکھائی دیتے ہیں جو اب تعداد میں یا گیارہ ہمارے ہوئے ہیں پس یونانیوں نے جو

دوربین کے ذریعہ سے اسی طرح معلوم ہوتا ہے جس طرح کہ اُس شکل میں دائرے کے پچھلے حصے میں پس اب خیال کرو کہ اگر آسمان اس طرح ہر مجسم ہوں جیسا کہ حکماء یونان نے قرار دیا ہے اور ایک کا مقدر دوسرے کے مذهب سے مماثل ہو تو مشترک اور زحل اور جو جیس کے چاند کیونکر اُن کے گرد پھر سکتے ہیں اور اگر آسمانوں میں فاصلہ بھی مانا جائے تو یہ فاصلہ الاذتاب یعنی دم دار ستارے کس طرح تمام آسمانوں کو گرد پھر چکنا چور کر کر ٹک جاتے ہیں *

اگر یہ بات بھی جائزہ کہ ہم آسمانوں کا جسم ایسا نہیں مانتے جیسا کہ یونانی حکیموں نے مانا ہے بلکہ ہم ایسا ہی لیا اور قہلم ڈھلا مانتے ہیں جسموں سے سب چیزیں ٹک جاتی ہیں جیسے پانی یا ہوا یا اُس سے بھی زیادہ جسم لطیف مگر اس کہنے پر ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا جسم مانند کی کیا ضرورت پیش آتی ہے — اُس پر ہمارے دوست کہتے ہیں کہ ضرورت یہ ہے کہ قرآن مجید سے انکار لازم نہ آئے *

ہم اُس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ضرورت اگر ایسا ہی جسم آسمانوں کا مانا جائیگا تب بھی مقبرین کی تفسیروں سے تو انکار کرنا پڑیگا کیونکہ سید اعداد کے جو معنی اُنہوں نے قرار دیئے ہیں وہ کس طرح ایسے ہی لے لئے قہلم ڈھلائے جسم پر صادق نہ آؤں گے اور ضرورت دوسرے معنی قرار دینے پڑیں گے *

پھر ہم اُن کو دوسری طرح سمجھاتے ہیں کہ قرآن مجید کے صلب سے کسی چیز کو مان لینا اور اُس کی واقفیت پر کسی دلیل کا نہ لا سکتا کچھ کام کی بات نہیں ہے — جاہل مسلمانوں کا یقین ہمارے یقین سے بہت زیادہ مضبوط ہے اُن کو تو یہ ہمیں اس بات کے سمجھانے کی حاجت ہے کہ آسمانوں کا جسم یونانی حکیموں والا جسم ہے یا اور کس طرح لطیف و رطوبت لیا اور قہلم ڈھلا جہاں تک گفتگو ہے وہ لکھ پڑھ آدمیوں سے ہے اور مذہب کے سچے ہونیکے دلائل زیادہ تر اُن لوگوں سے متعلق ہیں جو اس مذہب کو نہیں مانتے تھے یا اُن لوگوں سے متعلق ہیں جو پہلے اس مذہب کو مانتے تھے مگر کسی وجہ سے اب اُس سے پھر گئے ہیں پس اگر اس دوسرے قسموں کے لوگوں کے سامنے آپ فرمائیے کہ ہم آسمان کا ایسا جسم لطیف اس لیئے مانتے ہیں کہ قرآن کا انکار لازم نہ آئے تو اُس کے دل میں یہ بات کیا اثر کرے گی بلکہ مکمل اُس شخص کے جس نے آٹاڑی خام کو کہا تھا کہ ہر گھٹن چھ ضرورت ٹھہر بالہ وہ بھی جواب دینا کہ تسلیم کر دے قرآن چھ ضرورت *

ملاحظہ اس کے نہایت ضعیف یقین کی بات ہے کہ ہم قرآن مجید کے کسی کلام کی نسبت جسموں واقعات اور حقایق موجودہ کا ذکر ہر

سات آسمان سات ستاروں کے لیئے قرار دیتے تھے وہ بالکل غلط ہو گئے اور علماء اسلام نے جو لفظ سبع سموات کی تفسیر میں دہی یونانی حکیموں کے ساتھ آسمان سمجھے تھے یقینی اُن علماء نے غلطی کی تھی کیونکہ کلام الہی کبھی خلاف واقع نہیں ہو سکتا پس اس سے ثابت ہے کہ سبع سموات سے یہ مطلب نہیں ہے جو علماء اسلام نے تفسیروں میں قرار دیا ہے *

دویم — مشترک کے گرد چار چاند اور زحل کے گرد سات چاند اور جو جیس کے گرد چار نیا سیارہ دکھائی دیا ہے چھ چاند دوربین کے ذریعہ سے دکھائی دیئے ہیں اور وہ اپنے اپنے سیارے یعنی مشترک و زحل و جو جیس کے گرد پھرتے ہیں اور ہم اُن کی گردش کو اپنی آنکھ سے دیکھنے دوربین کے ذریعہ نہیں پس اگر آسمان ایسے ہی مجسم ہوتے جیسے یونانی حکیم قرار دیتے ہیں اور جیسا کہ علماء اسلام نے غلطی سے قرار دیا ہے تو اُن چاندوں کا گرد اُن ستاروں کے پھرنا ممکن نہ تھا *

فرض کرو کہ ایک کوٹھڑی ہے اور غول کیوتروں کا اُس کے اوپر سے اندر گھسنا ہے اور دروازے کے ٹکٹا ہے تو ہر شخص یقین کریگا کہ اُس کوٹھڑی پر چھ نہیں ہے یا کیوتروں کے گھسنے کے بقدر کھلی ہوئی ہے یا وہ چھب ایسی ہے کہ کیوتروں کے جانے آئے کو مانع نہیں ہو سکتی ورنہ ممکن نہیں کہ کیوتروں کے اوپر سے کوٹھڑی میں گھسنا پس اگر ستارے آسمانوں میں چڑھتے ہوتے ہمارے آسمان اٹھ کے چھلکے کی طرح ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اُن سیاروں کے چاند بغیر آسمانوں کے توڑے اُن سیاروں کے گرد دررہ کرتے *

سریم — اگلے زمانہ میں یونانی حکیموں نے دم دار ستاروں کو یہ سمجھا تھا کہ آسمان و زمین کے بیچ میں پیدا ہو جاتے ہیں اور پھر جاتے رہتے ہیں مگر اب مشاہدہ سے پتہ چلتا ہے کہ آسمانوں کے ذریعہ ہوا ہے کہ یہ بات غلط تھی وہ بھی بھلائے خود ستارے ہیں اور پھر دور چلے جاتے ہیں اور پھر چلے آتے ہیں اور اُن کی حرکت ایسی پڑی ہے کہ تمام کواکب اور فلک الافلاک مقررہ حکماء یونان سے بھی آڑھے ہو جاتے ہیں اور چونکہ دم دار ستارے بھی متعدد ہیں اس لیئے متعدد سمتوں پر حرکت کرتے ہیں پس جس طرح کا جسم آسمانوں کا یونانی حکیموں نے قرار دیا ہے اگر ویسا ہی جسم آسمانوں کا ہوتا تو دم دار ستاروں کا یا اس طرح پر حرکت کرنا ناممکن ہوتا یا اُن کی حرکت سے تمام آسمان ہیشہ کی طرح چکنا چور ہو جاتے *

دوربین کے ذریعہ سے دکھائی دیتا ہے کہ کواکب اس طرح پر واقع ہیں جیسا کہ شکل دویم میں پٹائے گئے ہیں اور اُن کا دررہ بھی

مشاہدہ سے اور تمام دلیلوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک رسمت میں خواہ اُس میں کوئی جسم لطیف سیال ہو یا ٹھوس تمام کرات جو کواکب دیکھائی دیتے ہیں پہلے دیکھے جاتے ہیں یہ زمین بھی اُنہی کی مانند ایک کرہ ہے اُن کی مثل ایسی ہی جیسے کہ ہم رات کو مختلف مقامات میں بہت سے غبارے اُڑا دیتے ہیں اور وہ اُڑ رہے جاتے ہیں اور معلق ٹھہرے ہوئے اور چلتے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں اسی طرح یہ سب کرے کواکب کے ساتھ ہماری زمین کے خدائے الٰہی نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک رسمت میں یکپور دیکھے ہیں جو اپنی اپنی جگہ میں ہیں اُن سب کے بیچ میں آفتاب ہی اور وہ سب اُس کے گرد پھرتے ہیں اور نہیں معلوم کہ ایسے آفتاب اور نکتے ہیں اور نکتے ستارے اُن کے ساتھ ہیں جو اُس کے گرد پھرتے ہوئے کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور صنع پے انتہا ہے *

ہمارے مخالفین کو اور ہم پر مسئلہ وجود آسمان پر فترت کو دینے والوں کو ذرا غور سے انصاف کرنا چاہیئے کہ خدائی قدرت اور مہمت اُس کو صرف اس وقت کا جو اُن کے نزدیک مثل ایک النور کے محدود ہے خدا اور خالق مانتے ہیں یا اُس کو ایسی بے انتہا مطلق کا خالق اور خدا مانتے ہیں جس کی انتہا مثل اُس کی قدرت کے بے انتہا ہے جیسی یہ ہماری دنیا ہے جس کے لئے یہ آفتاب ہی اور جس سے بہت سے کواکب ستارے متعلق ہیں اسی طرح اور بہت سے بے انتہا شمس ہیں جن کا نظام ہی جدا ہے اور مثل ہماری دنیا کے بلکہ اُس سے بھی زیادہ عجیب بے انتہا نظام شمسی جس کے مجموعہ کو ہم دنیا کہتے ہیں موجود ہیں اور وہ اُن سب کا خالق اور سب کا ایک خدائے واحد ذوالجلال ہے جس کا نہ کوئی نہ ہے اور نہ کوئی ضد — تعجب ہے کہ صرف ایک چیز کے انقار کے برابر چیز کا خدا کو خدا اور خالق جاننا تو اسلام ہو اور اُس کو ایسا قادر مطلق اور بے انتہا مطلق کا خالق اور اُس سب کا خدا ماننا تو ہو وہ فیہات ہیبات لعل هذا الاسلام و مرجحاً ثم مرجحاً لعل هذا الکفر ولہ در من قال —

گو مسلمانی ہمیں اس کے واسطہ دارہ

وایے گر در پس امروز ہر فردائے

ہاں بلا شبہ اب ہم کو اس بات پر غور کرنا پائی ہے کہ جس چیز کا ہم نے مشاہدہ کیا ہے اور جس کو ہم نے دلیل قطعی یعنی مشاہدہ سے واقعی بیان کیا ہے قرآن مجید یا وہ احادیث صحیحہ جو بدرجہ یقین یا قریب بدرجہ یقین یا قریب یقین بیان غالب پہنچتی ہیں اور کوئی نقص یا کوئی وجہ اُن کے انکار کی بھی نہیں ہے وہ تو اُس کی مخالف نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ اُس کی مخالف ہوں تو ہرگز

یہ کہیں کہ اُس کے واقعی ہونے کا کچھ ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے ایسی بات سے کیا فائدہ ہے جسکے واقعی ہونے کا دل میں تو یقین نہ ہو مگر صرف زبان سے التوا کیا جاوے ہمارا ایمان تو قرآن مجید پر ایسا مستحکم ہے کہ ہم تمام حقایق موجودہ کو اور قرآن مجید کو مطابق دل سے یقین کرتے ہیں *

چہارم — ہم بخیرہ درویش کے زہرہ کو اور اُس کے سوا اور ستاروں کو بھی دیکھتے ہیں کہ مثل چاند کے بدر و ہلال ہوتے ہیں پس اگر وہ ستارے آفتاب کے گرد پھرتے پھرتے بلکہ زمین کے گرد پھرتے ہوتے تو اُن کا بدر و ہلال ہو کر ہموک دکھائی دینا غیر ممکن ہوتا یرنانی حکیموں کو یہ بات معلوم ہی نہیں ہوئی تھی کہ اُور ستارے بھی بدر و ہلال ہوتے ہیں *

پنجم — ہم بخیرہ درویش کے اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ عطارد اور زہرہ جب آفتاب کے پاس آجاتے ہیں تو کبھی تو وہ آفتاب سے اس طرح بڑھ مل جاتے ہیں کہ آفتاب نیچے ہوتا ہے اور وہ اُس کے اوپر ہوتے ہیں اور کبھی آفتاب اوپر ہوتا ہے اور وہ اُس کے نیچے ہوتے ہیں اور یہ بات ہو نہیں سکتی جب تک کہ آفتاب ساکن نہ ہو اور تمام سیارات بہ زمین کے اُس کے گرد نہ پھرتے ہوں اگر آفتاب چرتے آسمان میں جزا ہوا ہوتا اور وہ دونوں اُس سے نیچے ہوتے یعنی عطارد دوسرے آسمان میں اور زہرہ تیسرے آسمان میں اور وہ سب زمین کے گرد پھرتے ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ عطارد و زہرہ کبھی آفتاب کے اوپر آفتاب سے جا کر ملتے یرنانی حکیموں کو یہ بات معلوم ہی نہیں ہوئی تھی کیونکہ اُس زمانہ میں درویش ایجاد نہیں ہوئی تھی مگر اس زمانہ میں اُنکا مقررہ علم ہیئت مشاہدہ سے غلط ثابت ہوتا ہے پس اس سے زیادہ انسان کی نادانی کیا ہوگی کہ قرآن مجید کی تفسیر ایسے اصول پر کرے جنکی غلطی علانیہ ہو اور ایسے اصول پر تفسیر کرنے کو کفر سمجھے جو بالکل واقع کے مطابق ہو *

عارف اس کے اور بہت سی دلیلیں ہیں جنسے بطوری نمونہ ہیں یقین بلکہ حق الیقین کے ثابت ہوتا ہے کہ یرنانیوں نے آسمانوں کا جیسا جسم مانا تھا اور کواکب کو اُنیں جزا ہوا تسلیم کیا تھا اور یہ جانتے تھے کہ تمام آسمان بہ کواکب کے زمین کے گرد حرکت کرتے ہیں اور زمین ساکن ہے یہ بعض غلط اور غلط واقع ہے مگر وہ دلیلیں فی الجملہ مشکل ہیں اور آلات رصدیہ کی واقف کاری اور علم طبیمات کے جاننے پر موقوف ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ عام لوگ جو اُن علوم سے بعض نارواقت ہیں سمجھ نہیں سکتے کہ اس لئے ہم نے اُن کو بیان نہیں کیا اور صرف چند مرئی مرئی باتیں بیان کی ہیں جو ہر سمجھ دار آدمی کی سمجھ میں آسکتی ہیں خیرا وہ اُن علم سے واقف ہو یا نہ ہو *

نظام کام میں لاتا ہی جس سے نتیجہ بھی حاصل ہوا جو اس وقت حاصل ہوتا اگر اس مطلب کی تعبیر کے لیئے کوئی لفظ کسی قوم کی زبان میں ہوتا *

اسکی مثال یہ ہے سمجھو کہ قرآن مجید میں خدا کی نسبت ہاتھ کا پاؤں کا منہ کا لفظ آیا ہی یہی تینوں لفظ انسان کی زبان میں ایک خاص شی کی تعبیر کرنے کے لیئے ہیں مگر چونکہ خدا کی ذات ہمارے ادراک سے خارج ہی تو ہوگز ان لفظوں کے وہ معنی ہم نہیں لے سکتے جو بد اور ساق اور وجہ کے لیئے ہیں بلکہ ان لفظوں کے مفہوم سے ہم توافقت نہیں لیتے ان لفظوں سے وہ نتیجہ حاصل کرتے ہیں جو اس وقت حاصل ہوتا اگر خدا کی ذات کی تعبیر کے لیئے کوئی لفظ ہوتے *

پس جو لوگ یہ بات کہتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کے الفاظ سے وہ مقام پر بھی معنی لینے اور وہی حقیقت سمجھنے جو عرب کی زبان میں اُنکے لیئے معنی ہیں یہ اُنکی مہض غلطی ہی بلکہ الفاظ مستعملہ قرآن مجید کے مہل کو دیکھنا چاہئے کہ اگر وہ مہل ایسا ہی جو ہمارے ادراک کے محدود احاطہ میں داخل ہی تو بلا شبہ اُس کے ہم بھی معنی لینے جو زبان عرب میں حقیقتاً یا مجازاً موافق معاصرہ زبان عرب کے اُس کے لیئے ہیں اور اگر وہ مہل ایسا ہی جو ہمارے ادراک سے باہر ہی تو ہم اس لفظ کے حقیقتاً وہ معنی نہیں سمجھنے کے جو انسان کی زبان میں ہیں بلکہ ہم اُس سے صرف اُس نتیجہ کو حاصل کونے جو نتیجہ ہم کو اُس وقت حاصل ہوتا اگر اُس حقیقت کی تعبیر کے لیئے کوئی لفظ ہوتا — ہذا ماالمعنی ربی والحمد للہ علی ذلک و صلی اللہ علی حبیبہ محمد والہ اجمعین *

چوتھے — یہ کہ قرآن مجید اگرچہ خالق نل کائنات کا نظم ہی مگر جو کہ وہ بطریق اعجاز انسان کی زبان میں بولا گیا ہی اس لیئے اُس کے معنی اور مراد لینے میں نصائح اور بلاغت کے لحاظ سے بھی اُسور اُس کے ارازم میں شمار کیئے جارہے جو ایک اعلیٰ درجہ کی زبان عرب میں معتبر ہوں نہ اُڑ کچھ — پس جس طرح کہ نصیص و بلیغ انسان آپس میں بول چال کرتے ہیں اور جو مارز اُنکی بول چال کا ہوتا ہی اُنیکا لحاظ قرآن مجید میں بھی ہمیشہ رکھنا چاہئے *

ان اصول اربع کے سمجھنے کے بعد ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ عربی زبان میں سم کا لفظ کن کن معنوں میں آیا ہے اور اُن پر عرب کس چیز کو اس اسم کا معنی سمجھتے تھے *

میں سے ایک کام ضرور کرنا چاہئے یا اُس مشاہدہ کو غلط سمجھنا چاہئے یا نہ کرنا بلکہ اسلام کو غلط تسلیم کرنا ہوگا مگر میری دانست میں نہ قرآن اور نہ کوئی حدیث صحیح اُس کے برخلاف ہی جس کا ہم مفصل بیان کرتے ہیں *

مگر اُس کے بیان کرنے سے پہلے چند باتیں بیان کرنی ضرور ہیں کیونکہ وہی ہمارے اصول ہیں جن پر ہمارا بیان مبنی ہوگا *
اول — یہ کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ہمارا بیان اس لیئے غلط ہی کہ مغربیوں نے اُس کے برخلاف بیان کیا ہی کیونکہ ہمارے نزدیک مغربیوں نے قرآن مجید کی تفسیر اُنہی اصولوں پر کی ہی جو حکماء یونان نے مقرر کیئے تھے اور جن کی غلطی ہم کو مشاہدہ سے ثابت ہوئی ہی *

دوسرے — یہ کہ الفاظ قرآن مجید کے بھی معنی لینے جو اُن پر اعلیٰ عرب اُن کے معنی حقیقی یا مجازی موافق اپنی بول چال کے سمجھتے تھے نہ وہ معنی کہ کسی عالم کے عالموں نے بہر جب اپنی اصطلاح کے قرار دیئے ہیں کیونکہ خود خدا نے فرمایا ہی کہ ”رما ارسلنا من رسول الا بلسان قرمہ“ *

تیسرے — یہ کہ قرآن مجید بلسان قوم عرب نازل ہوا ہی زبان اعلیٰ عرب بلکہ تمام دنیا کی قوموں کی زبان اُنہی الفاظ پر محدود ہی جن سے وہ اپنے مافی الضمیر کو تعبیر کرتے ہیں اور انسان کے خیال میں یا دل میں بھی وہی چیزیں آسکتی ہیں جنکو وہ حواس خمسہ ظاہری و باطنی سے جان سکتا ہی پس جس چیز کو یا اسکی مثل کو ہم نے نہ بھی دیکھا ہو نہ چھو رہے نہ چکھا ہو نہ سونگھا ہو اور نہ ہمارے کان کی قوت سامع نے اسکا حس کیا اور نہ ہمارے خیال میں آئی ہو اُس کا بیان کسی زبان کے الفاظ سے نہیں ہو سکتا اُسکے بیان سے انسان جبکہ وہ کسی قوم کی زبان میں تمام کوے یقیناً عاجز ہی اور خداوند پاک بھی ایسے لفظ کو استعمال نہیں فرما سکتا جس کے سمجھنے سے وہ ہی قوم عاجز ہو جسکے سمجھنے کے لیئے وہ لفظ بولا گیا ہو خدای مہیبت ذات ہم کسی لفظ سے بیان نہیں کر سکتے اور نہ خدا ہم کو اپنی مہیبت ذات عربی زبان کے یا اُڑ کسی زبان کے لفظوں میں بتا سکتا ہی کیونکہ کسی زبان میں کوئی لفظ اُس کی اصلیت پر مطلع کرنے کے لیئے نہیں ہی *

* اس طرح جتنی چیزیں ایسی ہیں کہ وہ نہ ہمارے دل میں آسکتی ہیں نہ ہمارے خیال میں اُن کی تبدیرو کے لیئے کوئی لفظ کسی زبان میں نہیں ہوتا اور جبکہ کوئی شخص اور وہ بھی جو اُن چیزوں کو جانتا ہی کسی قوم کی زبان میں اُنکو نہیں بیان کر سکتا تو ایسا مارز

نبیائی نبیانی چیز کی وسعت میں پرنکوں کو آوتا ہوا دیکھتے ہیں جسکا نام ہمکو خدا نے سماہ بتایا ہی *

پھر سورہ روم آیت ۲۷ میں فرمایا ہی ”اللہ الذی یرسل الریح لتتفرق بہا یا فیسطع فی السماہ یعنی اللہ وہ ہی جو چلاتا ہی ہواؤں کو پھر اُٹھاتی ہیں بادلوں کو پھر پھیلاتا ہی اُس کو آسمان میں“ پس ہم دیکھتے ہیں کہ اسی نبیائی نبیانی چیز میں ہوا چلتی ہی اور اس میں بدل اُٹھتے ہیں اور اسی میں پھیلتے ہیں اور اسی نبیائی نبیانی چیز کا نام خدا نے ہمکو سماہ بتلایا ہی *

پھر سورہ سیا آیت ۹ میں فرمایا ہی ”انہم یروا الی ما بین یدیم و ما خلفہم من السماہ و الارض ان نشاء تظشف بہم الارض و تفسطعہم کما من السماہ“ یعنی کیا اُنہوں نے اُس چیز کو نہیں دیکھا جو اُنکے آگے ہی اور جو اُن کے پیچھے ہی آسمان اور زمین سے اکر ہم چاہیں تو اُنکو زمین میں دھنسا دیویں یا اُنہیں آسمان سے ٹکڑا ڈالیں“ پس ہمارے چاروں طرف یہی نبیائی چیز ہی جو ہمکو دکھلائی دیتی ہی اور جس طرح کہ ہمکو زمین میں دھنس جانے کا خیال آتا ہی اسی طرح اس نبیائی نبیانی چیز کے اوپر سے ٹوٹ پڑنے کا خیال ہوتا ہی اور اسی نبیائی چیز کا نام خدا نے سماہ بتایا ہی *

پھر سورہ ق آیت ۶ میں فرماتا ہی ”انہم یظننوا الی السماہ فرقوم یعنی کیا نہیں دیکھا اُنہوں نے آسمان کو اپنے اوپر“ پس یہی نبیائی چیز ہمکو اوپر دکھائی دیتی ہی اور اسی کا نام خدا تعالیٰ نے ہمکو سماہ بتلایا ہی *

پھر سورہ حج آیت ۱۲ میں فرمایا ہی و یسکال السماہ ان تفتح الی الارض یعنی تھام رکھتا ہی آسمان کو زمین پر گرنے سے“ پس وہ کیا چیز ہی جو ہمکو زمین پر گرنے سے تھام رکھی ہوئی معلوم ہوتی ہی یہی نبیائی نبیانی چیز ہی جسکا نام خدا نے ہمکو آسمان بتلایا ہی *

پس لفظ سماہ جو قرآن مجید میں آیا ہی وہ تو اُسی چیز پر بولا گیا ہی جس کو اہل عرب سماہ سمجھتے تھے — ہمارے شفیع جب چاہتے ہیں کہ سماہ کے معنی کچھ اور بدل دیں تو وہ تواریخ خفگی سے فرماتے ہیں کہ ”یہ نبیائی چھ جلیبی اودھن من بیضا المنکبوت مثل ہوا و دھان کے کیا سماہ مفہوم قرآن یہی ہی اور

اسی کی تفسیر قرآن میں وارد ہوا ہی ائمہ اہل حق اہل السماہ بتلایا رن سکھا * و السماہ بتلایا ہا باید — وہ یہی آسمان ہی جس کی تفسیر فرماید ہی و لقد جعلنا فی السماہ پروجاً و زیناً للکائنات *

قاموس میں جو لفظ زبان عرب کی کتاب ہی صرف اتنا لکھا ہی کہ ”السماء معروف“ یعنی آسمان وہ ہی جسکو سب جانتے ہیں پس اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چیز ہی جسکو سب آسمان جانتے تھے یا جانتے ہیں بجز اس نبیائی یا سبز چیز کے جو ہمکو دکھلائی دیتی ہی اور کسی چیز کو کوئی شخص (بشرطیکہ وہ مراد ہی نہ آسمان جانتا تھا اور نہ آسمان جانتا ہی یہی نبیائی یا سبز چیز جو ہمکو دکھائی دیتی ہی سماہ کا مسمیٰ سمجھا جاتا ہی *

اس مقام پر میں شرط مذکور ہے فائدہ لگائی کیونکہ اگلے بزرگوں اور عالموں کے نزدیک یہی سماہ کا مسمیٰ یہی نبیائی یا سبز چیز تھی * ایک بزرگ نے اپنی حاتم کی روایت پسند قاسم ابن یزید ہمارے سامنے پیش کی ہی کہ ”قل لیست السماء مریعة لکنہا مقبویۃ یراہا الناس خضرا“ یعنی آسمان صریح نہیں ہی مگر قیہ بتلایا گیا ہی دیکھتے ہیں اُس کو لڑک سبز * *

پھر دوسری روایت ثمالی کی پسند ضحاک پیش کی ہی تفسیر کوہ قاف میں ”انہ جبل مغطی بالارض من زمرہ خضرا خضرة السماہ منہ“ یعنی قاف پہاڑ ہی مغطی ساتھ زمین کے زمرہ سبز سے سبزی آسمان کی اُسی سے ہی *

پھر تیسری روایت ابو الجوزا کی پسند ابن عباس پیش کی ہی کہ ”قال ابن عباس قاف جبل من زمرۃ خضراء مغطی بالماہ نظفۃ السماہ منہ“ یعنی قاف ایک پہاڑ ہی زمرہ سبز کا مغطی ساتھ عالم کے پس سبزی آسمان کی اُسی سے ہی *

اگرچہ ہم ان روایتوں کو نہیں مانتے اور ضعیف بلکہ موضوع سمجھتے ہیں مگر اتنی بات رن سے ضرور پائی جاتی ہی کہ اگلے زمانہ کے ارک لفظ سماہ کا مسمیٰ اسی چیز کو جو نبیائی نبیانی یا سبز سبز دکھائی دیتی ہی سمجھتے تھے *

خدا تعالیٰ نے یہی آسمان کے ہمکو یہی معنی بتائے ہیں بلکہ اس طرح بتاتا ہی کہ یہ آسمان ہی اسکو دیکھو *

سورہ اناک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ”انہ یظننوا الی الابل کیف خلقت والی السماہ کیف رنفت“ یعنی پھر کیوں نہیں دیکھتے ارنفت کو کہ کیسا بتلایا گیا ہی اور آسمان کو کہ کس طرح ارنفتا کیا گیا ہی“ پس خدا اسی چیز کے دیکھنے کو جو ارنفتی اور نبیائی ہمکو دکھائی دیتی ہی فرماتا ہی اور اسی کا نام سماہ لیتا ہی *

پھر سورہ نحل آیت ۸۱ میں فرمایا ہی ”الہ یرز الی الطیر مستطرات فی جو السماہ یعنی کیا نہیں دیکھتے ارنے والے جانوروں کو کہ فرمانبردار کیسے گئے ہیں آسمان کی وسعت میں“ پس ہم اسی

جناب مولوی محمد علی صاحب نے اپنے رسالہ میں جو ہم گذراہوں کی ہدایت کے لیے لکھا ہے ارقام فرمایا ہے کہ ”ہمارا اعتقاد نسبت آسمانوں کے یہ ہے کہ وہ ایسی چیزیں ہیں کہ خدا نے اُن کو بنایا ہے اور ہمارے اوپر وہیں اور خلقت اُن کی ہماری خلقت سے معکم تو اور شدید اور وہ بے ستون معض قدرت کاملہ سے مزبور ہیں اور ہمس و قدر و تجریم کے مغایر ہیں اور ہمس و قدر و تجریم آئندہ ہیں اور قابل انشقاق اور انقطاع ہیں پھر وہ کہتے ہیں کہ ہم اس اعتقاد کے منکر کر منکر آیات قرآن سمجھتے ہیں“

کسی کر منکر آیات کہہ دیتا تو بہت آسان بات ہے ہر شخص ایک آیت کے کوئی معنی اپنے نزدیک تھوکر دوسرے کو کہہ سکتا ہے کہ اس معنی کے کہ مانتے والے کو ہم منکر آیت قرآن سمجھتے ہیں جیسے مثلاً مقبولین کے دو نورتوں میں سے ایک اسبات کا قائل ہے کہ آسمان سقف مسطح ہے اور اُس کے ستاروں کو قاف پر رکھ رکھتے ہیں اور دوسرا اس بات کا قائل ہے کہ آسمان منک مرئی کے اُتار کے گول ہے پس اس ضرورت نہیں جو فرقہ اس کے مسطح ہونے کا قائل ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ جو شخص آسمان کو منک اُتار کے اعتقاد کرے وہ منکر قرآن ہے اور جو اُس کو اُتار کے منک کہتے ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص آسمان کو مسطح کہے وہ منکر قرآن ہے حالانکہ یہ دونوں مضامین اب تک مسلمان مفسروں میں ہمارے ہوتے ہیں اور اُن کے مذاہب بطور تحقیق و اختلاف آزاد ہوتے ہیں تفسیروں میں نقل کیے جاتے ہیں پس مولوی محمد علی صاحب کے قرائد کے موافق ان میں سے بھی ایک تو ضرور منکر قرآن ہوگا مگر اس سے کسی کا کچھہ نائدہ نہیں بلکہ اپنا ہی کچھہ نقصان ہے

مگر جو کچھ مولوی صاحب نے فرمایا اگرچہ وہ کسیقدر ترمیم کے قابل ہے مگر ہم کو اُس سے انکار بھی نہیں بیشک آسمان ایسی چیزیں ہیں کہ خدا نے اُن کو بنایا ہے اُن پر کیا موقوف ہے تمام چیزوں کا یہاں تک کہ جناب مولوی صاحب کا بھی بنانے والا خدا ہی ہے دوسرا کوئی نہیں ہے شک وہ ہمارے اوپر ہیں مگر یہاں خرا غلطی ہے کیونکہ وہ ہمارے بڑوں تلے بھی ہیں بے شک وہ ہماری خلقت سے معکم تو اور شدید ہیں لیکن اگر لفظ معکم اور شدید سے یہ سمجھا جائے کہ جیسے کچی مٹی کی دیوار اور ایک ریفٹہ کی یا اڑدھات کی دیوار یا جیسے ایک مٹی بڑی ہوئی چھت اور ریفٹہ کی ذات لگی ہوئی تو اس سے ہم کو معاف رکھوں کیونکہ ہمارے نزدیک قرآن مجید کے اُن لفظوں کا یہ مطلب نہیں ہے — بے شک وہ بے ستون معض قدرت کاملہ سے مزبور ہیں یہاں صرف اتنی بات ہے کہ جناب مولوی صاحب کو یہ نہیں معلوم ہوا کہ وہ قدرت کاملہ

و حفظنا من کل شیطان رجیم * انازلنا السحاب الذی یزینہ الکرانب و حفظنا من کل شیطان مارد لیسوس الی الامم الاعلی * و من ایتاتہ ان نقرم السحاب و الارض بامر * کیا یہ معجمہ اُن کئی کے ہے جس کی فحیحہ قرآن میں ہے یوم نطوی السحاب کما یالسجل للکتب * کیا اسی کی نسبت ہے کہ السحاب ان تقع علی الارض * و یوم تشقق السحاب بالامم * یوم تہور السحاب مرا * یوم تاتی السحاب بدخان مبین * اسی کی نسبت فرمایا ہے تبارک الہی جعل فی اسمہ ہرجا و جعل فیہا سواجا و قورا مغیورا یہی ہے جس کی نسبت قرآن میں ہے و انشق السحاب نہی یوم من و العین و الملک علی ارجائہا * یوم تکورن السحاب کالمہل * یوم یصل الوادان ہیبا السحاب مغضربہ * اذا السحاب فرجہ * و تھت السحاب فكانت ابروا * اذا السحاب کشفت * اذا السحاب انقطعت * اذا السحاب انشقت * و اسماء ذات الیروج * و السحاب ذات الیروج

مگر ہم ادب سے کہتے ہیں کہ حضرت خفا ہونے کی کوئی بات نہیں ہے فرمایا تو اسی کی نسبت ہے کیونکہ یہ سب باتیں بقول آپ کے سماء کی نسبت ہیں اور اسی نیلی نیلی سبز سبز چوڑ کو اہل عرب سماء جانتے تھے پھر پہلا ہم پر خفا کیا ہے اگر خفا ہونا ہے تو خدا پر خفا ہو جائیے کہ اُس نے اُس نیلی چھت چھتری اڑھن میں بیت المنکبر پر کیوں ان مقدر کا اطلاق کیا جو اُس پر صادق نہیں آتیں یا اسی چیز کو اسما مائیہ جس پر یہ معتدین صادق آجاریں یا ہمارے ساتھ ہو جائیے اور ایسے معنی اختیار کیجیے کہ خدا پر بے لحد باندہ کذب کا الزام آئے

یا وفا یا خبر وصل تو یا برگ رقیب

بازی درخ ازیں یک دوسہ کارے بکند

ایک ہمارے شفیق نے ہدایت خوشی سے ہم کو الزام دیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ ”یوجود السحاب جسمانہا“ اور اگر یہی سبب چھتری مصداق آیت ہو تو اُس کا ہی تو جسم ہے پھر جرد ہمارے اقرار سے تو ہمارا قول غلط ثابت ہو گیا

یہاں یہ الزام ہم پر نہیں ہوا الزام ہے جس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر جناب آسمانوں کی ایسی جسمانیات مانتے ہیں ہم کو کچھہ حق نہیں ہم تو اُس جسمانیات کے منکر ہیں جس کو ہم کو یونان نے قرار دیا ہے اور جس کی تقلید علماء اسلام نے کی ہے و کہ جبب کسی خاص وجہ کے اُن کی ایک آدہ بات سے اختلاف ہی کیا ہو

لفظ بادل یعنی ابر پر بولا گیا ہی مگر ہمارے حقیق فرماتے ہیں کہ ہم قرآن کے معنی بدل دینے اور نہیں دینے کہ اس سے من جانب السموات مراد ہی مگر میں نہیں سمجھتا کہ سورہ ہود کی ۵۲ آیت کی تفسیر کیا فرما دینگے جہاں خدا نے فرمایا ہی ”یرسل السماء ملکاً مدبراً یعنی بھیج دیکر آسمان کو یعنی ابر کو تو تم پر بڑھتے والا“ پھر ۲۶ آیت میں فرمایا ہی و قیل یا ارض ایلہی مامک و یا سماء اقلہی یعنی ابرو کہا گیا اے زمین نکل جا اپنا پانی اور اے آسمان یعنی ابرو تم جا — تفسیر کبیر میں لکھا ہی اقلع السماء بعد ما مطرت اذا امسکت یعنی مہرب کے مہاروہ میں کہا جاتا ہی اقلع السماء جبکہ پرس کو تم جاتا ہی پس اب کون شخص احبات پر شہدہ کر سکتا ہی کہ قرآن مجید میں سماء کے لفظ کا ابر و بادل پر بھی اطلاق ہوا ہی *

تیسرے جس چیز میں کوائب پورے ہیں اُس پر لفظ فلک کا بھی اطلاق آیا ہی — سورہ انبیاء آیت ۳۲ میں خدا فرماتا ہی ”و المرانی خلق اللیل والنہار والشمس والقمر فلک یسبحون یعنی ابرو وہ ہی جس نے پیدا کیا رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو ہر ایک بیچ آسمان کے تیرے ہیں“ *

پھر سورہ یس آیت ۳۰ میں فرمایا ”لا اشاء من یضیی لہا ان تدرك القمر واللیل سابق النہار و فل فی فلک یسبحون یعنی سورج کے لیئے لائق نہیں ہی کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات پہلے ہوسکتی ہی دن سے اور سب ستارے آسمان میں چلتے ہیں“ اور اہل علم تو آسمان کی جگہ فلک ہی کا لفظ بولتے ہیں جسے فلک قمر وغیرہ اور فلک کسی ایسے مجسم کو نہیں کہتے جیسے یونانیوں کا آسمان *

چوتھے سموات کی جگہ طرائق کا لفظ بھی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہی پس اس دوتوں لغاتوں سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ سماء اور فلک اور سموات اور طرائق مرادف ہیں بلکہ صرف استدلال اس قدر کہ سماء و سموات کی جگہ ان نظروں کے بولنے سے پایا جاتا ہی کہ آسمان کا ایسا جسم جیسا کہ یونانیوں اور ان کی تقلید سے علماء اسلام نے تسلیم کیا ہی ویسا جسم اُنکا نہیں ہی *

جذاب مرلوی معدد عالی صاحب نے یا تو ہمارا مطلب نہیں سمجھا یا ہمارا بیان ایسا ناقص ہی کہ عالموں کی سمجھ میں نہیں آتا وہ فرماتے ہیں کہ ستارے حرکت کرنے والے اجسام ہیں پس ضرور ہی کہ مدار اُنکا طویل و مریض و میق ہو * * * جب یہ امر مہم ہو چکا تو بعد مدار حرکت سیارگان اُن لوگوں کی رائے پر جنکے نزدیک خلا محال ہی بلاذک و شہدہ جسم ہی ہوگا خواہ جسم لطیف مثل پانی و ہوا کے ہو خواہ کثیف شفاف ایسا جو مائع

کس ذریعہ سے ظاہر ہوئی ہی مگر ہمکو معلوم ہو گیا ہی کہ عالم اجباب میں وہ قدرت اُس قزۃ کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی ہی جسکو ہم جذب کہتے ہیں — اور مرلوی صاحب کے قلم میں شاید لفظ ”مرفوع ہیں“ کی جگہ یوں ہونا چاہیئے کہ ہر ایک کی نسبت مرفوع دکھائی دیتے ہیں — اس سے بھی ہمکو کچھ انکار نہیں کہ وہ شمس و قمر و نجوم کے مغایر ہیں مگر اتنا کہتے ہیں کہ اُن پر بھی پورجہ اُنکے مرتفع ہونے کے اطلاق ہوسکتا ہی مگر یہ جو مرلوی صاحب نے فرمایا کہ شمس و قمر و نجوم اُن میں ہیں یہ گول گول بات ہی اگر اس سے یہ مراد ہی کہ شمس و قمر و نجوم اُن میں اس طرح ہیں جسے پانی میں مچھلی یا ہوا میں کپوتر تو تو ہم بدل تسلیم کرتے ہیں اور اگر اُنکے اُن میں ہونے سے اس طرح کا ہونا مراد ہی جیسے تھنہ میں کیل یا انگریزی میں نکیٹہ تو ہم اُسکو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ہمارے نزدیک خدا کے قلم کا یہ مطلب نہیں ہی — پھر جناب ممدوح ارقام فرماتے ہیں کہ وہ قابل انشقاق و انفطار کے ہیں — ان لغاتوں میں جو مرلوی صاحب نے فرمائی ہیں قرآن مجید کی پٹری مطابقت نہیں ہوتی اگر یوں فرماتے کہ اُنہر انشقاق اور انفطار کا اطلاق ہوتا ہی یا ہوسکتا ہی تو بالکل صاف ہرجاتا مگر خیر بلحاظ ادب جناب مرلوی صاحب کے ہم اُسکو تسلیم کریں گے *

اب ہم کو یہ یادیں ہی کہ جذاب مرلوی صاحب ہم سے خوش ہوجا دینگے اور اب ہمکو اور ہمارے مسلمان دوستوں کو بے فائدہ ملحد و مرتد اور منکر قرآن اور بیدین فرما دینگے کیونکہ ہمارا اس میں کچھ نقصان نہیں اور مفت میں جذاب مرلوی صاحب کی زبان گندی ہوتی ہی مگر ایک جگہ مرلوی صاحب نے ہم لوگوں کی بات کو مجذباتانہ پر لکھا ہی پس اُنکا ہم نہایت شکر کرتے ہیں کہ اُنہوں نے ہمکو تکلیفات شرعیہ سے بڑی کیا ہی مگر پھر نہ معلوم کہ کیوں ملحد و مرتد و بیدین قرار دیتے ہیں مگر باتیں تو مرلوی صاحب کی بھی ایسی ہیں کہ ایک کو دوسری سے مناسبت نہیں خدا رحم کرے *

اب یہ بات پٹری ظاہر ہو گئی کہ قرآن مجید میں سماء کے لفظ کا اطلاق بمعنی آسمان اسی ٹہلی چٹری چھ پر آیا ہی خواہ وہ ارہن من بیضا المنکبوت ہو خواہ اشد من عقب الحدید *

دوسرے معنوں میں سماء کا اطلاق قرآن مجید میں ہادوں پر آیا ہی بیسیوں جگہ قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہی کہ ازل من السموات ماد یعنی اوتارا آسمان سے یعنی بادل سے پانی اور کچھ شک نہیں کہ بادل سے مینہ ہوتا ہی اور اس جگہ سماء کا

اُس آسمان پر جو دھتے ہیں وہ اُترینگے اور وہ تمام دنیا کے سکان سے زیادہ ہونگے پھر اس طرح ایک ایک آسمان پھٹتا جاوے گا پھر وہ کرہی اور ترہنگان حلقۃ العرش اُترینگے اور پھر سب سے اخیر خدا تعالیٰ رب العرش العظیم اُترینگے کیونکہ وہ تو سب سے اوپر تھے جب سب آسمان بھٹ گئے تب جناب باری کو اُترنے کا وستہ ملا نعرۃ بالک من ہذہ الاطیال - اگر درحقیقت مذہب اسلام یہی ہو تو اُس سے دنو اور بڑی کے قصے ہزار درجہ بہتر ہیں جناب سرکاری صاحب قلم کہ آپ جو ان لغویات کی تائید کرتے ہیں یہ اسلام کی خوبگراہی نہیں بلکہ کمال بدگراہی ہے اور جو وہی باتوں سے اسلام کا بدنام کرتا ہے اور اُسکا نتیجہ یہ ہرگا کہ جس جس ترقی حکمت شہودیہ اور علوم یقینیہ کی ہرگی لوگ اسلام سے پھرتے جاوینگے اور اسلام کو آپ لوگوں کی بدولت انحر سےجھیں گے اور اُس سب کا گناہ سارے صاحبوں کی گروہ پر ہرگا اسلام کی دوستی یہ ہے کہ نہ شہاک کی رعایت کیجیے نہ

مقاتل کی صرف اسلام پر واقع رہیے اور جس قدر غلط روایتیں اور غلط رائیں اسلام میں مل گئی ہیں جو درحقیقت اسلام کی نہیں ہیں اُس کو اس طرح نکال ڈالیں جو ایک درجہ دوسرے میں سے مکھی اور اسلام کی روشنی دھریے و لامذہب و حکیم پھر حکمت قدیم و پیر حکمت جدید سب کو ایسی طرح پر دکھائیے کہ سب دنگ ہو جاویں قلم ہاتھ میں لیکر بے سہ باتوں سے کاف کو سیوا کر دینا اور تفسیر انقول ہمالا پرہی قائلہ کرے لوگوں کو کافر و ملحد و مرتد کہنا کچھہ دینداری کی بات نہیں ہی البتہ جاہلوں میں بیٹھے کو ہٹھکی کوٹنے کو اور بڑے پکے دیندار کہلانے کو تو بھٹ مددہ ہی ہم غیور پھری کریں اُس علماء کے قول کی جن کا قول خلاف واقع ثابت ہوا ہے اور انہوں نے پوری کریں اُس تفسیر کی جس سے تمام قرآن نردبالہ غلط اور خلاف واقع معلوم ہوتا ہے ہم کسی مفسر اور کسی عالم پر ایمان نہیں لائے جو اُن کی بات کی پیچ کریں ہم تو خدا پر اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُس کے کلام پر ایمان لائے ہیں اور اُس کے احادیث ہیں پس جو شخص یا جو قول ایسا ہے جس سے اُن میں نقص لازم آتا ہے ہم تو اُس کے دشمن ہیں پس نہایت مناسب ہے کہ آپ ہمارے دشمن ہوچینگے مگر اتنا سمجھ لیجیے کہ دوست کے دشمن ہوتے ہو اور یہ بات ہو کرئی جانتا ہے کہ دوست کا دشمن کون ہوتا ہے *

پانچویں — سماء کا اطلاق ہی مروجہ ہے یہی آتا ہے ہم نے اپنے اس قول کی تائید میں امام فخرالدین رازی کا قول نقل کیا تھا کہ

السماء عبارة عن کل ما ارتفع اور جناب مولیٰ محمد علی صاحب نے یہ قول امام صاحب کا بھی نقل فرمایا ہے کہ ان السماء المتماہرات

سہر نہر اور جو لوگ خدا کے احکامات کے قائل ہیں اُس کے نزدیک ممکن ہے کہ ہند مجرہ ہو یا ہند مجسم *

خدا مولیٰ صاحب کا یہاں کرے ہم تو اسی صغار کو جسکا ایہی ذکر کیا سماء وسیع سموات مانتے ہیں اور صرف یونانی حکیموں کے آسمان مجسم سے انکار کرتے ہیں کہ ایسے مدار سے جسکا جناب مولیٰ صاحب نے ذکر کیا اور اُس بات کا کچھہ خیال بھی نہیں کرتے کہ خدا معال ہی یا ممکن کیونکہ اُس کے معال یا ممکن ہونے پر آپ تک کوئی دلیل قطعی معلوم نہیں ہوئی ہے بلکہ یہاں اسکا خدا بھی ہم اُس مدار کو مطلق بلکہ فی ابعاد کثرت تسلیم کرینگے صرف ہم میں اور جناب سرکاری صاحب میں اتنا فرق ہے کہ عاید جناب ممدوح خدا کو غیر مطلق مانتے ہیں اگر وہ ممکن ہو مگر ہم خدا کو بھی مطلق مانتے ہیں اور خدا کو سب چیز کا پڑاں تک کہ خدا کا بھی خالق جتے ہیں *

تمجب ہی کہ ہم ہر اوپر اور اپنی ہر ایک تعمیر کے شروع میں کہتے آتے ہیں کہ ہم اُس جسمائیت آسمانوں کے منکر ہیں جو یونانی حکیموں نے تسلیم کی ہے اور جسکو علماء اسلام نے یونانیوں کی تقلید کو کر پتہ تبدیل قائل تسلیم کیا ہے اور جزو مذہب قرار دیا ہے *

ہم علماء اسلام کی اُن لغو باتوں سے انکار کرتے ہیں جنہیں انہوں نے یونانیوں کی تقلید سے اور موضوع روایتیں سنکر آسمان کو ایسا جسم مانتا ہے جو ہم میں اور اُردو کی مطلق میں آڑ ہے اور لڑھے سے بھی زیادہ سطحہ دی دیکھو تفسیر کبیر میں یوم تعلق السماء والذمام کی تفسیر میں کیا لغو روایتیں لکھی ہیں ایک روایت لکھی ہے کہ انبیاء کے وقت میں کُرنے تکرور میں سے نرہتے نازل ہوا کرتے تھے آسمان بدستور چرچے رہتے تھے مگر جب آسمان بھٹ جاوینگے تو زمین میں اور فرشتوں میں کوئی حائل نہیں رہنے کا پس ٹوٹتے زمین پر اُتر آوینگے *

دوسرا قول لکھا ہے کہ آسمان کے اوپر تو فرشتے دھتے ہیں مگر جب وہ بھٹ جاوے گا تو خواہ نصراہ اُن کو نیچے اُترنا پڑیگا بقول خطبہ کہ جب اذا ہی ٹرہیگا تو بیٹھینگے کاہے پر پھر حضرت ابن عباس کی طرف روایت کو منسوب کیا ہے اور ساتوں آسمانوں کا پھٹنا اور دہانے فرشتوں کا زمین پر آنا بیان کیا ہے پھر اس نکر میں ہے کہ زمین پر سب وہ سمائیٹنگے کیونکہ پھر اُس کے لیے ایک روایت کہی ہے *

پھر حضرت مقاتل کی نسبت ایک روایت کہی ہے اور اُس میں تو خیانت کی گویا ہے اُس میں لکھا ہے کہ اول دنیا کا آسمان پھٹیکا اور

اشتہار

کتب مفصلہ ذیل واسطے فروخت کے ہمارے
پاس موجود ہیں اور محصول ذاک کا علاوہ
اس قیمت کے جس صاحب کو خریدنی
منظور ہوں وہ خرید فرماویں
وہ کتابیں جن کی قیمت مدرسۃ العلوم مسلمانان کی
کمپنی میں جمع ہوگی *

کتاب جان دیوں پور متضمن حمایت اسلام بزبان انگریزی قیمت فی جلد	۳۰۰
کتاب حمایت الاسلام ترجمہ کتاب گاندھی ہیکنس متضمن جواب اعتراضات عیسائیوں بزبان اردو قیمت فی جلد	۳۰۰
کتاب خطبات احمدیہ مؤلفہ سید احمد خاں بزبان انگریزی قیمت فی جلد	۳۰۰
اگر کوئی غریب مسلمان انگریزی خوان خطبات احمدیہ کو خاص اپنے پڑھنے کے لیئے چاہے تو اُس کو نصف قیمت پر ملجاءوگی *	
کتاب مباحثہ مذہبی ہادی فنڈر صاحب و ڈاکٹر وزیر خاں و مولوی رحمت اللہ صاحب بزبان اردو قیمت فی جلد	۸
جواب کتاب ڈاکٹر ہنگر صاحب مؤلفہ سید احمد خاں انگریزی مہم ترجمہ اردو قیمت فی جلد	۸
حصہ اول تاریخ ہندوستان زمانہ ہندوان مؤلفہ منشی مسعود ذکاء اللہ صاحب بزبان اردو قیمت فی جلد	۸

وہ کتابیں جن کی قیمت کمپنی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان میں جمع ہوگی *	
کتاب ریورٹ سلیمت کمپنی اردو و انگریزی مہم خلاصہ رسالہ ہائے موضوعہ کمپنی قیمت فی جلد	۳۰۰
وہ کتابیں جنکی قیمت دوسری کمپنی مسلمانان میں جمع ہوگی	
جواب کتاب ڈاکٹر ہنگو صاحب مؤلفہ سید احمد خاں بزبان انگریزی قیمت فی جلد	۸
اسباب بغاوت ہندوستان مؤلفہ سید احمد خاں بزبان انگریزی قیمت فی جلد	۸
تہذیب الاخلاق من ابتدائے شوال سنہ ۱۲۸۹ ہجری لغایت سنہ ۱۲۸۸ ہجری قیمت	۳۰۰
تہذیب الاخلاق باہت سنہ ۱۲۸۹ ہجری قیمت	۳۰۰
دستخط سید احمد خاں سکرٹری کمپنی ہائے مذکورہ	

سماء سمواہا نکل ماسماک فہو سماء فاؤل الہام من السحاب فقدرزل
من السماء یعنی اسمان کا نام سماء اسی سبب سے رکھا گیا ہے کہ وہ
پلندہ ہی پس جو چیز کے تجھ سے بلند ہے وہ آسمان ہی پس جب
تاول ہوا پہلے پادل سے تو ہوسا سماء ہے *

مگر جناب مولوی صاحب مدوح فرماتے ہیں کہ امام نصرالدین
وازی علماء لکھ میں سے نہیں ہیں اُن کا قول بیان معانی لکھ اور
دیگر علوم عربیہ میں معتد نہیں *

پھر ارقام فرماتے ہیں کہ امام وازی نے یہ بات بطریق قیاس
فی اللغۃ کے فرمائی اور چونکہ قیاس فی اللغۃ مقبول نہیں ہے پس یہ
قول بھی اُن کا مقبول نہیں ہو سکتا *

غیر ہمکر اس سے تو پتہ نہیں ہے کہ امام نصرالدین وازی کو
علوم عربیہ کی لیاقت تھی یا نہیں اگر لیاقت تھی تو یہی دل ما شاد
اور اگر نہ تھی تو جو کچھ مولوی صاحب نے اُن کے حق میں فرمایا
ہماری طرف سے یہی بیٹھ پاد مگر اس قدر تو حاید جناب مولوی
صاحب یہی تسلیم فرماتے ہونگے کہ بطور استعارہ کے مرفوع چیزوں کو
سماء کا اطلاق ہو سکتا ہے پس اس قدر ہم یہی کہتے ہیں کہ اُنہو
یہی سماء کا اطلاق ہو سکتا ہے *

یہ ہم تب کہتے ہیں کہ ہر [کچھ] سماء اور سموات کے معنی
اور پلے کے یا اُردو کے چیزوں کے اور ہم تو خود سماء کا اطلاق متعدد چیزوں
پر اس لیئے ثابت کرتے ہیں کہ اُن میں سے جوں سے چیز مقتضایہ
مقام ہو اور سیاق و سباق عبارت سے پائی جارے وہ مراد لیجاءو
تہ کہ یونانیوں کی تقلید سے ہر کچھ رہی فرضی غیر واقعی جسم
مراد لیا جارے جو محض غلط و خلاف واقع ہے *

ہمکر کہ مولوی مسعود علی صاحب کا اور نہ اور کسی تفسیر کا
جواب لکھنا مقصود ہے اس مقام پر اتفاقیہ چند باتیں تقاریر کے پھر
میں آگئیں پس ہم نے اُن کی یہ سہ سی بیجا اور غیر صحیح باتوں سے
جو تعرض نہیں کیا تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اُن کو تسلیم کیا
ہی بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ بیفائدہ اوقات ضایع کرنے سے کیا
فائدہ ہے *

اب ہم آئندہ بیان کریں گے جو کچھ ہم نے بیان کیا کرئی آیت
آراں مجید کی اُس کے برخلاف نہیں ہے *

(بانی آئندہ)

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انتستیمت پور میں چھپا اور حافظ

مسعود عبد الرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [10 جمادی الاول سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی] نمبر ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترغیب کے منایں فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جارے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُن ہی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہی * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — متصور اس پرچہ کے اجراء سے یہ ہی کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی سائلے جارہیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراء بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجراء و ترقی میں صرف کیا جارہیگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہی اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجراء کے لئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور مجرب کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہی کہ اگر چاہیں تو آؤ کسی کو بھی بطور مجرب اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح جو شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضائے مضامین ہوگا چھپا کر پکا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روائتی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو نی پرچہ چار آنہ مہمہ اخراجات روائتی پرچہ دینا ہوگا *

مقدمہ نمبر ۱۸۲

مسلمان یارقند

مسٹر رابرٹ شا صاحب یارقند اور اُس کے گردنواح کے ملکوں کا حال دریافت کرنے کو سنہ ۱۸۶۸ء میں اُس طرف گئے تھے اور اُنہوں نے اپنے سفر کا حال ایک کتاب میں لکھا ہے جو سنہ ۱۸۷۱ء میں لندن میں چھپی ہے۔ اُس کتاب سے اُس نواح کے مسلمانوں کا حال انتصاب کرکے ذیل میں لکھتے ہیں اور اس انتصاب کے لکھنے سے ہمارا مقصد اپنی قوم کو در باتوں سے متنبہ کرنا ہے ایک یہ کہ ہماری قوم جو ہندوستان میں رہتی ہے وہ سمجھے کہ اُس نے کس قدر عادتیں ہندوؤں کی سیکھ لی ہیں اور کھانے اور پہنے اور غیر قوموں سے ماننے میں ایک خیالی وہم اور چھوٹ جسکی اصل نہ شرع میں ہے اور نہ اُن ملکوں کے رہنے والے مسلمانوں میں ہے اختیاء کی ہے دوسرے اسیات پر افسوس دلانا ہے کہ ہمارے قوم کے لوگ کیا ہندوستان کے رہنے والے اور کیا اُن ملکوں کے رہنے والے کچھ بے علم اور واقعات تاریخی سے جو دنیا میں گذرے ہیں تسقدر پیشتر اور واهیات زتل اور بے ہودہ کھائیوں پر یقین اور امتیاز کرنے والے ہیں جس سے اُن کی نادانی بے علمی بظہری ثابت ہوتی ہے *

انتخاب سفر رابرٹ شا صاحب

صاحب موصوف نے کانکرہ سے اپنا سفر شروع کیا اور جب وہ شہر اہیہ میں پہنچے جو لدانہ سے آگے جانب شمال میں واقع ہے تو وہاں کے لوگوں کا حال اُنہوں نے اسطرح پر لکھا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ جب میں اہیہ میں پہنچا تو میں نے تیس کے باشندوں کے چال چاں اور رسم و رواج کو فوراً تحقیق کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب کہ میں پہلے پہل شہر کی سیڑ کو نکلا تو وہاں کے لوگوں کے حالات دریافت کرنے کا جو جوش تھا وہ سب جاتا رہا اور اُس کے موش میں ایک دوسری بات کا شوق دل میں اُٹھا کیونکہ جو لوگ اُس ملک میں تھے یعنی تبتی اُن سے بالکل مختلف قسم کے لوگ توکی بازار میں چلتے پھرتے یا خاموش نظاروں میں بیٹھے ہوئے نظر آئے اُن کے سروں پر بڑے بڑے سفید عمامہ تھے لنبی ڈاڑھی اور بڑے چمڑے زمین تک لٹیا سامنے سے نکلا ہوا نیچے صبری پہنے تھے اور ہاڑوں میں کالے چمڑے کے موٹے موٹے برت تھے اس سب باتوں سے اُن کا ایک رعب داب معلوم ہوتا تھا اور اُن کا برتاؤ نہایت شستہ تھا جس سے لوگوں کے دل میں اُن کا ادب پیدا ہوا اُن میں ہندوستانیوں کی سی خراماد نہ تھی اور نہ تبتیوں کی سی نقائی تھی اس سے معلوم ہوتا تھا کہ دریا بندروں کے بیچ میں آدمی ہیں جب میں اُن سے ملا تو اُنکا مزاج

بالکل خوف ناک نہ پایا جیسا کہ اُن کے ہوموطن کا سنتا تھا وہ لوگ ہمارے خیمہ میں آکر بیٹھتے اور بذریعہ مترجم کے دوستانہ بات چیت کرتے تھے اور نہایت مزے سے ہماری چام پھونک پھونک کر جوہ جودہ کرکے پیتے تھے ہرغلاف ہمارے ہندوستان کے ڈپوک مسلمانوں کے جو اس قدر ہندو ہو گئے ہیں کہ ایسا کرنے سے اُن کی ذات جاتی رہتی ہے ہمارے مہمان در اصل بہت اچھے لوگ تھے ہنسی مذاق سے غرض ہوتے اور جراب بھی مذاق کے ساتھ دیتے تھے آزادی کے ساتھ گفتگو کرتے مگر کبھی حد مناسب سے تجاوز نہیں کرتے تھے ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بھی عزت کرتے ہیں اور جس سے گفتگو کرتے ہیں اُس کی بھی قدر و سزا کرتے ہیں جب رخصت ہوتے تو مردب طرز پر سلام کرکے رخصت ہوتے رنگ میں اہل یورپ سے کچھ کم نہیں ہیں لال روٹ اور گلاب کے رنگ کاسا چھوڑا ہوتا ہے جب ہم پہلے پہل وہاں پہنچے تھے تو ایک شخص عمدہ پوشاک اور اونچی ایڑی کا جوتہ پہنے ہوئے ہمارے پاس آیا اُس کی ڈاڑھی اور موچھوں کے بال بھورے تھے اور چھوڑا ہوا گورا اور صاف تھا اُس نے مجھکو اس طرح سے دیکھا جیسے انگریز دیکھتے ہیں میں نے اُس کو انگریز سمجھ کر اُس سے بات کرنا چاہا تھا کہ اتنے میں وہ مرز کو میرے مسلمان توکروں کے پاس جا بیٹھا معلوم ہوا کہ یارقند کا رہنے والا ایک حاجی تھا جب ہم روئشیں میں پہنچے تو وہاں کے مسلمانوں سے قرآن و مذہب کی نسبت بہت سی گفتگو ہوئی مسلمانوں کو وہ نصاریٰ کہتے ہیں اور مسلمانوں کی بدنامی کچھ ہی کم سمجھتے ہیں کیونکہ مسلمان اہل کتاب ہیں اور اُنکے لیٹے توڑتے موسیٰ اور زبور داؤد اور انجیل عیسیٰ بھیجی گئی ہے اور اُن کے خاص پیغمبر یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام درجہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ہیں ہندو اور اور پست پستوں کو ایسا نہیں سمجھتے اسی مقام پر محمد نذر سے جو یارقند کا ایلچی ہندوستان میں آیا تھا ملاقات ہوئی اُس نے اور اُس کے ہمراہیوں نے میرے ساتھ چام پیر اور رخصت ہوئے *

جب مسٹر شا صاحب چنگ چیمہوں میں پہنچے تو وہاں یہ بات دریافت ہوئی کہ گرد نواح کے ملک میں جس قدر چارل ایک بکرے پر لد سکتے ہیں اُن کی قیمت میں آٹھ توارہ سونا یعنی بارہ پونڈ کی برابر ملتا ہے جس کے ایک سو بیس روپیہ چھوڑا شاهی ہوتے ہیں اسی طرح سفر کرتے ہوئے مقام شہدادانہ پر پہنچے جہاں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے اور شا صاحب کے آنے کی خبر سنکر شاہ یارقند نے چند سپاہی اور اسیر ایک مہینہ پہلے سے وہاں متعین کر رکھے تھے وہ لوگ مسٹر شا صاحب سے نہایت دوستانہ طرز پر ملے

پڑھی کی وجہ سے تھی کہ اُس کی بی بی نے وفات پائی تھی اُس نے ماتم میں وہ سیاح پوش تھے *

یار قند کے قریب سڑکوں اور پوائے پلوں کی صورت کرائی گئی تھی اور ٹھہروں اور چھوٹی چھوٹی ندیوں پر ٹمہ بل بنائے گئے تھے خاصا صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے اس قدر اچھی قدر و منزلت کی ہرگز امید نہ تھی یار قند والوں نے میرے منشی دیران بخش سے پوچھا تھا کہ جب کوئی معزز مسافر آتا ہے تو اُس کی آمد میں کیا اہتمام ہوا کرتا ہے منشی نے معذرتی طایریاں سڑکوں کی صورت وغیرہ جو یہاں ہوا کرتی ہیں بیان کی تھیں اس پر اُنہوں نے ایسی طایریاں کیں کہ پلوں کے پرانے شہتیر بھی بدلا دیئے تاکہ شا صاحب کے ساتھ جو سوار آریں تو اُن کے گھوڑوں کی قلاوں کے صدمہ سے وہ پرانے شہتیر ٹرت نہجاریں شا صاحب اس بات کا اقبال کرتے ہیں کہ سب طایریاں جو اُن کے لیئے ہوئیں اور اس قدر اُن کی قدر و منزلت جو ہوتی تھی اُس کا اُنپر بار گذرتا تھا وہ کہتے ہیں کہ وہ ہستی میں اُس ضلع کا حاکم میرے استقبال کے واسطے آتا تھا جب مقام کارغلی تین میل کے فاصلہ پر رہا تو وہاں کا بیگ مجھ سے ملنے آیا اور نہایت خاطر داری سے ملا چند درختوں کے سایہ میں فرش بچھا کر دسترخوان بچھایا گیا اور اُسپر شوربا اور پلاؤ اور بڑی بڑی رتیاں اور میرے چائے گئے سب نے ساتھ بیٹھے کو کھانا کھایا بعد کھانے کے لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھی اُسی جگہ ایک بازار کے حاجی سے ملاقات ہوئی اُس نے ہندوستان عرب اور روم تک کا سفر کیا تھا اُس سے فارسی میں بھی گفتگو ہوئی درگاہ تک میرے پاس بیٹھا رہا چائے پیتا جاتا تھا اور سفر کا حال کہتا جاتا تھا *

شا صاحب لکھتے ہیں کہ جب ہم لوگ مقام ٹکلا سے ریگستان میں پہنچے تو یوزباشی نے وہاں کی ایک روایت اس طرح پر بیان کی کہ یہاں کانو آباد تھے ایک بزرگ مسمیٰ شاہ جلال الدین صاحب نے اُن کے روزرو اسلام کا وعظ کیا اُنہوں نے اس شرط پر مسلمان ہونا قبول کیا کہ اُن کے مکان سرنے کے ہوجاویں شاہ جلال الدین نے کچھ دما پڑھی اُن کے سب مکان سرنے کے ہو گئے مگر وہ سب کانو اپنے اقرار سے پھر گئے اور کہا کہ جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ ہمیں مل گیا اب ہم کیوں مسلمان ہوں وہ بزرگ یہ سن کر چلے گئے زمین سے ریت اُٹا اور کافروں کے تمام مکان وغیرہ اُس میں غرق ہو گئے یہاں کے خزانوں کی بہت جستجو کی گئی مگر کوئی ایسا جادو ہی نہ کہ جو کوئی اس ریگستان میں پھرتا ہی وہ ہلاک ہوجاتا ہے *

شا صاحب کہتے ہیں کہ اگر میں ایلچی ہوتا تو اس سے کچھ زیادہ میری خاطر داری نہ ہوتی بلکہ میں اُن لوگوں کا دوست اور

اُن کے ساتھ چم پی کھاتا کھاتا شا صاحب نے بھی ایک روز اُن کی دعوت کی اُن لوگوں نے شا صاحب کے آنے کی خبر یارقند کو بھیجی اور جب تک یارقند سے روانگی کی اجازت نہ آئی وہیں تہوے رہے مگر اُس قیام کے عرصہ میں انٹر آدمی یارقند سے شا صاحب کی مدارات کے لیئے آتے جاتے رہے اور نہایت خاطر داری کے ساتھ اُن کو وہاں رکھا آخر کار جب اجازت روانگی کی آئی تو سب لوگ روانہ ہوئے راستہ میں اہلکار شا صاحب کے استقبال کے واسطے آتے تھے جب کہ یارقند کے قریب پہنچے تو ایک اہلکار جس کو مہماندار کہتے ہیں پیشوائی کو آیا اور تعظیم و تواضع کے ساتھ ملا مہماندار نے اپنے ہمراہیوں کو سواری پر سے اتار کر شا صاحب کے ملازموں کو جو پیادہ تھے سوار کرایا اور نہایت تپاک سے شا صاحب کی مزاج کی خیرروایت پڑھی اور مصافحہ کیا اور اُن کے گھوڑے کی برابر اپنا گھوڑا کر کے ساتھ ساتھ آگے کو چلا ایک سوار سب سے آگے گھوڑا دوڑاتا اور بندوق چھوڑتا جاتا تھا یہ گویا شا صاحب کی تعظیم کے لیئے سلامی کی شاخ ہوتی جاتی تھی کچھ تھوڑے سے آگے بڑھنے پر ایک اور جماعت ملی جو شا صاحب کے استقبال کے لیئے تھوڑی دُور تھی اُس نے ہلکو اور اُن کے ساتھ چم پائی پیکر آگے بڑھے تب یوزباشی وزیر یارقند کا بھائی آکر ملا اور شا صاحب سے راستہ کی خیرروایت پڑھی مقام شہید اللہ میں جو اُن کو بہت دنوں تک ٹھہرنا پڑا تھا اُس کی معذرت کی آخر کار اُسی روز سے پھر کر شا صاحب یوزباشی کے خدمہ میں اُس سے ملنے کو گئے اُس نے بہت امراز کے ساتھ قالین پر بٹھایا چم منگوائی دسترخوان بچھوایا جب شا صاحب اُس سے رخصت ہو کر اپنے خدمہ میں آئے تو تھوڑی سی دیر بعد یوزباشی اُن سے ملنے کو آیا اُنہوں نے زرد رنگ کی ریشمین کشمیری پگڈی یوزباشی کی نذر کی *

اثنوہ وہاں میں ایک روز وزیر نے یوزباشی کے پاس ایک خط بھیجا اور اُس میں مہمان یعنی شا صاحب کی غیور فانیات دریافت کی اور لکھا کہ اُن کے لیئے کسی بات کی دقت یا کوتاہی ہو اسی طرح وہ روز قاصد آتے جاتے رہے جو ہر مرتبہ مدد اور نیا خاص پھینک آتے تھے شا صاحب اپنی اسی عزت اور توقیر دیکھ کر نہایت خرس ہوئے بحقیقت یہ تھی کہ والی ملک اپنے مہمان کے قریب پہنچنے کی خبر سے سن کر اس قدر خرس ہوتا تھا کہ قاصدوں کو انعام اور خلعت دیتا تھا جب کسی قدر اور یارقند کے قریب پہنچے تو ایک جماعت جواروں کی ملی جن کا سردار سیاح پر شاہک بننے ایک مشکی گھوڑے پر سوار تھا یوزباشی نے شا صاحب سے کہا کہ یہ بیگ یعنی حاکم سنجر آپ کے استقبال کے واسطے آیا ہے جب نزدیک پہنچے تو یوزباشی نے شا صاحب اور بیگ سے ملاقات کرائی دونوں باہم گلے ملے اور نہایت تعظیم اور توجہ کے ساتھ بات چیت ہوئی بیگ کی سیاح

میرے یارقند میں پھر تھینے سے پہلے میرے واسطے میز اور کرسی ملایا کرا لی گئی تھی کئی دن کے بعد میں پھر شافراں کی ملاقات کے لیئے گیا اور وہ اُسی طرح عزت اور خاطر سے پیش آیا ایک ریشمین چھٹا عنایت کیا اُسکے بعد پھر کئی مرتبہ چھٹا اور گویاں وغیرہ مجھکو بھیجیں *

یارقند میں کانورس کے لیئے حکم ہی کہ پگزی نہ باندھیں اور کمر میں ایک سیاه قرری باندھے رہا کریں مگر میرے ہندو نوکروں کو مسلمانوں پر شاہک پہننے کی اجازت تھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات میرے حال پر نہایت بڑی مہربانی ہونے کے سبب سے تھی *

ایک روز میرا منشی شافراں کا ایک رقعہ لیکر آیا جس میں اس بات کی شکایت تھی کہ تمہارے نوکروں نے روپیہ کے لیئے کچھ جنس بازار میں فروخت کی ہم سے روپیہ کیوں نہ طلب کیا اسیکے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ بدخواہ لوگ کہیں کہ ایک مہمان انگریز کی مہمانداری کی نسبت مناسب توجہ نہیں ہوتی تب میں نے اپنے منشی کو اُن کے پاس بھیجا اور کہا بھیجا کہ کچھ کپڑا میٹھے نوکروں کے لیئے خریدوا تھا اس پر روپیہ نے کہا اگر یہ بات بادشاہ کے کان تک پہنچ جاوے تو مجھپر حد سے زیادہ عتاب ہو *

ایک روز رمضان کے دنوں میں میں وزیر کی ملاقات کو گیا اُس روز وزیر صاحب نے اپنے ہاتھ سے میرے لیئے چام ملایا کی ایک دن یوزباشی نے مجھ سے کہا کہ آپ یہاں کوئی چیز ہرگز نہ خریدنے میں نے کہا کہ تھوڑی تھوڑی سی چیزوں کے مانگنے میں مجھکو شرم آتی ہی یوزباشی نے کہا کہ جو چیز آپ کو درکار ہو خواہ وہ ہزار طلا کی ہو خواہ ایک پھول کی اُس کے مانگنے میں ہرگز شرم نہ کیجیئے شافراں کو میں نے ایک ملاقات میں ایک پندرقہ رائفل اور ایک ریواور اور ایک ریشمین پگزی اور کچھ کپڑا اور ایک سر بیس پونچہ چام نذر کی جس کو اُنہوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا جب ہمارا بڑا دن قریب آیا تو میں نے اپنے نوکروں کو غرض خریدنے کے حکم دیا مگر شافراں کے ہاں سے پیغام آیا کہ آپ بازار سے کچھ نہ خریدیں سب چیزیں مہیا ہرجارینگی بڑے دن کو شافراں نے ایک بڑا باری دستو خوان اور دو ریشمین چھٹا اور ایک گوبی بھی بھیجی وزیر نے میری تفریح کے لیئے گانے بجانے والے بھی مہینے کیئے تھے *

ایک روز میں نے اپنے دوستوں کی دعوت کی جس میں میرا منشی دیران پٹش اور یوزباشی اور مہماندار اور چار پنجابا باشی شریک ہوئے اُن لوگوں نے پہلی روٹی کا ٹکڑا ٹمک کے ساتھ کھا کر روزہ کھولا پھر کھانا کھایا کھانے میں کچھ انگریزی اور کچھ اُنکا کھانا تھا یوزباشی کو احبات کی بڑی تھوڑی تھی کہ کونسی چیز کھائیں اور کونسی

ہو معان بھی ہوتا تب بھی اس سے زیادہ مجھ پر مہربانی نہیں ہو سکتی تھی ایک روز یوز باشی نے مجھ سے کہا کہ اے شا صاحب اگر آپ نہنگی نہوتے تو ہم اور آپ بھائی ہوتے اور ایک ساتھ رہتے یارقند سے تین میل درے دوسرا یوز باشی نہایت زرق برق پوشاک پہنے ہوئے تیس سواروں کے ساتھ مجھ سے ملنے کو آیا میں اور وہ دردنوں گورنوں پر سے اُترے اور مشرقی ملکوں کی رسم کے موافق گلے ملے یوزباشی صاحب نے اس روز سے میرا کلا دیا کہ میرا دم کھٹکے لگا اور خیر و امنیت مزاج کی پورچھی پور گورنوں پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئے دونوں یوزباشی میرے درنوں پہلوں میں چلتے تھے جب شہر کے اندر پہنچے تو ایک ایسے مکان میں جسکو قالیں اور فرش بچھا کر خوب آراستہ کر رکھا تھا اور آگ روشن کر رکھی تھی مجھکو آتارا اور یوزباشی نے کہا کہ یہ مکان آپ کا ہی آپ آرام فرمائیئے اُس کے بعد دسترخوان بچھا کھانے کے بعد شافراں یعنی وزیر کا بھائی مجھ سے ملنے آیا میں نے اپنی خاطر داری کی نسبت مہربانی ظاہر کی اُس نے جواب دیا کہ بادشاہ کے مہمان کی ہم ننگی ہی تہظیم اور تواضع کیوں نہ کریں کسی طرح کافی نہیں ہو سکتی اُس کے واپس جانے پر تھوڑی دیر بعد میں شافراں یعنی وزیر سے ملنے کو گیا جب اُس کے مکان پر پہنچا اور وزیر سے آنکھیں چار ہوئیں میں نے جھک کر سلام کیا وزیر وہاں سے اُٹھ کر دروازہ تک آیا اور مجھ سے ملا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لیکر آیا اور آتش خانہ کے قریب اپنے مقابلہ میں مسند پر بٹھایا نہایت خاطر کی اور بہت سی باتیں پڑھیں میرے آنے کی خوشی ظاہر کی اور کہا کہ سلطان روم اور انگریزوں کے باہم جو مصیبت اور درستی ہی اُسکو میں جانتا ہوں اور انگریزوں کو اپنا دوست سمجھتا ہوں آپ نے جو اسقدر دور و دراز سفر اختیار کیا اور ہمارے بادشاہ سے ملنے کے واسطے ایسی تکلیف گوارا کی یہ ایک عمدہ ثبوت اُس دوستی کا ہی دوستی سے ہو ایک چیز ترقی پاتی ہی اور دشمنی سے ملک ویران ہوجاتے ہیں میں نے ان سب باتوں کا مناسب جواب دیا اور کہا کہ مجھکو آمید ہی کہ میرا یہاں آنا دردنوں ملکوں کے باہم درستانہ پوتاؤں اور آمد و رفت کا باصفا ہوگا کیونکہ انگریزوں کا ترکوں کی نسبت نیک خیال ہی اور جبکہ اس تمام خاطر داری اور مہمان نوازی کا حال جو میری نسبت ترکستان میں ہوتی ہی ہماری ملکہ سلطنت کی تو نہایت خوش ہوتی اسی گفتگو میں دسترخوان بچھا اور چام میرے رو برو پیش کی گئی اُس کے بعد میں اُٹھنا چاہا مگر شافراں نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر پھر مجھ سے کہا لیا اور اُن کے ایک ملازم نے ایک عمدہ ریشمین چھٹا میرے شانوں پر قال دیا تب میں رخصت ہوا شافراں بھی میرے ساتھ آئے اور مجھکو دروازہ تک پہنچا گیا *

تہ کھائیں کیونکہ کہ ہفت شمشیری اور ہندوستانیوں نے جو شاہ یارقند کے ملازم تھے ترکوں کے ہماری شکایت کی تھی اور یہ کہدیا تھا کہ سوائے سر کے گھٹ کے بچہ اور کچھ نہیں کھاتے ہیں کسی مسلمان کو اُنکے ساتھ کھانا کھانا نہ چاہیئے اس لیئے یوزباشی نے میرے اور مہمانوں سے کہہ دیا تھا کہ منشی پر نظر رکھو جس چیز کو وہ لے آسکو ہاتھ نہ لگائیو مجھکو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی بچہ کو خبر ہوئی پھر میرے منشی نے اُنکو سمجھا دیا کہ رزائل انگریز کبھی کبھی سر کا گھٹ کھاتے ہیں شاہ صاحب کو میں نے کبھی کھاتے نہیں دیکھا اس بات سے سب خوش ہو گئے *

شاہ یارقند کاشغر میں تھے وہاں میرے آنے کی خبر بھیجی گئی اور جب تک مجھے وہاں جانے کی اجازت نہ ملی میں یارقند میں رہا۔ جرنل اجازت آئی وزیر صاحب نے مجھے سے دریافت کرایا کہ بادشاہ کی نذر کے واسطے اگر کچھ چیزیں درکار ہوں تو ہم پورنچادی جاریں میں نے کہا بھیجا کہ سب آپ کی نوازش ہی میں بادشاہ کے حضور میں رہی چیزیں نذر گذارنا چاہتا ہوں جو خاص میری اور میرے ملک کی ہیں اس پر بھی وزیر نے یوزباشی کی معرفت کچھ روپیہ اور چند خالص میرے پاس بھیجے اور کہا بھیجا کہ بادشاہ کے اہلکاروں کو دینے کے لیئے لیٹے جائیئے اتفاق سے میری گھڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا تھا تو میں نے ایک شیشہ منگوا دیا تھا مگر وزیر صاحب نے بچاے شیشہ کے اپنی گھڑی میرے پاس بھیجی تھی اب جومیں کاشغر کو جانے لگا تو وہ گھڑی میں نے اُنکے پاس واپس بھیجی وزیر صاحب نے فرمایا کہ اگر بچہ کھاتی مجھے پھر دیکھو اُنکے تو میں سخت ناراض ہو گیا جو چیز میرے پاس ہے جاتی ہی وہ پھر کر نہیں آیا کرتی اگر شاہ صاحب اس کو اپنے لایق نہ سمجھیں تو اور کسیکے ہدیوں آکر کار یارقند ہے کاشغر کی طرف روانہ ہونے کا سامان ہر سب ہو گیا اور صبح کے وقت تہاوت عہدہ خوبصورت ہو کر آدھ گواہ یعنی وزیر کے واسطے سے میری سزا کی گئی لیئے آیا اور میرے سب ترکوں اور اسباب کے واسطے بھی گھوڑے ملے اور وہاں سے روانہ ہوئے محمد اسحاق جان بواہر دان غراہ شہر کے دروازے تک مجھے رخصت کرنے کو میرے ساتھ آیا کاشغر میں پھر تھام کے بعد میں نے اُن سب چیزوں کی درستگی کی جو بادشاہ کی نذر کے لیئے میں لیگیا تھا اور اُن کو کشتیوں پر رکھا قریب قریب صبح کے بعد سے اہلکار مجھے بلانے آئے اور میں اُن کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت کے لیئے چلا میرے ہمراہ دو یوزباشی اور معمر باقی وغیرہ تھے اور تیس یا چالیس آدمی نذر کی چیزیں لیئے ہوئے تھے میں جس مکان میں نورکش تھا اُس کے دروازے سے بادشاہی محل کے دروازے تک ایک چوتھائی میل کا فاصلہ تھا سڑک کے دو نرس طرف لوگوں کا

ہجوم تھا جو اپنے مختلف رنگوں کی پورھاک کے باعث سے زلفہ تصویروں کی مانند معلوم ہوتے تھے دروازے کے اندر پھونچکر کئی بڑی بڑی تیز ریزیوں میں سے گذرا جو ایک ڈیڑھ میٹر سے زیادہ عمدہ کپڑے پہنے ہوئے پورے کے سپاہی خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی اُس عمارت کے جزیروں میں اُن کے سوا اور لوگ قطار کی قطار ریشمیں لباس پہنے بیٹھے تھے اُس میں جو لوگ کچھ اعلیٰ درجہ کے تھے اُن کی پورھاک اردوں سے زیادہ عمدہ تھی پہلے پہل میں نے کامک قوم کے سپاہی دیکھے جنکے پاس تیز و کامان ر توش تھا اندر کے صحن میں چند جدیدہ مصاحب نظر آئے یہاں سوائے ایک یوزباشی کے جو ایک میرے پاس گیا تھا اور کئی میرے ہمراہ نہرا میں ایک داغ میں سے گذر کر ایک دروازے میں گیا پھر ایک کوٹھالی میں سے ہو کر دربار کے کمرے میں پورھاک اس کمرے میں درپیشہ کے قریب ایک شخص کو تھا بیٹھا پایا میں نے قیاس سے جانا کہ یہی بادشاہ ہی تب میں آیا تھا اور جب قریب پورھاک تو بادشاہ اپنی مسند سے کھنٹوں تک اُٹھے اور دربار ہاتھ مصافحہ کے لیئے بڑھائے میں نے ترکوں کے دستور کے موافق مصافحہ کیا اور اُنکی اجازت سے اُنکے دربار پر بیٹھ گیا پھر حسب قاعدہ مزاج پر سی کے لیئے اُٹھا مگر بادشاہ نے اُنھیں دنیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا اور زیادہ تر اپنے قریب کر لیا پھر میری مزاج پر سی کی اور فرمایا کہ اُمید ہی کہ سفر پر آم ہوا ہوگا اسکے جواب میں میں نے مفر کیا کہ میں فارسی زبان بھرنی نہیں جانتا بادشاہ نے ہنس کر فرمایا کہ بھرنی سمجھ میں آتی ہی اس کے بعد ایک امیر خادشہ رہی میں منتظر تھا کہ بادشاہ کچھ فرمائیں اور بادشاہ منتظر تھے کہ یہ کچھ کہے آکر کار بادشاہ نے انگریزی کی طرح مرحوم کی گفتگو شروع کی میں نے اُسکا مصاحب جواب دیا اور یہ کہ میرے ہوموٹوں کو اس بات کے سنے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی ہی کہ ہمارے دوست سلطان روم اور اُن کی فرمایا کے بہائیں نے اہل چین کو نکال کر جن کے ساتھ ہماری تین لڑائیاں ہرچکی ہیں توکستان میں ایک نئی سلطنت قائم کی ہی اور اپنی نسبت میں نے یہ کہا کہ مجھے لاک صاحب نے نہیں بھیجا ہی اور نہ کوئی خط دیا ہی میں صرف آپ کے نام کی ہدایت سکر اپنی خوشی سے آغا ہوں بادشاہ میری باتیں سن کر سوچتے جاتے تھے پھر فرمانے لگے کہ جب میں نے یہ خبر سنی کہ شاہ صاحب درستگی کی نظر سے میری سلطنت میں آتے ہیں مجھکو بڑی خوشی ہوئی لاک صاحب تو یہ بت بڑے غصے ہوں میں اُن کے مقابلہ میں سخت اور ناچیز ہوں میں نے جواب دیا کہ لاک صاحب تو بڑے ہیں مگر ہماری ملکہ جو اُن کی آقا ہوں اُن سے بھی بہت بڑی ہیں اس پر بادشاہ میری طرف دیکھتے لگے تب میں نے کہا کہ

شاہ یارقند کاشغر میں تھے وہاں میرے آنے کی خبر بھیجی گئی اور جب تک مجھے وہاں جانے کی اجازت نہ ملی میں یارقند میں رہا۔ جرنل اجازت آئی وزیر صاحب نے مجھے سے دریافت کرایا کہ بادشاہ کی نذر کے واسطے اگر کچھ چیزیں درکار ہوں تو ہم پورنچادی جاریں میں نے کہا بھیجا کہ سب آپ کی نوازش ہی میں بادشاہ کے حضور میں رہی چیزیں نذر گذارنا چاہتا ہوں جو خاص میری اور میرے ملک کی ہیں اس پر بھی وزیر نے یوزباشی کی معرفت کچھ روپیہ اور چند خالص میرے پاس بھیجے اور کہا بھیجا کہ بادشاہ کے اہلکاروں کو دینے کے لیئے لیٹے جائیئے اتفاق سے میری گھڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا تھا تو میں نے ایک شیشہ منگوا دیا تھا مگر وزیر صاحب نے بچاے شیشہ کے اپنی گھڑی میرے پاس بھیجی تھی اب جومیں کاشغر کو جانے لگا تو وہ گھڑی میں نے اُنکے پاس واپس بھیجی وزیر صاحب نے فرمایا کہ اگر بچہ کھاتی مجھے پھر دیکھو اُنکے تو میں سخت ناراض ہو گیا جو چیز میرے پاس ہے جاتی ہی وہ پھر کر نہیں آیا کرتی اگر شاہ صاحب اس کو اپنے لایق نہ سمجھیں تو اور کسیکے ہدیوں آکر کار یارقند ہے کاشغر کی طرف روانہ ہونے کا سامان ہر سب ہو گیا اور صبح کے وقت تہاوت عہدہ خوبصورت ہو کر آدھ گواہ یعنی وزیر کے واسطے سے میری سزا کی گئی لیئے آیا اور میرے سب ترکوں اور اسباب کے واسطے بھی گھوڑے ملے اور وہاں سے روانہ ہوئے محمد اسحاق جان بواہر دان غراہ شہر کے دروازے تک مجھے رخصت کرنے کو میرے ساتھ آیا کاشغر میں پھر تھام کے بعد میں نے اُن سب چیزوں کی درستگی کی جو بادشاہ کی نذر کے لیئے میں لیگیا تھا اور اُن کو کشتیوں پر رکھا قریب قریب صبح کے بعد سے اہلکار مجھے بلانے آئے اور میں اُن کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت کے لیئے چلا میرے ہمراہ دو یوزباشی اور معمر باقی وغیرہ تھے اور تیس یا چالیس آدمی نذر کی چیزیں لیئے ہوئے تھے میں جس مکان میں نورکش تھا اُس کے دروازے سے بادشاہی محل کے دروازے تک ایک چوتھائی میل کا فاصلہ تھا سڑک کے دو نرس طرف لوگوں کا

میں اور اُسکی نسبت بھی یا اسی قسم کی کہانی مشہور ہی تھیں گائیں اور
کی روایت سے بھی بیان مذکورہ کی تصدیق ہوتی ہی وہ لوگ کہتے
ہیں کہ تیمور لنگ کے کچھ سپاہی اُس ملک میں رہ گئے اور ہم
انہیں کی اولاد ہیں (لیکن تیمور لنگ کہی اُس ملک میں نہیں گیا)
جب مشرقی ترکستان کا تذکرہ چلا تو لوگوں نے بیان کیا کہ چار ہزار
اُسی برس اب سے بیشتر اس ملک کے باشندے کافر یعنی بد پرست
تھے حضرت سلطان قاسمی ایک بادشاہ پیدا ہوا اور اُس نے سب کو
مسلمان کیا میرے منشی نے اُن لوگوں سے پوچھا کہ اُس کو کس نے
مسلمان کیا تھا انہوں نے کہا کہ وہ خود مسلمان ہوا منشی نے کہا
نہیں نہیں کرتی اُستاد اُس کا ہوگا میرے منشی سے کہا جب رہو یہ
لوگ جس طرح ہو کہتے ہیں کہنے دو جب تم نے ان لوگوں سے یہ سنا
کہ تین ہزار برس تمہارے پیغمبر صاحب سے بیشتر مسلمان بادشاہ
حکومت کرتے تھے تو اُن سے تاریخی واقعات کی مصحح کی اُمید ہی
اسپر روز قاسمی اور اُس کے معمر نے اپنی یادداشت کا مقابلہ کیا اور
دیکھا تو منشی کی بات صحیح تھی اور پھر بیان کیا کہ حضرت
سلطان کافر بادشاہ تھا اُس کو عبدالنصر سامانی پادشاہ کے ایک مولوی
صاحب نے مسلمان کیا ہی جب سلطان بچہ تھا اُس وقت میں اُس کے
باپ نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسلمان ہوگا اُس پر اُس کا ارادہ اپنے
بیٹے کے قتل کرنے کا ہوا لیکن جب اپنی بی بی سے مشورہ کیا تو
اُس نے کہا کہ ابھی قتل صحت کرو پہلے اس کا امتحان کرو یعنی
بتکدہ میں لیجاؤ اگر وہ ہمارے طریقہ پرستش کو قبول کرے تو زندہ
رہنے دو ورنہ قتل کر ڈالو آخر لوگ یہی سلطان کو پس کے سامنے
لیگئے وہ اُس کی پرستش میں شریک ہوا اسلئے اُس کو قتل نہیں
کیا گیا لیکن جب مسلمان اُستاد کی تعلیم اُس کو خفیہ ہوئی تو وہ
اپنے دل میں بہت متروہ ہوا اور جب اُس کے باپ نے ایک مندر
بنانے کا اُس کو حکم دیا تو وہ اُڑ بھی زندہ تر متروہ ہوا اُس نے اپنے
اُستاد سے مشورہ کیا درویش نے کہا کہ اپنے باپ کی اطاعت کرو مگر
دل میں یہ سمجھو کہ مسجد بنوا رہے ہیں جب کہ تمہارا مقصد
لیک ہوگا تو صرف بتخانہ کے نام سے کچھ نقصان نہرگا جب وہ مندر
بنوا چکا تو ایک اور بھی بڑی مشکل پیش آئی یعنی اُس کے باپ نے
اُسی مندر میں ایک بد نصیب کیا اور اُس کی پرستش کا اُس کو
حکم دیا اُس درویش نے منہ ہیشوئے کے پھر اُس فوجوان مسلمان کو
سمجھا دیا کہ کافر کے دو درویشوں پر اللہ کا نام لکھ کر اپنے ہاتھوں کی
کہانیوں میں رکھو جب پس کے سامنے ہاتھوں پر سر رکھ کر سجدہ کر رہے
تو وہ خدا کی عبادت ہوگی تم اُس پس کی چٹانچہ اُس نے ایسا ہی
کیا ہی اور ان تدبیروں سے اُس کا نیا عقیدہ بھی درست رہا اور

مجھ کو اُمید ہی کہ ان دونوں قوموں کے باہم دوستی اور مصیبت
مستحکم ہو جاوے گی اور دوستوں کے درمیان بڑائی چھائی کی کچھ
بھٹ نہیں ہوتی پھر میں نے عرض کیا کہ میں اپنے ساتھ انگلستان
کی چند ہندوؤں سے بطور نمونہ حضور کی نذر کے واسطے لایا ہوں اُمید
ہی کہ وہ قبول فرمائی جاویں بادشاہ ہنسے اور فرمایا کہ ہم تم تو
دوست ہیں ہمارے تمہارے بیچ میں نذر نذرانہ کی کیا ضرورت تھی
تمہارا خیبریت سے پھر چھٹا ہی بڑی خوشی کی بات ہی اسی کے ساتھ
بادشاہ نے اپنے دونوں ہاتھ کی انگشت شہادت کو جوڑ کر تیرہی کر کے
اظہار دوستی کیا اور میرے رخصت ہونے کے وقت بادشاہ نے فرمایا کہ
چند روز آرام کر کے سب مقاموں کو دیکھو اس جگہ کو اور جو کچھ
اس میں ہی سیکر اپنا مسجد اب تیسرے روز پھر ہم سے اور آپ
سے ملاقات اور بات چیت ہوگی پھر خدمتگار کو اشارہ کیا اُس نے ایک
ساتن کا چھ لاکھ میرے شانہ پر ڈالا اسکے بعد نہایت مہربانی سے
بادشاہ نے مجھ کو رخصت کیا *

پچھ-ریں جفری کی شام کو مسجد سے یزید پاشی سے ملاقات ہوئی
یہاں کاشغر میں معمر بھی ہوا یہاں کے لوگوں نے حضرت سکندر
یعنی سکندر اعظم کی نسبت عجیب واقعات بیان کیئے یعنی اُن کی
دارالسلطنت سرخند میں تھی اور انہوں نے ملک چین پر اس فرض
سے کہ وہاں کے لوگوں کو دین اسلام کی طرف پھیریں فوج کشی کی
راہ میں ایک مقام پر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہر شخص اس
جگہ ایک ایک پتھر رکھ دے وہاں ایک بڑا تعمیر پتھروں کا ہو گیا
جب چوٹ میں پہنچے تو شاہ چین نے اُن کی اطاعت قبول کی اور
بغیر مقابلہ خراج گزار ہو گیا سکندر کے سپاہیوں نے اُس ملک کی
مورتوں سے شادی کی اور حضرت سکندر نے اس صم کے مطالب کو پورا
کر کے اللہ اکبر کہا اور وہاں سے کوچ کیا جب پتھروں کے اُس انبار کے
پاس آئے جو سپاہیوں سے جاتے وقت جمع کرایا تھا تب حکم دیا کہ
ہر شخص ایک ایک پتھر اٹھالے سب نے ایک ایک پتھر اٹھا لیا لیکن
ہزار ہا پتھر وہاں پر باقی رہ گئے اُن پتھروں کے شمار کرنے سے تعداد
اُن سپاہیوں کی معلوم ہوئی جو چین میں اپنی جگہ بیٹھیں
ساتھ رہ گئے اُن لوگوں سے دو قومیں پیدا ہوئیں ایک ٹینگانی جو
مسلمان ہیں (ٹینگانی ترکی لفظ ہی اس کے معنی ہیں وہ جانا)
دوسری کالمک جو اب بھی چین کے راستے کے قریب ملکوں میں بستی ہیں
میں خیال کرتا ہوں کہ حقیقت میں یہ دو داستان قاتار کے قہقہوں
میں سے کسی کی ہی لیکن عام غلطی سے سکندر کے ساتھ منسوب کیا
گیا ہی شمالی قاتار میں ایک میدان ہی جو سنتاش کے نام سے
مشہور ہے اور اُس میں اب بھی ایک بہت بڑا انبار پتھروں کا موجود

جاتی اور ہندوستان میں جب انگریز تم سے یہ بات کہتے ہیں تو تم اعتبار نہیں کرتے مگر دیکھو لو ہندوستان سے نکال کر پھلے ہی قدم پر ایک سطح مسلمانان ملک میں خود تمہیں کو ایسے تعصبات کے ٹھونے پر تعجب ہوتا ہی یہی حال تمام دنیا کا ہی منشی نے اس بات کو قبول کیا اور کہا کہ میں یہی ہندوستان میں جا کر اپنی رائے تبدیل کر رہا ہوں *

کاشغر میں پانچویں اپریل کو بادشاہ سے دوسری ملاقات ہوئی جس کا میں صدمہ سے منتظر تھا یعنی سہ ہور کے دن سرکار نے آکر کہا کہ یا تو کوئی بڑا سردار تم سے باتیں کرنے کے لیئے آرہا ہے تم ہی بادشاہ کی ملاقات کے لیئے بلائے جاؤ گے جواب دیا کہ جو کچھ اتالیق غازی کا حکم ہو اُسپر میں راضی ہوں بعد چند منٹ کے پھر سرکار نے آکر کہا کہ غازی اور آمادہ رھو ہم کو بلائے جاؤ گے اُس کے جانے کے بعد دو بندہ تین میں نے صاف اور درست کیں آتھے بچے شام کو میری طلبی ہوئی چنانچہ مجھ کو لوگ محل کے سامنے سے بڑے پھاٹک میں ایکٹھ رہاں توہیں رکھی ہوئی تھیں پھاٹک کھول کر ہم لوگ چوک میں پھرنے جہاں چین کی لالٹیاں روشن تھیں اُس کے مقابلہ میں دیوانخانہ تھا جس میں تھابت عمدہ روشنی ہو رہی تھی میرا رشتہا مجھ کو دیوانخانہ کی سیڑھیوں پر چھوڑ کر چلا گیا میں انیلا کمرہ سے اندر گیا اتالیق غازی ایک گوشہ میں بیٹھتے تھے مجھ کو دیکھ کر ہاتھ بڑھایا اور یہ کہہ کر کہ آرام سے بیٹھو اپنے دربار بیٹھایا بعد مزاج پرسی کے ایک ہندوستانی جہمدار ترجمان بنایا گیا تمام گفتگو لفظ بلفظ تو میں نہیں بیان کر سکتا کیونکہ گھنٹہ بھر سے زیادہ میں بیٹھا رہا اور گفتگو ہوتی رہی تھی خلاصہ تمام گفتگو کا یہ ہے — بادشاہ نے فرمایا کہ اس ملک میں آپ کے آنے سے میں اپنی بڑی عزت سمجھتا ہوں اور میں انگریزوں کے مقابلہ میں طاقت اور مرتبہ میں بہت کم ہوں میں نے جواب دیا کہ آپ کے انگریزوں کے باہم ایسی ہی دوستی ہو جانے کی مجھے امید ہے جیسی کہ سلطان روم اور انگریزوں کے درمیان میں ہے اور دوستوں کے درمیان میں کمی بیشی کا کوئی خیال نہیں کیا کرتا بادشاہ نے کہا خدا ایسا ہی کرے اور مجھ کو بھائی کہہ کر فرمایا کہ میری رعایا سب تمہاری غلام ہے جب قوب و جوار کی قومیں تمہارے یہاں آنے کا حال سنیں گی تو میری اور یہی عزت بڑا جارحیگی میں نے جواب میں عرض کیا کہ نہ مجھ کو ملکہ نے بھیجا ہے نہ لاٹ صاحب نے میں آپ کی نامزدی سن کر غمہ آیا ہوں مجھ سے آپ کو صرف اس قدر فائدہ ہو سکتا ہے کہ میں اپنے ملک اور اپنے بادشاہ کا حال بتاؤں بادشاہ نے کہا کہ تم ہمارے بھائی ہو اور بہت سے اور یہی تعلیمی کلمہ کہہ کر فرمایا کہ میں اس سے پیشتر کہی کسی

اُس کے والدین کے دل میں بھی تسلیم شک نہ آیا اسی عرصہ میں چالیس لاکھ امیروں اور سرداروں کے اُس نے اپنے ساتھی کر لیئے اور اُن کے ساتھ تیر اندازی اور فنون سپہ گری کی مشق کی جب یہ سب سیکھ سیکھ آدھی اُسکے قابو اور اختیار میں ہو گئے تو وہ دنمٹا اپنے باپ کے دربار آیا اور اُس کو حکم دیا کہ مسلمان ہو بادشاہ نے انکار کیا تب اُس کے ساتھیوں نے بادشاہ کو گرتا کر لیا اور اُس کا مرتبہ آسمان کی طرف لیئے ہوئے بکڑے رہے اس پر یہی وہ انکار کرتا رہا پھر اُس کو زمین پر گھڑا گیا اُس کے پاؤں تلے زمین پھٹی لگی اور وہ رتنہ رتنہ دھنسا لگا تب یہی اُس کے بیٹے نے دیں اسلام قبول کرنے کی ہدایت کی مگر اُس نے انکار ہی کیا یہاں تک کہ وہ بالکل زمین میں غائب ہو گیا اور اُس کا پیٹا یعنی سلطان بادشاہ ہوا — لوگ کہتے ہیں کہ مقام ارتاش میں ہے کچھ اب یہی نمک کے غار کی مانند ٹھہر آتی ہے ارتاش کاشغر سے بیس میل شمال کی طرف واقع ہے اس ملک کا بھی پیشتر دارالخلافت تھا *

پہلی فروری کو یوزباشی اور معمر باہی نے دو ہور کے رقبہ میرے ساتھ پلاؤ کھایا اُس کے بعد میرے ملازم مسعود کبیر نے نماز نہ پڑھی اسلیئے لوگوں نے اُس کو ملامت کی اور معمر باہی نے کہا کہ جو کوئی شخص کسی وقت کی نماز نہ کرے تو جبری اور جہوت اور قتل سے اُس کا کچھ ہرج نہیں ہوتا کبیر نے نماز قضا کرنے پر عدم نصرتی کا عذر کیا لیکن معمر باہی کے اس مسئلہ پر کہ نماز سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بھٹ کی درختوں " میرے منشی کے پاس گئے منشی نے معمر باہی کے دعویٰ کے برخلاف تصدیق کیا اور وہ مسئلہ اسلام کا بیان کیا جس کا یہ مطلب ہے نہ خدا تعالیٰ کے تمام گناہ مثلاً شراب خوری قمار بازی وغیرہ اُس شخص کے معاف ہو گئے جو برابر پلاؤ خانہ نماز پڑھتا رہے اگر ایک مکہ شریف کے حج کو جاوے گا لیکن انسان کے مقابلہ کے کلمات مثلاً جبری زبردستی بیزحمی وغیرہ حج کرنے سے بھی معاف ہو گئے جب تک گنہگار حق الوبح اُس کا معاوضہ دیکر مظلوم سے معافی نہ حاصل کرے پس صرف نماز سے ایسے گناہ معاف نہیں ہو سکتے — اُس دن منشی نے متعجب ہو کر مجھ سے کہا کہ ترک لوگ نورو مذہب والوں سے نہایت آزادی کے ساتھ ملتے جلتے ہیں میں نے کہا ہاں یہ لوگ دنیا کے اور سب لوگوں کی مانند ہیں منشی فقیر اور مجھ سے بڑھا کہ نہ اس کا کیا مطلب ہے میں نے جواب دیا کہ تم ہندوستان کے لوگ اپنے ملک کے پہاڑوں کے اندر بند رہتے ہو اور باقی دنیا کے انسانوں کی یہ نسبت تمہارے خیالات بالکل مختلف ہو رہے ہیں صرف تمہی لوگ عوام ہند عوام مسلمان اور لوگوں کے ساتھ کھانے پینے میں تعجب رکھتے ہو سارے ہندوستان کے اور کہیں یہ بات پائی نہیں

انگریز کو نہیں دیکھا تھا گو اُن کی طاقت اور سچائی کا حال سننا رہا
ہوں اور مجھے یقین ہی نہ انگریزوں سے سروے بولائی کے کوئی مضر
بات ظہور میں نہ آدگی میں تم کو اپنا پھوٹی سمجھتا ہوں جو کچھ
تم صلاح در وہ میں کروں میرا ارادہ تمہارے ملک میں ایلچی بھیجنے
کا ہی تمہاری کیا صلاح ہی میں نے جواب دیا کہ آپ کا ارادہ نہایت
ممدہ ہی اور ایلچی بھیجنا بہت مناسب ہی پھر بادشاہ نے کہا کہ
میں ایلچی بھیجوں گا اور اُس کے ہاتھ ایک خط اس درخراست سے
بھیجوں گا کہ وہ اُسکو ملکہ کی خدمت میں روانہ کر دیں میں نے عرض
کیا کہ یہ بہت بہتر تدبیر ہی بادشاہ نے پرچھا کہ تب بھیجنا چاہیئے
میں نے کہا جب آپ کی مرضی ہو میرے ساتھ خراج مجھے سے لے لے یا
میرے بعد روانہ فرمائیئے مگر میری رائے یہ ہے کہ جو کچھ کرنا ہو
جاد کیجئے تب بادشاہ نے فرمایا کہ میرا ایلچی بیشک تمہارے ساتھ
جاریگا اب میں یہاں پر تمکو تین دن اور ٹھہراؤنگا پھر یارقند کو چلنا
پڑیگا اور ایلچی کو میں یا تو یارقند میں یا نانک حصار میں تمہارے
سچرہ کرونگا میں نے کہا بہت اچھا اگر ارادہ ہو تو جو کچھ باتیں
اُس سے پوچھی جاریگی وہ سب میں اُس کو بتاؤں گا اور پھر وہ
ایلچی اُن سب امور کی تسبیح حضور کی اجازت حاصل کرلیگا ورنہ
جب وہ ہمارے حاکموں کے روزمرہ کے گفتگو کرنے میں شاید
اُس کو دقت پیش آوے بادشاہ نے فرمایا کہ ہاں سب باتیں اُس کو
بتادیجیو اور نل شام کو اور پھر نانک حصار میں ہم سے تم سے گفتگو
ہوگی اور کہہ ملکہ انگلستان ملکہ آنتاب کے ہیں جس پر اُن کی
شعاع پڑتی ہی اُس کو گرمی پھونکتی ہی میں سوجی میں ہوں اور
چاہتا ہوں کہ اُنکی کچھ شامیں مجھے پر بھی پڑیں میں ایک
چھوٹا سا آدمی ہوں چند بوسوں میں خداوند کریم نے اتنا بڑا ملک
عطا کر دیا ہی تم آئے میری بڑی عزت ہوئی مجھکو اُمید ہی نہ تم
اپنے ملک میں میری اعانت کروگے جو کچھ مجھ سے تمہاری خدمت
ہوئی ممکن ہو اُس کے لیئے ارشاد کرو اور اسطرح میرے ساتھ بھی
پیش آنا اب کبر واپس جا کر میرا کیا حال بیان کروگے مہلے کہا میں
کہوں گا کہ جو کچھ آپ کی شہرت ہندوستان تک پہنچتی ہی وہ اصل
حقیقت سے نصف ہی ہے سنکر بادشاہ ہنسے اور مصافحہ کرنے کو
ہاتھ بڑھایا پھر فرمایا کہ تم اپنے آدمی ترکستان میں تجارت کے لیئے
بھیجا کرو ملکہ اپنا ایلچی یہاں بھیجیں یا نہ بھیجیں مگر خاص
تمہارے آدمی آیا جایا کریں پھر پوچھا کہ سال پھر میں ایک آدمی
بھیجوں گے میں نے عرض کیا کہ اگر حضور کی اجازت ہی تو ضرور بھیجوں گا
بادشاہ نے فرمایا سب قسم کی سوداگری کی چیزیں بھیجنا اور ہمارے
نام خط لکھنا اور جو کچھ تمہیں درکار ہو ہم سے طلب کرنا تمہارے

بھیجیو پھونچنے کا خط ہمارے واسطے ایک نعمت ہو گا میں جواب
دیا کہ بے شک اس نریمہ سے آپ کی خیر و مانیت کا حال مجھے معلوم
ہوتا رہیگا جس سے مجھکو بڑی خوشی ہوگی میں دعا کرتا ہوں کہ
آپ کی سلطنت صدہا برس قائم رہے انصاف اسی قسم کی گفتگو کی
بعد میں چار ہی اور مجھکو خلعت مرحومہ ہوا جس کے بعد کچھ
تہرزی سی دیر بیٹھ کر میں رخصت ہوا ایک شاہزادہ مجھکو صدر
دروازہ تک پہنچا گیا سب لوگوں نے مجھکو مبارکباد دی *
چوتھی اپریل کو بادشاہ کے ہاں سے زرعیہ اشرافیوں اور کچھ سرنے
کے ریزے کاغذ میں لپٹے ہوئے سرکار لایا اور کہا کہ یہ آپ کے ذاتی
اخراجات کے لیئے ہیں وہ سب مالیت تصفیفا چھ سو نوے پونڈ یعنی
چھ ہزار نو سو زرعیہ کی تھی تہرزی دیر بعد وہی شخص پھر آیا
اور بیٹنٹالس پونڈ یعنی چار سو پچاس زرعیہ منشی کے لیئے لایا اور
پھر ایک زردوزی سرخ ساتن کا چھہ اور ایک اونچی مشعل کی ٹوپی
میرے لیئے اور کچھ کپڑے منشی اور اور میرے ملازموں کے لیئے آئے
تہرزی عرصہ بعد ایک گھوڑا نہایت عمدہ اسباب سے سجا ہوا آیا اور
اُس کی باگ میرے ہاتھ میں دی گئی اور دعائیں پڑھی گئیں شام
کو میں پھر بادشاہ کی ملازمت کے لیئے گیا معمولی گفتگو کے بعد
بادشاہ نے پھر یہی کہا کہ بمقابلہ ملکہ کے جو مفت اقلیم کی حکموں
میں میری کچھ حقیقت نہیں اس کے بعد انگلستان کے ساتھ
دوستی کا تذکرہ آیا خصوصاً میری دوستی کا بادشاہ نے فرمایا کہ جب
میں تمہارا منہ دیکھتا ہوں میرے دل میں ایک ٹیک شگون کا
خیال پیدا ہوتا ہی مہلے عرض کیا کہ آپ کی بے انتہا نوازش ہی
میں اس کا مستحق نہیں ہوں اور مجھے پر کیا منحصر ہی آپ
میرے تمام قوم اور ملک پر بھی ایسی ہی مہربانی فرماتے ہیں یہ
سنکر بادشاہ نے مجھکا کہ جو چیزیں صبح کے وقت مجھے عطا فرمائی
تھیں اُن کی قیمت کرنا میں نے یہ کہہ کر کہ وہ میری قوم اور ملکہ کے
واسطے ہیں چنانچہ فرمائے لگے نہیں نہیں وہ سب چیزیں خاص تمہارے
لیئے ہیں تمہاری ملکہ کے لیئے مناسب تحفہ میں مہیا کرونگا میں
تمہارے ملک کے دستوروں سے ناواقف ہوں مگر تم ہمارے دوست ہو
ہمکو بتاؤ کہ ملکہ کے لیئے کیا کیا چیزیں بھیجینی مناسب ہوگی
ملکہ کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہی میں بے حقیقت ہوں میں تم سے کوئی
بات نہیں چھاتا تم میرے ملک کے حال سے واقف ہو یہاں اُردی کپڑا
اور اسی قسم کی اور چیزوں کے سرا کچھ نہیں ہوتا پس تمکو چاہیئے
کہ تم مجھکو صلاح دو میں نے جواب دیا کہ بادشاہوں لیئے درستی
اور اتحاد ایک بہت پیش پہا تحفہ ہی جو وہ آپس میں ایک دوسرے
کو دے سکتے ہیں ایکس اگر میری مصلحت کی ضرورت ہی تو میں

جو بادشاہ نے عطا فرمائے تھے پہلے ہوئے تھا اسیلئے کرسی کے سارے
میں گھبرا گیا تھا *

میں نے چاہا کہ اُس سرکار کو جو بادشاہ کے حضور میں سے
میرے لیئے نقد و جنس لایا تھا کچھ ہوں مگر اُس نے انکار کیا اور کہا کہ
اگر میں صدمان سے ذرا سی بھی کرٹی چیز لے لوں تو بادشاہ میری
گردن سارے کا اڑویل کی پاروہوں تاریخ صبح کو بادشاہ سے رخصت
ہونے کو گیا ملازمان! شاہی مسجد کو قلعہ میں لیگئے جسکے اندر جا کر
ایک صحن کی حد پر بادشاہ کو بیٹھے پایا حسب معمول میں زبرد
بٹھایا گیا اور توجہ طلب ہوا باہم مزاج پرسی کے بعد امنی گفتگو
ہوئی جسکا پورا پورا لکھنا ممکن نہیں مختصر یہ ہے کہ بادشاہ نے
فرمایا ایک معزز سید کو میں بطور ایلچی تمہارے ساتھ روانہ کرنا
چاہتا ہوں جب اوری کات میرے کی نسل آئے تب تم روانہ ہو
کیونکہ اسی وقت راکھ پڑھتی ہی اور یارلند اور شہیدالہ و کشمیر اور
تب سے اپنی خبر بھیج دو فرمایا کہ مہاراجہ کشمیر کے نام بھی کرٹی
خط لکھ دوں یا نہیں امیں تمہاری کیا صلاح ہی ہے کہ ہر میرے منہ
کی طرف دیکھنے لگے میں نے چاہا کہ اس کا کچھ جواب نہیں لیکن
جب بادشاہ نے مکرر پوچھا تو میں نے کہا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو
باج گزار دیکھو میں نے خط کتابت کرنا مناسب نہیں بادشاہ نے کہا میں
یہی جاننا چاہتا تھا میں تمہارے ساتھ ایک شخص ایسا بھیجوں گا
جو بالکل تمہارے حکم کے تابع رہے اُس کو تم کشمیر سے جب جی چاہے
واپس کر دیجو پھر پوچھا کہ کشمیر میں کوئی ایسا تاجر مقرر کروں جو
وہاں کے حالات لکھتا رہے میں نے کہا بیشک رکھنا چاہیئے اور اُمید ہی
کہ آپ لاہور میں اپنا ایک وکیل رکھنے کا بہت جلد اہتمام فرما دینگے یہ
سب باتیں میں نے بہت رک رک کر کہیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ اے
امور میں صلاح دینا میرا کام نہیں ہی آپ اپنی تجویز سے کام کیجیئے
مگر بادشاہ سب باتوں میں درستی کا حالہ کر کے کہتے تھے کہ تم
ہندوستان کے حال سے واقف ہو اور جب کہ تم سا دوست ایسی باتوں
میں بھی صلاح دے جس سے وہ واقف ہی تو اُس سے اور کیا ہوتا ہی
پھر ملکہ کی مہمت اور بزرگی کا تذکرہ ہوا اور بادشاہ نے کہا کہ ملکہ
مئل آنتاب کے ہوں جسکی کٹوں سے ہر چیز کو گرمی پہنچتی ہی
ایسے بڑے بادشاہ کی درستی کے لائق تو میں نہیں ہوں مگر یہ
اُمید رکھتا ہوں کہ مجھ کو بھی اُن کی شہماں کی دھوپ کھانے کی
اجازت ملے اور یہ بات میں اسیلئے چاہتا ہوں کہ میرے چاروں طرف
دشمن ہوں اس کے بعد پھر میری دوستی کا ذکر ہوا اُس پر میں نے
مرض کیا کہ میرا دل آپ کے دل کے ساتھ راستہ ہی اپنے جو کچھ اطفال
ور نوازش میرے دل پر فرمائی ہی اس کا حال میں اپنے ملک کے

حاضر ہوں بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر میں تمہیں پور چہرہ ہوں
جب یاںک حصار میں ملاقات ہوگی تب اس کا اہتمام کریں گے یہاں کام
کی کثرت ہی روس اور قزاق اور بشارا وغیرہ سب طرف سے لوگ یہاں
آئے ہوئے ہیں لیکن یاںک حصار میں سب کام چہرے کر تیسے مشورہ
کوئنگا جو کچھ تم صلح پتلاؤ کے وہ کرنگا خواہ خط لکھیں گے یا ایلچی
بھیجینگے یا اور جو کچھ تم کہو گے سو کریں گے میں نے کہا کہ ایلچی
بھیجئے کی رائے بہت عمدہ ہی اس کی تمہیل میں جو کچھ تائید
مجھے سے ممکن ہی اُس کے لیئے میں حاضر ہوں پھر بادشاہ نے
انکلیوں پر شمار کر کے فرمایا کہ نلک چہار شنبہ ہی پرسوں پنجشنبہ اور
اتوار جمعہ کو میں اپنے لئے کرے جو یہاں چہرے کر یاںک حصار کو روانہ
ہونگا دھن تم یہاں اور دھو مہرا ملک اور میری سب رعایا
تمہاری ہی اور جمعہ کے روز یاںک حصار میں مجھے سے ملو
مجھ کو اُس جگہ سے ٹہراتے اُس ہی کیونکہ اس ملک میں
میں نے پہلے پہل اسی شہر کو فتح کیا تھا میرا ارادہ ہی کہ جمعہ
کی نماز وہیں جا کر ادا کروں اُس کے بعد سب بندوبست ہوگا اور میں
دو یا تین مقامند رئیس بھی تمہارے ساتھ کر دینگا وہ لوگ تم کو
ہاتھوں ہاتھ آرام سے میرے ملک میں سے لیجائیں گے اور تمہارے
ملک میں تمہارے ہمراہ جاویں گے اس کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ
میں نہایت محسوس اور ہوشیار ہوں کہ اس سے پیشتر اس ملک میں
ایک انگریز آیا تھا اُس کو رلی خاں ڈاکو نے مارا قالا میں نے جواب
دیا کہ ہمارے خوب جانتے ہیں کہ آپ کا اُس میں ایمان تھا اور نہ
ہم آپ پر اُسکا الزام لگاتے ہیں وہ مسافر انگریز تھا نہ جرمی تھا
مگر پھر بھی ہماروں کو اُس کے سارے جانے کا بڑا رنج ہی کیونکہ
وہ ہندوستان میں ہمارا صدمان تھا اور وہیں سے ترکستان میں آیا تھا
پھر بادشاہ نے چھ اوتگلیاں اُٹھا کر فرمایا کہ اتنے برس سے میرا اختیار
اس ملک پر ہی اس سے پیشتر میں کچھ بھی نہ تھا میں نے عرض
کیا کہ جو بادشاہ باسحقان سرورٹی بادشاہ حاصل کرتے ہیں اُمید
اُن کی کچھ لیاقت نہیں سمجھی جاتی بلکہ جو لوگ ملکہ طہور
اور سکندر کے اٹھنے قوت بازو سے بڑی بڑی سلطنتیں حاصل کرتے ہیں
وہی قابل تعریف ہوتے ہیں بادشاہ نے فرمایا خدا تمہارا قول سچا
کرے اور یہ بھی کہا کہ ایک اور انگریز یار قند میں آیا تھا تم اُس کو
جاتے ہو میں نے کہا کہ ایک انگریز مجھ کو تبت میں ملا تھا اور اُس نے
مجھے درخواست کی تھی کہ مجھ کو اپنے ساتھ لیجوا مگر میں نے انکار
کیا کیونکہ میں نے صرف اپنے ہی لیئے حضور سے درخواست کی تھی
بادشاہ نے کہا کہ میرے ایک جو کرٹی انگریز یہاں آئے میں اُس سے عرض
ہوں اس کے بعد میں رخصت ہوا ٹیپے اوپر تین پہاڑی پہاڑی

میں جو اُس سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہی واقع ہے اور اُس میں سے ایک پہاڑ میں کو ہورانی سیڑھیاں ہیں جائز ہے ایک ایسے درہ کی راہ ہے جسکا دروازہ نہایت تنگ اور چھوٹا ہے اور درہ بہت وسیع ہے یہ سیڑھیاں اور عمارت چھل ستون نکلاتی ہے یہاں کے لوگ اس عمارت کی نسبت بجز اسبات کے کہ یہ عمارت قدیم ہے اور کوئی رزائیک نہیں رکھتے *

شہر یارقند کی کل آبادی میرے اندازے سے پچھتر ہزار آدمیوں سے کم نہیں ہے کیا شہر یعنی قلعہ بہت چھوٹا قریب ہزار گز مربع کے ہے اُس کی آبادی پانچ ہزار سے کم نہرگی پس کل آبادی شہر اور قلعہ کی اسی ہزار آدمیوں کی ہوگی گو تعلیم اتنی درجہ کی ہوتی ہے مگر انتظام تعلیم بہت اچھا ہے جہاں مسجد ہی وہاں اُس کے ساتھ ایک ابتدائی مدرسہ بھی ہے زیادہ مہر کے طالب علموں کے لیئے یعنی پندرہ برس سے بیس برس کی عمر کے طالب علموں کے لیئے پچاس یا ساٹھ مدرسہ ایسے ہیں جن میں پچاساب اوسط سے طالب علم تعلیم پاسکتے ہیں اور ان مدرسوں کے لیئے زمین عطا ہوئی ہے ہر ایک طالب علم بھی تھوڑی سی نفیس دیتا ہے مگر تعلیم وہاں صرف اسقدر ہوتی ہے کہ کچھ لکھنا پڑھنا آجائے اور قواں شریف پڑے سکیں بعض اوقات قواں شریف یا معنی بھی پڑھایا جاتا ہے اسی تعلیم کی بنا پر لوگ اپنے آپ کو ملا لکھتے ہیں اہل چین کے زمانہ کی نسبت اب مدرسوں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے بالکل اتالیق غازی نے بھی دو مدرسے جدید یارقند میں تعمیر اور قائم کیئے ہیں جن کے ساتھ بڑے بڑے تالاب بھی سایہ دار بنائے ہیں اندجان والوں اور اتالیق غازی کے مہر کے اسلام کا دینے ہی سختی اور تشدد کے ساتھ پوتاڑی ہے جیسا کہ بشارا میں تھا مستحب گلی کوٹچوں میں پھرتا ہے اور جس مرد کو بلا دستار اور جس صورت کو بغیر برقع کے دیکھتا ہے سزا دیتا ہے جہاں کہیں وہ گذرتا ہے ہر شخص راستہ چھوڑ کر اس خوف سے گھڑا ہو جاتا ہے کہ کہیں میری کوئی خطا نہ نکل آئے میں سزا دے کہ اتالیق غازی سوائے ایسے شخص کے جو ملک میں نساد پڑھا کرے لڑائی کے قیدیوں کو کبھی قتل نہیں کرتا چوروں کی عام سزا پھانسی ہے اور بدکاروں کی گودن ماری جاتی ہے *

گیارہویں مئی کو داد خراہ نے میرے لیئے یوزباشی کی معرکہ ایک گھوڑا بھیجا اور کھلا بھیجا کہ میں نے سنا ہے آپ کوئی گھوڑا خریدنا چاہتے ہیں اگر آپ خرید لینگے تو میری سبزیانی میں بٹہ ایک جارنگا ہے وہی مددہ گھوڑا تھا جس کی میں نے ایک مرتبہ تعریف کی تھی پھر یوزباشی نے مجھ سے پوچھا کہ داد خراہ دریائے کرتے ہیں کہ آپکو اور بھی گھوڑے کی ضرورت ہے میں نے کہا کہ میری سبزیانی

اور کس سے کھرنکا بادشاہ نے فرمایا کہ کسی منشی کو یا کسی اور ملازم کو میرے پاس بھیجا کیجیو اور اپنی خیر و عافیت کا حال لکھتے پھیر میں بھی اپنا حال تمکو لکھونگا اور اس ملک کی جو چیز مطلوب ہو وہ غالب کیجیو یہ سب تمہارا ہے میں نے عرض کیا کہ ضرور ایسا ہی کرونگا اس گفتگو میں یہ نسبت پیشتر کے بادشاہ کی طرف سے مہربانی کا زیادہ اظہار ہوتا تھا بات چیت ہنس ہنس کر نہایت آسان فارسی میں کرتے تھے اور ہر جملہ پر جھک کر یہ کہتے تھے صاحب سمجھو آخر کار چاہے کچھ سمجھو خلعت مرحمت ہوا اور میں رخصت ہوا بادشاہ نے میرا ہاتھ اپنے دہنوں ہاتھوں سے تھام کر کہا خدا حافظ اور پھر ہاتھ اٹھا کر میری میں میری خیر و عافیت کے لیئے دعا پڑھی اور چہرہ پر سے قارہی تک ہاتھ پھیر کر کہا اللہ اکبر *

یارقند کو واپس آئے ہوئے پندرہویں اپریل کو ہم ایک گاؤں میں ناگتہ کے لیئے آئے وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا یعنی میں یوزباشی اور پنجاباھی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور چورمارو نام میرا ملازم میرے لیئے کوئی چیز لایا یوزباشی میرے آدمیوں پر بہت مہربان رہتا تھا اُس نے پنجاباھی سے ہنسر کہا کہ دیکھو یہ ایک ہندو ہے ہندو کسی درجہ کی قوم کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے پنجاباھی کی طبیعت ذرا آزاد کم تھی اُس نے حقارت کے ساتھ چورمارو کی طرف دیکھ کر توشی سے کہا کہ تو ہندو ہے چورمارو نے یا تو جملہ میں یا یوزباشی کی مہربانی کے خیال سے ہنسر جواب دیا نہیں میں مسلمان ہوں اُس پر دہنوں شخص اور چھل پڑے اور بولے کہ دیکھو اُس نے اپنے مرنے سے کہا کہ میں مسلمان ہوں پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولے کہ ہم دونوں آدمی اسبات کے کواہ ہیں میں چپ رہا پھر ہنسر جواب دیا کہ ہاں میں نے بھی سنا لیکن خیر اب اسبات کو جانے دیجئے اُنہی کھانا کھائیں گے کھانا کھاندا ہوتا ہے وہ لوگ متمجب ہو کر بیٹھے گئے مگر وہی تذکرہ کرتے رہے میں نے دو ایک باتیں ہنسی کی کہہ کر اُس بات کو ڈالا لیکن دیر تک میں بھی مشرں رہا کیونکہ وسط ایشیا کے متمصب مسلمانوں کی سختی کے حال سے میں واقف تھا یہ مسلمان کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اتفاق سے بھی ایک مرتبہ یہ کہے نہ میں مسلمان ہوں یا صرف یا اللہ کہے تو ہم اُس کو پھر بد پرستی نہیں کرتے دیتے یا وہ اسلام اختیار کرے یا موت یوزباشی نے پھر مجھ سے کہا کہ چورمارو خوب بچا کہ اس موقع پر میرے اور پنجاباھی کے سرا اور کوئی نہ تھا ہم آپ کے سب سے اس بات کو دہانہ دیتے ہیں تاکہ قاضی کے کان تک نہ جائے *

عام کے وقت مجھ سے اور پنجاباھی دادا خان سے ایک ہورانی عمارت کا تذکرہ ہوا یہ عمارت کاشغر اور قوتان کی راہ پر مقام ارادان

زیادہ بلند نظر آتا ہی داد خوارے نے کہا کہ میں یہی نہیں جانتا کہ حق اقلیم میں سے کس اقلیم میں آپکا ملک ہی اور وہاں دن اقلیم کوٹھنے کا ہوتا ہی کیا سولہ گھنٹہ کا ہوتا ہی مینے جواب دیا کہ ہم دنیا کو حق اقلیم پر تقسیم نہیں کرتے ہمارے ہاں دنیا کے پانچ حصہ ہیں پس میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا ملک کس اقلیم میں ہی لیکو سب سے بڑے دنوں میں دن رات کے چوبیس گھنٹہ میں سے اثہارہ یا اٹیس گھنٹہ کا دن ہوتا ہی داد خوارے نے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ تم تو اقلیم پنجم کے کنارے ہو مینے کہا کہ اُس سے بھی اور شمال کی طرف جہاں ہمارے جہاز بڑی بڑی مسجدیں پکڑنے جاتے ہیں وہاں گرمی کے موسم میں قنطاب شب و روز اُنکے سے نیچے نہیں اُترتا داد خوارے نے پوچھا کہ وہاں کس قسم کے لوگ آباد ہیں اور کہا کہ ہمارے قاعدہ کے موافق ایسی آب و ہوا سے جسم میں بڑی طاقت پیدا ہوتی ہی میں نے وہاں کے باشندوں کا حال بیان کیا اور کہا کہ اُن کے قد ہمارے سینے سے اُونچے نہیں ہوتے اُس پر داد خوارے نے کہا کہ وہ سردی سے تھوڑے گئے ہونگے مینے پوچھا کہ ہمارے ملک سے انٹر جہاز اور ذی مام لوگ ملکوں کی تحقیقات کے لیئے جایا کرتے ہیں داد خوارے نے کہا کہ عقلمند گورنمنٹ کا یہی طریقہ ہی کہ سب باتوں سے مطلع رہے *

شا صاحب لکھتے ہیں کہ مینے ملک اور آب و ہوا کا تذکرہ اس بات کے ظاہر کرنے کے لیئے لکھا ہی کہ داد خوارے زمین اور عالم شخص ہی کیونکہ ایشیا کے رہنے والوں کو جو یورپ کے موسم سے ناواقف ہیں اس بات کی واقفیت نہیں ہوتی کہ جس قدر شہل کی طرف جائیں اُسی قدر دن اور رات میں فرق ہوتا جاتا ہی گو مینے صرف اتنی ہی بات کہی تھی کہ قطب کے قریب کے ملکوں میں گرمی کے موسم میں ہر وقت آفتاب موجود رہتا ہی اور اس بات کو میں کہنے بھی نہیں پایا تھا کہ سردی میں آفتاب مطلق طلوع نہیں ہوتا تاہم داد خوارے نے فوراً مسجد لیا کہ وہ ملک سرد ہوگا *

اٹھائیسویں مئی کو یوزباشی نے آکر یہی خبر دی کہ پرسوں کی تاریخ آپ کی روانگی کی قرار پائی ظہر کی نماز کے بعد میں داد خوارے سے ملنے کو گیا اور اُن سے پوچھا کہ ہندوستان سے میں آپ کے لیئے کیا چیز بھیجوں اُنہوں نے جواب دیا کہ میں سڑاھی ہوں سولے بندرت کے اور کس چیز کی مسجد خواہش ہی مگو میں تمہاری خیر خواہی سے چاہتا ہوں اور پھر بندرتوں کے لیئے درخواس کرتا ہوں جو ایلچی میرے ساتھ روانہ ہونے والا تھا مینے اُس کا حال دریافت کرنا چاہا مگر داد خوارے نے بالکل لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ اب آپ نے دروازہ آمد و شد کا کھولا ہی آپ کی دوستی اور آپ کا نام میرے دل پر

بند ہی کیونکہ جب میں گھوڑا خریدنے کی اجازت چاہتا ہوں داد خوارے اپنے پاس سے مفایت کو دیتے ہیں بہت سی چیزیں مثل کچر اور ریشم وغیرہ کے میں خریدنا چاہتا ہوں لیکن اگر بلا اجازت خریدوں تو داد خوارے ناراض ہو جارینگے اور جو اجازت چاہتا ہوں تو وہ خود ہی مفایت خریدینگے پس شرم کے سبب سے میں تو کچھ کہہ نہیں سکتا چپ ہوں *

بارہویں مئی کی صبح کو داد خوارے کا ایک رقعہ منشی لیکر آیا اور مسجد سے کہا کہ آپ اپنے لیئے چیزیں خرید کرتے ہیں اس سے داد خوارے بہت ناراض ہیں اور کہتے ہیں کہ مسجد کو کیوں نہیں اطلاع دیتے جو میں سب چیزیں میرا کردوں یہ بات دوستی کے برخلاف ہی تب مینے منشی سے اُس رقعہ کے جواب میں لکھوایا کہ داد خوارے کی تواضع میرے حل ہو اسقدر ہی کہ وہ مسجد کو صرف وہی چیزیں نہیں مفایت کرتے جنکی میں درخواس کرتا ہوں بلکہ وہ چیزیں بھی مرحمت فرماتے ہیں جنکی میں دل میں خواہش کرتا ہوں پس مینے اب اپنے دل میں بھی کسی چیز کی خواہش کرنا ترک کر دیا ہی میں اُنکے بار احسان سے دبا جاتا ہوں اور مسجد کو بڑی شرم آتی ہی * بیسویں مئی کی صبح کو یوزباشی داد خوارے کے پاس سے یہ خبر لایا کہ اب وقت روانگی کا قریب آیا مسلمان سفر گہرے وغیرہ طیار کرنا چاہیئے اور جو چیزیں درکار ہوں وہ خرید لینی چاہیئے اور مسجد سے پوچھا کہ داد خوارے آپ کے دوست ہیں آپ اُن سے کیا تحفہ لیجیئے گا میں نے جواب دیا کہ ہمارے ملک میں دوست سے تحفہ لیئے کا رواج نہیں ہی اُس نے کہا آپ اپنے ملک میں نہیں ہیں جہاں ہیں وہاں کا دستور پڑتا چاہیئے اور اگر آپ کسی تحفہ کے لیئے اپنی خواہش ظاہر نہ کرینگے تو داد خوارے ناراض ہو جارینگے *

بائیسویں مئی کی صبح کو میں یوزباشی کے ساتھ داد خوارے سے ملنے گیا وہاں موسم کی گرمی کا تذکرہ ہوا داد خوارے نے کہا پانی نہیں دے رہا جو ہوا ٹھنکتی ہو اندجان میں گرمی بہت ہوتی ہی لیکن وہاں انٹر پانی دے رہا ہی اس لیئے وہاں کی گرمی برداشت ہو سکتی ہی مینے کہا شاید اندجان کی آب و ہوا ہمارے ملک انگلستان کی آب و ہوا کے موافق ہی مینے سنا ہی کہ اندجان میں ہمارے کے موسم میں برف نثر سے پڑتی ہی اور گرمی میں پانی افراط سے ہرستا ہی یہی حال ہمارے ملک کا ہی داد خوارے نے کہا ہاں یہی حال ہی شاید اندجان کے ٹھیک مغرب اور مقابل میں انگلستان ہی جس کے سبب سے دنوں کی آب و ہوا یکساں ہی تب مینے مسجد لیا کہ انگلستان اندجان سے شمال کی طرف واقع ہی اور قطب کے قریب ہی ہے نسبت میں کے انگلستان سے وہ ستارہ آسمان پر

نہو جیسا یہ مدرسۃ العلوم ہی اُسوقت تک ان چھوٹے چھوٹے موجودہ مدارس سے کسی طرح کا ایماںی کی توقع نہیں ہو سکتی *

اس سب کمیٹی کے صدر انجمن خود جناب خان بہادر فقیر سید جمال الدین صاحب بہادر ہیں اور مولوی محمد امام الدین صاحب رئیس گوجرانوالہ اور مولوی ابو احمد مراد علی مدرس ارل گوجرانوالہ سکرتری اور انٹر صاحب ممبر ہیں خدا کے فضل و کرم سے اُمید ہی کہ ان سب بزرگواروں کی توجہ اور جناب خان بہادر موصوف کی کرکوش سے گوجرانوالہ کے ضلع سے مدرسۃ العلوم کے مقاصد میں آئندہ بہت مدد ملیگی *

چاندۃ ضلع بستی

۲۶ جون سنہ ۱۸۷۲ء کو بستی خاص میں جو ایک سر حدی ضلع جنگل کے کنارے واقع ہے اور جہاں سوائے معدودے چند نوکری پیشہ مسلمانوں کے بہت کم مسلمان رہتے ہیں ایک جلسۃ مدرسۃ العلوم مسلمانان کے مقاصد کی تائید کے لیئے قائم ہوا جس کے صدر انجمن جناب مولوی محمد کامل صاحب صدر امین بستی تھے جو ایک بڑے عالم اور درویش اور دیندار و خدا پرست مسلمان ہیں *

اُسی ایک جلسہ میں ایک ہزار چھیالیسٹھ روپیہ کے چنڈہ پر لوگوں نے دستخط کیئے اور خود صدر انجمن صاحب نے اور انٹر لوگوں نے جو نوکری پیشہ تھے اپنی پوری پوری ایک تنخواہ اس چنڈہ میں دی اور تجویز ہوئی کہ جو مسلمان اسوقت شریک نہیں ہوئے اُن سے چنڈہ وصول کرنے اور مدرسۃ العلوم کے مقاصد کی تائید کرنے کے واسطے ایک سب کمیٹی اس ضلع میں مقرر ہو چنانچہ ایک سب کمیٹی مقرر ہوئی جس میں جناب مولوی محمد کامل صاحب صدر امین صدر انجمن اور جناب سید حسن رفیع صاحب ناظر کلکتہ سکرتری اور جناب حافظ محمد فضل حسین صاحب قسٹی کلکتہ اور آؤر انٹر صاحب ممبر مقرر ہوئے اُمید ہے کہ یہ سب کمیٹی ہمیشہ مدرسۃ العلوم کی تائید میں سرگرم رہیگی اور اُن مسلمانوں کی کرکوش سے جو اس ٹیک کام میں دل سے شریک ہوئے ہیں کامیاب ہوگی *

حافظ فضل حسین صاحب نے جو چنڈہ دیا ہے اُس میں یہ شرط ہے کہ یہ چنڈہ خاص دینیات کی تعلیم کے لیئے بہر جب اصول اہل سنہ و جماعت کے دیا گیا ہے *

واٹس

مشقی حسین

نقش کالجور ہی جو پہلے موت کے منت نہیں سکتا اس کے بعد میں سب سے رخصت ہوا *

نمبر ۱۸۳

مدرسۃ العلوم مسلمانان

ٹھیکہ خوشی کی پات ہی کہ مدرسۃ العلوم کے چنڈہ کی خبر ہو ایک طرف سے چلی آتی ہے اور جو مالی ہمت اور مال اندیش مسلمان اپنی قوم کی غراب و غصہ اور موجودہ حالت پر ہمدردی کے ساتھ نظر کرتے ہیں وہ دن بدن مدرسۃ العلوم کی تائید پر متوجہ ہوتے ہیں اور روز بروز ایسے انسان جو سو انسانوں اور مدرسۃ العلوم کے چنڈہ کی تعداد بڑھتی جاتی ہے — حال میں ضلع گوجرانوالہ ملاقہ پنجاب اور ضلع بستی میں بھی چنڈہ ہوا ہے جس کی مستحضر کیفیت ہم لکھتے ہیں *

چنڈہ گوجرانوالہ واقع پنجاب

یہاں جناب خان بہادر سید فقیر جمال الدین صاحب بہادر انسٹرا اسٹنٹ کمشنر نے جنمے خاندان کا نام پنجاب کے مسلمانوں کی عزت کے ساتھ ہمیشہ ناصر رہیگا ایک سب کمیٹی مدرسۃ العلوم کے واسطے چنڈہ فراہم کرنے کی غرض سے مقرر نصابی ۲۲ مئی اور ۷ جون سنہ ۱۸۷۲ء کو دو اجلاس اس سب کمیٹی کے جناب خان بہادر فقیر صاحب کے دو تضافہ پر منعقد ہوئے اور اس دوسرے اجلاس میں نو سر پیس روپیہ کا چنڈہ ہرگیا جس میں جناب ممدوح کیطرف سے نو سو پچاس روپیہ ہیں اور جناب مسٹر جے جی کارکری صاحب بہادر قسٹی کمشنر گوجرانوالہ کا سو روپیہ چنڈہ اور جناب ٹی جی واکر صاحب بہادر انسٹنٹ کمشنر گوجرانوالہ کا تیس روپیہ چنڈہ دیکھ کر اس پات سے نہایت خوشی ہوتی ہے کہ جو قوم اسوقت ہمارے اوپر حکمران ہے وہ ایسی کسی توجہ سے اپنے فرض کو پورا کر رہی ہے *

مدرسۃ العلوم کے چنڈہ کے ساتھ ساتھ ایک اور چھوٹے سے مدرسہ سلامیہ کے واسطے بھی چنڈہ ہوا ہے جو گوجرانوالہ میں مسلمانوں کی طرف سے اپنی اولاد کی تعلیم کے واسطے قائم ہوگا — اس سے معلوم ہوگا ہے کہ گوجرانوالہ کے مسلمانوں نے جنکا اتالیق خان بہادر سید فقیر جمال الدین خان اس شخص ہی اچھی طرح اس بات کو سمجھ لیا ہے کہ اب تمام اضلاع کے مسلمانوں کی تعلیم اور عموماً ابتدائی تعلیم کے لیئے جو ایک مناسب جگہ میں بہت سے مدارس کا ہونا ضروری ہے لیکن جب تک اُن سب مدارس کا سلسلہ ایک ایسے کامل مدرسہ پر مبنی

بمقام علیگڑہ — مطبع انسٹیٹیوٹ علیگڑہ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی] نمبر ۷

بسم الله الرحمن الرحيم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترغیب کے منایب فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار انصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط لوہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور میز کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور میز اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تیس بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر پٹارس خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آنہ مع اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

خریدی جارے اور اس روپیہ کا سیطرح - مرد
میں لگانا اور ڈرامہ - سری نوت خریدنا جائز
نہوگا *

[ب] اُس روپیہ کا حساب جو دینے والے نے خاص بفرض
تعلیم مذہبی دیا ہی ملحدہ رکھا جاویگا اور
اُسکی آمدنی اُسی مذہب [یعنی شیعہ یا سنی
مذہب] کی تعلیم میں صرف ہوگی جس کی
تعلیم کے لیئے دینے والے نے روپیہ دیا ہی *

[ج] جو روپیہ کہ میٹانوں نے یا اور مذہب کے
لوگوں نے اس شرط سے دیا ہی کہ اُس کی
آمدنی مادم دنیاوی کی تعلیم میں خرچ ہو
اُسکا حساب جداگانہ دھیکہ اور اُس کی آمدنی
مادم دنیاوی کی تعلیم میں صرف ہوگی کسی
مذہبی تعلیم میں اُس کی آمدنی خرچ نہ
ہوگی *

[د] باقی روپیہ جو لوگوں نے بلا کسی شرط کے دیا
ہی اُس کی آمدنی مذہبی و دنیاوی ہر قسم
کی تعلیم میں جس میں ضرورت ہو خرچ
ہو سکیگی *

[۵] قیل شروع ہوتے کسی قسم کی تعلیم کے اور نیز
بعد شروع ہوتے تعلیم کے اگر کسی خاص صیغہ
کے سرمایہ کی آمدنی اُس کے اخراجات ضروری
سے زیادہ ہو جارے تو ہر ایک قسم کے روپیہ
کی آمدنی جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی
اُسی مد میں ہمارے اصل سرمایہ جمع کردی
جاریگی خواہ کمیٹی کی کارروائی کے ضروری
اخراجات میں یا مدرسۃ العلوم اور اُس کے
متعلق مکانات کی تعمیر میں یا مدرسۃ العلوم
کے لیئے زمین خریدنے میں خرچ کی جاویگی
کیونکہ یہ امور تعلیم مذہبی و تعلیم دنیاوی
دونوں سے برابر متعلق ہیں مگر اُس روپیہ
کی آمدنی جسکا ذکر مد [ج] میں ہی تعمیر
مساجد میں ہرگز خرچ نہ کی جاویگی اور نیز
اُس روپیہ کی آمدنی جو سنہوں نے خاص
مذہبی تعلیم کے لیئے دیا ہو شیعوں کی مسجد
کی تعمیر میں اور اُس روپیہ کی آمدنی جو
شیعوں نے خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا ہو
سنہوں کی مسجد کی تعمیر میں صرف نہوگی *

مضمون نمبر ۱۸۳

طریقہ انتظام و سلسلہ تعلیم

و تربیت

جو

مجوزۃ مدرسۃ العلوم مسلمانان کے لیئے

تجویز ہوا ہی

دفعہ ۱ یہ مدرسہ از نام مدرسۃ العلوم مسلمانان یا مہمدن اینگلور
اورینگل کالج موسوم ہوگا *

دفعہ ۲ یہ مدرسۃ العلوم مسلمانان علیحدہ میں بنایا جاویگا جیسا کہ
سابق میں کمیٹی کے اجلاس اور نثرت رائے معیارات سے
تجویز ہو چکا ہی *

ذکر کمیٹی خزنتۃ البضاعۃ

دفعہ ۳ کمیٹی خزنتۃ البضاعۃ اس مدرسہ کے لیئے نذری روپیہ جمع
کرنے کی کمیٹی ہی اور انتظام تعلیم کے لیئے جداگانہ
کمیٹیاں مقرر ہوگی مگر روپیہ کا جمع کرنا اور سرمایہ
کی حفاظت اور جائداد کا خریدنا اور اُس کی آمدنی کا
اخراجات مدرسہ کے لیئے دینا اور جو روپیہ کسی خاص
کام کے لیئے دیا گیا ہو اُس کا اُسی کام میں لگانا اور
مکانات کا بنانا اور ہر ایک امر کی نگرانی کرنا یہ سب
کمیٹی خزنتۃ البضاعۃ سے متعلق ہوگا *

دفعہ ۴ کمیٹی خزنتۃ البضاعۃ کو اُس روپیہ کا جو اُس کے سپرد ہو
اور نیز اُس کی آمدنی کا حسب تفصیل ذیل جداگانہ حساب
رکھنا ہوگا *

اول - حساب زر سرمایہ یعنی حساب اُس روپیہ کا جو لوگوں
نے اس غرض سے دیا ہی کہ اُس کی آمدنی اخراجات
مدرسۃ العلوم میں صرف ہو اور وہ روپیہ بدستور قائم رہے
اور یہی روپیہ زر سرمایہ کے نام سے ملقب ہی جسکا
خرچ کرنا بموجب دفعہ ۲۳ قواعد کارروائی کمیٹی کے ممنوع
و نا جائز ہی *

دوم - زر سرمایہ مذکورہ بالا کے حساب میں بھی مضافہ ذیل
تفصیل رکھنی ہوگی *

[الف] وہ روپیہ ملحدہ جمع رکھیکا جسکی نہایت
دیانہ والوں نے یہ شرط لگائی ہی کہ سود میں
نہ لگایا جارے بلکہ اُس سے جائداد غیر منقولہ

ہوں کسی کو اختیار نہرگا اور جب کوئی عہدہ اُس کمیٹی کی مہموری کا خالی ہوگا تو ممبران باایماندہ کسی دوسرے شخص کو اُس کی جگہ مقرر کریں گے *
اگر اُس روپیہ کی جو خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا گیا ہو اقدار آمدنی ہو جاوے جو مذہبی تعلیم کے اخراجات کے لیئے کافی ہو اور مذہبی کمیٹیوں کے ممبر یہ چاہیں کہ مذہبی تعلیم قبل شروع ہونے دیگر اقسام کی تعلیم کے جاری ہو جاوے تو اُن کو ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہوگا *

مذہبی تعلیم کے لیئے مدرسوں کا انتخاب کرنا اور مقرر کرنا وہ سب انہیں مذہبی کمیٹیوں سے متعلق ہوگا دوسرے شخص کو یا کسی دوسری کمیٹی کو اُس میں کچھ مداخلت نہ ہوگی *

سلسلہ تعلیم علوم

زبانوں اور علم ادب اور انشاء کی تعلیم کے سوائے دنیاوی علوم کی تعلیم کے لیئے دو صیغہ ہونگے ایک معض انگریزی اور دوسرا انگریزی و اردو اور ہر طالب علم کو اختیار ہوگا کہ جس صیغہ کی تعلیم پسند کرے اُس کو اختیار کرے صیغہ انگریزی میں لٹریچر یعنی علم انشاء اور تمام دنیاوی علوم انگریزی زبان میں پڑھائے جارہینگے اور صیغہ انگریزی اردو میں لٹریچر انگریزی میں اور باقی دنیاوی علوم اردو میں سکھائے جارہینگے مذکورہ بالا تجویز صرف دنیاوی علوم کے جیسے ہندسہ حساب جغرافیہ جیالوجی زراعت وغیرہ سے متعلق ہی زبانوں کی تعلیم سے ملائے نہیں رہتی کیونکہ عربی فارسی وغیرہ زبانیں جو مدرسہ العلوم میں پڑھائی جارہیگی وہ اُسی قاعدہ سے پڑھائی جارہیگی جس طرح کہ وہ زبانیں پڑھائی جاتی ہیں اُس میں کچھ تغیر و تبدیلی نہ ہوگی *
ملازہ مذکورہ بالا تقسیم کے مدرسہ العلوم کے دو تیار نمونہ یہی دو صیغہ ہونگے *

اول اسکول تیار نمونہ یعنی صیغہ مدرسہ *

دوم کالج تیار نمونہ یعنی صیغہ مدرسہ علوم *

بیان صیغہ اول یعنی صیغہ مدرسہ

ضمیمہ ۸ ضمیمہ ۱ — صیغہ مدرسہ کا مقصد یہ ہے کہ مدرسہ العلوم کے لیئے ایک گروہ طالب علموں کا جو اُس میں علوم سیکھنے کے لائق ہوں مہیا کرے اور یہ بھی فرض ہے کہ وہ لڑکے

سوم — اُس روپیہ کا حساب جداگانہ رکھا جائیگا جو لوگوں نے بطور سرمایہ مدرسہ العلوم نہیں دیا بلکہ واسعہ خاص کام کے دیا ہی مثلاً واسعہ تمہیز مکانات مدرسہ العلوم کے یا واسعہ تمہیز مساجد شیعہ و سنی کے اور یہ روپیہ اور اُس کی آمدنی اُسی کام میں خرچ ہوگی جس کے لیئے وہ دیا گیا ہے *

ذکر کمیٹی ہائے تعلیم

تعلیم مدرسہ العلوم میں کمیٹی خزائنہ ایضاً کو کچھ مداخلت نہ ہوگی بلکہ اُس کے لیئے حسب تفصیل ذیل جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہونگی *

اول — کمیٹی تعلیم عام دنیاوی اور اُن مختلف زبانوں کی جو مدرسہ العلوم میں تعلیم دی جارہیگی اور یہ کمیٹی از نام ممبران تعلیم المسکنہ و علوم دنیاوی ملقب ہوگی *

اس کمیٹی کے ممبروں میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائی اور یہودی اور ہندو بھی اگر ضرورت ہو تو ممبر ہوسکیں گے کیونکہ مختلف علوم اور مختلف السنہ کی تعلیم اس کمیٹی سے متعلق ہوگی اور اس دنیاوی علوم کی تعلیم کا اہتمام و انتظام پورے اس کمیٹی سے متعلق ہوگا *

دوم — کمیٹی تعلیم مذہبی اس کی دو شاخیں ہونگی ایک خان از نام ممبران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت اور دوسری از نام ممبران تعلیم مذہب شیعہ اثنا عشریہ ملقب ہوگی اور اُن کمیٹیوں میں اُسی مذہب کے لوگوں کے ہوں جس مذہب کی تعلیم کے لیئے وہ کمیٹی تھی دوسرے مذہب کا کوئی شخص ممبر نہ ہو سکیگا *

اس کمیٹی کے ممبروں کا انتخاب ابتدائی بھی کمیٹی خزائنہ ایضاً سے متعلق نہرگا بلکہ دونوں مذہبوں میں کا کوئی شخص جو اُس مذہب میں دیندار ہو اور جیسے اُس مذہب کے لوگوں کو طاعتیت ہو اپنے اپنے مذہب کی کمیٹی کے ممبروں کو منتخب کریگا اور جو ممبر منتخب ہونگے وہ اپنے ممبر ہونگے یعنی اُن کی معزولی کا پتہ اُس حالت کے کہ وہ استعفاء دیں یا اپنا مذہب تبدیل کر دیں یا کسی ایسے جرم میں چسکی تفصیل اقوام کارروائی کی ذمہ ۱۲ میں ہے سزا پاب

ہوں تو اُن کو اور صدر کمیٹی ہمارے مندرجہ صدر کو بھی
اُس میں دسماندازی کا اختیار ہوگا *

ضمین ۷ — جو حساب مدت تعلیم کا اس تجویز میں لگایا گیا
ہی اُس میں یوں فرض کیا گیا ہی کہ تھمینی صدر طالب علم
کی جو اس مدرسہ کی سب سے ادنیٰ جماعت میں داخل
ہوئے دس برس کی ہی پس اُس سے تھم تک کے لڑکے
معموماً بطور قاعدہ مجوزہ کے مدرسہ میں داخل ہونگے
مگر خاص صورتوں میں مدرسہ اعلیٰ کو اختیار ہوگا کہ
کسی لڑکے کو جسکی عمر اُس سے زیادہ ہو مدرسہ میں
داخل کرے اور اُن خاص رجوعات کو کتاب داخلہ میں
لکھ دے جن کے سبب سے اُسکو داخل کیا ہی *

ضمین ۸ — اس مدرسہ میں صرف ابتدائی تعلیم ہوگی اور پانچ
برس تک پورا پورا پڑھنا پڑیگا اور مفصلہ ذیل علوم اسی میں
پڑھائے جائیں گے —

(الف) عربی زبان ابتدائی *

(ب) فارسی زبان — اور فارسی و اردو کا عام اشاء *

(ج) حساب *

(د) جبر و مقابلہ ابتدائی *

(ه) تجزیہ اقلیدس *

(و) تاریخ *

(ز) جغرافیہ *

(ح) انگریزی زبان ابتدائی انٹرنس کی پڑھائی تک *

(ط) ضروری کتب مذہبی اعلیٰ صنف و جماعت و مذہب
شیعہ اثنا عشریہ *

ضمین ۹ — ہر روز پانچ گھنٹہ مدرسہ میں پڑھائی ہوگی یعنی
اپنے مکان پر پڑھنے اور پڑھا ہوا یاد کرنے کے سوا *

ضمین ۱۰ — اس مدرسہ میں ہر ایک علم کے لیئے جو پڑوائے
جائینگے مدرسہ مقرر ہونگے اور اُنکا تقدر اور اُن کی
تعداد اور تنخواہ مدیران تعلیم کی وہ کمیٹی مقرر کریگی
جس سے وہ متعلق ہوں *

ضمین ۱۱ — اس مدرسے کے طالب علموں کو اختیار ہوگا کہ اس
درجہ کی پڑھائی کے بعد اگر وہ نلکتہ یونیورسٹی کے انٹرنس
کا امتحان دینا چاہیں تو امتحان دیں اور کمیٹی
مدبران السنہ مختلفہ و علوم دنیویہ اُن کے امتحان کا
کافی اہتمام اور انتظام کریگی اور جو امتحان انٹرنس
کے امتحان سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ اُن طالب علموں کو
بھی حاصل ہونگے جو اس امتحان میں کامیاب ہوں *

جنکی ہر مدرسے میں رہنے کے لائق نہیں ہی اور جنکے
والدین اُسی شہر میں رہتے ہوں جہاں مدرسہ اعلیٰ علم نے
اپنا کوئی مدرسہ قائم کیا ہو اور اپنے لڑکوں کو مدرسہ کی
تعلیم کے بعد مدرسہ اعلیٰ علم میں داخل کرنا چاہتے ہوں اس
مدرسہ میں اپنے لڑکوں کو پڑھاسکیں اس مدرسہ کو اُن
لوگوں کے لیئے جو مدرسہ اعلیٰ علم میں داخل ہونے کا ارادہ
رکھتے ہیں آئندہ کی توفیق کی سبقتی سے زیادہ نہ سمجھنا
چاہیئے درحقیقت اس صیغہ کو بجز اسکے کہ مدرسہ اعلیٰ علم
سے اُسکا اہتمام اور نگرانی ہو اور پچھلے زیادہ تعلق ہوگا *

ضمین ۲ — اس مدرسہ کے لیئے مکانات اُس روپے سے بنینگے جو
کمیٹی خزانۃ البیضاء اس کام کے لیئے جمع کریگی اور اُس
میں پڑھانے کے کمرے اور طالب علموں کے رہنے کے مکانات
یٹائے جائینگے جن میں مناسب تعداد کے لڑکے رہ سکیں
اور اُن غریب لڑکوں کی تعلیم کے باب میں بھی ملاحظہ
پندرہویسٹ کیا جائیگا جو آسودہ حال لڑکوں کی طرح بچ
کرنے کا مقدر نہیں رکھتے *

ضمین ۳ — اس مدرسہ کے اخراجات کچھ مدرسہ اعلیٰ علم کی طرف
سے ہونگے اور کچھ اُس روپے سے جو آسودہ حال
طالب علموں سے لی جائیگی اور اخراجات سکونت ہر ایک
شخص اپنا آپ دیکھا صرف مکانات کی درستی اور مرمت
مدرسہ اعلیٰ علم سے متعلق رہیگی — اور غریب طالب علموں
کی سکونت کا پندرہویسٹ اُس طرح پر ہوگا جس طرح کہ
بہر حال ضمین صدر کے کمیٹی تجویز کریگی *

ضمین ۴ — اس مدرسہ میں سکونت اختیار کرنا طالب علم کی مرضی
پر منحصر ہوگا کیونکہ طالب علم کا مدرسہ اعلیٰ علم میں
سکونت پذیر ہونا اُس وقت سے شمار ہوگا جب کہ
طالب علم مدرسہ اعلیٰ علم میں داخل ہونگے *

ضمین ۵ — جن کمیٹیوں کا ذکر دفعہ ۵ میں مدرسہ اعلیٰ علم کے
واسطے کیا گیا وہی کمیٹیاں ان مدارس کا بھی انتظام
کریں گی لیکن جب یہ مدارس مدرسہ اعلیٰ علم کے مقام کے
سوا اور مقامات میں قائم ہوں تو اُن کمیٹی ہمارے مندرجہ
بالا کو اختیار ہی کہ مدارس کے انتظام اور نگرانی کے
واسطے اپنے ماتحت کمیٹیاں مقرر کریں *

ضمین ۶ — ان مدارس کے لیئے مندرجہ بالا کمیٹیاں مدرسان کو
مقرر کریں گی اور طالب علموں کا داخل کرنا مدرسہ اعلیٰ کے
اختیار میں ہوگا اور اگر کمیٹی ہمارے ماتحت مقرر ہوگی

امتحان میں وہ کامل نکلا ہی تو کوئی مذکور بالا کو اسی علم کی تکمیل کے لیے اُسکے داخل کر لینے کا اختیار ہوگا *
بیان صیغۂ دوم یعنی صیغۂ مدرسۃ العلوم
دفعہ ۹ ضمن ۱ — مدرسۃ العلوم کے دو درجے ہونگے *

ایک — ادنیٰ *

دوسرا — اعلیٰ *

ضمن ۲ — مدرسۃ العلوم کے درجۂ ادنیٰ کا مقصد علوم کی عام شاخوں میں تعلیم دینا ہوگا جو ایک روشن ضمیر اور ذہن اور عقل کی کھول دینے والی تعلیم کے لیے ضرور ہے *
ضمن ۳ — مدرسۃ العلوم کے اعلیٰ درجۂ کا مقصد کسی خاص علم میں جسکو کہ طالب علم پسند کرے نہایت عمیق اور قوی اور انتہائی تعلیم دینا ہوگا *

ذکر درجۂ ادنیٰ

دفعہ ۱۰ ضمن ۱ — درجۂ ادنیٰ مدرسۃ العلوم کی پڑھائی چار برس تک ہوگی *

ضمن ۲ — تین گھنٹہ سے زیادہ مدرسۃ العلوم میں سبق نہ پڑھائے جائینگے *

ضمن ۳ — درجۂ ادنیٰ مدرسۃ العلوم میں علوم مفصلہ ذیل پڑھنے ہونگے *

اول — کوئی دو زبانیں مفصلہ ذیل

زبانوں میں سے *

- (الف) عربی مع زبان دانی و علم ادب *
(ب) فارسی ایضا
(ج) انگریزی ایضا
(د) سنسکرت ایضا
(ه) لٹین ایضا
(و) گریک ایضا

دوم — ریاضی جسمیں مفصلہ ذیل

علوم شامل ہیں *

(الف) الجبر — یعنی جبر و مقابله *

(ب) تھیوری آف ایکویشنز — یعنی اصول مسائل معادلات *

(ج) پلین ٹرگنا مٹری — یعنی علم مثلث مستوی *

(د) اسپیئرل ٹرگنامٹری —

یعنی مثلث کروی *

ضمن ۱۲ — ملوہ اُس امتحان کے ہر سال کے آخر دو مدرسۃ العلوم کی طرف سے یہی طالب علموں کا امتحان لیا جائیگا اور جو طالب علم اس امتحان میں لائق نکلیں گے اُن طالب علموں کو انعام اور وظیفہ مدرسۃ العلوم کی طرف سے ملے گا *

ضمن ۱۳ — اس مدرسہ میں بیس وظیفہ حسب مندرجہ ذیل مقرر ہونگے جو کہ ہر ایک کامیاب طالب علم کو ایک سال تک ملینگے آخر سال پر اگر نتیجہ طالب علم کے امتحان کا اچھا ہو تو پھر وہ وظیفہ دار مقرر ہو سکے گا *

تفصیل وظیفوں کی پیمائش

تعداد وظیفہ	تعداد ماہراری	میزان
۱۰	صہر	صہ
۶	مہر	لہ
۳	عہ	لہ
۲۰		لہ

ضمن ۱۴ — مقدار انعاموں کی مدرسے کی آمدنی اور ٹیس کی آمدنی پر منحصر ہوگی *

ضمن ۱۵ — امید ہی کہ ٹیک دل آدمی اس مدرسے کو استدر وریہ دینگے جسکی آمدنی سے خاص خاص مضبوطیوں میں لیاقت پیدا کرنے پر طالب علموں کو انعام ملے گا *

ضمن ۱۶ — مدرس اول کو اختیار ہوگا کہ سالانہ امتحان مذکورہ بالا سے پہلے سے امتحان مناسبت سمجھے لیے مگر ان امتحانوں سے مدرسۃ العلوم کو کچھ غرض نہوگی اور نہ اُس امتحان کے نتیجوں پر انعام یا وظیفہ دیا جائیگا لیکن اگر نتیجہ کسی وظیفہ دار طالب علم کے امتحان کا نہایت خراب ہو تو مدرس اول کو کویتی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ و علوم دثوریہ میں اُسکی ضرورت کرنے کا اختیار ہوگا تاکہ اُس طالب علم کا وظیفہ بند ہو جائے *

ضمن ۱۷ — جو امتحان کہ پانچ برس کی پڑھائی کے بعد ہوگا وہ سلسلہ تعلیم مدرسۃ العلوم میں داخل ہونیکے لیاقت کے ثبوت کا رسالہ بھی سمجھا جائیگا — کوئی طالب علم جو کہ اس امتحان کے مضامین میں کافی لیاقت نہ دکھائیگا وہ مدرسۃ العلوم کے سلسلہ تعلیم میں داخل نہو سکے گا لیکن اگر کسی خاص علم کی تکمیل کی اُسکو خواہش ہو جسکے

- (۱) ثقل اور طریقہ اُن کے مقرر کرنے کے *
عام پمپ اور زور دینے والا پمپ *
دکنچہ پانی کے دباؤ سے *
پمپرو میٹر — یعنی مقیاس البوسم *
ہوا کا پمپ *
دھانی ٹل *
(ل) آپٹکس (جیومیٹریکل) — یعنی علم مناظر بالهندسہ *
اس علم کے پیمہ مضامین تعلیم میں ہونگے *
قوانین عکس و انعکاس — عکس صماح آئینہ پر — عکس کروی آئینہ پر — انعکاس شیشہ میں ہوکر — تفرق ضیاء شمس مختلف رنگ کی کرنوں میں — بیان آئینہ کا — آلات متعلق علم مناظر کی طرح آپٹکس پر *
یعنی وہ تاریخ خانہ جو ہر دیکھنے والی چیز میں ہی اور جس میں شکلیں مہجرات کی مکرر منعکس ہوتی ہیں — دوربینیں عکس و انعکاسی *
(م) ایکوسٹکس — یعنی علم آواز — اس علم کے پیمہ مضامین تعلیم میں ہونگے *
خاصیت آوازیں کی — طریقہ منتشر ہونے آوازیں کا — پیدا ہونا مرئی آوازیں کا اشکال جو اُس سے متعلق ہیں *
(ن) آپٹکس (فزیکل) — یعنی علم مناظر طبیعی — اس علم میں مضامین مندرجہ ذیل تعلیم ہونگے *
اصولی مسئلہ نسبت اصلیت و پھیلاؤ روحانی کے —
عام بیان مراض کا — بیان نورث کے پھاروں کا معہ حال اُن کے تجربوں کے جن سے کہ اُن مراض کے اثر ظاہر ہوتے ہیں — قطبی روحانی معہ اُن تجربوں کے حال کے جن سے کہ وہ پیدا ہوتی ہیں *
رہا پیمہ ہوتی ہیں *

- (۱) کانکس — یعنی علم مقرر طاعت *
(ر) مالد جامتری — یعنی علم مجسمات (ز) ڈفرنشل کیلکولس — یعنی حساب الجزیئات *
(ح) انٹگرل کیلکولس — یعنی حساب الکلیات *
(ص) اسٹیٹکس — یعنی علم السکون اس علم کے پیمہ مضامین پڑھائے جاوینگے ابتدائی مسائل حل کرنے قوتوں کے — قزاعہ جو ثقل — مرکز ثقل — حالتیں میزان اجسام کی جو ثقل سے پیدا ہوتی ہیں *
(ی) ڈینامکس — یعنی علم الحركت اس علم میں سے مفصلہ ذیل مضامین پڑھائے جاوینگے *
ابتدائی مسائل مع قانون حرکت اور اشکال جو کہ ایک جسم کی مستقیم حرکت قائم کرنے کے لئے ضرور ہیں عواءہ جسم بغیر کسی روک کے رکھا ہوا ہو یا ڈھلوان پر ہو حرکت اشیاء مدورہ اور حالتیں حرکت کی گرد مرکز قوت کے *
(ک) ہائیڈر اسٹیٹکس — یعنی علم ثقل المایعات ہائیڈرالکس — یعنی علم حرکت المایعات — نیوہیڈرکس یعنی علم ثقل و حرکت ہوا *
اس علم میں سے مفصلہ ذیل مسائل پڑھائے جاوینگے *
ابتدائی شکلیں نسبت خاصیت و انتقال اور مقدار دباؤ مایعات کی اور حالتیں میزان تہرتے ہوئے اجسام کی *
خاصیت لچک دار مائعات کی اور دباؤ جو اُن سے پیدا ہوتے ہیں *

ہشتم — دیہیات یعنی فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ

مذہب اہل سنت و جماعت و مذہب شیعہ
اثنا عشریہ *

ضمن ۴ — مذکورہ بالا سلسلہ تعلیم میں طالب علم کو چار برس
مدرسۃ العلوم میں صرف کرنے ہونگے اور روز مرہ ایک
سیٹ زبانون کا ہوگا اور ایک علوم ریاضی پر اور ایک
باری باری سے دیگر علوم مختلف پر *

ضمن ۵ — علوم مختلف مذکورہ باری باری سے اس ترتیب سے
پڑھائے جائینگے —

سال اول میں — تاریخ عام قدیم و جدید *

سال دوم میں — منطق — علم بیان و علم سیاست مدن *

سال سوم میں — فلسفہ ذہنی و اخلاقی *

سال چہارم میں — علوم طبیعیات *

ضمن ۶ — ہر سال دو تعلیمی زماںوں میں منقسم ہوگا اور
ہر ایک زمانہ ساڑھے چار مہینے کا ہوگا اور اسکا نام

مہیناتِ التعلیم رکھا جائیگا — قریب ختم ہونے

ہر مہینات کے طالب علموں کا امتحان اُن علوم میں

ہوگا جو اس مہینات میں اُنہوں نے پڑھے ہونگے —

اُن امتحانوں سے اُن کی مہنت کا حال معلوم ہوگا

اور اگر کسی وظیفہ دار طالب علم کے امتحان کا نتیجہ

نہایت خراب ہوگا تو کمیٹی مدبران تعلیم السنہ

مختلفہ و علوم دیگر کو اُس کے وظیفہ کے ہند کر دینے کا

اختیار ہوگا *

ضمن ۷ — مقررہ ان امتحانوں کے سالانہ امتحان بھی ہونگے

جنکے نتیجوں کے مطابق انعام اور وظیفے مستحق

طلباء کو عطا کیئے جائینگے *

ضمن ۸ — اس سلسلہ تعلیم کی دو برس کی پڑھائی کے بعد اگر

کسی طالب علم کا ارادہ نکتہ پور رستی کے ایضاً اے

کے امتحان دینے کا اور چار برس کی پڑھائی کے بعد

بھی اے کے امتحان دینے کا ہو تو اُس کو اختیار

ہوگا کہ وہ امتحان دہرے اور کمیٹی مدبران السنہ

مختلفہ اور علوم دیگر اُن کے امتحانوں کا کافی

اعتماد اور انتظام کریگی اور جو استحقاق کہ ان

امتحانوں سے حاصل ہو سکتے ہوں وہ اُن طالب

علموں کو بھی حاصل ہونگے جو اس طرح پر ان

امتحانوں میں کامیاب ہوں *

(س) ایسٹرونامی — یعنی علم ہیئت

النجوم — اس علم میں مضامین

مندرجہ ذیل دوس میں ہونگے *

انتظام دوائر نظام کا جن سے کہ اجرام

سماری متعلق ہیں —

مقدم فنا صفا — یعنی تغیرات جوالسام

جو زمین کی حرکت گرد آفتاب پر منحصر

ہیں — زمین کی مستدیر حرکت گرد

اپنے مہررے —

عام حال نظام شمسی کا *

عام بیان کسوف و خسوف کا *

سوم — لاجک اور وٹورک — یعنی علم

مناطق و علم بیان *

چہارم — مینٹل اور مارل فلاسفی — یعنی

فلسفہ ذہنی و اخلاقی *

پنجم — پولیٹیکل اکونومی — یعنی اصول علم

انتظام و سیاست مدن *

ششم — تاریخ عام قدیم و جدید *

ہفتم — فیزچرل سائنس — یعنی عام طبیعی —

اس علم کی مفصلہ ذیل شاخوں پڑھائی

جائینگی *

کیمسٹری یعنی عام کیمیا *

اور ایک عام مفصلہ ذیل علموں میں سے

(الف) اینیمل فزیالوجی — یعنی

عام تشریح حیوانات *

(ب) جیالوجی — یعنی عام اندرونی

حالات زمین کا اور مٹرالوجی

یعنی علم معدنیات *

(ج) بائنی — یعنی علم نباتات *

(د) زوالوجی یعنی علم العیوان *

(۵) سنسکرت مع پراکرت و ہالی اور مع علم
اُن کی مطابقت کے *

(۶) گریک و لاطن مع علم اُن کی مطابقت
کے *

قوم — علوم اخلاق — یعنی کوئی ایک قسم مفصلہ
ذیل میں سے *

(الف) منطق مع علم بیان و فلسفہ ذہنی و
اخلاقی *

(ب) علم انتظام و سیاسیات مدنی مع فلسفہ
متعلقہ بہ سیاسیات و فن تاریخ *

قوم — فلسفہ طبیعی یعنی ایک مفصلہ ذیل میں
سے *

[الف] علوم ریاضی *

[ب] علوم طبیعی *

چهارم — دینیات اسلامی یعنی فقہ و حدیث و تفسیر
و غیرہ مذہب اہل سنت و جماعت و مذہب
شیعہ اثنا عشریہ *

ضمین ۲ — درخراست امتحان مفاہرت کے ساتھ طالب علم کو
ہمیشہ اپنا تصنیف کیا ہوا رسالہ پیش کرنا ہوگا جو
اُس نے اُس علم کے کسی مشکل مسئلہ پر تصنیف
کیا ہو جس میں نہ وہ امتحان مفاہرت دینا
چاہتا ہو — امتحان میں داخل ہونے کی اجازت اس
رسالہ کے پسند ہونے پر منحصر ہوگی — اور طالب علم
کو تحریراً یہ اقرار کرنا ہوگا کہ اُس نے اس رسالہ کی
تصنیف میں کسی دوسرے شخص سے مدد نہیں لی
ہی *

دفعہ ۲۸ ضمیمہ ۱ — اُس میقات کے ختم ہونے کے قریب جو اُس میقات
کے بعد آئے جس میں مفاہرت کا امتحان ہوا تھا
امتحان میں کامل نکلے ہوئے طالب علموں کا واسطے
عطا کرنے فیلوسوفی یعنی وظیفہ وفاقہ مدرسۃ العلوم کے
پھر امتحان لیا جارہا — اور ہر طالب علم کا امتحان
اُسی علم میں ہوگا جو اُس نے اختیار کیا ہی اور یہ
امتحان بیان مضمونوں کے لکھنے کے ذریعہ سے لیا
جارہا جو مدرسۃ العلوم کے اہرام میں ممتحنوں کے
سامنے لکھے ہوئے — تین دن تک ہر روز یہ امتحان

ضمین ۹ — مذکورہ بالا امتحانوں کے علاوہ اس سلسلہ تعلیم کے
چوتھے برس کے آخر میں تمام علوم میں جو اس
سلسلہ تعلیم میں پڑھے ہوئے ایک امتحان مدرسۃ
العلوم میں لیا جارہا اور ہر طالب علم کو مدرسۃ العلوم
کے درجہ اعلیٰ میں داخل ہونے سے پہلے اس امتحان
میں کامل نکلنا ضرور ہوگا *

ذکر مدرسۃ العلوم کے درجہ اعلیٰ کا

دفعہ ۱۱ ضمیمہ ۱ — اس امتحان کی تکمیل کے بعد طالب علم کو
مدرسۃ العلوم کے اعلیٰ درجہ میں داخل ہونے اور
کسی خاص علم کو مفاہرت کا امتحان دینے کے ارادہ
سے ہر درجہ کامل تحصیل کرنے کا حق حاصل ہوگا
امتحان مفاہرت کے لیئے دو برس تک پڑھائی ہوگی
مگر طالب علم کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ اگر وہ
ایک ہی برس کی پڑھائی کے بعد اپنے نئی مفاہرت
کا امتحان دینے کے قابل سمجھے تو امتحان دینے کو
پہنچے — مگر وہ طالب علم جو ایک دفعہ امتحان میں
قا کامل نکلے تو دوسرے امتحان میں کامل نکلیگا
تو اُس کا نام فہرست میں اُن کامیاب طالب علموں
کے ساتھ جو پہلے ہی امتحان میں کامل نکلے ہیں
وہ ترتیب لیاقت مندرجہ ہوگا بلکہ فہرست کے آخر
میں اور اُن کامیاب طالب علموں کے نام سے علیحدہ
لکھا جارہا *

ضمین ۲ — اس درجہ کے پڑھنے والوں میں سے جو شخص چاہے
اُس کو اختیار ہوگا کہ ناکتہ پرانی درستی کے اہم اے کا
امتحان دے *

ضمین ۳ — مدرسۃ العلوم میں مفاہرت کا امتحان دینے کے لیئے
طالب علم کو اختیار ہی کہ مفصلہ ذیل علوم میں
سے ایک علم جو اس چاہے پسند کرے *

اول — زبان — یعنی کوئی ایک قسم مفصلہ ذیل
میں سے *

(الف) عربی مع عبری و سریانی مع علم اُن کی
مطابقت کے *

(ب) انگریزی مع اینکلر سیکسن اور مع علم
اُن کی مطابقت کے *

(ج) سنسکرت مع ہندو — و فارسی — اور
مع علم اُن کی مطابقت کے *

دنیویہ مدرسۃ العلوم میں داخل ہو سکتا ہی لیکن کسی وظیفہ کے پانے کا جو مدرسۃ العلوم سے ملتا ہی مستحق نہ ہوگا تاہم اُسکو اندرونِ حدیث مدرسۃ العلوم اور بہ تبعیت قواعد معینہ مدرسۃ العلوم کے رہنا ہوگا *

دفعہ ۱۹ کمیٹیِ مدبرانِ تعلیم السنۃ مختلفہ اور عام دنیویہ کو بیٹھ بھی اختیار ہوگا کہ اگر مسلمانوں کے سوا کوئی دوسرے مذہب کا طالب علم مدرسۃ العلوم میں پڑھنا چاہے یا کسی خاص علم کی تحصیل کرنا چاہے تو بہ اداے فیس اُس کو پڑھنے کی اجازت دیں اور کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانوں میں اگر وہ امتحان دینا چاہے تو اُس کے لیٹم اُسی طرح اہتمام اور انتظام کیا جاویگا جس طرح اور طالب علموں کے لیٹم ہوگا۔ اور جو ایسا طالب علم بسبب اختلاف مذہب کے مدرسۃ العلوم کے تمام قواعد کو بھانہ نہ لائے اور اسی لیٹم وہ اُن دیگر حقوق کا بھی مستحق نہ ہو جو مدرسۃ العلوم کے طالب علموں کے لیٹم مقرر ہیں مگر بالیں ہمہ کمیٹی موصوفہ کو ایسے طالب علم کی قابلیت اور لیاقت کے لحاظ سے کسی قسم کا وظیفہ یا اور کوئی مزت پشنامہ کا اختیار ہوگا *

ذکر سکونت و تربیت طالب علمان

مدرسۃ العلوم میں

دفعہ ۲۰ مدرسۃ العلوم میں طالب علموں کی سکونت کے لیٹم مکانات احاطہ چر پٹانہ جاوینگر کہ ہر ایک طالب علم کو جدا جدا ایک کمرہ سونے کے لیٹم اور ایک بیٹھنے اور پڑھنے کے لیٹم اور ایک غسلخانہ مل سکے *

دفعہ ۲۱ جو مسلمان طالب علم مدرسۃ العلوم میں داخل ہوں اُنکو مدرسۃ العلوم کے مکانات میں رہنا ضرور ہوگا مگر وہ غریب طالب علم جو اخراجات سکونت مدرسۃ العلوم ادا کرنے کے لائق نہوں کمیٹیِ مدبرانِ تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ اُن کو سکونت مدرسہ سے پری کوسکتی ہی اور اُنسے اسطرحیہ سارک کوسکتی ہی جسکا ذکر دفعہ ۸ کی قسم ۲ میں ہی *
دفعہ ۲۲ اُن سب طالب علموں پر ایک شخص پٹار اِتیاقیت کے مقرر ہوگا اور وہ اِتیاقیت بھی دن رات مدرسۃ العلوم میں رہیگا *

دفعہ ۲۳ جو طالب علم وہاں رہینگے اُن کو اختیار ہوگا کہ جیسا وہ لیاں پھنتے ہوں ویسا پھنیں مگر پورا لیاں اشرافوں کا سا ہو والا کسی ایسی قسم کے لیاں کے پھننے کی اُنکو اجازت نہ ہوگی جو بد رقصی کی طرف مائل ہو کسی کو اجازت

ہو جاویگا مگر املازی رفیق مدرسۃ العلوم کا متصور ہوگا اور وظیفہ کے سوا جو اور حقوق رفقہ مدرسۃ العلوم کے لیٹم ہیں وہ حالت مدرسہ میں بھی بحال و قائم رہینگے *

دفعہ ۱۳ عام مذکورہ بالا کی تعلیم کے لیٹم جسدِ مدرسوں کی ضرورت ہوگی نوکر رکھے جاوینگے اُن کی تنصراہیں مختلف ہونگی اور وہ مہدہ اُنکے لیٹم بجز کسی خاص حالت کے اُن کی زندگی بھر کے لیٹم ہوگا۔ اگر کوئی مدرس فاعاق یا ضعیف ہو جاوے یا کوئی ایسا صدمہ پھونچے جس سے کہ وہ اپنے مہدہ کا کام انجام نہرسکے تو مدرسۃ العلوم سے اُسکو ایک پیش مناسبت ملیگی اور قیا مدرس اُسکی جگہ مقرر ہوگا اور پھر مدرس اگر املازی رفیق بھی ہو تو بدستور اپنی زندگی تک املازی رفیق رہیگا *

دفعہ ۱۵ رفقہ مدرسۃ العلوم باستحقاق اپنے درجہ رفاقہ کے کمیٹی خزانۃ البضاعہ کے بھی میز متصور ہونگے اور کمیٹیِ مدبرانِ تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ کے بھی میز ہونگے اور اس کمیٹی کے میز ہر صیقات میں کم سے کم ایک دفعہ مدرسۃ العلوم کے انتظام و تصفیہ کرنے کو اجلاس کیا کرینگے جو اُن سے متعلق ہوں سب سے پہلے رفیق مدرسۃ العلوم کا میز مجلس ہوگا اور اُس کو ترجیح کی ایک راے زیادہ دینے کا حق ہوگا اور وہ مدرسۃ العلوم کا اندر اعلیٰ بھی مہیا جاویگا *

دفعہ ۱۱ جب نہ رفقہ مدرسۃ العلوم کسی امر متعلق بہ تعلیم کے اتصال کے لیٹم جمع ہوں تو وہ مدرس بھی جو املازی رفیق نہیں ہیں ایوانِ اجلاس میں آنے اور ملکر رفیق مدرسۃ العلوم کے راے دینے کے مجاز ہونگے *
دفعہ ۲۷ کمیٹیِ مدبرانِ تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ بذریعہ اُس رفیق مدرسۃ العلوم کے جو میز مجلس ہو اپنی سالانہ رپورٹ کمیٹی خزانۃ البضاعہ لتاسیس مدرسۃ العلوم لاسامین میں پیش کرگی اور اخراجات سال آیندہ کی منظوری کمیٹی سے لیگی *

دفعہ ۱۸ کوئی شخص جو نہ اس مدرسۃ العلوم میں کسی خاص علم کی تحصیل کرنے کو داخل ہونا چاہے اور اس تمام سلسلہ تعلیم کو جو مدرسۃ العلوم میں مقرر ہو پڑھنا نہ چاہے تو وہ اجازت کمیٹیِ مدبرانِ تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم

دفعہ ۳۰ ہر ایک طالب علم کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو خود اپنے کھانے پکانے کا انتظام کرے اور بشرطہ اپنے خاص ملازمین کے آپ پکوائے اور کھائے اور یہ بھی اختیار ہوگا کہ دوچار طالب علم آپس میں ہفتہ وار کر کے شریف ہو جائیں اور مجبوراً خود کھانے پکانے کا بشرطہ ملازمان خاص انتظام کریں *

دفعہ ۳۱ مگر جو طالب علم بیچہ چاہینگے کہ مدرسۃ العلوم کی طرف سے انکے کھانے پکانے کا انتظام کیا جائے تو ان کے لیئے اقبال مدرسۃ العلوم انتظام کر دینگا اور رسانی اخراجات ان سے لیائے جائینگے *

دفعہ ۳۲ طالب علمان مدرسہ کو اختیار ہوگا کہ جو طریقہ تفارل عام کا ان کو پسند ہو وہ اختیار کریں اور جب کہ چند طالب علم آپس میں ملکر شرکت میں اپنے کھانے کا بندوبست کرینگے تو انکو ایک ایسا کمرہ دیا جائیگا جہاں سب شریف جمع ہوکر کھانا کھا سکیں *

دفعہ ۳۳ باہیں رہے ہر ایک طالب علم پر فرض ہوگا کہ ایک وقت معین ہو کھانا کھائیں تاکہ اختلاف اوقات سے اور کاموں میں ہرج نہ پڑے *

دفعہ ۳۴ الفاظ بد جو لڑکوں کی زبان پر چڑھ جاتے ہیں انکے بولنے کا سخت امتناع ہوگا یہاں تک کہ اگر کوئی لڑکا کسی کو چھوڑا کہہ بیٹھے گا تو وہ ہمنزلہ دشنام سخت کے سمجھا جائیگا *

دفعہ ۳۵ طالب علموں کو جو مدرسۃ العلوم میں رہتے ہوں علم معیاس یعنی باہمی گفتگو کے طریقہ سکھائے جائینگے مہذبانہ گفتگو کی عادت ڈالی جائیگی اور ان پر قاید انکد ہوگی کہ آپس کی ملاقات اور بات چیت میں آسکو پرہیز اور مہذبانہ گفتگو کا اپنے تئیں عادی کریں *

دفعہ ۳۶ جو طالب علم مکانات مدرسہ میں سکونت اختیار کرینگے انکو ضرور ہوگا کہ نماز پنجگانہ میں حاضر ہوں شیروں پر فرض ہوگا کہ اُس مسجد میں جو مدرسۃ العلوم میں شیروں کے لیئے بنائی جائیگی پانچویں وقت کی نماز جماعت سے پڑھیں اور شیعہ طالب علموں پر فرض ہوگا کہ اُس مسجد میں جو شیروں کے لیئے بنائی جائیگی کم سے کم تیس وقت حاضر ہوکر نماز پنجگانہ اپنے طریقہ مذہبی پر ادا کریں *

نہ ہوگی کہ گرم کٹاری لگا ہوا یا بزار کا رنگا ہوا رنگین یا قیم رنگ یا ایسا باریک جس میں سے بدن دکھائی دے یا ایسا تنگ جس سے چھاتی اور بہت نظر آئے پڑا ہوئے *

دفعہ ۲۲ کسی طالب علم کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ بہت بڑے بڑے پال جو کان کی بے زیادہ نیچے ہوں سر پر رکھے یا کالین بٹارے یا پٹیاں جوارے یا مسی لگارے یا ایک سے زیادہ انگڑھی اور چلے ہوئے یا سیندھی لگارے *

دفعہ ۲۵ تمام طالب علموں پر فرض ہوگا کہ مغربی اور اچلے پن اختیار کریں لباس صاف رکھیں اور ہر طرح کی صفائی اور ستھرائی کی عادت ڈالیں اور تیل اسکے نہ کوئی لڑکا سکوت کے لیئے مکانات مدرسہ میں داخل ہوئے ہات دیکھے لیجائیگی کہ جس قسم کے کپڑے وہ پہنتا ہے اُس کے پاس اس قدر تعداد سے ہیں جن سے وہ صفائی اور اچلے پن سے رہ سکتے یا نہیں *

دفعہ ۲۶ اوقات کھانے اور سرنے اور پڑھنے اور جسمانی ورزش کے معین کیئے جائینگے اور ہر ایک شخص کو ضرور ہوگا کہ بچہر حالت قدر کے اُن وقتوں میں دھبی کام کرے جو اس وقت کے لیئے مقرر ہو *

دفعہ ۲۷ طالب علموں کی حفظ صحت کے لیئے اُن کے کھانے اور ہوا کھانے اور ایسے کھیل کھیلنے کو جو نامشروع نہیں اوقات اور طریقہ مناسب معین کیئے جائینگے *

دفعہ ۲۸ ہر ایک طالب علم کو اختیار ہوگا کہ اپنے مکان سے سکرتہ کو فرش اور پلنگ اور اسباب ضروری سے جس طرح چاہے خود آراستہ کرے اقبال مدرسہ صرف اسباب کی نگرانی کریگا کہ تمام ضروری چیزیں موجود ہیں یا نہیں اور یہ کہ خواب چیزیں مادی اور نقص مستعمل نہیں اور کیطرح کوزا کرکٹ نہ پھیلانے پڑے اور صفائی میں تچھے خلک نہ واقع ہو اور کیطرح کی بد تہذیبی نہرتے پڑے — اور اگر کوئی طالب علم بیچہ چاہے گا کہ آسکی سکرتہ کا تمام ضروری اسباب مدرسۃ العلوم کے اہتمام سے مہیا ہو تو اقبال مدرسۃ العلوم اُس کا انتظام کریگا *

دفعہ ۲۹ اسباب کی نہایت تاکید ہوگی کہ اسباب اور کتابیں اور لکھنے کا سامان اور کپڑے وغیرہ پدلیقتی سے مکان میں پھیلے اور ادھر ادھر پڑے نہیں بلکہ سب چیزیں انتظام اور سلیقہ سے سچی اور درستی سے رکھی رہیں *

خاص علم کو حاصل کرنا چاہتا ہی — کوئی شخص علوم دینی نہیں کمال حاصل کرنا چاہتا ہی پس ایسا مدرسہ قائم کیا جاوے جس میں ہر شخص کو مطابق اپنی خواہش کے علوم حاصل کرنے کا موقع رہے * اس مدرسے سے گورنمنٹ کو معاہدہ کرنا مقصود نہیں ہی بلکہ

صرف یہہ مقصود ہی کہ طریقہ تعلیم میں گورنمنٹ کچھہ مداخلت نہ کرے اور اُسکو صرف ہماری قوم کی رائے اور مرضی پر چھوڑ دے الا گورنمنٹ کو ہر طرح اُسکی نگرانی کا اور اُسکے حالات دریافت کرنے کا پورا اختیار حاصل رہے اور جبکہ خود گورنمنٹ سے اس مدرسے کے ایسے اعلیٰ چاہی گئی ہی اور گورنمنٹ نے اُسکو منظور کیا ہی تو ہمارا صاف منشاء ہی کہ گورنمنٹ کی نگرانی اس مدرسے سے قائم رہے *

سرمایہ جو مدرسے کے لیئے جمع کیا جاتا ہی اُس سے کبھی گورنمنٹ کو تعلق نہوگا اور نہ کبھی گورنمنٹ کی اُس میں دست اندازی ہوگی اور ملازمت گورنمنٹ کے کوئی ممبر بھی اُس میں دست اندازی نہ کر سکے گا اور انہیں امور کے استحکام کے لیئے کمیٹی عَزَّوَالِہُ اَعْلَیٰ مقرر ہوگی ہی اور اُسکے لیئے قواعد بنائے گئے ہیں اور اُس کمیٹی کی اور اُن قواعد کی رجسٹری ہرجب ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۹۶ع عمل میں آئی ہی جبکہ ذریعہ سے اُن قواعد کے برخلاف کوئی ممبر عمل کرنے کا مجاز نہیں ہی *

مذہبی تعلیم کے لیئے ایسے قواعد تجویز کیئے گئے ہیں اور اُسکو کلیتاً ایک معاہدہ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا ہی جس سے اس قسم کا احتمال کہ مذہبی تعلیم میں کچھہ غلط واقع ہوگا مطلقاً باقی نہیں رہا * اعلیٰ درجہ کی دینی تعلیم کے لیئے قہایت ضرور ہی کہ کلیۃً انگریزی زبان میں تعلیم ہو تاکہ مسلمان لڑکے انگریزی میں ایسے قابل نکلیں کہ جو اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے ہندوستان میں ہو مل سکتے ہیں اُن کو وہ حاصل کر سکیں اور نیز جو علوم کہ انگریزی زبان میں ہیں اُس میں پورا کمال حاصل کر کے اعلیٰ کتابیں تالیف و تصنیف کریں جو عموماً قوم کے لیئے مفید ہوں اسلامیہ مدرسہ میں ایک ایسا قرحہ قائم کیا گیا ہی جس میں اُن لوگوں کو جو اس طرح تعلیم پائی چاہیں پوری تعلیم پانے کا موقع ملے *

مگر اس طرح صرف انگریزی زبان میں تعلیم دینے سے علوم و فنون جدیدہ تمام قوم میں عموماً رائج نہیں ہو سکتے اور تمام قوم فائدہ نہیں اُٹھا سکتی اسلیئے علوم و فنون کا اردو زبان میں بھی تعلیم دینا اُن لوگوں کے لیئے قرار پایا ہی جو اردو زبان میں اُن کو پڑھنا چاہیں اور امید ہی کہ اردو زبان میں تمام علوم و فنون جدیدہ کی کتابیں موجود ہوجانے کے بعد ہماری قوم میں بھی وہ علوم و فنون اس طرح پڑھائے ہوجائیں گے جس طرح اب انگریزی زبان میں

ذمہ ۳۷ ان دونوں مسجدوں کے ایسے موزن ہونگے اور سنٹی مذہب کے طالب علموں کی مسجد کے لیئے ایک اضافہ خانہ قرآن مجاز ہوگا اور تمام ضروری چیزیں مہیا رہینگے تاکہ کسی قسم کا ہرج اور تکلیف نمازیوں کو نہو *

ذمہ ۳۸ مدرسۃ العلوم میں جمعہ اور اتوار دروس ہر ہفتہ میں تعطیل ہوگی الا کمیٹی مدیران تعلیم مذہبی کو اختیار ہوگا کہ وہ اتوار کے دن بھی مذہبی تعلیم جاری رکھے جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ تعلیم مذہبی کا مدرسہ اعلیٰ قرآن و حدیث سے کچھہ احکام و اخلاق مذہبی بطور تحقیق عالمانہ جس سے طالب علموں کو فائدہ ہو بقدر مناسب بطور وہا کے بیان کیا کریگا جس میں ذہی استعداد طالب علم اور خصوصاً وہ طالب علم جنہوں نے علوم مذہبی کی تکمیل اعلیٰ درجہ تک کی اختیار کی ہو حاضر رہا کریں گے *

ذمہ ۳۹ اتفاقیہ بیماروں کے معالجہ کے لیئے انگریزی ڈاکٹر ویرٹانی طبیب دونوں کا انتظام مدرسۃ العلوم میں کیا جاویگا اور جب لڑکے مدرسۃ العلوم میں داخل ہونگے تو اُن سے یا اُنکے سرپرستوں سے دریافت کریگا جاریگا کہ اگر کوئی اتفاقیہ بیماری پیش آئے تو کون سا علاج کیا جاوے اور ضرورت کیونٹ اُسکے مطابق عمل میں آویگا اور فی الفور اُن کے سرپرستوں کو اطلاع ہوگی اور جس طرح وہ ہدایت کریں گے اسی طرح پڑھیں گے کیجاویگی *

ذمہ ۴۰ ان تمام قواعد کی خبرگیری اور انتظام اتالیق مدرسے کے سپرد رہیگا اور جو طالب علم خلاف ورزی قواعد معینہ کریگا اُسکی رپورٹ کمیٹی مدیران تعلیم السنہ مختلفہ اور علوم دینیہ کی خدمت میں پیش ہوگی *

ذمہ ۴۱ کمیٹی موصوفہ اُس طالب علم کو فہمائش مناسب کریگی اور جب متعدد فہمائش سے وہ نہ مانے گا تو اُسکو مدرسۃ العلوم سے خارج کرنے کا اُسکو اختیار ہوگا *

مذکورہ بالا تجویزوں کے منشاء کا بیان

مقصود یہہ ہی کہ ایک ایسا مدرسہ قائم کیا جاوے جس میں خود ہماری قوم کو سب طرح کا اختیار ہو اور وہ جس طرح پڑ اپنی قوم کی تعلیم دینا مناسب اور فائدہ مند سمجھے اسی طرح پڑ تعلیم دے اور ہماری قوم کو ہر قسم کے علوم پڑھنے کا موقع ملے کیونکہ ہر ایک شخص کے افراط متعہ نہیں ہیں کوئی شخص سرکاری عہدوں کے عمل کر نیکی آرزو رکھتا ہی — کوئی شخص علوم دینی میں سے کسی

کرنے اور روشن ضمیر تعلیم دینے میں نہایت کوشش کرنے لگے۔ صرف روز مرہ کی بکار آمد تعلیم جو ایک اور ہی تعلیم ہوتی ہے کچھ روشن ضمیر تعلیم ہمار نہیں کی جاسکتی — اور اگر یہ مدرسۃ العلوم نہایت معین اور مستحکم اور اعلیٰ علم نہ بنسبٹا تو اُس کو ادب اور مزہز اور فطرت قومی کے لائق سمجھنا مشکل ہوگا * اس مدرسہ کے قیام کے لیے یہ ایک اصل تجویز کیا گیا ہے کہ مدرسہ کے اخراجات کے لیے مستقل آمدنی ہونی چاہیے تاکہ وہ کسی بیرونی مدد کا محتاج نہ رہے اس کا سبب نہایت ظاہر ہے اور کچھ تشریح کا محتاج نہیں ہے کیونکہ کوئی بڑا کام اختیار نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اُس کی تکمیل کے وسیلے اول مہیا نہ ہو جائیں مدارس جو نہ سالانہ یا ماہوار چنڈوں سے جاری کیئے جاتے ہیں اُن کے استحکام پر کچھ بھروسہ نہیں ہوتا اور نہ اُس چندہ کے بھروسہ پر کوئی عمدہ اور مستقل کام کیا جاسکتا ہے اور تجربہ سے ظاہر ہوا ہے کہ ہندوستان میں جس قدر مدرسے اس طرح پر جاری ہوئے بغیر کسی استثنائے انجام کو ناکامیاب ہوئے اور یہ بات نہایت ہی پیہودہ رہی اگر ایسا بڑا عظیم الشان مدرسۃ العلوم اُس کے ہمیشہ چلنے اور سرسبز رہنے کی ضمانت کے بغیر جاری کیا جارے *

اس مدرسہ کے قیام میں ایسا انتظام بھی کیا گیا ہے کہ جو طالب علم سلسلہ تعلیم میں کامیاب ہو اُسے کامیابی کے ساتھ اُس کو انعام اور مالوم کو اعلیٰ درجہ تک ترقی پر پہنچانے کے لیے وظیفہ بھی دینے جارہیں اور یہ بھی تجویز ہوا ہے کہ اگر کسی طالب علم کی عمدہ کامیابی تحصیل علم میں ثابت ہو تو اُس کو بلا شرط خدمت صرف اُس کے ترقی مالوم میں مصروف رہنے کے صلہ میں ایک معتدبہ وظیفہ ملے کیونکہ درحقیقت روپیہ ہی کا فائدہ علم سیکھنے پر بہت بڑا رفیعہ دلاتے والا اور تعلیم کو ترقی کرنے والا ہے — نہایت ترویج یافتہ ملکوں میں بھی اور ہندوستان میں بھی جہاں کہ جہاں اس علم ایک جگہ بہت کم جمع ہوتا ہے روپیہ کا فائدہ تعلیم پر صرف رغبت دلانے اور تعلیم کی ترقی کرنے سے بھی زیادہ فائدہ مند ہوگا کیونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی زیادہ اہمیت حالہ ہے اور گو کہ اور ملکوں میں بھی ہوتا ہے مگر ہندوستان میں یہ بات زیادہ تر ہے کہ وہ لوگ جو بہت زیادہ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں اُن کے پاس اپنی گذران کرنے کے لیے بھی بہت کم وسیلے ہوتے ہیں اور ایسی حالت میں روپیہ کا فائدہ ہمیشہ لائق طالب علم پیدا کرنے میں خفا نہ ہوگا * اس مدرسہ کے طالب علم کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانوں میں بھی داخل ہوسکیں گے جس جو نائندے اور حقائق اُس یونیورسٹی کے امتحانوں سے حاصل ہوتے ہیں وہی نائندے اور حقائق اس مدرسہ کے

یونے کے سبب سے انگریزوں میں شائع ہیں یا جس مالوم یونیورسٹی مالوم ہوتی میں ترجمہ کرنے سے مسلمانوں میں شائع ہوئے تھے * دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی برابر ہوتی رہیگی اور اس وقت جو یہ نقص ہے کہ جو مسلمان دینی تعلیم پاتے ہیں وہ مالوم و نالوم جدیدہ سے بالکل غافل رہتے ہیں اور جو دنیوی مالوم میں تعلیم پاتے ہیں وہ دینی تعلیم سے محروم رہتے ہیں یہ نقص بھی اس طریقہ تعلیم سے جو تجویز کیا گیا ہے بالکل موقوف ہو جائیگا * گورنمنٹ کالجوں کی تعلیم میں جو یہ ایک نقص ہے کہ اگر کوئی طالب علم درجہ ادنیٰ کے مالوم میں سے ایک علم میں بھی ناقص نکلتے تو وہ اُس درجہ تعلیم سے اور کے درجہ میں ترقی نہیں کرسکتا اس کا علاج بھی اس تجویز میں کیا گیا ہے اور جن علموں میں طالب علم ادنیٰ درجہ میں کامل نکلا ہے اگر وہ انہیں مالوم میں اعلیٰ درجہ پر ترقی کرنا چاہے تو اُس کو ایسی ترقی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے * اس مدرسہ میں اُن مالوم کا پڑھانا بھی تجویز ہوا ہے جو روز مرہ تو کار آمد نہیں ہوتے مگر اُن سے ذہن کو اور لیاضت کو اور استعداد کو ترقی ہوتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ روز مرہ کی بکار آمد تعلیم کے ساتھ ضرور اصولی تعلیم کی بھی حاجت ہوتی ہے — جو تعلیم کہ دل کو روشن نہیں کرتی اور عقل اور اخلاق کو کامل ترقی پر نہیں پہنچاتی وہ ہمیشہ ناقص تصور ہوتی ہے اور اگر ہم صرف روز مرہ کی بکار آمد تعلیم پر قناعت کریں تو ہماری قوم کے عمدہ سے عمدہ طالب علم اپنی قوم کے لیے اُن لوگوں سے چنچوں تے ہمارے اس مدرسۃ العلوم میں تعلیم نہ پائی ہر کچھ زیادہ فائدہ پہنچانے والے نہ ہوں گے — ہم سمجھتے ہیں کہ سب سے بڑا فائدہ ہمارے اس مدرسۃ العلوم کا یہ ہونا چاہیے کہ مباحث علمی میں ہمارے طالب علموں کے ملز خیال میں تبدیلی اور ترقی ہو — اور اس تعلیم سے ایسے اخصاص پیدا ہوں کہ گویا وہ اس مدرسۃ العلوم کے لیے عام لوگوں میں علم پھیلائے اور مہذب خیالات اور عمدہ اخلاق سکھانے کے لیے مثلاً آئے ہوں اگر اب ہم اپنے اس مقصد کے حاصل کرنے پر ناکامیاب ہوں تو ہم کو اپنے اس مدرسۃ العلوم کو بھی ایک ناکامیاب ہی تصور کرنا چاہیے — لیکن اگر یہ مدرسۃ العلوم توجہ ان مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جن کے خیالات مہذب اور ترقی کی طرف مایل ہوں تو ہم کو کچھ شک نہیں ہے کہ اُس کا نتیجہ بے انتہا فوائد سے مالا مال ہوگا جہاں کہیں ہمارے مدرسۃ العلوم کا طالب علم چلا جائیگا اُس کے ساتھ ہی وہ عمدہ اور مہذب اور ترقی کرنے والے خیالات اور زندہ علم اور اصلی اخلاق جاریں گے جتنا تعلیم دینا اور پھیلانا ہمارے مدرسۃ العلوم کا مقصد ہے اور مسلمان روز بروز زیادہ تو اپنی حالت موجودہ پر قور

ہم نے جو علوم جدید کا اُردو میں پڑھانے کا ذکر کیا اس سے یہ بے خیال کیا جاوے کہ وہ علوم انگریزی میں تہ پڑھا کر چاہیں بلکہ جو لوگ انگریزی میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پانا چاہتے ہیں وہ اُن علوم کو بھی انگریزی میں پڑھیں اور اُردو کا سلسلہ قلم میں مام تعلیم پڑھانے کے لیے قرار دیا ہی گھڑکتہ قلم میں مام تعلیم اُس وقت تک شایع ہوتا جب تک کہ اُس کی زبان میں علوم نہیں غیر ممکن ہی اور اُس اُردو سلسلہ سے یہ بے خیال نہ تھوڑا کیا جاوے کہ فارسی اور عربی زبان کے پڑھانے سے کچھ غفلت ہوگی اس لیے کہ جو لوگ اُن زبانوں کو پڑھنا چاہتے ہیں اُن کو اُن زبانوں کی اعلیٰ درجہ تک تعلیم ہوگی جیسا کہ سلسلہ تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے — اور علوم و فنون جدیدہ کا سلسلہ اُردو زبان میں قائم کرنے سے صرف یہ مطلب ہی کہ علوم کی تحصیل جہاں تک ممکن ہو آسان ہو جائے *

جو اُن کے مدرسۃ العلوم میں پڑھنے آئے ان کی حفاظت اور ان کی صفحہ اور اُن کی تربیت اور اُن کے مکانات سکونت کے لیے ایسی تدبیریں کی گئی ہیں جو غالباً اُنکو اپنے مانی اپنے کے گھر میں بھی نہ ہوتی ہونگی اس لیے اُمید ہے کہ تمام لوگوں کی اس بات سے کہ اُن کے لڑکے مدرسۃ العلوم میں نہایت عمدہ طور سے پڑھیں گے بالکل خاطر جمع ہوگی *

نہایت بخت اور بد اخلاقی ہوتی اگر ہم غیر مذہب کے لوگوں کی تعلیم کے لیے مدرسہ میں کوئی راہ نہ رکھتے اور اس لیے ایسی تدبیر بھی اختیار کی گئی ہے جس سے غیر مذہب کے لوگ بھی مدرسۃ العلوم سے مناسب فائدہ اُٹھا سکیں اور اُس کے ساتھ جو انتظام تعلیم و تربیت اپنی قوم کے لوگوں کا کیا گیا ہے اُس میں بھی کسی طرح کا نقص و نقصان واقع نہ ہوگا *

مدرسۃ العلوم میں ہفتہ میں دو دن یعنی جمعہ اور اتوار کی تعطیل قرار پائی ہے جمعہ ایک ایسا دن ہے جو مسلمانوں کے لیے تعطیل کے واسطے نہایت ضروری ہے لیکن جو کہ دنیاوی علوم کی تعلیم کے لیے اور انگریزی زبان کی تعلیم کے لیے اکثر ماسٹر اور پروفیسر اور پرنسپل انگریز ہونگے تو ممکن نہیں ہے کہ اتوار کے روز مدرسہ میں تعلیم جاری رہ سکے اس واسطے ضرور ہوا کہ اتوار کو بھی تعطیل کا دن قرار دیا جاوے لیکن چونکہ مذہبی تعلیم کے مدرس سب مسلمان ہونگے اس لیے اُس دن میں بھی مذہبی تعلیم کا جاری رکھنا تجویز کیا گیا ہے اور اُس دن میں ایک پڑا فائدہ یہ ہے کہ مذہبی تعلیم کے لیے زیادہ وقت ملے گا *

واضح ہو کہ یہ سب تجویزیں کمیٹی میں پیش ہیں اور دو دفعہ کمیٹی ان تجویزوں پر غور کرچکی ہے اور اُس کو اب یہ دو اس لیے مشہور کرتی ہے کہ تمام ممبروں اور مسلمانوں کی نگاہ سے گذرے اور اخبار تریس وغیرہ اُس کو دیکھیں اور جس کسی کو جو کچھ رائے اُس پر پیش کرتی ہو وہ اُس کو پیش کرے تاکہ وہ دوسری دفعہ کمیٹی اُس پر غور کرے اور پھر تیسرے دفعہ کے بعد جو ترمیم کے مناسب سمجھے عمل میں لائے *

دستخط مرزا محمد رحمہ اللہ بیگ

معلوم کار سکرتوری کمیٹی غزٹوالیہ

تاسیس مدرسۃ العلوم للمسلمین

طالب علموں کو بھی حاصل ہونگے اگر وہ کلکتہ یونیورسٹی کا امتحان دینگے اور علاوہ اُس کے خود مدرسۃ العلوم نے طالب علموں کے لیے پیش قرار دیا ہے مقرر کیے ہیں جو اہل قلم طالب علموں کو دینے چاہتے ہیں اور اس سبب سے اس مدرسہ کے طالب علموں کو گویا دھری رقبہ مام کے تحصیل کرنے میں ہوگی *

طالب علموں کا اور ترقی مام کے وظیفہ پانے والوں کا مدرسہ میں رہنا اور اُس کے قوام کا پابند ہونا مثل تعلیم کے اس لیے ضروری سمجھا گیا ہے کہ یہ امر سب سے مقدم ہے اور یہ بڑے امتیاز کی چیز ہے درمیان ہمارے مجوزہ مدرسۃ العلوم اور اُن یونیورسٹیوں کے جو کہ اب مدرسہ میں موجود ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ مارز کے معاشرۃ مسلمانوں کا اُن کی تعلیم سے بھی زیادہ ترقی کا محتاج ہے — خصوصاً مسلمانوں کو اُن کی ابتدائی حالت زیادہ توجہ کے لائق ہے اس عمر میں انٹر اجلاں اور رزیاں کے لوگوں کی صحبت میں مسلمان شریعت کے لوگوں کی طبیعت میں خراب خراب اخلاق اثر کر جاتے ہیں اور انٹر فامذہب الفاظ اُن کی زبان پر چڑ جاتے ہیں جس کے آخر کار وہ مادی ہو جاتے ہیں — پس ان سب خرابیوں کے دفع کرنے کے واسطے جب تک ہم ایک بڑے گورنر طالب علموں اور اُتالیقوں کو ایک جگہ جمع نہ کرینگے اور اُن کو ایسی صحبت میں کرینگے جس کے خیالات اور مقاصد مسلمانوں کو اُن کے حال کی صحبت کی برائی اور خرابی اور صوب سے پاک ہوں اُس وقت تک کوئی تدبیر تعلیم کی اور اپنی قوم کو اخلاق اور عادات فامذہب سے محفوظ رکھنے کی نہیں چل سکے گی — گورنمنٹ کا بیرون کا فائدہ اس وجہ سے کہ گورنمنٹ مارز معاشرت طیارہ میں کچھ اصلاح نہیں کر سکتی کچھ یہ کامیاب نہیں ہوا ہے اور اگر ہمارا مدرسۃ العلوم طالب علموں کا اور اُتالیقوں کا ایک جگہ ساتھ رہنا اور طالب علموں کا خراب صحبتوں سے بچانے اور اُنکا مدرسۃ العلوم ہی میں سکونت اختیار کرنا اور اُس کے قواعد کو بچا لانا ضرور نہ تھوڑا کریگا تو اُس سے کچھ بہتر نتیجہ حاصل نہ ہوگا *

ظاہر لوگ یہ بھی خیال کرتے ہونگے کہ جن علوم کی تعلیم قرار دی گئی ہے وہ نہایت نثر سے ہیں مگر یہ خیال تین وجہ سے صحیح نہیں ہے *

اول — یہ نہ کہ سلسلہ مام کا ایسا نہیں ہے نہ اُس کے تحصیل کرنے میں کچھ بے مشکل پڑے ہاں البتہ محنت سے اور دل سے پڑھنا درکار ہے اور جو لوگ اُس سلسلہ کو اُردو میں پڑھنا چاہینگے اُن کے لیے تو وہ سلسلہ بہت ہی آسان ہر جاہل کا *
دوسرے — یہ کہ اس سلسلہ کے پڑھنے کے بعد اور اُس میں کامیابی حاصل کرنے پر مدرسۃ العلوم سے پیش قرار دیا ہے کہ وہیں ضرور ہی کہ وظیفہ اُنہیں لوگوں کو دیا جاوے جنہوں نے محنت کر کے اور دل لگا کر تمام اُن مام کو حاصل کیا ہو *

تیسرے — یہ کہ اس طریقہ تعلیم میں ایسا کی کوئی لازمی قید نہیں لگائی گئی ہے کہ ہر شخص وہ پورا سلسلہ پڑھے بلکہ یہ بھی اختیار دیا گیا ہے کہ جو شخص جو سلسلہ پڑھنا چاہے اُسکو پڑھے صرف اتنا فرق ہے کہ جو شخص پورا سلسلہ نہ پڑھے گا اُسکو انعام اور وظیفہ جو مدرسۃ العلوم کی طرف سے ملنا تجویز ہوا ہی نہیں ملے گا *

ہمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حاض

مستحق عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۸]

یکم رجب سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم الله الرحمن الرحيم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرتی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے ليئے بھیجتا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترنیشن کے منایا فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹاؤس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آئہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے پرخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

بستدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جائیگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے ليئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ ملتصاے مضامین ہوگا چھپا کر یگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ نفع نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو نی پرچہ ہمار آئے مہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۸۵

مراسلہ مہدی

عزیز من ماجد مای سامک اللہ تعالیٰ
خط تمہارا آیا حال معلوم ہوا مہدی کیفیت کیا پوچھتے ہو میاں
را چہ بیاس *

یک سینہ و صد ہزار ہملہ * یک دیدہ و صد ہزار ہار
تمنے پوچھا ہی کہ تہذیب الاخلاق میں مضمون لکھنا کیوں ترکی
کہا کیا سید صاحب سے مخالفت کی یا کفر کے فتروں سے درگئے — عزیز
من تم میں سید صاحب سے مخالفت ہوا نہ کفر کے فتروں سے ذرا بلکہ
میرے سکوت کا اصلی سبب تمکو معلوم ہی کہ قطع نظر روحانی
صدروں کے نئی مہینے سے ایسا بیمار ہوں کہ لکھنا پڑھنا دشوار ہی
روز مرہ کا کام بھی بے مشکل درجوں کی مدد سے کرتا ہوں *
عزیز من سید صاحب سے مخالفت کا زمانہ گزر گیا اب اس خیال
کو جانے دو کہ پھر وہ زمانہ آریگا انا احمد و احمد انا — نصیحت روحان
حالا بدنا *

کفر کے فتروں کا قدر مامیوں کو ہوگا جتنا ازماں ہوادری کے حقہ
پانی پر ہی نہ اُن مکتوبوں کو جو اسلام کی حقیقت اُن کفر کے فتروں
دینے والوں سے بھی زیادہ جانتے ہیں وہ تو ان باہمی کافروں پر جو
کبھی مشرق سے مغرب کو اور کبھی مغرب سے مشرق کو آتے پھرتے
ہیں اُنکے آفتاب کو بھی نویں دیکھتے اور پھر مگس کی برابر بھی اُس
کی وقعت نہیں سمجھتے اُنکے نزدیک خدا نے اپنی جنت و دوزخ ان
کفر کے فتروں دینے والوں کو بھی نہیں کرہی کہ جسکو چاہیں وہ
جنت میں بھیجیں جسے چاہیں کافر ہٹاکو دوزخ میں ڈالیں *

عزیز من تم قاریخ سے فاراقت ہو اگلے لوگوں کا حال تمہیں نہیں
پوچھا ورنہ تم ان کفر کے فتروں پر تعجب نہ کرتے یہ تو ایک ہوائی
رسم ہی کہ ہر مذہب میں اُس پر عملدر آمد رہا ہی اور مذہبی
سوداگروں نے اسے اپنی وقعت و منزلت کا ذریعہ بنوا رکھا ہی تاکہ وہ
عوجے جادوں اور خدا کے نوزند تھیویں اور جو آواز اُنکے آگے پیچھے سے
کلے وہ روح القدس کی آواز سمجھی جارہے انورس اُن ضعیف القلب
اور ضعیف الایمان لوگوں پر جو اپنی ہالی تصدیق پر ایمانیات نہ رکھیں
اور اُنکے دل ان ہوائی کافروں سے پتوں کی طرح آتے پھریں *

سفر میاں دنیا میں جتنی نامور قریب گذری ہیں یا جو اب
موجود ہیں اُنکی تاریخ اس پر شاہد ہی کہ جب کسی نے اپنے زمانہ کے
لوگوں کے اوسط درجہ کے خیالات سے بڑھ کر کوئی بات زبان سے نکالی یا
اس کی معمولی سمجھ سے کچھ زیادہ کہا تو وہ مجتہد اور دیرانہ

تہوا اور اگر ملہ سے کوئی ایسی بات لکھی جو مخالف اُس زمانہ کے
دینی خیالات اور مذہبی رسوم کے ہوئی گو وہ خیال اور رسم بالکل
مذہب کے مخالف ہی ہو یا اُس سے مذہبی سرداروں کی موت و شان
میں کچھ فرق آیا تب تو وہ لامذہب اور کافر ہی سمجھا گیا پھر یا
جلا وطن کیا گیا یا مارا گیا یا زندہ جلایا گیا *

دیکھو یزنان میں سقراط کو زہر کا پیالہ کیوں چلایا گیا اسی جرم
میں کہ اُس نے بے پرستی کی برائی کی جسے اُس زمانہ کے لوگ
اچھا جانتے تھے *

جربوت جب مسلمانوں کے مدرسے سے معزلات سمجھے کر اپنے
مالک میں گیا تو اپنی قوم کے نزدیک کیوں کافر اور موند تہوا اسی
تصور میں کہ وہ اُن علوم کو جاری کرنا چاہتا تھا جس کی غربی
سے اُس کی قوم قاراقف تھی *

تلمیس کیوں پاگل تہوا اسی لیمے کہ اُس نے وہ بات کہی جو کہ
اُس زمانہ کے لوگوں کی عقل اور سمجھ سے باہر تھی *

تیسرے نے جب بھاپ کے زور سے چہاز اور گاڑی چلانے کی شبیہ
اپنا خیال ظاہر کیا تو وہ کیوں پاگل خانہ میں بھیج دیا گیا اسی
تصور میں کہ اُس زمانہ کے اوسط درجہ کے خیال سے اُس نے بڑھ کر
یہ بات کہی *

روجر بیکن کے کفر کا کیوں فتویٰ دیا گیا اسی لیمے کہ وہ اُن
مسائل سے منکر تھا جسکو اُس زمانہ کے عالم حق اور سچ جانتے
تھے *

کرپڑ ٹیکس نے کیوں ہیڈٹا کے صحیح مسائل کے اظہار پر جرات
نہ کی اسی لیمے کہ وہ پادریوں کی مخالفت سے خائف تھا *

ہیڈروٹون حکیم کو روم کے پرپ نے کیوں زندہ جلادیا اسی جرم
میں کہ اُس نے زمین کی گردش کا انزال اور آسمان کے وجہ جسمانی
سے انکار کیا تھا جسکو اُس زمانہ کے پادری ہمارے وقت کے مولویوں
کی طرح اپنی قاداتی سے مخالفت آسمانی کتاب کے جانتے تھے *

اوتھو کو کیوں شہر بھر بھاگنا پڑا اسی گناہ میں کہ وہ پرپ کو
نجات کے فرمان پیچھے کا معجز نہ سمجھتا تھا *

یہ چند نظریں تو غیر قریبوں کے نامور لوگوں کی ہیں اب ہم
اپنی ہی قوم اور اپنے ہی مذہب کے اُن نامور حضرات کا حال بیان کرتے
ہیں جن میں سے اب کوئی تفسیر کا — اور کوئی حدیث کا — کوئی قلم کا —
کوئی اصول کا — کوئی کلام کا — امام سمجھا جاتا ہی اور جس میں سے
کسی کا خطاب ہی امام البقرہؒ اور کسی کا امام القضا اور کسی کا

کہ وہ ایک غلط مسئلہ میں موافقت اس زمانہ کے لوگوں کی تکرر تھی — امام محمد بن اسماعیل بخاری دمان سے نکالے گئے — نسائی مسجد میں شہید کیئے گئے — ہارنیزد بسطامی پر بھی جلاوطنی کا فتویٰ دیا گیا — خرائنوں مصری مصر سے بغداد کو اس مصیبت سے بڑھنے گئے کہ پا بدست دگرے دست بدست دگرے — اور ایک جراحہ مراروں کی ان کے نفر و زندقہ پر گراہی دینے کے لیئے ہمراہ گئی — ہیل بن عبداللہ تستری پائیں امامت مروت نہرے — ابو سعید حجاز پر بھی کفر کا فتویٰ دیا ہی گیا — جنود بغدادی کو مالوں نے کانر کھر اسقدر تنگ کیا کہ وہ مسائل ترجید ملائقہ زبان پر نہ لاسکے — محمد بن فضل بلخی پائیں جلاط اس مارو پر نکالے گئے کہ ان کے گلے میں رسی تھی اور کلی کچھ میں تشہید کیئے جاتے — امام بن حسن رازی کو رے کے زاعنوں نے تکلواہی دیا — ابو عثمان مغربی بھی در بدر مارے پھرے — حضرت شبلی پر کفر کا فتویٰ دیا گیا اور ان کے پاس کا بیٹھنا بھی ایک گناہ قرار دیا گیا امام ابو بکر نابلسی کی پائیں علم و فضیلت مولیوں کے حکم سے کھال کھینچی گئی ابن حنن پائیں تیسر و امامت زندیق قرار دیئے گئے — شیخ ابو مدین بجوم زندقہ جلاوطن کیئے گئے — شیخ ابوالحسن شاذلی مغرب سے قید کرکے بد گناہ زندقہ مصر کو بھیجے گئے — شیخ مزین الدین بن عبدالاسلام بھی کفر کے فتویٰ سے نہ بچے — شیخ تاج الدین سبکی اباحیہ پھرائے گئے — شیخ مصی الدین ابن عربی اور شیخ ابوالحسن اشعری اور امام حجت الاسلام غزالی کا کچھہ بیان کرنا بے مروت نہرگا — سب جانتے ہیں کہ شیخ مصی الدین وہ شخص ہی جسکو امام ابو حذیفہ اور کیریت احمد اور انیسر امام اور شیخ الطایفہ کہتے ہیں اُسکی نسبت نہ نقطہ کفر کا فتویٰ ہوا بلکہ حضرت مالوم نے یہہ فتویٰ دیا کہ نقرہ اشد من نقر البہرہ والنصارى کہ اُسکا کفر یہود اور نصاری کے کفر سے بڑا کر ہی اور اس پر بھی اُن ظالموں کو صبر نہ آیا بلکہ اُن کے تمام گروہ پر تکفیر کا فتویٰ جاری کیا اور اُسپر بھی اُن کے دلوں کی آگ تھنقی ٹھونکی بلکہ اُن کے کفر میں شک کرنے والوں پر بھی کفر کا فتویٰ دیدیا اور صاف یہہ لکھدیا کہ من لم یقف طایفۃ ابن عربی کان لم یقف البہرہ والنصارى و من شک فی کفرہ و من ہو مثله فهو کانر و من شک فی نفر من شک فی کفرہ کفر کانر — شیخ ابوالحسن اشعری کی کیفیت شاہو ہی کہ وہ سلور کے امام ہیں مگر اُنکو بھی یاروں نے الصاہ کے الزام سے نبون چھوڑا اور کفر کی نسبت اُن کی طرف کرہی *

امام غزالی کا حال سب جانتے ہیں کہ آج لقب اُن کا حجت الاسلام ہی مگر یہہ حضرت بھی اپنے زمانہ میں کانر ٹھونکے گئے اور اُن کی

حجت الاسلام اور کسی کا کیریت احمد اور کسی کا انیسر امام تاذہ معلوم ہو کہ ان بزرگواروں نے اپنے زمانہ کے لوگوں سے کیسہ صدقہ اُٹھائے *

عبداللہ ابن عباس پر لوگوں نے طعنے کیا کہ یہہ بے سمجھے پرچھے قرآن کی تفسیر کیا کرتے ہیں *

عبداللہ بن زبیر کے زیادہ نماز پڑھنے پر لوگوں نے کہا کہ یہہ مکار اور منافق ہیں *

سعد بن وقاص کا کونہ کے جاہلوں نے شکوہ خلیفہ تک کیا کہ اُن کو نماز پڑھنی بھی نہیں آتی *

حضرت علی کو تو عارچیوں نے کانر ہی بنا دیا *

امام زین العابدین کی نسبت لوگوں نے کہا کہ یہہ تر پستوں کی بنیادیں کرتے ہیں *

امام ابو حنیفہ کی نسبت وہ باتیں لوگوں نے کہیں کہ جانکا نقل کرنا بھی بے ادبی ہی بعضوں نے اُن کو جاہل ٹھہرا یا بعضوں پندعتی بنایا بعضوں نے کفر کی نسبت کی *

امام شافعی سے ایک امام کو بدافتوں نے اضر من ابلیس کا خطاب دیا اور اُن کے مرنے کی دعاؤں کیں *

علامہ مراق اور مصر نے اُن پر یہی تک تہمتیں لگائیں کہ یہہ سے داوالسلام تک ایسی بے حرمتی اور بے مروتی سے قید کرکے بھیجے گئے کہ ہزاروں آدمی ملاص کرتے اور گالیاں دیتے جاتے تھے اور وہ اُنکے حلقہ میں سر جھکائے ہوئے تھے *

امام مالک کی مصیبت ہمارے دل کی تسلی کے لیئے کافی ہی کہ پچیس برس تک جمعہ و جمعہ کے لیئے باہر نہ نکلے اور ایسی ذات سے قید کیئے گئے کہ جس کے سننے سے بدن پر رعبہ ہوتا ہی اس پر درہی سے اُن کی مشکیں بانڈھی گئیں کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا وہ آؤنت پر سوار کرائے گئے اور کیا گیا کہ اُس مسئلہ کی صحت کا اقرار کر دیں جسے وہ دل سے غلط جانتے تھے آخر امام نے آؤنت پر کھڑے ہوکر کہا کہ جو مجھے جانتا ہی وہ جانتا ہی جو نہ جانتا ہو وہ جان لے کہ مالک انس کا بیٹا ہوں اور صاف کہتا ہوں طلاق الکفرہ لیس پشتی اسپر ستر کرکے مارے گئے اور قید رکھے گئے *

امام احمد حنبل کی مصیبت ستر کہ ۲۸ مہینے تک وہ قید میں تھے اور بھاری بھاری زنجیروں اُنکے پائوں میں قالی گئیں اور یہہ ذلت اُنکو دی گئی کہ مجلسوں میں بٹٹے جاتے اور ارک اُن کو طمانچے مارتے اور صلبہ پر تھوکتے اور ہر نام کو جھپٹانے سے نکالے جاتے تھے اور کوڑوں کی مار اُن پر پڑتی اور یہہ سزا اُس قصور کے ہدایے میں تھی

تہ کرنے پر مارے گئے خلق قرآن کے مسئلہ نے مسلمانوں کے دلوں کی
ندیاں بہا دیں غلغلت و امانت کی بھٹ میں شہر کے شہر و دیوار
کریہ — پس ہمارے زمانہ میں شیطان کے وجود خارجی اور آسمان
کے وجود فرضی کے انکار پر اگر کفر کے فتویٰ ہوئے تو کوئی ٹپتی بات نہیں
ہی *
گھائل تیری نظر کا بنو دگر ہو ایک
زخمی کچھ ایک ہندہ درگاہ ہی نہیں

مزین من سنو — ایمان ایک نور ہی جو خدا دل میں پیدا کرتا
ہی وہ نور خود آدمی کو اپنے ایمان کی حقیقت سے واقف کر دیتا ہی
اُس کی تصدیق بتائی دوسروں کی شہادت کی محتاج نہیں رہتی
تہ کسی کی تکفیر سے اُس میں خال و زلک ہوتا ہی *
و من یک وجده و جدأ صھیبا * فام یھتج الی اقوال المخبی
لہ من خاتہ عرب قدیم * و سکر دایم من غیرت

امام ابو حنیفہ سے یوسف ابن خالد نے وتر کا مسئلہ پوچھا
امام نے کہا کہ واجب ہی اُس فقہ سے کہ کفر یا ابا حنیفہ
نے اے ابو حنیفہ تم کانو ہر گئے پیراب اُس کے امام نے فرمایا کہ
ایہ ولایتی افکار ایسے وائے اوسلے فرق ہیں الواجب و الفرض کہ کیا
تیزے کانو کہنے نے مجھ سے کہ دیا حالانکہ میں واجب و فرض کا فرق
جانتا ہوں پس کیا کانو کہنا ہمارے زمانہ کے لوگوں کا اُن کو قرار دینا
جو کفر و ایمان کی حقیقت جانتے اور حق و باطل میں تمیز کر سکتے
ہیں *

مزین من میں آج تک کفر کے فتویٰ کو نہیں سمجھتا کہ یہ
کیا ہی آیا کوئی نوشتہ خدا کا ہی جو جبریل امین لائے ہیں یا جہنم
کے داروغہ کے نام کا وارثت ہی جو موابی صاحبوں نے جاری فرمایا ہی
آخر یہ کیا بلا ہی غایت مافی الیاب وہ ایک عالم یا چند عالموں کی
راے ہی اُس کی ہمارے نزدیک اُسی قدر وقعت ہی جس قدر کہ
حدیث موضوع پر بے سند کی شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک تھی
یعنی گروہ شتر — میں نہیں خیال کر سکتا کہ کوئی شخص یہ سمجھتا
ہو کہ کسی آدمی کے کہہ دینے سے گو وہ مکہ کا مفتی ہی ہو کوئی
مسلمان کانو ہو جاوینا یا خدا اُس کے فتویٰ پر دوزخ میں بھیج دینا
ہاں یہ سچ ہی کہ تقلیدی مسلمان جن کو انسان کہنا بھی زیبا
نہیں اور جن کی شان کالانعام پل ہم اضل ہی وہ ان خوفناک کافروں
کو دیکھ کر ڈر جاوینا اور ان کالے کافروں کو وحی آسمانی سمجھ
کر کانو کہنے لگینے اس سے زیادہ کوئی اور نتیجہ ان فتروں کا نہیں
ہی *

خداؤں کا جہ دینا پاکہ اُن پر لعنت کرنا ثواب سمجھا گیا تھا
اس نامور امام کو کسی اُن کے دوست نے لکھا کہ تمہاری کتابوں پر
لوگ مائع کرتے ہیں اور خلاف سلف صالح کے عقائد کے جائزہ ہیں
اُس کا انہوں نے ایک نہایت مددہ جواب لکھا ہی جسکا خلاصہ یہ
ہی کہ اے ہار مزین ان حاسدوں کی باتوں پر خیال نہ کر اور اُن
جھالوں کی طعن و لعن سے کچھ رنجیدہ نہو اُن کی باتوں پر صبر
کو اور اُن کو بکنے دے استعصم من لایحسد و لایظن و استعصم من
یالغو و الفلأل لا یعرف ذلیل جان اُس آدمی کو جسکا لوگ حد نہ
کریں اور حقیر سمجھو اُس شخص کو جس کی طرف کفر اور گمراہی
کی نسبت نہ کی جائے ایسے لوگوں کی صلاح کی امید نہ کر جو صرف
حد سے ہوا بھلا کہتے ہیں اور ایسے جھالوں کی بات نہ سن جو تہریزی سی
مضافات کو بھی اگلوں کی کفر جانتے ہیں اور اُن مفتیوں اور مولویوں
کی باتوں پر کچھ خیال نہ کر جو ذری ذبی بات پر قد کفر تد کفر
بکنے لگتے ہیں کیا وہ ذلہ کے پوتے لینے اور نبی صلی علیہ وسلم کے
کے ملا کے مسئلہ جان لینے سے کفر و ایمان کی حقیقت سمجھ سکتے
ہیں ایسے لوگوں کی طرف توجہ نہ کر اور اُن کی باتوں کے سننے
میں لاپرواہی اوقات ضائع نہ کر اور اپنے دھندلے کو نہ چھوڑ *

ان بزرگوں کو جانے دو ہندوستان کے بعض نامور شخصوں کو
خیال کر کہ اُن کو بھی یاروں نے نہ چھوڑا حضرت شیخ احمد دارقوتی
فقہ حنبلی کے کفر کا ثری دیا گیا — مولانا ولی اللہ پور بھی بدعت و
گمراہی کا الزام لگایا گیا — حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید فی
سبیل اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی 'تکفیر کا تروی مکہ کے مفتیوں سے
یار لوگ لکھا ہی لائے اور ایسے پاک شخص کے کانو ڈھرانے میں دریغ
نہ کیا — فرض کہ کوئی زمانہ ایسا نظر نہیں آتا کہ جس میں کوئی
نامور اور مصلح ایسا گذرا ہو جس کی مضافات لوگوں نے نہ کی ہو
بلکہ ہم تو ہر ایک نامور کو ایسا ہی دیکھتے ہیں کہ یاروں نے اُسکا
حد کیا دشمنوں نے اُسپر طعن کیا جھالوں نے اُس کی ہنسی اُڑائی
حضرات مولویوں نے اُس کے کفر کے فتویٰ دیئے ایک بھی تو اُن کے
پتہ ظلم سے نہیں بچا اور کوئی بھی تو تکفیر کے فتویٰ سے معصوم
نہیں رہا پھر اس زمانہ کے مولویوں کے کانو کہنے کی اگر کوئی
شکایت کرے تو وہ نادان ہی یہ کہ تو اُن کی معمولی داد اور پُرانی
سنت ہی و لا تجد لسنتم تبدیلا *

ایک زمانہ میں حضرات فقہانے تکفیر کی یہ کثرت کردی کہ
ذری ذبی بات پر کفر کے فتویٰ دیدیئے اور ایک ادنیٰ فرضی مسئلہ
کی مضافات پر مسلمانوں کو قتل کرایا مدعا مسلمان ہاتھ کھولکر
تہاڑ پڑھنے پر کانو ٹھہرے اور پھر یہ ایمان دار گردن اور کان کے مسح

۲۰ و ۲۱ — کہ انزلنا من السماء — یونس آیت ۲۵ —
الکف آیت ۲۳ *

ترجمہ — مانند پانی کے جسکو اوتارا ہم نے بادل سے *

۲۲ — فانزلنا من السماء ماء — العنكبوت آیت ۲۲ *

ترجمہ — پھر اوتارا ہم نے بادل سے پانی *

۲۳ — و انزل لکم من السماء ماء — النمل آیت ۶۱ *

ترجمہ — اور اوتارا تمہارے لئے بادل سے پانی *

۲۴ — وانزلنا من السماء ماء — لقمان آیت ۹ *

ترجمہ — اور اوتارا ہم نے بادل سے پانی *

۲۵ — و من آياته یریکم البوق خرناً و عاملاً و یفزل من السماء ماء —

الزمر آیت ۲۳ *

ترجمہ — اور اُس کی نشانیوں میں سے ہی کہ دکھاتا ہی تمکو

بجلی قرآن کے اور لالچ کرنے کو اور اوتار تا ہی بادل سے

پانی *

۲۶ — او نصیب من السماء نیک ظاہر و مد و بوق — البقرة

آیت ۱۸ *

ترجمہ — یا جسے دھواں دھار مینہ برسے کے بادل سے کہ اُس

میں ہیں اندھیری اور کڑک اور بجلی *

۲۷ — ولئن سألتم من نزل من السماء ماء — العنكبوت آیت ۶۳ *

ترجمہ — اور اگر تو پوچھے اُن سے کہ کس نے اوتارا بادل سے پانی *

۲۸ — وما انزلنا من السماء من رزق فأخفا به الأرض بعد موتها —

التنجید آیت ۴ *

ترجمہ — اور وہ جو اوتارا اللہ نے بادل سے رزق یعنی مینہ پھر

زندہ کیا اُس سے زمین کو اُس کے مرنے کے بعد *

۲۹ — من یرزقکم من السماء والأرض — یونس آیت ۳۲

المائدہ آیت ۳ *

ترجمہ — کون روزی دیتا ہی تمکو بادل سے اور زمین سے —

آسمان کے رزق سے ہادوں سے مینہ برستا مواد ہی *

۳۰ — وینزل لکم من السماء رزقاً — المومن آیت ۱۳ *

ترجمہ — اور اوتارا ہی تمہارے لئے بادل سے رزق یعنی مینہ *

۳۱ — و فی السماء رزقکم وما تمعدون — الذاریات آیت ۲۲ *

ترجمہ — اور بادل میں ہی رزق تمہارا اور جو کچھ تم سے

مدد کیا ہی — یعنی بادلوں میں مینہ برستا ہی

جو رزق پیدا کرنے کا اور زمین سے تمام مرصود برکتوں

کے نکلنے کا سبب ہی *

تتمہ تفسیر السموات

اسباب کے بیان کرنے کے بعد کہ سماء کے لفظ کا کن کن معنوں میں اطلاق ہوا ہی اب ہم قرآن مجید کی جملہ آیتوں پر جو سماء سے متعلق ہیں نظر کرتے ہیں اور اُن سب کو قسم وار بیان کرکر ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں انہیں معنوں میں سماء کے لفظ کا اطلاق ہوا ہی نہ ایسے جسم معکم و صلب شفاف پورین پر جیسا کہ پرتانی حکیموں نے خیال کیا ہی اور جنکی تقلید علماء اسلام نے کی ہی *

قسم اول

وہ آیتیں جن میں لفظ سماء کا بادلوں پر اطلاق ہوا ہی

۱ — وارسلنا السماء ملیم مدراراً — الانعام آیت ۶ *

ترجمہ — اور بھیجا ہم نے بادل کو اُن پر دھڑے سے بوسٹا *

۲ و ۳ — یوسل السماء علیکم مدراراً — ہود آیت ۵۲ — نوح

آیت ۱۰ *

ترجمہ — بھیجے بادل تمہارے دھڑے سے بوسٹا — سورہ ہود میں

جو یہ آیت ہی اُس کے ترجمہ میں شاہ ولی اللہ

صاحب نے بھی سماء کا ترجمہ ابو کیا ہی اور باقی دو

جگہ مینہ *

۴ — ۱۲ — انزل من السماء ماء — البقرة آیت ۲۰ — الانعام

آیت ۹۹ — الرعد آیت ۱۸ — ابراہیم آیت ۳۷ — النحل

آیت ۱۰ — و ۲۶ — طہ آیت ۵۵ — الحج آیت ۶۲ —

المومن آیت ۱۸ — المائدہ آیت ۲۵ — الزمر آیت ۲۲ *

ترجمہ — اوتارا بادل سے پانی *

۱۵ — والذي نزل من السماء ماء یقدر — الزخرف آیت ۱۰ *

ترجمہ — اور جس نے اوتارا بادل سے پانی اندازہ سے *

۱۶ — وانزلنا من السماء ماء طهوراً — الفرقان آیت ۵۰ *

ترجمہ — اور اوتارا ہم نے بادل سے پانی پاک کرنے والا *

۱۷ — و نزلنا من السماء ماء مبارکاً — ق آیت ۹ *

ترجمہ — اور اوتارا ہم نے پانی بادل سے برکت والا *

۱۸ — و ما انزلنا من السماء من ماء — البقرة آیت ۱۵۹ *

ترجمہ — اور وہ جو اوتارا اللہ نے بادل سے پانی *

۱۹ — و یفزل علیکم من السماء ماء — الانفال آیت ۱۱ *

ترجمہ — اور اوتار تا ہی تم پر بادل سے پانی *

ترجمہ — وہ راہ ہی جس نے پیدا کیا تمہارے لیٹے جو کچھ زمین میں ہی چکا سب اور پیدا کیا بلندی کو تو درست کیٹے متعدد آسمان *

تفسیر کبیر میں لکھا ہے ثم استوی الی السموات الخ خلق بعد الارض السموات و لم یعمل بینہما زمانا و لم یقصد ہیئتا اخر بعد خلق الارض یعنی ثم استوی الی السموات زمین کے بعد سما کے پیدا کرنے کا استعارہ ہے اور ان ہرگز کے پیدا کرنے کے بیچ میں کچھ مدت نہیں لگی اور نہ زمین کے پیدا کرنے کے بعد اور کسی چیز کا قصد کیا *

اور یہ بھی تفسیر کبیر میں لکھا ہے فان قال قائل نبل یدل التخصیص علی سبع سموات علی ثقی العدد الزاید قلنا الحق ان تخصیص العدد بالذکر لایدل علی نفی الزاید یعنی کیا سات آسمانوں کی تعداد بیان کرنی اس بات کی دلیل ہے کہ سات سے زیادہ نہیں ہیں تو ہم جواب دیتے کہ حق یہ ہے کہ کسی خاص عدد کا بیان کرنا اُس سے زیادہ نہ کرنے پر دلیل نہیں ہے *

انہیں وجوہات سے ہم نے استوی الی السموات کا ترجمہ اور پیدا کیا آسمان یعنی بلندی کو اور سبع کا ترجمہ ہر سات کے متعدد کیا ہے *

علماء متقدمین کو جو یونانی ہیئت کا خیال جما ہوا تھا اس لیٹے اُن کو اس قسم کی آیتوں کی تفسیر میں مشکلات پیش آتی ہیں ورنہ حقیقت میں کچھ مشکل نہیں ہے — خدا تعالیٰ ہم بندوں سے جو اس زمین پر بستے ہیں مضطرب ہو کر اُن کے حسب حال کلام کرتا ہے — جبکہ اُس نے ہمارے لیٹے زمین اور اُس کی تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا ذکر کیا تو جو کچھ اُس نے ہم سے اونچو پیدا کیا تھا وہ ہمارے لیٹے سموات ہو گئی اس لیٹے اول زمین کی چیزوں کا ذکر کیا اور پھر آسمانوں کا *

ہم سما کا ترجمہ بلندی کیا ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں سما کے لفظ سے کوئی مصلح خاص یا کوئی یونانیوں والا خاص جسم مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی ایک آسمان کے سات آسمان نہیں بنائے گئے ہیں بلکہ وہ الگ الگ جدا گانہ سات آسمان ہیں اس لیٹے بجز اس کے کہ اس آیت میں لفظ سما سے بلندی مراد لیجائے اور کوئی معنی درست نہیں ہو سکتے اور جب اُس کے معنی بلندی لیٹے گئے تو آیت کے معنی صاف ہو گئے کہ خدا نے بلندی کو پیدا کیا اور اُس میں سات یا متعدد آسمان بنائے *

بلندی ایک نفا یا رستہ مضبوط ہے جو ہماری سموات اس پر دکھائی دیتی ہے وہ مکانیت سے خالی نہیں خواہ آسمان کھو یا

۳۲ — فقہنا ابواب السموات ہر باب منہم — القدر آیت ۱۱ *
ترجمہ پھر ہر دروازے ہمارے بادل کے دروازے دروازے کا پانی پڑنے سے *
۳۵ — ویقول من السموات من جبال ہمہا من ہرہ — النور آیت ۲۳ *
ترجمہ — اور قاتا ہی بادل کے پہاڑوں سے جو اُس میں ہیں اولی *
۳۶ — والسموات کات الرجح والارض ذات الصدع — الطارق — ۱۱ و ۱۲ *
ترجمہ — قسم ہی پھر نے والے بادل کی — قسم ہی زمین اوگنے والے پہاڑ والی کی *

قسم دوم

۱ — آیتیں جنہیں لفظ سما کا نفا سے بلند معنی پر اطلاق ہوا ہے
۲ — والسموات ذات الصبغ — الذاریت آیت ۷ *
ترجمہ — قسم ہی رستوں والی اُنچائی کی *

تفسیر کبیر میں لکھا ہے والسموات ذات الصبغ قبل الطرراق و علی هذا ینھتمل ان ینکون المراد بالوایع الکراکب و ممراتہا — یعنی تفسیر کبیر میں صبح کے معنی طراییق کے یعنی رستوں کے پائے ہیں اور لکھا ہے کہ شاید اس سے ستاروں کے رستے اور اُنکے چلنے کی جگہیں مراد ہیں *

اب اس آیت سے دو بات پر استدلال ہے ایک یہ کہ آسمان ستاروں کے چلنے کی جگہ پر بولا گیا ہی دوسرے یہ کہ وہاں کوئی ایسا جسم صفت اور صلب صفاغ ہلوزیں نہیں ہے جیسا کہ یونانی حکیموں نے خیال کیا تھا اور جسکی تقلید علماء اسلام نے کی ہے بلکہ اُس مکان مرتفع کا جسمیں اجرام یا اجسام کواکب کے دورے کرتے ہیں سما نام ہے — ہم اس سے مدد نہیں کرتے کہ اُس مکان میں کوئی جسم لطیف جو مائع سیروکواکب نہر موجود ہے یا نہیں کیونکہ ہمارے پاس اُس کے موجود ہونے کے اثبات کے لیٹے کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ قرآن مجید کی صحت اور صداقت ثابت کرنے کے لیٹے ایسے کسی وجود کے تسلیم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ درصورت اُس کے موجود ہونے کے کچھ وقت ہے *

کواکب بہت سے ہیں اور اُنکی راہیں بھی بہت سی اور جدا جدا ہیں اور ہر ایک مکان کے دورے پر سما کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر جب نہ خدا تعالیٰ نے یہہ نورایا کہ رستوں والا آسمان تو اُسوقت آسمان سے کوئی خاص مکان یا کوئی خاص جسم مصلح سموات یونانی مراد نہیں ہو سکتا اور اس لیٹے اس آیت میں لفظ سما کا بلندی پر اطلاق ہوا ہے جو مکانیت سے خالی نہیں ہے اور جسمیں ہزاروں رستے کواکب کے دورے کے ہیں *

۲ — ہرانی خلق لکم مانی الارض جمیعاً ثم استوی الی السموات
۳ — سبع سموات — البقرہ آیت ۲۷ *

چاند اور عطارد وغیرہ کو انب اپنے وجود سے اُس نفا کو تسلیم کر دیتے ہیں جیسے صفحہ کاغذ پر نقاشا لگانے سے ہر حصہ متعدد ہو جاتا ہے اور پھر اپنے دورے سے جو آفتاب کے گرد کرتے ہیں ایک مصل کو جو بلاشبہ مکانیک کا اُسبہ اطلاق ہوتا ہے اُس نفا سے ملحدہ کر لیتے ہیں اسلئے اُن کے ہر مصل کو بھی ہم آسمان کہتے ہیں *

۲ — فانزلنا علی الذین ظالموا رجزا من السماء بما کانوا یفترقون —
الہقرہ آیت ۵۶ *

ترجمہ — پھر اوتارنا ہم نے زیادتی کرنے والوں پر عذاب آسمان سے یعنی اوپر سے اُنکی فائرسائی پر *

۵ — فانزلنا علیہم رجزا من السماء بما کانوا یظلمون — الاعراف
آیت ۱۶۲ *

ترجمہ — پھر بھیجا ہم نے اُنپر عذاب آسمان سے یعنی معاوضہ اُنکی زیادتی کا *

۶ — انا نازلون علی اهل هذه القرۃ رجزا من السماء بما کانوا یفسقون —
المنکبوت آیت ۳۳ *

ترجمہ — ہم اوتارنے والے ہیں اس پستی والوں پر عذاب آسمان سے یعنی اوپر سے ہوش اُنکی بدکاری کے *

۷ — فاعطنا علیہا حبیۃ من السماء — الانف آیت ۳۲ *

ترجمہ — تو ہمارے ہم پر پتھر آسمان سے *

۸ — ان نزل علیہم کتابا من السماء — النساء آیت ۱۵۲ *

ترجمہ — اُنپر اوتار لارے کتاب آسمان سے یعنی اوپر سے *

۹ — هل یستطیع ربک ان یفرل علیہا مائدۃ من السماء — العائدۃ
آیت ۱۱۲ *

ترجمہ — تیرے خدا سے ہو سکتا ہے کہ اوتارے ہم پر کھانا آسمان سے یعنی اوپر سے *

۱۰ — اللهم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء — المائدۃ آیت ۱۱۳ *

ترجمہ — اے اللہ ہمارے پروردگار اوتار ہمپر کھانا آسمان سے یعنی اوپر سے *

۱۱ — ویرسل علیہا حیوانا من السماء — کہف آیت ۳۸ *

ترجمہ — اور بھیج دے اُس پر آفت آسمان سے *

۱۲ — لنزلنا علیہم من السماء ملکا رسولا — اسراءیل آیت ۹۷ *

ترجمہ — ایستہ ہم اوتارنے اُن پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام لیکر *

۱۳ — ان نشأ لنزل علیہم من السماء آیتۃ — الہمرا آیت ۳ *

ترجمہ — اگر ہم چاہیں اوتاریں اُنپر آسمان سے ایک نشانی *

پھر مگر جب وہ نفا سے مرتفع متعدد نشانوں سے منقسم ہو جاتی ہے تو اُس کے ہر ٹکڑے پر ملبہ یا ساد یا ارتقاع کا اطلاق ہو سکتا ہے اگرچہ ہم عرفانی حکیموں کے قول کو تسلیم نہیں کرتے مگر بطور مثال کے سمجھاتے ہیں کہ جو رسمہ اُن کے نزدیک زمیں سے نکل کر کے مقرر تک تھی اُس کو اُنہوں نے تین ٹکڑوں پر منقسم کیا تھا چٹک پر کورہ ہوا اور کورہ زہریز اور کورہ دار سے تعبیر کرتے تھے اسی طرح اُس رسمہ کی تقسیم سموات پر ہوتی ہے یعنی اُس رسمہ کے اُس مصل کو جہاں بے نیلی نیلی چیز عموما دکھائی دیتی ہے ہم آسمان کہتے ہیں اور اُس مصل کو بھی جہاں چاند گردش کرتا ہے یا اور ستارے عطارد و زہرہ وغیرہ گردش کرتے ہیں ساد کہتے ہیں کیونکہ یہ سب مصل سے نسبت ہمارے مرتفع ہیں پس انہیں مصلوں پر خدا تعالیٰ نے سموات کا اطلاق کیا ہے اس بیان کی تشریح الکی آیت سے بالکل ثابت ہوتی ہے *

۳ — ثم استوی الی السماء وہی دخان فقال لها والارض اثبتا ماوما ارکھا قالتا اتینا طائیفین نقضنا من سبع سموات فی یومین و ادعی فی ذل ساد امرھا — فصلت آیت ۱۱ و ۱۲ *

ترجمہ — اور پیدا کیا بلندی کو اور وہ دھواں دھواں یعنی تاریک تھی پھر کہا اُسکو اور زمین کو حکم مانو خوشی سے خوار ڈالو خوشی سے دونوں نے کہا ہم نے حکم مانا خوشی سے پھر کر دیتے سات یا متعدد آسمان دو دن میں اور ذال دیا ہو آسمان میں اُسکا کام *

جو تقریر کہ ہم نے اوپر بیان کی اُسی تقریر سے اس آیت میں بھی جو لفظ ساد اول آیا ہے اُس کے معنی بھی کسی مصل خاص یا جسم خاص کے نہیں ہو سکتے *

دخان سے مفسرین نے تاریکی مراد لی ہے اور یہ بالکل ٹھیک ہے اس لفظ کے بلندی میں قبل ہر کو انب بجز تاریکی کے جسکو دخان سے تعبیر کیا ہے اور کچھ نہیں تھا *

شاید مفید القادر صاحب اپنے ترجمہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ”آسمان ایک تھا دھواں سا اُسکو بالکھ کر سات ٹکڑے اور ہر ایک کا کارخانہ جدا تھا“ یہ بالکل تصویر اُسی بیان کی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے یعنی یہ تمام نفا سے بلند ایک تھی اُسی کو آسمان کہا ہے جب کہ اُس میں اور اُپر چیزیں پیدا ہوئیں اور اُس نفا کی اُن چیزوں سے تقسیم ہو گئی تو اُس کے ٹکڑوں پر سموات کا اطلاق ہونے لگا *

دیکھو کورہ ہوا میں آفتاب کی نیلی شعاع منعکس ہونے سے یہ نیلی بھٹا عموما دکھائی دیتی ہے اور اُس نفا کو اپنی اُس حد سے تقسیم کر دیتی ہے اُس مصل کو ہم آسمان کہتے ہیں *

- ۱۱۔ اور السموات پہنچا باہر و اٹالو سورن — الذاریات آیہ ۳۷ *
ترجمہ — اور بنایا ہونے آسمان کو ہاتھ سے یعنی اپنی قدرت سے
اور ہر سب قدرت ہی *
- ۱۲۔ الذی جعل لكم الارض فراشا و السموات بناء — البقرہ آیہ ۲۰
ترجمہ — جس نے بنایا زمین کو تمہارے لیٹنے بچھونا اور آسمان
کو محل *
- ۱۳۔ اللہ الذی جعل لكم الارض قرارا و السموات بناء — المؤمن
آیہ ۶۶ *
- ترجمہ — اللہ وہ ہی جس نے بنایا زمین کو تمہارے لیٹنے بچھونے
کی جگہ اور آسمان کو محل *
- ۱۴۔ انتم اشد خلقا ام السموات بناها رفع سمکها نسوها — النازعات
۲۷ و ۲۸ *
- ترجمہ — تم خلقت میں زیادہ مضبوط ہو یا آسمان خدا نے بنایا
آسمان کو اونچے کی اُسکی چوٹی پہر درست کیا اُسکو *
- ۱۵۔ و من آیت ان تقوم السموات بالارض بامرة — الزمر آیہ ۲۳ *
ترجمہ — اور خدا کی نشانیوں میں سے ہی اپنی جگہ پر رہنا
آسمان اور زمین کا خدا کے حکم سے *
- ۱۶۔ و یسک السموات ان تقع علی الارض — الصبح آیہ ۶۲ *
ترجمہ — قوام رکھتا ہی آسمان کو زمین پر گرنے سے *
- ۱۷۔ یوم تشقق السموات بالغمام و نزول الملائکۃ تنزیلا — الفرقان
آیہ ۲۷ *
- ترجمہ — اور جس دن بھٹ جائے آسمان غمام سے اور اُتارے
جاریں نوحے ایک طرح کا اُتارنا *
- ۱۸۔ فذا انشقت السماء نکاتہ وردۃ کالدھان — الرحمن آیہ ۳۷
ترجمہ — جب پھٹے آسمان تو ہو جاریں گلابی قلیلا *
- ۱۹۔ و انشقت السماء نہی یومئذ واهیه — العاقہ آیہ ۱۶ *
ترجمہ — اور بھٹ جائیگا آسمان پھر وہ اُسدن ہوگا بکسا ہو *
- ۲۰۔ اذا السماء انشقت — انشقت آیہ ۱ *
- ترجمہ — جب آسمان بھٹ جائے *
- ۲۱۔ فکیف تتقون ان تقرنتم یوما یجعل الاولاد شیعا السموات
منفطوره — الزمل آیہ ۱۸ *
- ترجمہ — پس اگر تم کانہ ہوئے تو کیونکر بچو گے اُس دن جس
میں بچے بچے ہرجاویں گے اور آسمان بھٹ جائیگا *
- ۲۲۔ اذا السماء انفطرت — انفطرت آیہ ۱ *
- ترجمہ — جب آسمان پھوٹ جائے *
- ۲۳۔ فذا النجوم هابطہ و اذا السماء فرجت — المدثر آیہ ۱۰ و ۹ *
- ترجمہ — پھر جب تارے مثلاً جاریں اور آسمان پھاڑا جائے *
- ۲۴۔ و قصص السموات نکاتہ ایواہا — النبا آیہ ۱۹ *
- ترجمہ — اور کہو دلیا جائے آسمان پھر ہرجاویں دروازے *
- ۲۵۔ و اذا السماء کفشت — کورت آیہ ۱۱ *
- ترجمہ — اور جب آسمان کا پرست اُتارنا جائے *
- ۲۶۔ یوم تکون السموات کالمهل — المعارج آیہ ۸ *
- ترجمہ — جس دن ہوگا آسمان جیسے پگلا ہوا تانہا *

- ۱۔ ان آیتوں میں جو لفظ ”سماء الدنیا“ کا جناب رسول خدا
صلی علیہ وسلم کے زبان مبارک سے نکلا ہی جو اسی معنی ہے اور ملاوہ اسی
ہونے کے ایسے مالک اور ایسے لوگوں میں پرورش پائی تھی جو بالکل
جاهل تھے اور کسی قسم کے علوم ان کے ہاں مروج نہ تھے وہ علم
طبیعیات کا نام بھی نہیں جانتے تھے تو اس سے بتدریج ثابت ہو گیا ہی
کہ بلاشبہ یہ لفظ وحی و الہام سے نکلا ہی ہے اور جو امر کہ اب
تحقیق ہوا ہی وہ تیسرے سر پرست پرست ایک اُسی نے فرمایا تھا صلی اللہ
علیہ و سلم *
- اس ٹیلی ٹیلی چیز کو جو ہر گز دکھائی دیتی ہی سماء الدنیا کہنا
ایسا ٹھیک ہی کہ آج کل بھی بڑے بڑے عالم علوم طبیعی کے اس سے
زیادہ مددہ کوئی لفظ نہیں نکال سکتے ہماری دنیا کے گرد جیسے ہم
ہستہ ہیں ہوا محیط ہی یہ مصر نے اندازہ کیا ہی کہ اُسکا ارتفاع یا
معتق پینتالیس میل کا ہی اور یہ مصر نے اس سے بہت زیادہ خیال
کیا ہی — پھر حال اُس ہوائے محیط میں آفتاب کی ٹیلی شعاعیں
منعکس ہوتی ہیں اور اس سبب سے یہ ٹیلی گیندی چھٹ چھٹ ہو کر
اپنی دنیا کے گرد دکھائی دیتی ہی جو در حقیقت ہماری دنیا کا
آسمان ہی پس اس ٹیلی گیندی چھٹ پر سماء الدنیا کا اطلاق بالکل
حقیقت اور عام کے مطابق ہی اندوس کہ ہمارے زمانہ کے علماء حکماء
یونان کی تقلید کرتے ہیں اور حقائق قرآن پر غور نہیں کرتے و قد قال
اللہ تعالیٰ و لا یطوب و لا ینال فی کتاب میں *
- ۲۔ و جعلنا السموات سقفا مغطیا — الانبیاء آیہ ۳۳ *
- ترجمہ اور بنایا ہم نے آسمان کو چھٹ حفاظت کی کٹی *
- ۵۔ و السقف امر ذریعہ — الطور آیہ ۵ *
- ترجمہ — قسم ہی اونچے چھٹ کی *
- ۶۔ و السموات رفعا و رضح المیزان — الرحمن آیہ ۶ *
- ترجمہ — اور آسمان کو اونچا کیا اور رکھی اُسکے لیٹے توازن *
- ۷۔ اولم یزد الہ ما بین ایدیم و ما خافهم من السماء و الارض ان نشاء
نخسف بهم الارض و نسقط علیہم کسفا من السماء — سبا آیہ ۹ *
- ترجمہ — کیا انہوں نے اُس چیز کو نہیں دیکھا جو ان کے آگے
ہی اور جو ان کے پیچھے ہی آسمان اور زمین سے اگر
ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیویں یا ان پر
آسمان سے ٹکڑا ڈال دیں *
- ۸۔ انظروا فی السحاب ان الہ یطوف خلقہ و الی السموات کیف رنعت —
الغاشیہ آیہ ۱۸ *
- ترجمہ — پھر کیوں نہیں دیکھتے اُورٹ کو کہ کیسا بنایا گیا ہی
اور آسمان کو کہ کس طرح اونچا کیا گیا ہی *
- ۹۔ و السموات ما بناها — الشمس آیہ ۵ *
- ترجمہ — قسم ہی آسمان کی اور جیسا اُس کو بنایا *
- ۱۰۔ انظروا فی السحاب ان الہ یطوف خلقہ و الی السموات کیف رنعت و ما بناها
من قریح — قریح آیہ ۶ *
- ترجمہ — کیا نہیں دیکھا انہوں نے آسمان کو اپنے اور کیسا ہونے
اُسکو بنایا ہی اور اُس کو خوشنما کیا ہی اور اُس میں
کوئی دروازہ نہیں *

- ۲۱ — یوم تموز اسماء مورا — الطور آیت ۹ *
ترجمہ — جسدن کہ ہلہلا جارے آسمان ملہلا جانا *
۲۲ — یوم نطوا اسماء کملی السجل للکتب — الانبیاء آیت ۱۰۳ *
ترجمہ — جسدن ہم اپیت لیں آسمان جیسے لپیٹتے ہیں
مارمار میں کاغذ *
۲۳ — اریکون لک بیت من زخرف اوترتی فی اسماء — اسرائیل
آیت ۹۵ *
ترجمہ — یا ہروزے تیرے لپٹے ایک گھر سنہرا یا چوڑے جارے تو
آسمان میں *
۲۴ — فان السطلمع ان تیتتی ثقفا فی الارض اوسما فی اسماء
الانعام آیت ۳۵ *
ترجمہ — پھر اگر تجھسے ہوسکے دھونڈ نکالنی کوئی سوگ زمین
میں یا کوئی سیزھی آسمان میں *
۲۵ — فاسقط علینا کسفا من اسماء ان کتب من الصادقین —
الشعرا آیت ۱۸۷ *
ترجمہ — پھر اگر ہمپر ایک ٹکڑا آسمان میں سے اگر ہی تو
سقطوں میں سے *
۲۶ — ارتسقا السماء کما زمعت علینا کسفا — اسرائیل آیت ۹۴ *
ترجمہ — یا گردے تو آسمان جیسا کہ تو گمان کرتا ہی ہمارے
اوپر ٹکڑے ٹکڑے *
۲۷ — و انزلنا اسماء فوجدناها ملئت حرسا شديدا وهيبا خ
الجن آیت ۸ *
ترجمہ — اور الیتہ ہمے چھولیا آسمان کو پھر پایا ہمے اُس کو
پورا ہوا سخت چوکیداروں سے اور شاہدوں سے *
۲۸ — فرب اسماء والارض انہ لعلق مثل ماکنم تنطقون — الانبیاء
آیت ۲۳ *
ترجمہ — سو قسم ہی آسمان اور زمین کے چوریدار کی یہے بات
توہیک ہی ایسی جیسے کہ تم بولتے ہو *
۲۹ — و جنۃ مرضیٰ کعروض السماء والارض — الحديد آیت ۲۱ *
ترجمہ — اور بہشت کو جس کا پھیلاؤ ہی جیسے پھیلاؤ آسمان
اور زمین کا *
۳۰ — وما خلقتنا السماء والارض وما بینہما باطلا — ص آیت ۲۶ *
ترجمہ — اور ہم نے نہیں بنایا آسمان اور زمین کو اگر جو اُن کے
بیچ میں ہی نکما *
۳۱ — و ما خلقتنا السماء والارض وما بینہما لامبین — الانبیاء
آیت ۱۶ *
ترجمہ — اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اگر جو
اُن کے بیچ میں ہی بطور کھلاڑی کے *
۳۲ — فما یکتم علیہم السماء والارض — الدخان آیت ۲۸ *
ترجمہ — پھر نہ رزقا اُن پر آسمان اور زمین *
۳۳ — والسماء والطارق — الطارق آیت ۱ *
ترجمہ — قسم ہی آسمان کی اور رات کو ٹٹلنے والے کی *
(باقی آئندہ)

- ۲۷ — قارب یوم ثانی السماء یدخان میمن — الدخان آیت ۹ *
ترجمہ — پس انتظار کرو اُس دن کا کہ نکالے آسمان دھواں
سب کو معلوم ہوتا *
۲۸ — الم یور ای الطیر مستطرات فی جو اسماء — النحل آیت ۸۱ *
ترجمہ — کیا نہیں دیکھتے اڑنے والے جانوروں کو کہ نوراستردار
کیتے کئے ہیں آسمان کی وسعت میں *
۲۹ — اللہ الذی یورسل الریاح فتبشر سحابا فیسمتہ فی اسماء کیف
یشاء — الزمر آیت ۲۷ *
ترجمہ — اللہ وہ ہی جو چلا تا ہی ہوائیں پھر اُٹھاتی ہیں
پادل پھر پھیلاتا ہی اُسکو آسمان میں جسطرح چاہتا ہی
۳۰ — قد نری قلب رجحک فی اسماء — البقرة آیت ۱۳۹ *
ترجمہ — الیتہ ہم نے دیکھا پھرتا تیرے منہ کا آسمان کیطرف
۳۱ — ان اللہ لایضقی علیہ شی فی الارض ولا فی السماء — آل
عمران آیت ۴۲ *
ترجمہ — الیتہ خدا پر پوشیدہ نہیں کوئی چیز زمین میں یعنی
تجس میں نہ آسمان یعنی فوق میں *
۳۲ — وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء
یورس آیت ۶۲ *
ترجمہ — اور غائب نہیں رہتا تیرے چوریدار سے ذرہ پھر زمین
میں اور نہ آسمان میں *
۳۳ — اصلوا ثابیت و درعہ فی اسماء — ابراہیم آیت ۲۶ *
ترجمہ — اُس کی جز مضبوط ہی اور اُسکی ٹھنی آسمان میں
یعنی ثابیت بلندی میں *
۳۴ — و ما یضقی علی اللہ من شی فی الارض ولا فی السماء —
ابراہیم آیت ۲۱ *
ترجمہ — اور چوٹا نہیں اللہ پر کچھ زمین میں اور نہ آسمان میں *
۳۵ — قال ربی علم القرآن فی السماء والارض — الانبیاء آیت ۲ *
ترجمہ — اُس نے کہا میرا چوریدار جانتا ہی ہو بات کو آسمان
میں ہو یا زمین میں ہو *
۳۶ — الم تعلم ان اللہ علم مانی السماء والارض — العنکبوت آیت ۶۶ *
ترجمہ — کیا تجھکو معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہی جو کچھ کہ
ہی آسمان میں اور زمین میں *
۳۷ — و ما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتاب میمن —
النحل آیت ۷۷ *
ترجمہ — اور کوئی چیز نہیں جو پوشیدہ ہو آسمان میں اور زمین
میں مگر ہی کتاب روشن میں *
۳۸ — و ما اکتتم ہمہ مجزون فی الارض ولا فی السماء — العنکبوت
آیت ۲۱ *
ترجمہ — اور نہیں ہو تم تمھارے والے زمین میں اور آسمان میں *
۳۹ — و ہوالذی فی السماء الہ فی الارض الہ — انزل حرف آیت ۸۲ *
ترجمہ — وہی ہی جو آسمان میں حاکم ہی اور زمین میں
حاکم ہی *
۴۰ — و ان یرو کسفا من اسماء ساطعا یقرنوا سحاب مرکوم —
الطور آیت ۲۴ *
ترجمہ — اور اگر دیکھیں ایک ٹکڑا آسمان کرتا ہوا نہیں پھے
پادل ہی گاڑا *
(باقی آئندہ)

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر 9]

۱۵ رجب سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم الله الرحمن الرحيم

إصلاح

بخدمت معبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور تقوینش کے عنایت فرمانا ہو تو حید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آنہی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُس کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا اُس کے پاس رہتا ہی * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — متعذر اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو لفظ اورام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور ہر حقیقت وہ مذہب اسلام کے ہر عقیدہ ہیں وہ بھی سنانے جارہیں *

إصلاح

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جمہور روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا * جن دوستوں نے غریب ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہی اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہی کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ غریب کریں اور جو شخص اس طرح پر غریب ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تیس بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھاپا کریگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روزانہی پرچہ سے اُن کو کچھہ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو نہ پرچہ چار آٹھ مہہ اخراجات روزانہی پرچہ دینا ہوگا *

اطلاع

بخدمت بزرگان اسلام اہل مذہب

سنت و جماعت

یہ موجب صہن ۲ دئمہ ۵ فرامد انتظام و سلسلہ تعلیم مجوزہ
مدرسۃ العلوم للہامین کے یہاں ارادہ کیا گیا ہے کہ بزرگان مفصلہ ذیل
سے درخواست کی جارے کہ آپس میں صلح و مشورہ کرکر نفرت رائے
سے مدرسۃ العلوم مساعیوں کے لیئے کمیٹی میں برائے تعلیم مذہب اہل سنت
و جماعت مقرر فرمائیں *

جس بزرگ کو اسباب میں کوئی صلح ٹیک دینی منظور ہو تو
اپنی رائے تحریر فرماکر پندرہویں نومبر سنہ ۱۸۷۳ء مطابق پانچویں
شوال سنہ ۱۲۹۱ ہجری تک واقع ائمہ کے پاس ارسال فرمائیں *

راتم

مقام بٹارس

سید احمد سکرتوی کمیٹی خزانۃ البھاء

تفصیل اسماء بزرگان مذکور

جناب حاجی مولوی محمد قاسم صاحب ہائی مدرسہ عربیہ دیرہند *
جناب حاجی مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ عربیہ
دیرہند *

جناب حاجی مولوی سید امجدالاعلیٰ خاں صاحب بہادر ڈپٹی کانکٹر
ملیکٹہ *

جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر سب آرڈینیٹ جج
گورنمنٹ *

جناب مولوی محمد علی صاحب رئیس بچہ راجز تحصیلدار پلازی
ضلع مراد آباد *

جناب مولوی مفتی محمد سعداللہ صاحب قاضی القضاۃ ریاست رامپور *
جناب مولوی ارشاد حسین صاحب رامپور *

جناب مولوی محمد احسن صاحب مدرس گورنمنٹ کالج بریلی *

جناب مولوی محمد سلطان حسن صاحب رئیس پڑوسی صدر امین *

جناب مولوی عبدالقادر صاحب رئیس بدایوں *

جناب مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب رئیس ملیکٹہ *

جناب مولوی محمد معین الدین صاحب مدرس مدرسہ عربیہ
مرزاپور *

جناب مولوی محمد ذکرو صاحب رئیس مچھوی شہر ضلع جوڈپور *

جناب مولوی محمد سید اللہ خاں صاحب سب آرڈینیٹ جج ملیکٹہ *

جناب حاجی محمد ممتاز علی خاں صاحب رئیس میرٹھہ *

جناب مولوی حیدر حسین صاحب رئیس جوڈپور وکیل ہائی کورٹ *

جناب مولوی سید فرید الدین احمد صاحب رئیس کوا وکیل
ہائی کورٹ *

جناب مولوی محمد کریم صاحب رئیس محمد آباد ضلع اعظم گڑھ

ڈپٹی کانکٹر بہادر مراد آباد *

جناب نواب حاجی محمد مہرہ علی خاں صاحب بہادر رئیس

چھتاری ضلع ملیکٹہ *

جناب محمد سید الشکر خاں صاحب رئیس پور ضلع

ملیکٹہ *

مقدمہ نمبر ۱۸۹

روٹدان

اجلاس ممبران مجلس خزانۃ البھاء لتاسیس

مدرسۃ العلوم للمسلمین — منعقدہ

۵ اگست سنہ ۱۸۷۳ ع

نمبر ۲۸

بذل حمایت

حاجی حرمین شریفین جناب عالی نواب

محمد کلب علی خاں بہادر

والی رامپور

فرزند لاپنیر دولت انگاشیک پیتھون کمیٹی

مدرسۃ العلوم مساعیان

صدر انجمن

مولوی اشرف حسین خاں صاحب *

ممبران موجودہ

مرزا محمد رحمہ اللہ بیگ صاحب *

سید محمد حامد خاں صاحب *

منشی محمد یار خاں صاحب *

سکرتوی

سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی *

سید احمد خاں سکرتوی نے چارج سکرتوی کا مرزا محمد

رحمہ اللہ بیگ صاحب منصرم کار سکرتوی سے لیا اور اپنے صہبہ کا

کام انجام دیا *

- ۲۰ خان بہادر محمد پروت علی خاں صاحب بہادر *
- ۲۱ سید محمد احمد خاں صاحب بہادر *
- ۲۲ منشی صفدر حسین خاں صاحب بہادر *
- ۲۳ خان بہادر تقیو سید جمال الدین صاحب *
- ۲۴ کٹور محمد لطف علی خاں صاحب *
- ۲۵ منشی محمد مظفر حسین صاحب *
- ۲۶ سید ظہور حسین صاحب *
- ۲۷ مولوی محمد نجم الدین صاحب *
- ۲۸ مولوی محمد عارف صاحب *
- ۲۹ حضرت مولوی سید امداد علی صاحب بہادر *
- ۳۰ مولوی محمد حیدر حسین صاحب *
- ۳۱ مولوی اہرف حسین خاں صاحب *
- ۳۲ منشی محمد مشتاق حسین صاحب *
- ۳۳ مولوی محمد رسول صاحب *
- ۳۴ مولوی محمد سبع اللہ خاں صاحب *
- ۳۵ میو سید تواب علی صاحب *
- ۳۶ حکیم محمد حکیم اللہ صاحب *
- ۳۷ مولوی محمد حامد حسن خاں صاحب *
- ۳۸ منشی محمد الہی بخش صاحب *
- ۳۹ سید علی حسن صاحب *
- ۴۰ غلام مرتضیٰ خاں صاحب *
- ۴۱ حضرت مولوی محمد امان اللہ صاحب *
- ۴۲ مولوی محمد کریم صاحب *
- ۴۳ خان بہادر محمد حیات خاں صاحب سی ایس آئی *
- ۴۴ منشی محمد سیّدان حیدر صاحب *
- ۴۵ مولوی محمد اسماعیل صاحب *
- ۴۶ نواب محمد حسن خاں صاحب *
- ۴۷ نواب سید ولایت علی خاں صاحب *
- ۴۸ مولوی سید خمس الہدیٰ صاحب *
- ۴۹ منشی محمد صدیق صاحب *
- ۵۰ حافظ محمد تقی اللہ حسین صاحب *
- ۵۱ مولوی محمد کریم بخش صاحب *
- ۵۲ مرزا عابد علی بیگ صاحب *
- ۵۳ مولوی سید حسن رضا صاحب *
- ۵۴ مولوی محمد کامل صاحب *
- ۵۵ مولوی تقیو احمد صاحب *
- ۵۶ مولوی سید نرین الدین احمد صاحب *

رونداد اجلاس منعقدہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۷۳ ع قمری ۲۷ جو
ہندستنا منہوم کار سکرٹری مرتب اور کتاب رونداد میں مندرج تھی
اجلاس میں پیش ہوئی اور ملاحظہ ہوئی *

سید احمد خاں سکرٹری نے اطلاع کی کہ جملہ ممبروں کی خدمت
میں جو خطارما بطالب رائے نسبت خطا جناب مولوی حاجی علی بخش
خاں صاحب بہادر سب آرٹیفیکٹ جج گورنمنٹ ہور کے میٹہ روانہ کیئے تھے
اور جو خطارما کہ پرموجب رونداد گذشتہ کے مرزا محمد رحمت اللہ بیگ
صاحب منہوم کار سکرٹری نے بطالب رائے نسبت دہنہ ۳ و ۳ و ۵ طرزیقہ
انتظام و سلسلہ تعلیم مدرسہ اہل علم کے روانہ کیئے تھے اور وہ دہنہ
پرمایہ خطا جناب مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب دستور العمل
تعلیم میں داخل کی گئی تھیں اور اسی خط میں اُس ترمیم کی
نسبت بھی رائے پرموجہ گئی تھی جو دہنہ ۵ کی ضمن ۴ میں پندر
اصلاح کار روانہ شایعہ ہوئی ضرور تھی اُن سب خطارما کا جواب
منجملہ سوسٹہ ممبروں کے چوبیس ممبروں کے پاس سے آگیا جنکے
نام نامی ذیل میں مندرج ہیں اور وہ سب جواب کمیشی کے سامنے
پیش ہیں *

تفصیل ممبران جنکے پاس سے جواب آیا

- ۱ ممتاز الدولہ نواب محمد فیض علی خاں بہادر سی ایس آئی *
- ۲ مولوی سید مہدی علی صاحب *
- ۳ شیخ غلام علی صاحب *
- ۴ سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی *
- ۵ منشی محمد یار خاں صاحب *
- ۶ سید محمد حامد خاں صاحب *
- ۷ سید محمد مصدق صاحب *
- ۸ مولوی فضل احمد خاں صاحب *
- ۹ نواب احمد اللہ خاں صاحب *
- ۱۰ مرزا محمد رحمت اللہ بیگ صاحب *
- ۱۱ مولوی سید زین الدین صاحب *
- ۱۲ منشی محمد مصدق شاہ خاں صاحب *
- ۱۳ منشی محمد ذکاء اللہ صاحب *
- ۱۴ مولوی سید محمد ابو سعید صاحب *
- ۱۵ سید محمد میو پادشاہ صاحب *
- ۱۶ منشی محمد خلیل صاحب *
- ۱۷ حافظ محمد نظام الدین صاحب *
- ۱۸ نواب محمد مصدق علی خاں صاحب بہادر *
- ۱۹ جناب مالی خلیفہ سید محمد حسن صاحب *

حافظ فضل حسین صاحب نے اُس تقریر میں اس قدر اصلاح چاہی
ہی کہ جن بزرگوں سے کہ درخواست مقررہ کی گئی تھی مذہبی تہذیب
اور اُن سے منظر پر حاصل کی جارہے جب وہ منظور کریں تو اُن کے
ناموں سے تمام لوگوں کو اطلاع دی جارہے *

کمٹی نے بالاتفاق یہ تجویز کی کہ اگر ایسی ترمیم اُس تقریر
میں کی جاوے گی تو مقررہ کے برخلاف ہوگا اسلئے کہ اُن بزرگوں کا
قرار دینا ہی جو کمیٹی مذہبی مقرر کریگی کمیٹی خزانۃ البیضاء اپنے
اختیار سے نہیں چاہتی بلکہ عام مسلمانوں کی رائے کے اتفاق سے
چاہتی ہی اور اس لئے قبل اُس کے اپنی تجویز سے کسیکی منظوری
حاصل کرنا مناسب نہیں سمجھتی *

مولوی محمد کریم بخش صاحب نے یہ امر پیش کیا ہی کہ
مذہبی کمیٹی کے ممبروں کی نسبت لفظ لیف ممبر کا ضرور نہیں ہی
اور نیز اُن کے قائم رہنے کے لئے اس شرط کا بھی لگانا مناسب ہی کہ
جب تک وہ تہذیب سے منظر انتظام مدرستہ العلوم نہیں *

کمٹی نے بالاتفاق تجویز کی کہ یہ رائے بلا شبہ منصفانہ اور
ماتلانہ اور آزادانہ اور مدبرانہ ہی مگر جو عبارت کے باوجود اُس
تقریر میں موجود ہی اُس سے عموماً مسلمانوں کو زیادہ مبالغہ و خاطر
جمعہ ہوگی اور کمیٹی کو یقین حاصل ہی کہ ممبران کمیٹی تعلیم
مذہبی ہی بالاتفاق صالح و نفع مدرستہ العلوم میں اور اپنی قوم کی
بہلائی و بہتری میں سامی ہونگے *

شیخہ ممبروں میں سے در ممبروں یعنی مولوی سید حسن رضا
صاحب اور مرزا عابد علی بیگ صاحب نے یہ عرض کیا ہی کہ جو
دفعہ اُن لوگوں کے قرار دینے میں کی گئی ہی جو کمیٹی تعلیم مذہبی
مقرر کریں گے اُس کی ضرورت نہ تھی بلکہ اُن کے قرار دینے کے لئے
اُن لوگوں کی ضرورت اور عام رائے خصوصاً شیخہ مذہب کی کمیٹی
کے لئے کافی تھی مرزا عابد علی بیگ صاحب نے یہ بھی لکھا ہی
کہ شیخہ مذہب کے لوگوں کے واسطے اُن امور کی جو تقریر مذکورہ
میں تجویز ہوئی ہیں کچھ حاجہ نہیں بلکہ کافی تھا کہ کمیٹی
خزانۃ البیضاء کے شیخہ ممبر اپنے مذہب کی کمیٹی تعلیم مذہبی مقرر
کو لیتے *

کمٹی نے بالاتفاق اس رائے سے اتفاق کیا اور یہ تجویز ہوئی
کہ تقریر مذکورہ میں جو کچھ لکھا گیا ہی وہ صرف بعض اکابر اعلیٰ
سنت و جماعت کی تحریک سے تجویز ہوا ہی کسی شیعہ مذہب کے
مسلمان نے اُس کی خواہش نہیں کی تھی پس شیخہ مذہب کی
مذہبی تعلیم کی کمیٹی سے بھی اُس قاعدہ کو متعلق کرنا مناسب
نظمی ہی چلائے کمیٹی نے اُس تقریر کی ترمیم کی اور شیخہ مذہب

کمٹی نے جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب ہادر کا خط
اور نیز تمام جوابات ممبروں مذکورہ بالا کے ملاحظہ کیئے *

مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب نے جو خط بنام سید احمد
خاں لکھا تھا اُس میں نسبت مذہبی مدرستہ العلوم کے یہ
عبارت ارقام لکھی ہی کہ ”اُس اطمینان کی میرے [یعنی علی بخش
خاں صاحب] کے نزدیک صرف یہ صورت ہی کہ آپ [یعنی سید احمد]
اور کمیٹی خزانۃ البیضاء مذہبی تعلیم میں مداخلت نہ کریں بلکہ مذہبی
تعلیم کے واسطے ایک اور کمیٹی مقرر کیجئے اور اُس کے اختیار میں
تمام امور متعلقہ تعلیم مذہبی کے چھوڑے جاویں اور اُس کمیٹی کے
وے ارگ ممبر ہوں چنانچہ تمام اہل اسلام کو اطمینان ہو اور جو لوگ
مذہبی تعلیم کے واسطے جملہ دیں اُس درجہ سے خود حاصل
نہ کیا جارہے اور اُس کی آمدنی جائز صرف مذہبی تعلیم میں خرچ
کی جارہے اور جب ممبران کمیٹی مذہبی اُس کی آمدنی میں
تنبہ پیش دیکھیں اور تعلیم مذہبی شروع کرنا چاہیں تو اُن کو ایسا
اختیار حاصل رہے“ *

کمٹی اجلاس سے تہذیب خرش ہی کہ جملہ ممبروں نے ان امور
کو جو مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب نے پیش کیئے تھے یعنی
اجلاس کو کہ مذہبی تعلیم کی کمیٹی جدا بنائی جارہے اور جو لوگ
منجہ کر دیں اُن کا روپیہ خود پر نہ لگایا جارہے اور جب ممبران
مذہبی کی آمدنی کافی ہو تو مذہبی تعلیم شروع ہو جائے بلا
اختلاف منظور کیا ہی *

جو مقررہ کہ مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب کے خط
میں ملاحظہ تھا وہ بطور ذمعات کے تصدیق ہوکر دفعہ ۳ و ۴ و ۵
طریقہ انتظام و سلسلہ تعلیم مدرستہ العلوم میں داخل کیا گیا اور اُسکی
تسبیح اور نیز ضمن ۴ دفعہ ۵ مذکورہ بالا کی تسبیح ترمیم کی نسبت
جو صرف اصلاح ضابطہ اور کارروائی سے متعلق ہی پھر جملہ ممبروں
سے رائے طلب ہوئی تھی جس کا ذکر گذشتہ اجلاس کی روٹنڈاں میں
ہمدرجہ ہی *

کمٹی اس بات سے بھی تہذیب خرش ہی کہ جملہ ممبروں نے
یہ کسی اختلاف کے دفعہ ۳ و ۴ و ۵ ضمن اول دفعہ ۵ و تقریر اول و دوم
و چارم ضمن دوم دفعہ ۵ مندرجہ طریقہ انتظام و سلسلہ تعلیم
مدرستہ العلوم کو بلا اختلاف منظور کیا ہی *

تقریر دوم ضمن دوم دفعہ ۵ کی جو ترمیم تجویز ہوئی تھی اُسکی
نسبت صرف پانچ ممبروں نے تسبیح اصلاح چاہی ہی اور در ممبروں
نے اُس سے اختلاف رائے کیا ہی جسکی تصدیق اور جو تجویز کہ اُسکی
نسبت ہوئی حسب تفصیل ذیل ہی *

اُس سے اتفاق کرتا ہوں اور اُس الفاظ کی دوستی کی نسبت کمیٹی کی توجہ چاہتا ہوں *

فقرا مذکورہ کمیٹی کے سامنے پڑھا گیا اور بالاتفاق کمیٹی کی یہ رائے ہوئی کہ مقصود فقرا مذکورہ سے کسی کو کچھ اختلاف نہیں مگر اُس کے الفاظ کی تہذیب کرنی مناسب ہی چنانچہ اصلاح اُس کی عمل میں آئی *

بعد اس کے مولوی نذیر احمد صاحب کی رائے پیش ہوئی جنہوں نے امر مجوزہ ضمن دریم سے جو یہ نسبت طریقہ تقرری کمیٹی تعلیم مذہبی سے اختلاف رائے کیا ہی چنانچہ اُس کی رائے بھینسہ ذیل میں مندرج ہوتی ہے *

مولوی نذیر احمد صاحب کی رائے

میری رائے یہ ہے کہ بزرگان دین کا توسط انتخاب کمیٹی مذہبی کے لیئے اُمید نہیں کہ مفید ہو اور اُلا تو بزرگان دین ان معاملات میں صرف توجہ کو نہ مل سکتا ہے چنانچہ ثانیاً جو توجہ کرینگے وہ مضامین اپنے تئیں ملحدہ رکھ کر دوسروں کو نامزد کرینگے اس میں کیا قیاح ہے کہ خود ممبران کمیٹی خزانۃ البضامہ اپنی تجویز سے ممبران کمیٹی مذہبی کو نامزد کر کے مشہور کریں اور عامۃ ممالک کو حرج و امتراض کی اجازت دیں اور امتراضات پر لفظ مناسب کر کے انتخاب مختتم کرلیں — بزرگان دین جیسے کہ زمانہ ہذا میں امور انتظامی میں رائے دینے کی کمتر قابلیت رکھتے ہیں — آپ یقیناً باور کیجئے کہ آپ کی کمیٹی خزانۃ البضامہ جیسی کہ اب ہی اور خصوصاً جیسی کہ وہ ہونے والی ہے بہترین اہل اسلام ذی الاراء پر مشتمل ہے اور اُسکو انتخاب کمیٹی مذہبی سے جدا رکھنا گویا دیدہ و دانستہ ایک عمدہ انتظام کا خراب کرنا ہے اور آپ دیکھ لیں چاہئے کہ گو بزرگان دین متوسط اقدار دینے جائیں اور گو جمہور مسلمانوں کو امتراض کرنے کی اجازت بھی دیجائے مگر کام چار و ناچار کمیٹی خزانۃ البضامہ کو کرنا پڑیگا *

کمیٹی نے بالاتفاق مولوی نظیر احمد صاحب کی رائے پر راہ راہ کی اور سب بول اُٹھے کہ بلا شبہ ہماری کمیٹی بہت سے بہترین افراد اہل اسلام ذی الاراء پر مشتمل ہے اور اُس کو انتخاب کمیٹی مذہبی سے جدا رکھنا نہایت انصاف کی بات ہے مگر جو کہ اب ہمارے اہل اہل اور پاک طینت ممبروں نے بامید وفاق و رفع نفاق یہ تصریح بعض اکابر اہل اسلام اُسکو منظور کرلیا ہے تو اب اُسکا بدستور قائم رکھنا ہی مناسب ہے *

بعد اس کے مولوی سید فرید الدین احمد صاحب کی رائے پیش ہوئی کہ انہوں نے امر مانہاں لپہ سے اختلاف کیا ہی چنانچہ اُس کی رائے بھی بھینسہ ذیل میں مندرج ہوتی ہے *

کی کمیٹی تعلیم مذہبی کو اُس سے مستثنیٰ کر کر کمیٹی خزانۃ البضامہ کے شیعہ ممبروں کی رائے پر منحصر کیا *

جناب مولوی محمد کامل صاحب نے ارقام فرمایا ہے کہ دہمہ ۵۰ میں درج ہے کہ تعلیم مدرسۃ العارم میں کمیٹی خزانۃ البضامہ کو کچھ مداخلت نہ ہو بلکہ اُس کے لیئے جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہونگی اور دہمہ مذکورہ ص ۲ کی چھوٹی سطر میں یہ لکھا ہے کہ اس کمیٹی کے ممبروں کا انتخاب ابتدائی بھی کمیٹی خزانۃ البضامہ سے متعلق نہ ہوگا ان صورتوں تقرری کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب اُس کمیٹی خزانۃ البضامہ دہمہ ۳ و ۴ میں مقرر ہو گئے تو اُس سے ظاہر ہوا کہ کمیٹی مذکورہ کام صرف جمع و کرج و نگرانی و انزونی سوانہ کا ہی باوجود اس کے پھر یہ تصریح ہے کہ اس کمیٹی کو تعلیم اور انتخاب ممبران کمیٹی مذہبی میں دخل نہ ہوگا نضرل ہی بلکہ ان دونوں تقرری سے ممبران کمیٹی خزانۃ البضامہ مہمو اپنے کو مازم سوسے عقیدت تصور کر سکتے ہیں حالانکہ ہمارا کمیٹی صریح اس الزام کی نہیں ہو سکتی ہے لہذا ان دونوں تقرری کا حذف کرنا مناسب ہے اور دہمہ ۵ کی ضمن دو بھدف فقرا مذکورہ بالا کے واسطے کمیٹی تعلیم مذہبی اور انتخاب ممبران کمیٹی مذہبی کے کافی ہے *

کمیٹی نے بالاتفاق مولوی محمد کامل صاحب کی رائے کو تسلیم کیا اور اس بات کو دل سے قبول کیا کہ کمیٹی خزانۃ البضامہ کی نسبت جس میں بہت سے نہایت لائق اور دیندار اور عالم و صاحب تقری لوگ شریک ہیں ایسے الفاظ کا کہنا نہ چاہئے تا مستحسن تھا مگر بعض اکابر اہل اسلام نے ایسی ہی خواہش کی تھی اور ممبران کمیٹی نے باوجودیکہ اُن کی طرف ایک اشارہ نا مناسب تھا صرف قومی ہمدردی سے اور صرف اپنی نیکی و صفائی ہامان سے اُس کی نسبت کچھ خیال نہیں کیا اور معلق نفسانیت کو دخل نہیں دیا اور اُس تصریح کو منظور کیا پس وہ الفاظ جو صرف نظر وفاق اور رفع نفاق کے داخل کیئے گئے ہیں اور جن کو ممبروں نے پسپا اپنی پاک طینت کے منظور کرلیا ہے خارج نہیں کیئے جا سکتے بلکہ کمیٹی کی رائے میں خود وہ الفاظ ہمارے کمیٹی کے اُن بڑے ممبروں کی نیکی اور کسر نفسی و صفائی ہامان اور حب قومی پر گواہی دے رہے ہیں و ذالک فضل اللہ پر تبارک و تعالیٰ *

مولوی محمد کامل صاحب نے ضمن دریم کے فقرا جدید کے بعض الفاظ کی نسبت بھی اپنی فائسندگی ارقام فرمائی ہے اور مولوی سید حسن رضا صاحب نے بھی اُس کو ٹانپد کیا ہے اور مرزا رحمۃ اللہ بیگ صاحب نے اگرچہ اپنی رائے میں اُس کی نسبت کچھ نہیں لکھا ہے مگر اب وہ بھی اُن الفاظ کو قیاساً سمجھتے ہیں اور میں بھی

مولوی سید فرید الدین احمد صاحب کی رائے

نامہ مئاریٹ مرزا رحمۃ اللہ بیگ صاحب منہم کار سکرتھری کمیٹی خزانۃ البضاعۃ مرقومہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۷۲ع میرے پاس پہنچا مٹھن تمام و کمال اُسکو پڑھا اور چند مرتبہ مضامین مندرجہ نامہ مذکور پر غور کیا اور نیز اُن جملہ مراسلات و مصالحت پر کہ جو فہمائیں آپ کے [یعنی سید احمد خاں کے] و جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر کے تحریر ہوئے ہیں غور کیا میری رائے میں دنہ ۳ و ۴ و ۵ جن عبارتوں سے کہ وہ تحریر ہوئی ہیں مجھے ہر بالکل اُس کے ساتھ اتفاق نہیں ہے میری رائے میں کوئی شخص کمیٹی مدبران تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ و مدبران تعلیم مذہب میں مقرر نہوسکیگا جب تک کہ وہ کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کا ممبر نہرٹا اصل کمیٹی رہی ہے اور یہ دوتوں کمیٹیاں اُس کی نوع میں یہ بات ایتھ ہوسکتی ہے کہ منجملہ مدبران کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کے جو ارگ کہ بنظر مصالح تمام مسلمانوں کے قابل انتظام ممبری کمیٹی مدبران تعلیم مذہب نہیں وہ اُس میں منتخب نہ کیئے جاویں مثلاً جیسے میرے و آپ کے (یعنی مولوی فرید الدین احمد صاحب کاتب خاں و سید احمد کی) نسبت لوگوں کو عامانیت نہیں ہے تو آپ و میں ممبر کمیٹی مدبران تعلیم مذہب مقرر نہ کیئے جائیں یہ بات مسطرح نہیں ہوسکتی کہ یہ امراہم کسی ایک شخص کی ذات پر منحصر کردیا جائے یہ وہی بد نصیب سبب ہے کہ جسے مسلمانوں کے سارے امور کو برباد کردیا ہمیشہ کثرت رائے و جماعت متفقہ پر کام ہونا چاہیئے اگر اور مدبران کمیٹی میری رائے کے ساتھ متفق نہیں تو بھی میں اپنی رائے پر قائم ہوں اور میرا اختلاف رائے آپ جہاں دبئیئے اور جب میری یہ رائے ہے تو میں اس میں یہی آپ کے ساتھ متفق نہیں ہوں کہ کمیٹی مدبران تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ کا کوئی ممبر میسائی یا یہودی یا ہندو ہو اگر ہماری قوم بد نصیب میں کوئی لائق نہیں ہے تو شاید ایسے آدمی تو ضرور ہونگے کہ دوسروں سے کچھ اخذ کر کے اپنی رائے دیویں *

سید احمد خاں نے کہا کہ مولوی فرید الدین احمد صاحب نے جو اپنے تئیں بھی اُن لوگوں میں شمار کیا ہے جن پر لوگوں کو طمانیت نہیں ہے صرف اُن کی کسو نفسی ہے ورنہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو مولوی صاحب مندرجہ پر طمانیت نہو ہاں بلا شبہ میرا ایسا حال ہے اور میں خود اقرار کرتا ہوں کہ میں نہ کبھی مذہبی کمیٹی کا ممبر ہونگا اور نہ کبھی تعلیم مذہبی میں کچھ مداخلت کروں گا *

صدر انجمن نے فرمایا کہ اس تذکرہ کو ملٹری کیا جاوے اور جو امر کہ مولوی فرید الدین احمد صاحب نے پیش کیا ہے اُسکے تصدیق پر توجہ ہو چنانچہ کمیٹی نے بالاتفاق مولوی فرید الدین احمد صاحب کی اس رائے کو کہ مدبران کمیٹی خزانۃ البضاعۃ ہی میں سے مدبران کمیٹی تعلیم مذہبی کا منتخب ہونا چاہتا تھا تسلیم کر کر یہ بات کہی کہ جو امر تجویز ہوا ہے وہ خاص بعض اکابر اہل اسلام کی تحریک سے اور بنظر حالات خاص کے تجویز ہوا ہے جس کو اب کثیر مدبران کمیٹی نے بھی منظور کر لیا ہے اور اس لئے تجویز مذکورہ کا قائم رہنا چاہیئے یا ایں ہمہ معلوم رہے کہ ان دنوں میں یہ بات تجویز نہیں ہوئی کہ کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کا کوئی ممبر کمیٹی تعلیم مذہبی کا ممبر ہونے کی لیاقت نہیں رکھیکا بلکہ جو ارگ کمیٹی تعلیم مذہبی مقرر کریں گے اُن کو اختیار ہوگا کہ وہ جس کو چاہیں کمیٹی تعلیم مذہبی کا ممبر مقرر کریں خواہ وہ کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کا ممبر ہو یا نہو *

یہ ان تمام مباحثوں اور اصلاحوں کے دنہ ۳ و ۴ و ۵ سے اُن کی ضمنوں کے جو قرار پائیں وہ حسب تفصیل ذیل ہیں *

نکو کمیٹی خزانۃ البضاعۃ

دنہ ۳ — کمیٹی خزانۃ البضاعۃ اس مدرسہ کے لیئے فنڈ یعنی روپیہ جمع کرنے کی کمیٹی ہے اور انتظام تعلیم کے لیئے جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہونگی مگر روپیہ کا جمع کرنا اور سرمایہ کی حفاظت اور جائداد کا خریدنا اور اُسکی آمدنی کا اخراجات مدرسہ کے لیئے دینا اور جو روپیہ کسی خاص کام کے لیئے دیا گیا ہو اُسکا اسی کام میں لگانا اور مکانات کا بنانا اور جو ایک امر کی نگرانی کرتا ہے سب کمیٹی خزانۃ البضاعۃ سے متعلق ہوگا *

دنہ ۴ — کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کو اُس روپیہ کا جو اُس کے سپرد ہو اور نیز اُسکی آمدنی کا حسب تفصیل ذیل جداگانہ حساب رکھنا ہوگا *

ارگ — حساب زر سرمایہ یعنی حساب اُس روپیہ کا جو لوگوں نے اس غرض سے دیا ہے کہ آبکی آمدنی اخراجات مدرسۃ العلوم میں صرف ہو اور وہ روپیہ بدستور قائم رہے اور یہی روپیہ زر سرمایہ کے نام سے ملقب ہے جسکا خرچ کرنا بموجب ذیلہ ۲۳ قرامین کار روایتی کمیٹی کے منحوع و ناجائز ہے *

میں اور اُس روپیہ کی آمدنی جو شیعوں نے خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا ہو۔ شیعوں کی مسجد کی تعمیر میں صرف نہ ہوگی *

۴۔ اُس روپیہ کا حساب جداگانہ رکھا جاوے گا جو لوگوں نے بطور سرمایہ مدرسۃ العلوم نہیں دیا بلکہ واسطے خاص کام کے دیا ہو مثلاً واسطے تعمیر مساجد شیعہ و سنی مدرسۃ العلوم کے یا واسطے تعمیر مساجد شیعہ و سنی کے اور یہ روپیہ اور اُس کی آمدنی اُسی کام میں خرچ ہوگی جس کے لیئے دیا گیا ہو *

ذکر کمیٹی کے لئے تعلیم

دفعہ ۵۔ تعلیم مدرسۃ العلوم میں کمیٹی خزائن البضائع کو کچھہ مداخلت نہ ہوگی بلکہ اُس کے لیئے حسب تفصیل ذیل جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہوئیں گی *

اول۔ کمیٹی تعلیم علوم دنیائی اور اُن مختلف زبانوں کی جو مدرسۃ العلوم میں تعلیم دی جاوے گی اور یہ کمیٹی از نام مدیران تعلیم السنۃ مختلفہ اور علوم دنیویہ ملقب ہوگی اس کمیٹی کے ممبروں میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائی اور یہودی اور ہندو بھی اگر ضرورت ہو تو ممبر ہوسکیں گے کیونکہ مختلف علوم اور مختلف السنۃ کی تعلیم اس کمیٹی سے متعلق ہوگی اور اس دنیوی علوم کی تعلیم کا اہتمام اور انتظام پتہ عامہ اِس کمیٹی سے متعلق ہوگا *

دوم۔ کمیٹی تعلیم مذہبی اِسکی دو شاخیں ہوں گی ایک شاخ از نام مدیران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت اور دوسری از نام مدیران تعلیم مذہب شیعہ الٹا مشرقی ملقب ہوگی اور اُن کمیٹیوں میں اُسی مذہب کے لوگوں کے سرا جس مذہب کی تعلیم کے لیئے دیا گیا ہو کمیٹی ہی دوسرے مذہب کا کوئی شخص ممبر نہ ہو سکیگا *

(۲)۔ کمیٹی مدیران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت کے ممبروں کا انتصاب ابتدائی بھی کمیٹی خزائن البضائع سے متعلق ہوگا بلکہ وہ کمیٹی ممبران کمیٹی تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت کے مقرر کرنے کی اُن یزروں سے جو اُس مذہب میں دیہداری اور علم و نقل میں مشہور ہوں اور جن پر اُس مذہب کے

دوم۔ زر سرمایہ مذکورہ بالا کے حساب میں بھی مفصلہ ذیل تفصیل رکھنی ہوگی *

(الف)۔ وہ روپیہ ملحدہ جمع رہیگا جسکی نسبت دینے والوں نے یہ رقم خرچہ لگائی ہو کہ سود میں نہ لگایا جاوے بلکہ اُس سے جائداد غیر منقولہ خریدی جاوے اور اس روپیہ کا کسی طرح سود میں لگایا اور پرامیسی ثروت خریدنا جائز نہ ہوگا *

(ب)۔ اُس روپیہ کا حساب جو دینے والے نے خاص بغرض تعلیم مذہبی دیا ہو ملحدہ رکھا جاوے گا اور اُسکی آمدنی اُسی مذہب (یعنی شیعہ یا سنی مذہب) کی تعلیم میں صرف ہوگی جسکی تعلیم کے لیئے دینے والے نے روپیہ دیا ہو *

(ج)۔ جو روپیہ نہ عیسائیوں نے یا اور مذہب کے لوگوں نے اس شرط سے دیا ہو کہ اُس کی آمدنی علوم دنیائی کی تعلیم میں خرچ ہو اُسکا حساب جداگانہ رہیگا اور اُسکی آمدنی علوم دنیائی کی تعلیم میں صرف ہوگی کسی مذہبی تعلیم میں اُسکی آمدنی خرچ نہ ہوگی *

(د)۔ باقی روپیہ جو لوگوں نے بلا کسی شرط دیا ہو اُسکی آمدنی مذہبی اور دنیائی ہر قسم کی تعلیم میں جس میں ضرورت ہو خرچ ہوسکے گی *

(۴)۔ قبل شروع ہونے کسی قسم کی تعلیم کے اور نیز بعد شروع ہونے تعلیم کے اگر کسی خاص صیغہ کے سرمایہ کی آمدنی اُسکے اخراجات ضروری سے زیادہ ہو جاوے تو ہر ایک قسم کے روپیہ کی آمدنی جسکی تفصیل اوپر بیان ہوئی اُسی مد میں بطور اصل سرمایہ جمع کردی جاوے گی خوراک کمیٹی کی کارروائی کے ضروری اخراجات میں یا مدرسۃ العلوم اور اُس کے متعلق مکانات کی تعمیر میں یا مدرسۃ العلوم کے لیئے زمین خریدنے میں خرچ کی جاوے گی کیونکہ یہ امور تعلیم مذہبی اور تعلیم دنیوی دونوں سے برابر متعلق ہیں مگر اُس روپیہ کی آمدنی جس کا ذکر مد (ج) میں ہو تعمیر مساجد میں ہوگز خرچ نہ کی جاوے گی اور نیز اُس روپیہ کی آمدنی جو شیعوں نے خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا ہو شیعوں کی مسجد کی تعمیر

(۲) — مذہبی تعلیم کے لیئے مدرسوں کا انتظام کرنا اور مقرر کرنا وہ سب انہیں مذہبی کمیٹیوں سے متعلق ہوگا دوسرے شخص کو یا کسی دوسری کمیٹی کو اُس میں کچھ مداخلت نہ ہوگی *

صدر انجمن نے فرمایا کہ ذمات مذکورہ کی نسبت بھٹ کانپی ہو چکی اور منجملہ سرستہ ممبروں کے چھٹن ممبروں کے پاس سے رائیں اکٹیں جموں سے توہین ممبروں نے ان ذمات پر اتفاق رائے کیا اور جو خفیف اصلاح لفظی ہوئی تھی وہ بھی ہو گئی پس اب اُن کی نسبت تصفیہ کامل عمل میں آئے اور ذمات مذکورہ جیسے کہ قائم ہوئی ہیں منظور کی جارہیں *

تمام ممبروں نے اس تھریک کی تائید کی اور ذمات مذکورہ بالا معہ اُن کی ضمنوں کے بطور قواعد متعلقہ سلسلہ تعلیم کے منظور ہوئیں *

سکریٹری نے تھریک کی کہ اُن بزرگوں کے نام نامی ظاہر کیئے جارہیں جن سے ہر رجب نقرہ دو شہن دوم ذمہ ۵ قواعد کے جو ابھی منظور ہوئے کمیٹی تعلیم مذہبی کے ممبر مقرر کرنے کی درخواست کی جارہی چنانچہ کمیٹی نے بالاتفاق بزرگان مفصلہ ذیل کے نام ظاہر کیئے *

جناب حاجی مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ عربیہ دیوبند *
جناب حاجی مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ عربیہ دیوبند *

جناب حاجی مولوی سید امداد العالی خاں صاحب بہادر دہلی کانٹر علیگڑہ *

جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر سب آرڈینیٹ جج گورنمنٹ *

جناب مولوی محمد علی صاحب رئیس پچھوالیوں تحصیلدار ہزاریہ ضلع مراد آباد *

جناب مولوی مفتی محمد سعد اللہ صاحب قاضی القضاۃ ریاست رامپور *
جناب مولوی ارشد حسین صاحب رامپور *

جناب مولوی محمد احسن صاحب مدرس گورنمنٹ کالج بڑیلی *

جناب مولوی محمد سلطان حسن صاحب رئیس بڑیلی صدر امین *

جناب مولوی عبدالقادر صاحب رئیس بدایوں *

جناب مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب رئیس علیگڑہ *

جناب مولوی محمد معین الدین صاحب مدرس مدرسہ عربیہ مرزاپور *

لوگوں کو مطمئن ہو کر درخواست کریگی۔ جن بزرگوں سے ایسی درخواست کرنے کا ارادہ ہو اُن بزرگوں کے ناموں سے تمام اہل اسلام کو تین مہینے تک بذریعہ اخبارات کے اطلاع دیجاوے گی تاکہ ہر ایک ذی علم اور دیندار مسلمان کو اسباب میں ہر قسم کی صلاح ٹیک دینے کا موقع ملے بعد انقضاء عید کے اُن سب تھریکوں کے لحاظ سے جو اسباب میں آئی ہوں وہ لوگ جن سے مذہب اہل سنت و جماعت کی مذہبی تعلیم کی کمیٹی کے مقرر کرنے کی درخواست کی جارہی تھی قرار دیئے جارہے اور یہ بھی کمیٹی کو اختیار دئے گا کہ اُنہیں بزرگوں میں سے کسی ایک بزرگ کو مہتمم اُن سب امور کا قرار دیکر اُس بزرگ سے درخواست کرے کہ بزرگان مذکورہ بالا سے خط و کتابت کرکے کثرت رائے سے مذہبی کمیٹی مقرر فرما دیں جس کے ممبروں کی تعداد پانچ سے کم نہ ہو اور یہ تمام اصل خط کتابت جو اسباب میں آئے باہم ہر کمیٹی خزائنہ البصامۃ کے دفتر میں رہنے کے واسطے بھیجی جاوے اس طرح ہر جو بزرگ مذہبی کمیٹیوں کے ممبر مقرر ہونگے وہ لیف ممبر ہونگے یعنی اُنکی معزلی کا بیج اُس حالت کے کہ وہ استفادہ دیں یا اپنا مذہب تبدیل کر دیں یا کسی ایسے جرم میں جسکی تفصیل قواعد کارروائی کی دہمہ ۱۲ میں ہی سزایا ہو کسیکو اختیار نہ ہوگا اور جب کوئی مہمدہ اُس کمیٹی کی ممبری کا خالی ہوگا تو ممبران باقی ماندہ کسی دوسرے شخص کو اُسکی جگہ مقرر کرینگے شیعہ مذہب کی تعلیم مذہب کی کمیٹی کا تقرر کمیٹی خزانۃ البصامۃ کے شیعہ ممبروں کے اختیار میں چھوڑا جاوے کہ وہ لوگ آپس میں صلاح کر کے جس طرح مناسب سمجھیں اپنے مذہب کی تعلیم کے لیئے مذہبی کمیٹی مقرر کریں *

(۳) — اگر اُس وریدہ کی جو خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا گیا ہو اسقدر آمدنی ہو جاوے جو مذہبی تعلیم کے اخراجات کے لیئے کافی ہو اور مذہبی کمیٹیوں کے ممبر بہم چاہیں کہ مذہبی تعلیم قبل شروع ہونے دیکر اتمام کی تعلیم کے جاری ہو جاوے تو اُنکو ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہوگا *

نمبر ۱۸۷

حدیث تشبیہ

(من تشبیہ بقوم کو شیخہ حدیث نہیں کہتے)

یہ بھٹ تہذیب الاخلاق میں چھپ چکی تھ من تشبیہ بقوم
نہو منہم حدیث نہیں ہی مگر ارک اسکو بھی سید احمد خاں بہادر
کی خود رائی پر موصول کرتے تھے انہوں نے یہ ہی کہ شیخہ سنی
سب بھی کہتے تھے کہ سید احمد خاں بہادر نے خود رائی کی اور یہ
نقوۃ حدیث ہی — معاذ اللہ لوگ اس نقوۃ کو جو نہیں معلوم کس
حالت میں بنایا گیا تھا اس کا کلام پاک قرار دیتے تھے جسکی شان
میں ماینتق من ہوا نازل ہی مگر خیر دیر آمد درس آمد شیخہ
تو ہٹو در توبہ بازاست اپنی غلطی سے معترف ہو جاؤ گے توبہ توبہ
معترف ہو گئے کیونکہ اُنکے مجتہد نے بتا دیا کہ سید احمد خاں بہادر
سچ کہتے تھے ہماری یہاں کی کتابوں میں بھی ہیکو احادیث میں
یہ نقوۃ نہیں دکھائی دیا گو حدیث سے ملتا ہوا ہی شیخوں یعنی
ہم لوگوں کے بڑے شکر کرنے کا مقام ہی کہ یہ چھگڑا جلد صفت کیا
اور کسی نئے روشنی والے نے نہیں مای کیا بلکہ لکھنؤ کے اس مقدس
مجتہد جی نے مای کیا جنکا اجتہاد مسئلہ ہی ہم اس واسطے کہ
یہ ہمارا بیان غلط نہ سمجھا جائے سوال نمبر ۳۱۲ جامع المسائل
شمیۃ اخبار الاخبار لکھنؤ مطبوعہ ۲۳ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۱ ہجری کا
انتخاب بھی درج کرتے ہیں *

انتخاب از سوال نمبر ۳۱۲ جامع المسائل

من تشبیہ بقوم نہو منہم حدیث از منقولات باللفظ اسے یا بالمعنی

جواب

و در کدام کدام کتاب حدیث نوشته جملہ مسطورہ مستنبط از احادیث
اسے و حدیثی پائیں عبارت یقیناً بنظر غلطی کا حال نہ آمدہ
ہوا عالم *

رأسم

سید اقبال علی

ریل پرتاب گدہ

جناب مولوی محمد شکور صاحب رئیس مچھلی ہر ضلع جونپور *

جناب مولوی محمد سید اللہ خاں صاحب سب آرڈینیٹ جج علیگڑہ *

جناب حاجی محمد ممتاز علی خاں صاحب رئیس میرٹھ *

جناب مولوی جعفر حسین صاحب رئیس جونپور وکیل ہائی کورٹ *

جناب مولوی سید فرید الدین احمد صاحب رئیس کڑا ریل
ہائی کورٹ *جناب مولوی محمد کرم صاحب رئیس محمد آباد شاح اعظم گڑہ
ڈپٹی کلنٹو بہادر مراد آباد *جناب قواب حاجی محمد معبود علی خاں صاحب بہادر رئیس
چھتاری ضلع علیگڑہ *جناب محمد سید الشکور خاں صاحب رئیس بھیکم پور ضلع
علیگڑہ *

کمٹی نے یہ بھی اپنی رائے ظاہر کی کہ بعد تکمیل ہونے ضابطہ
مندرجہ ذیل مذکورہ کے جناب مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب
بہادر کو تمام اہتمام تقرر کمیٹی تعلیم مذہبی کا حسب مواد ذیل
مذکورہ کے سپرد کیا جاوے *

سکوتری نے اطلاع کی کہ کمیٹی کی جملہ روندادیں بنظر تحفیف
اعراض چھپ کو ممبروں کی خدمت میں اب تک روانہ نہیں ہوئیں
بلکہ جو خاص امر صلح طلب ہوتا ہی اسی کی نسبت رائے پرجہی
جاتی ہی مگر بعض معزز و قابل ادب ممبروں نے اس طریقہ سے
اپنی کمال ناراضی ظاہر کی ہی پس اجازت ہو کہ آئندہ سے ہر ایک
رونداد چھاپہ ہوکر بطور معمول کے ممبران کی خدمت میں موصول
ہوا کرے *

کمٹی نے اس امر کو بالاتفاق منظور کیا اور اجازت دی اور
قبضہ کی کہ بلا عہدہ تمام حالات جزو و نل سے ممبران کو مطلع کرنا
ضروریات سے ہی *

بعد اس کے شکریہ صدر انجمن کا ادا کیا گیا و مجلس برخواست
ہوئی *

دستخط

سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی

سکوتری کمیٹی خزائن البصافۃ

غلطنامہ

انسوس کہ تہذیب الاخلاق میں اس سبب سے کہ ہمارے دور پہنچا
ہی اور ہم اسکا پرور نہیں دیکھ سکتے انٹر غلطیاں چاہے جاتی
ہیں اور ہمارے مخالف کو وہ غلطیاں اعتراضات کرنے کو
نعمت غیر مقررہ مل جاتی ہیں تتمہ تفسیر السموات جو حال میں
چھپا اُس میں بھی متعدد غلطیاں ہیں جنکو پڑھنے والا سمجھ سکتا
ہی مگر مفصلہ ذیل مقاموں میں ایسی غلطیاں ہیں کہ مطلب نہیں
سمجھا جاتا انکا غلطنامہ چھپاتے ہیں *

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۱۰۸	۱	۲۹	ہر ایک مکان کے دورے پر	ہر ایک کے مکان دورے پر
ایضا	۴	۲۸	کیونکہ کسی ایک	کیونکہ آٹھ نزدیک کسی ایک
۱۰۹	۲	۱۳	یعنی معارضہ	یعنی ارز سے معارضہ
۱۱۰	۱	۳۰	پہنچے	پہنچے

راقم
سید احمد

اشتہار

کتب مفصلہ ذیل واسطے فروخت کے ہمارے
پاس موجود ہیں اور محصول تاک کا علاوہ
اسی قیمت کے ہی جس صاحب کو خریدنی
منظور ہوں وہ خرید فرماویں

وہ کتابیں جن کی قیمت مدرسۃ العلوم مسلمانان کی
کمیتی میں جمع ہوگی *
کتاب جان دیون پورت متضمن حمایت اسلام ہزبان
انگریزی قیمت فی جلد ...
کتاب حمایت اسلام ترجمہ کتاب گڈنری ہیگنس
متضمن جواب اعتراضات عیسائیان ہزبان اردو
قیمت فی جلد ...

کتاب خطبات احمدیہ مولفہ سید احمد خاں
ہزبان انگریزی قیمت فی جلد ...
اگر کوئی غریب مسلمان انگریزی خواں خطبات
احمدیہ کو خاص اپنے پڑھنے کے لیے چاہے تو
اُس کو نصف قیمت پر ملجاویگی *
کتاب مباحثہ مذہبی ہادری فنڈر صاحب و ڈاکٹر
وزیر خاں و مولوی رحمت اللہ صاحب ہزبان
اردو قیمت فی جلد ...

حصہ اول تاریخ ہندوستان زمانہ ہندوان مولفہ
منشی محمد ذکرا اللہ صاحب ہزبان اردو قیمت
فی جلد ...

وہ کتابیں جن کی قیمت کمیتی خواستگار ترقی
تعلیم مسلمانان میں جمع ہوگی *
کتاب رپورٹ سلپکٹ کمیتی اردو و انگریزی معہ
خلاصہ رسالہ ہمارے موصوفہ کمیتی قیمت فی جلد ...

وہ کتابیں جنکی قیمت دوسری کمیتی مسلمانان
میں جمع ہوگی —
جواب کتاب ڈاکٹر ہنٹر صاحب مولفہ سید احمد
خاں ہزبان انگریزی قیمت فی جلد ...
اسباب بغاوت ہندوستان مولفہ سید احمد خاں
ہزبان انگریزی قیمت فی جلد ...
تہذیب الاخلاق من ابتداء شوال سنہ ۱۲۸۹
ہجری لغایت سنہ ۱۲۸۸ ہجری قیمت ...
تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۸۹ ہجری قیمت ...
تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۹۰ ہجری قیمت ...

دستخط

سید احمد خاں

سکرتری

کمیتی ہمارے مذکورہ

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۰]

یکم شعبان سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطّلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے ليئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اختیار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترغیث کے منایہ فرماتا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جارے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہی * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارعام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت مذہب اسلام کے برخلاف ہیں رے بھی مٹائے جارہیں *

إطّلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراج بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہی اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے ليئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہی کہ اگر چاہیں تو اُس کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر دیکھا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ متعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آنہ صدہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۸۸

نہایت

ماکانِ معصوم ابا احد من رجالکم ولكن

رسول اللہ و خاتم النبیین

مکرمی میری سمجھ تو سب سے نوالی ہی میں تو جناب رسول خدا صلم کو خاتم النبیین جانتا ہوں بوجہ ختم نبوت یا رسالت کے اور ایسے خاتم کو تاخر زمانی اور افضلیت دونوں لازم ہیں * اسکی ایسی مثال ہی کہ ایک بادشاہ نے بہت سی نعمتیں اپنی جنگلی اور وحشی رعیت کے تقسیم کرچکی تھیں اور یہ تھوڑا ہی کہ جوں جوں ان وحشیوں کو عقل و تدبیر آتی جاوے گی وہیں وہیں اُن میں تقسیم ہوتی جاویں گی پس ضرور ہوگا کہ جو نعمتیں اُنکو اول دیجائیں گو فی نفسہ وہ اچھی اور عمدہ ہوں مگر اُسکے بعد کی نعمتیں یقینی طور سے اچھی ہونگی یہاں تک کہ سب سے اخیر جو نعمت دی جاوے وہ سب سے اچھی ہوگی *

اب فرض کرو کہ اُس بادشاہ نے اُن نعمتوں کے تقسیم کرنے والے بترتیب مقرر کیئے ہر ایک نے اپنی باری میں مطابق عقل اور تدبیر اُن وحشیوں کے نعمتیں دینی شروع کیں اور اسطرح درجہ بدرجہ نعمتیں تقسیم ہوتی رہیں یہاں تک کہ اخیر نعمت وہ گئی اور سب سے اخیر بانٹنے والا جو تھا اُسکی باری آئی اُس وقت وہ لوگ بھی اُس نعمت کے لینے کے قابل ہوگئے تھے وہ اخیر بانٹنے والا آیا اور اخیر نعمت بانٹ گیا پس وہ خاتم القاسمیں ہی تھے اس وجہ سے کہ وہ اخیر زمانہ میں آیا اور نہ اس وجہ سے کہ اُس کے بعد کوئی بانٹنے نہیں آئیگا کیونکہ یہ دونوں باتیں تو خاتمیت کے لوازم سے ہیں بلکہ دراصل وہ اس وجہ سے خاتم ہی کہ وہ خاتم نعمت ہی و ہر خاتم لائق قد خدمت اللہ بقسمتہ اور جبکہ وہ نعمت اخیر سب سے عمدہ و افضل تھی تو اس خاتم کا بھی سب سے افضل ہونا لازم ہی اور چونکہ تدریج زمانی بھی اُسکو لازم تھی اسلامیہ اُس خاتم کو تاخر زمانی بھی لازم ہی *

یعنی یہی مثال نبوت کی ہی دین اللہ کا نعمت ہی اور بندوں میں تقسیم کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہیں انبیاء سابقین مناسب حال امت سابقہ کے وہ نعمت تقسیم کرتے آئے یہاں تک کہ جسکی' اخیر دہمہ باری تھی اور اخیر نعمت ہائی وہ گئی تھی اور اُسکی تقسیم کا زمانہ بھی آ گیا تھا وہ آیا اور وہ نعمت دے گیا وہ نعمت ختم ہوگئی

رسالت اور نبوت بھی ختم ہوگئی اور خود اُس نعمت کے مالک نے پکار کر کہدیا ”الیزم انما لکم دینکم و اتھمت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیلا“ پس تمدد خاتم کسی معنی پر او ممنوع بالذات ہی اور شریعت من حیث الذات اور من حیث العرض دو ٹوں ممنوع ہیں اثر ابن عباس کی صحت کا میں قائل نہیں ہوں جبکہ رسالت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عام تھی تو خاتمیت بھی بمعنی مذکور عام تھی * ہاں فیض الہی کبھی ختم نہیں ہونے کا بقول حافظ شیراز علیہ الرحمہ

فیض روح القدس ارباب مدد فرماید

دیگران ہم بکنند آنچه مسیہامیکرد

مگر سب اُسی کو گائیگے ہمارے پیا تھا کئے صام جیسکیہ انبیاء بنی اسرائیل میں بہت سے ایسے تھے گذرے جو اپنے پہلے نبی کے دین کو قائم کرتے تھے پس ہمارے میل کی امت میں بھی بہت سے ایسے گذرے اور گذریگے جو دین معصومی کی حقیقت قائم کیا کریں گے اور مجدد کلاویں گے اور اگر اُنکو کانر تھا نیئے اور نہ کریں گے بھائی یہ باتیں کتابیں پڑھنے سے حل نہیں ہوتیں مہمد علی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کا نور تو تب اس مرحلہ کو حل کرد و تدارکت من اللہ تعالیٰ نور من انوار الاممیدیہ صام و اللہ علی ما نقر وکیل *

بھائی تم سمجھو کہ ہر ایک کو اپنے پیا سے جلدی جلدی رہیں ہوتی ہیں کوئی اُسکی باتوں ہی پر مورتا ہی کوئی اُسکی جتوں پر ہی لوٹتا ہی کوئی اُسکی ادا کا دیرانہ ہی کوئی پہاڑ کی چوٹی پر سایہ دار سبزیں میں اپنے دل کا درتارہ بچا کر دے گراہا ہی —

ز نرق تا بقدم ہر آنجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است

پس جو شخص کہ اپنے تئیں امت معصومی کہتا ہی اور تصدیق کرتا ہی مہمد رسول اللہ کی تو یقینی تمام بزرگوں کا آنحضرت صلم میں انزار کرتا ہی پھر کیونکر خیال ہو سکتا ہی کہ اُس کے کسی کلام سے گو نہ وہ رعیت میں خاتم کا ہونا ہی ہو ثمان بن ثیا جاسکتا ہی وہ بھی دیرانہ ہی مگر ایک ادا ہو ہم بھی دیرانے ہیں مگر اُس کی سب اداؤں پر — جو لوگ مسلمان ہیں اور یزید ہیں اور علماء میں سے ہیں اور ہمارے نظر میں جتنی کفش برداری کے بھی ہم لائق نہیں اُن پر بد ظنی نہیں چاہیئے بھائی اگر رہی کانر ہوں تو کیا ہم تم مسلمان ہونگے — کبریت کلمۃ تفرج من انراہم — والسلام علی من اتبع الهدی *

خاکسار

جید احمد

تتمہ تفہیم السموات

قسم چہارم

۱۔ وہ آیتیں جن میں لفظ سموات کا ہر دفعہ جمع نفاے محیط پر
پیدا اُس کے انقسام کے ابعاد متعدد میں اطلاق ہوا ہے *

۱۔ ہر الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوی الی السما
سموات سبغ سموات — البقرہ آیت ۲۷ *

ترجمہ — وہ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے ہر کچھ
زمین میں ہی سب کا سب اور پیدا کیا بلندی کو تو
درسٹ کیلئے سات یعنی متعدد آسمان *

۲ و ۳ — ثم استوی الی السماء وہی دھان فقال لها و للارض انثیا
مارعاً او کوعاً قالتا اتینا طائعتین نقضاعن سبغ سموات فی
یومین و ارحی فی ذلک سماء امرها — فصلت آیت
۱۱ و ۱۲ *

ترجمہ — اور پیدا کیا بلندی کو اور وہ دھواں دھار یعنی تاریک
تھی پھر کہا اُس کو اور زمین کو حکم مانو خوشی
سے خواہ نا خوشی سے درجنوں نے کہا ہم نے حکم مانا
خوشی سے پھر کر دینے سات یا متعدد آسمان در دن
میں اور ڈال دیا ہر آسمان میں اُس کا کام *

۴ — ثم یزلی من خلق الارض والسموات اعلیٰ — طہ آیت ۳
ترجمہ — پھر اُسی سے اُس شخص نے جس نے بنائی زمین اور
آسمان اونچے *

۵ — امن خلق السموات والارض — النمل آیت ۶۱ *

ترجمہ — بھلا کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو
ہر الذی خلق السموات والارض بالحق — الانعام آیت ۷۲ *

ترجمہ — وہ وہی جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو
جیسے چاہئے *

۷ — خلق السموات والارض بالحق — التغابن آیت ۳ *

ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو جیسے چاہئے *

۸ — الم تر ان الله خلق السموات والارض بالحق — ابراہیم
آیت ۲۲ *

ترجمہ — کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو
اور زمین کو جیسے چاہئے *

۹ و ۱۰ — و ما خلقنا السموات والارض و ما فیہما الا بالحق —
الحجرات آیت ۸۵ — الاحقاف آیت ۲ *

ترجمہ — اور تو نے نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور
ہر کچھ کہ اُن کے پیچ میں ہی مگر جیسے چاہئے *

۱۱ — خلق السموات والارض بالحق تعالیٰ ما یشرون — النحل
آیت ۳ *

ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو جیسے چاہئے اُسکی
ذات بلند ہی اُس سے کہ اُس کا شریک ٹھہراتے ہیں *

۱۲ — خلق الله السموات والارض بالحق ان فی ذالک لآیۃ لمرئین
— المؤمنون آیت ۲۳ *

ترجمہ — پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو جیسے چاہئے
بیشک اُس میں ایک دلیل ہے نیک دل رانوں کو *

۱۳ — و خلق الله السموات والارض بالحق — البقرہ آیت ۲۱ *

ترجمہ — اور پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو جیسے
چاہئے *

۱۴ — الحمد لله الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور
الانعام آیت ۱ *

ترجمہ — خدا ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں جس نے پیدا
کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور پیدا کیا اندھیرے
کو اور اُجالے کو *

۱۵ و ۱۶ — ان ربکم الله الذی خلق السموات والارض — الاعراف
آیت ۵۲ — یونس آیت ۳ *

ترجمہ — بیشک تمہارا پروردگار اللہ ہی جس نے پیدا کیا
آسمانوں کو اور زمین کو *

۱۷ — و ہر الذی خلق السموات والارض فی ستة ايام رکاب عرشہ
علی الام — ہود آیت ۹ *

ترجمہ — اور وہ وہی جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور
زمین کو چھ دن میں اور تھا نصف اُس کا پانی ہو *

۱۸ — و لقد خلقنا السموات والارض و ما بینہما فی ستة ايام — الن
آیت ۳۷ *

ترجمہ — البتہ پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور
جو کچھ اُن میں ہی چھ دن میں *

۱۹ و ۲۰ — الذی خلق السموات والارض — ابراہیم آیت ۳۷
— الفرقان آیت ۶۰ *

ترجمہ — جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *

۲۱ و ۲۲ — خلق السموات والارض — الزمر آیت ۷ — الاحقاف
آیت ۳۲ *

ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور زمین کا پانی
۲۳ — انشأ السموات والارض اکبر من خلق الناس — المؤمن
آیت ۹ *

ترجمہ — البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا بڑا ہی
آدمیوں کے پیدا کرنے سے *

- ۲۴ — فی خلق السموات والارض — البقرۃ آیت ۱۵۹ —
آل عمران آیت ۱۸۷ و ۱۸۸ *
- ترجمہ — پیچ پیدا کرنے آسمانوں کے اور زمین کے *
- ۲۷ — یوم خلق السموات والارض — التوبۃ آیت ۳۶ *
- ترجمہ — جس دن پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *
- ۲۸ — اولم یزدا ان اللہ الذی خلق السموات والارض قادر علی ان یضاق مثلاً — اسرائیل آیت ۱۰۱ *
- ترجمہ — کیا نہیں دیکھا تمہے کہ جس اللہ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو طاقت رکھتا ہی اس بات پر کہ پیدا کرے اُن کی مانند *
- ۲۹ — ما اشد تم خلق السموات والارض — الکہف آیت ۲۹ *
- ترجمہ — میں نے بلائے کہ تھا اُن کو بر وقت پیدا کرنے آسمانوں کے اور زمین کے *
- ۳۰ — انما یبصر آیت ۶۱ — لہما آیت ۲۳ — الزمر آیت ۷ —
الزمر آیت ۸ *
- ترجمہ — اگر تو ترجمہ اُن سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *
- ۳۱ — خلق اللہ السموات والارض — الزمر آیت ۷ *
- ترجمہ — اللہ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *
- ۳۵ — ہرانی خلق السموات والارض فی ستمۃ ایام — الحديد آیت ۵ *
- ترجمہ — وہ وہ ہی جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں *
- ۳۶ — اللہ الذی خلق السموات والارض و ما بینہما — السجدة آیت ۳ *
- ترجمہ — اللہ وہ ہی جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ کہ اُن میں ہی *
- ۳۷ — ام خلق السموات والارض لا یوقنون — الطور آیت ۳۶ *
- ترجمہ — کیا انہوں نے پیدا کیا ہی آسمانوں کو اور زمین کو — نہیں — اور ایمان نہیں لاتے *
- ۳۸ — اویس الذی خلق السموات والارض — یس آیت ۸۱ *
- ترجمہ — کیا نہیں ہی وہ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *
- ۳۹ — خلق السموات بغیر عمد تدریجاً — انعام آیت ۹ *
- ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو بغیر ستون کے کہ دیکھو تم اُسکو *
- ۴۰ — رفع السموات بغیر عمد تدریجاً — زمر آیت ۲ *
- ترجمہ — بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کہ دیکھو تم اُس کو *
- ۴۱ و ۴۲ — و من آیاتہ خلق السموات والارض — الشوری آیت ۲۸ —
الزمر آیت ۲۱ *
- ترجمہ — اور اُس کی نشانیوں میں سے ہی پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا *
- ۴۳ — و ما خلقنا السموات والارض و ما بینہما لامعین — الدخان آیت ۳۸ *
- ترجمہ — اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ کہ اُن کے بیچ میں ہی کہلائی میں *
- ۴۴ — اللہ الذی خلق سبع سموات و من الارض مثلاً — الطلاق آیت ۱۲ *
- ترجمہ — اللہ وہ ہی جس نے پیدا کیا سات یا متعدد آسمانوں کو اور زمین کو بھی اُن کی مانند یعنی متعدد *
- ۴۵ و ۴۶ — الم تر کیف خلق اللہ سبع سموات طیفاً و جعل القمر فیہن نوراً و جعل الشمس سراجاً — نوح آیت ۱۵ و ۱۶ *
- ترجمہ — کیا تمہے نہیں دیکھا کہ کس طرح پیدا کیا اللہ نے سات یا متعدد آسمانوں کو تھے اور پر اور کیا اُن میں چاند کو نور اور کیا سورج کو روش چراغ *
- ۴۷ — الذی خلق سبع سموات طیفاً — الملک آیت ۳ *
- ترجمہ — جس نے پیدا کیا سات یا متعدد آسمانوں کو تھے اور *
- ۴۸ و ۴۹ — رب السموات والارض و ما بینہما ان کنتم مومنین — الدخان آیت ۶ —
الشہاد آیت ۲۳ *
- ترجمہ — پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور اُس سب کا جو اُن میں ہی اگر تم یقین کرتے والہ ہو *
- ۵۰ — قل من رب السموات والارض — الرعد آیت ۱۷ *
- ترجمہ — بوجہ کون ہی پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا *
- ۵۱ — رب السموات والارض — اسرائیل آیت ۱۰۴ —
الکہف آیت ۱۳ — مزیم آیت ۶۶ *
- ترجمہ — پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا *
- ۵۲ — ربکم رب السموات والارض الذی نظروہ — الانبیاء آیت ۵۷ *
- ترجمہ — تمہارا پروردگار وہی آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہی جس نے پیدا کیا اُن کو *

البروج آية ٩ — الزمر آية ٢٥ — ص آية ٩
البقرة آية ١٠١ — المائدة آية ٢٠ — آل عمران
آية ١٨٦ *

ترجمہ :- بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی *

۸۳ لغایت ۱۲۳ مانی السموات و مانی الارض — البقرة آیت ۱۶۰
۲۵۶، ۲۸۲ — آل عمران آیت ۲۷، ۱۰۵، ۱۲۳ —
النساء آیت ۱۲۵ و ۱۳۰ و ۱۳۱ و ۱۶۸ و ۱۶۹
المائدة آیت ۹۸ — الانعام آیت ۱۲ — یونس آیت ۵۶
و ۶۹ — ابراهيم آیت ۲ — النحل آیت ۵۱ و ۵۲
معه آیت ۵ — العنکب آیت ۶۳ — الذرر آیت ۶۲
العنکبوت آیت ۵۴ — لقمان آیت ۱۹ و ۲۵ — مائده
آیت ۱، ۳، و ۲۱ — المائده آیت ۲۳ — الشوری
آیت ۲ و ۵۳ — القصص آیت ۱۲ — القصص
آیت ۱۶ — النجم آیت ۳۲ — الحديد آیت ۱
المجادله آیت ۸ — القصص آیت ۱ و ۲۲ — الصافات
آیت ۱ — الجمعه آیت ۱ — التغابن آیت ۱ و ۲ *

ترجمہ جو کتبہ کے آراء اور جہاد کے لئے
میں *

١٢٣ اعلايت ١٣٦ — من في السموات و الارض — آلامه
آيت ٧٧ — يرنس آيت ٦٧ — الرعد آيت ١٦ — الانبياء
آيت ١٩ — مريم آيت ٩٢ — الصبح آيت ١٨ — الزور
آيت ٢١ — اهل آيت ٦٦ و ٨٩ — الزوم آيت ٢٥
الزور آيت ٦٨ — الرجوع آيت ٢٩ — اسرائيل
آيت ٥٧ *

ترجمہ — جو کوئی آوازوں میں ہی اور زمین میں *

۱۳۷ و ۱۳۸ — من السموات و الارض — النحل آیت ۷۵ — سجدہ
آیت ۲۳ *

ترجمہ: آسمانوں سے اور زمین سے *

١٣٩ هـ - ١٣٩ - في السموت و في الارض - الانعام آية ٣
الاعراف آية ١٨٦ - عيسى آية ٦، ١٩، و ١٠١
يوسف آية ١٠٥ - الزمر آية ١٧، ٢٦ - لقمان
آية ١٥ - الحديد آية ٢، ٣٦ *

ترجمہ — آسمانوں میں اور زمین میں *

۱۵۰۔ انا عرضنا الامانة على السموات والارض — الاحزاب آیت ۷۲ *
ترجمہ — اے آسمانوں کو اور زمین کو *

٥٥ - قل من رب السموات السبع ورب العرش العظيم - المؤمنون
آيت ٨٨ *

توجہ — پرچہ کن ہی پرور دگار سات یا متعدد آسمانوں کا
اور پرور دگار اُس بڑے تخت کا یعنی اُس بڑی
بادشاہی کا *

۵۶ اغایہ ۵۹ - رب السموات والارض وما بیہما - انہات
آیت ۵ - ص آیت ۶۶ - اللہ ان آیت ۶ النفاذ آیت ۳۷ *
ترجمہ - پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور اُس سب کا جو
اُن میں ہے *

١٠ — سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يُصْنَعُونَ — الزُّخْرَفِ
آيَةُ ٨٢ *

ترجمہ — ہاک ہی پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا پروردگار
 مردش کا اُن باتوں سے جو اُسکو لگاتے ہیں *

٦١ - فالله يمدد رب السموات و رب الارض رب العالمين - الجاثية
آيت ٣٥ *

ترجمہ - اللہ ہی کے ایسے سب تعریفیں ہیں جو پروردگار ہی
آسمانوں کا اور پروردگار ہی زمین کا پروردگار ہی سارے
جہان کا *

۶۴ - وَلِلّٰهِ الْمُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضُ وَ مَا بَيْنَهُمَا - اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَنْشَاْنَا السَّامٰوٰتِ كِيْ اَرْضٍ *
ترجمہ - اور اللہ ہی کے لیے ہی بادشاہت آسمانوں کی اور
زمین کی اور اُس سب کی جو اُن میں ہی *

۶۳ - للہ ملک السموات والأرض وما فیہن - المائدہ آیت ۱۲۰ *
ترجمہ - اللہ ہی کے لئے ہی بادشاہت آسمانوں کی اور زمین
کی اور اُس سب کی جو اُن میں ہی *

٦٢ - اولم ينظروا في ملكوت السموات و الارض — الاعراف
آيت ١٨٢ *

ترجمہ — کیا غور نہیں کی انہوں نے آسمانوں کی اور زمین کی
بادشاہی میں *

٦٥٠ — و كذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات و الارض — الامام
آيت ٧٥ *

ترجمہ — اور اسے مارح دکھلائی ۵۵۴ ابراہیم کو بادشاہت آسمانوں
کی اور زمین کی *

٦٦ — الخبيث ٨٢ — ملك السموات و الأرض — الزايدة آيت ٣٣
التوبة آيت ١٧ — الامران آيت ١٥٨ — النور آيت ٣٢

انفراق آیہ ۲ — الشوری آیہ ۳۸ — الزخرف آیہ ۸۵
الہود آیہ ۲۶ — الفتم آیہ ۱۴ — الہود آیہ ۲ و ۵

۱۷۰ — و کم من ملک فی السموات لا تقنی شفاعتہم شیئاً — النجم
آیت ۲۶ *

ترجمہ — بہت سے فرشتے ہیں آسمانوں میں کام نہیں آتی
اُن کی سفارش *

۱۷۱ — یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات — ابراہیم آیت ۴۹
ترجمہ — جس دن کہ بدل دی جاوے گی زمین زمین کے سوا
(یعنی اور کسی چیز سے) اور بدل دیئے جاویں
آسمان *

۱۷۲ — یا ہامان ابن لہی صرحاً لعلی ابانغ لاسیاب اسباب السموات فاطاع
الی اللہ صوی و انی لاطنہ کاذباً — النور آیت ۳۹ *

ترجمہ — اے ہامان بن لہی ایک مصلح شاید کہ میں
چودھویں رستوں میں آسمان کے رستوں میں پھر
دیکھوں موسیٰ کے خدا کو اور میری انکس میں تو
وہ چھوڑتا ہے *

۱۷۳ — اررئی ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرک فی السموات —
الانعام آیت ۳ *

ترجمہ — دیکھو تو مجھکو اُنہوں نے کیا پیدا کیا ہے زمین
میں یا کچھ اُن کو ساجھا ہے آسمانوں میں
۱۷۴ و ۱۷۵ — یدعی السموات والارض — البقرہ آیت ۱۱۱ *

ترجمہ — بخیر فہوتے کے بنائے والا آسمانوں کا اور زمین کا
۱۷۶ بغایت ۱۸۱ — فاطر السموات والارض — الانعام آیت ۱۳
یوسف آیت ۱۰۲ — الملائکہ آیت ۱ — ابراہیم آیت ۱۱
الزمر آیت ۶۷ — الشوری آیت ۹ *

ترجمہ — بنائے والا آسمانوں کا اور زمین کا
۱۸۲ — فطر السموات والارض — الانعام آیت ۷۳
ترجمہ — پٹایا آسمانوں کو اور زمین کو
۱۸۳ — اوام یواذین نفروا ان السموات والارض کانتا رتقاً ففتقنہما
الانبیاء آیت ۳۱ *

ترجمہ — شاہ ولی اللہ صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح
لکھا ہے — ایا دیدند کافران کہ آسمان ۱۸ و زمین ہستہ
یودند پس را کردیم ایں ہا را *

اور حاشیہ پر یہ عبارت لکھی ہے — را کردن آسمان ہا نازل
کردن و طارسات و را کردن زمین روپانیدن گیہا از دے
اور شاہ عبدالقادر صاحب نے اسکا ترجمہ یہ لکھا ہے — اور کیا
نہیں دیکھا ان منکروں نے کہ آسمان اور زمین مرقعہ بند تھے پھر
ہلے اُنکو پھرا *

۱۵۱ — و جنت عرضها السموات والارض — آل عمران آیت ۱۲۷
ترجمہ — جنت جس کا پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین
۱۵۲ و ۱۵۳ — ما دامت السموات والارض — ہود آیت ۱۰۹
و ۱۱۰ *

ترجمہ — جب تک رہیں آسمان اور رہے زمین
۱۵۴ — تسبیح لہ السموات السبع والارض و من فیہن — اسوائیل
آیت ۳۶ *

ترجمہ — پانچویں سے چار کرتے ہیں اُس کو ساتوں آسمان اور
زمین
۱۵۵ و ۱۵۶ — ان اللہ یعلم غیب السموات والارض — الملائکہ آیت ۳۶
افتاح آیت ۱۸ *

ترجمہ — البتہ اللہ جانتا ہے چھٹی چیزیں آسمانوں کی اور
زمین کی
۱۵۷ — انی اعلم غیب السموات والارض — البقرہ آیت ۳۱
ترجمہ — البتہ میں جانتا ہوں چھٹی چیزیں آسمانوں کی اور
زمین کی *

۱۵۸ بغایت ۱۶۰ — و اللہ غیب السموات والارض — النحل آیت
۷۹ — النکف آیت ۲۵ — ہود آیت ۹
ترجمہ — اور اللہ کے لیے ہے چھٹی چیزیں آسمانوں کی اور
زمین کی *

۱۶۱ و ۱۶۲ — و اللہ میراث السموات والارض — آل عمران آیت
۱۷۱ — التحدید آیت ۱۰ *

ترجمہ — اور اللہ وارث ہے آسمانوں کا اور زمین کا
۱۶۳ — واللہ خزائن السموات والارض — المائدہ آیت ۷
ترجمہ — اور اللہ کے لیے ہیں خزانے آسمانوں کے اور
زمین کے *

۱۶۴ و ۱۶۵ — مقالید السموات والارض — الزمر آیت ۶۳
الشوری آیت ۱۰ *

ترجمہ — کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی
۱۶۶ و ۱۶۷ — واللہ جنود السموات والارض — الفتح آیت ۴ و ۷
ترجمہ — اور اللہ کے لیے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے
۱۶۸ — اللہ نور السموات والارض — النور آیت ۳۵ *

ترجمہ — اللہ ہی نور آسمانوں کا اور زمین کا
۱۶۹ — الا یسجدوا للہ الذی یخرج الغیب فی السموات والارض
النمل آیت ۲۵ *

ترجمہ — کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو جو نکالتا ہے چھٹی
چیز آسمانوں میں اور زمین میں *

اس آیت کے بعد کی آیتوں میں خدا فرماتا ہے — مائیں فی خلق الرحمن من تفاوت — یعنی تر نہیں دیکھنے کا خدا کے پیدا کرنے میں کچھ فرق — پھر خدا فرماتا ہے — نارجع البصر هل ترى من فطور — یعنی پھر پورے پورے اپنی نگاہ کو کہیں تھہر دکھائی دیتی ہے کچھ خرابی — پھر خدا فرماتا ہے — ثم ارجع البصر کونین انقلاب الیک البصر خاسئاً و هو حسیر — یعنی پھر پھر اپنی نگاہ کو دو در پار اُلٹ آؤ گی تیرے پاس تیری نگاہ عاجز ہو کر اور تھک کر *

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اسمانوں کے پیدا کرنا خدا نے پہلی آیت میں کیا ہے وہ ایسی چیز ہیں کہ انسان اُس کو دیکھ سکتا ہے لیکن سب اسمانوں سے کوئی سے اسمان مراد او خرافہ جسم خرافہ محل سبز کراکب مگر وہ دکھائی نہیں دیتے پس خدا کا یہ فرمنا کہ اُنکو دیکھو اور پھر نگاہ کرو اور پھر نگاہ نہ کرو دیکھو مہینے لغو اور بے سود ہوتا *

”نارجع البصر“ سے یہی آؤ گی کہ نگاہ مراد ہے نہ کوئی درجہ چیز چنانچہ امام صاحب بھی تفسیر میں لکھتے ہیں — فلا معنی ثم ارجع البصر امره نارجع البصر یعنی اس آیت میں نظر کے پھیرنا حکم ہے *

تعجب یہ ہے کہ امام صاحب بھی سمجھتے ہیں کہ یہ اسمان چنانچہ اس آیت میں ہی مفسرین ہونے چاہئیں اور ارقام فرماتے ہیں کہ ”ان الحسن دل علی ان هذه السموات السبع اجسام متفرقة علی وجہ الاحکام والافان“ مگر یہ نہیں بتاتا کہ کیونکو جس آنکھ اجسام ہونے پر دلائل کوئی ہے حالانکہ وہ تو مفسرین نہیں ہیں *

پس ضرور ہے کہ اس جگہ اسمان سے وہ چیزیں مراد ہوں جو مرنی اور مسموس ہیں اور ہر کوئی اُنکو دیکھتا ہے تاہم اُنکے پیدا کرنے کی دلیل سے خدا کی عظمت اور اُس کی خالقیت ثابت کی جائے اور جو کہ اسمان درحقیقت محل سبز کراکب ہیں تو ہمتانہ ظریف کے ہیں اور کراکب ہمتانہ مظروف کے پس اسمان پر اسمان سے مجازاً کراکب مراد ہیں — بولا گیا ہے ظریف اور مراد ہی مظروف لفظ سبع اگر بمعنی حقیقی لیا جائے تو اُس سے یہ اسمان کراکب سیارہ مراد ہونگے جو ہمارے لیٹے بہ نسبت اور کراکب کے زیادہ تر معجب ہیں اور اگر اُس کا استعمال بطور معارضہ عرب بلا تین مدد سمجھا جائے تو اُس سے تمام کراکب جو ہم کو دکھائی دیتے ہیں مراد ہونگے *

ظریف سے مظروف مراد ہونے پر ترجمہ تو یہ موجود ہے یعنی اگلی آیتوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ایسی اشیاء پر جو مرنی نہیں

اور حاشیہ پر لکھا ہے — مرنہ ہند تو ہی معنی ایک چیز تو زمین سے نوریں اور کانیں اور سبزے ہوائت ہوائت کمال اسمان سے کئی ستارے ہر ایک کا گھر جدا اور حال جدی *

۱۸۲ — ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسكنا من احد من بعده — الا انک انک آیت ۳۹ *

ترجمہ — بیشک اللہ تمام رکھتا ہے اسمانوں کو اور زمین کو ٹل جانے سے اور اگر ٹل جائیں تو کوئی نہ تمام سکے اُنکو اُسکے سوا *

۱۸۵ — ولولا ان تتبع الحق لافترس السموات والارض ومن فیہن — الامم من آیت ۷۳ *

ترجمہ — اور اگر خدا چلے انکی خرابی پر تو خراب ہوں اسمان اور زمین اور جو کوئی اُنکے پیچ میں ہے *

۱۸۶ — تکاد السموات ان تنفطن من نورن — الشری آیت ۳ ترجمہ — قریب ہے کہ اسمان پھٹ پڑیں اور سے *

۱۸۷ — قالوا لتفخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شيئا ادا تکاد السموات والارض ان تنفطن منه وتشتق الارض وتضر العجل هذا ان دمر الارض ومن واد وما ينبغي الرحمن ان يفتن ولدا مزین — آیت ۶۴ *

ترجمہ — وہ کہتے ہیں کہ خدا نے بیٹا کیا ہے جسے شک نہایت سخت بات کہی ہے جس سے قریب ہی اسمان پھٹ پڑیں اور پھٹ جائے زمین اور گر پڑیں پھار ٹکڑے ہو کر خدا کے لیٹے بیٹا کہنے سے *

۱۸۸ — وما تدور الله حق قدرة والارض جہیماً قبضته يوم القيامة والسموات مطوَّرات مبسوَّطۃ — یحییٰ تفسیر تفسیر معانی یسریون الزمر آیت ۶۷ *

ترجمہ — اور نہ قدر کی اُنہوں نے اللہ کی جتنی کہ اُس کی قدر کوئی چاہیے تو ہی اور سب ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور اسمان اپنے ہونگے اُس کے دانہ ہاتھ میں *

قسم پنجم

وہ آیتیں جن میں لفظ اسمان کا مجازاً کراکب پر علق ہوا ہے جیسے کہ مجازاً طرف سے مظروف مراد لیتا ہے *

۱ — انی خلق سبع سموات ماباقا — الملک آیت ۳ ترجمہ — جس نے پیدا کیا سات یا متعدد اسمانوں یعنی کراکب کو تھے اور *

بھلا شہرت تعریف باللہ ضرور نہ تھی مگر اس کے جواب سے ہم معجز ہیں اس لیے کہ خدا نے اور جگہ بھی ایسا ہی فرمایا ہے چنانچہ ”والطور و ثقاب مسطور فی رق منشور“ میں کتاب مہرودہ کو غیر معرف باللہ فرمایا ہے *

امام نصر الدین رازی فرماتے ہیں کہ ”مالہکمة فی تلمیح الکتاب و تعریف ہاقی الاشیاء بقول ما یحتمل الخفاء من الامور الملبسة بامثالها من الاجناس یعرف باللہ فی کل رایت الامیر و خلف علی الرزیز فاذا بلغ الامیر الشهرة بھیت یومون الاتیاس مع شہرۃ و یرید الواصف وصفہ بالخطبة یقول الیوم رایت امیرا مالم نظیر جالساً و مایہ سیماء الملوک و انت ترد ذلک الامیر المہموم و السیپ فیہ انک بالکنیز تشہر الی انہ خرج من ان یعلم و معرف بکلمہ عظمتہ فیکون قراءۃ تملی الصلۃ مالہکۃ و ما ادراک مالہکۃ نالہم و ان کانت معرفۃ کن اخرجہا عن المعرفۃ و ان شدة معرفہا غیر معروف نکذاک ہذا الطور لیس فی شہرۃ بھیت یومون الیس عذالکنیز و کذاک البیت المہموم و اما الکتاب الکریم فقد تیز من سائر الکتاب بھیت لایسبق الی افہام السامعین من التبی صلی اللہ علیہ وسلم افظ الکتاب الا ذلک فلما امن الیس و حصانت فایدة التعریف سراد ذکر باللہ اوام یدکر تصد الفایدة الاخرے و ہی الذکر بالکنیز و فی تلم الاشیاء لہام تحصل فایدة التعریف الایاتۃ التعریف استعملہا و هذا یؤید کون الامداد منہ القرآن و ذلک المایع المتعقظ مشہور *

ترجمہ — اگر کوئی کہے کیا حکمت ہے بیچ نکرہ لانے لفظ کتاب کے اور معرف لانے اور چیزوں کے پس ہم جواب دینگے کہ جو چیزیں استعمال رکھتی ہیں کسی قسم کی خفا کا منجملہ ان امور کے جو مشابہ ہوتے ہیں ساتھ اپنی امثال کے اجناس وغیرہ سے تو وہ معرف لائی جاتی ہیں چنانچہ یوں بولا جاتا ہے رایت الامیر و خلف علی الرزیز یعنی دیکھا میں نے امیر کو اور گیا میں پاس اس رزیز کے اور جیکہ کوئی امیر خاص ایسا مشہور ہو جاتا ہے کہ وقت اساطیر کے وہی سمجھا جاتا ہے اور کسی دوسرے کا شیخ نہیں ہوتا اور کوئی شخص اس مشہور امیر کی کچھ تعریف کوئی چاہتا ہے تو یوں کہتا ہے الیوم رایت امیراً مالم نظیر جالساً و علیہ سیماء الملوک یعنی آج میں نے امیر کو بیٹھ دیکھا کہ اُسکی فرنی نظیر ہی نہیں ہے اور وہ ملوکانہ شان سے بیٹھا ہوا تھا پس ترجمہ شہرت کے کچھ اُسکے معرف لانے کی ضرورت نہیں ہوتی گر در حقیقت ارادہ میں امیر خاص ہی ہوتا ہے اور نکتہ اس میں یہ ہوتا ہے کہ گویا تکبیر سے تم اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہو کہ بسبب شہرت کے وہ اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ اُس کی کلمہ عظمت کی تعریف کیجائے پس گویا کہ ہی مثل اس قول اللہ تعالیٰ کے الصلۃ مالهکۃ و ما ادراک مالہکۃ کہ اس نظم

میں اور دکھائی نہیں دیتیں صادق نہیں آتا اور اسلیئے ضرور ہوا ہے کہ طرف سے منظور مراد کیجائے *

اس مقام پر طرف کو مجازاً بمعنی منظور بیان کرنے میں ایک بڑی عمدگی و پارہیکہ ہے کیونکہ اگر یوں کہا جاتا کہ — الذی خاق سبع کواکب علیاً — تو یہ قول صرف نفس کو آپ پر دلالت کرتا حالانکہ اُنہ حالات اور اُنکے حرکات اور جو الزام کہ اُسکے حرکات میں وہ نفس کو آپ سے بڑی زیادہ عجیب ہے اور طرف سے جو اُنکا محل سب سے ہی ان کی اشارہ کرنے سے جو عجائبات کہ نفس کو آپ اور اُنکے حالات میں ہیں وہ سب کے سب ایک لفظ ذن میں آتے ہیں *

”طافا“ کا اظہار صحت ہی سہات کی جس سے کواکب ہر ایک لکھتے ہیں اُس سے مثل پیکار کے چھٹے کے تو ہر تو ہوتا پایا نہیں جاتا — ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں اُسے ملا کر لکھا تھا تسلیم نہیں کیا بلکہ علیاً سے صرف اُن کا اوپر لئے ہونا اور متوازی ہونا مراد ہے — ”ذل الامام فی تصدیرة لہل الامداد کرنا علیاً کو لہ متوازیۃ لانہا متماثلۃ“ — یعنی طافا کے لفظ سے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ چمٹے ہوئے ہوں بلکہ یہ مطلب ہو کہ متوازی ہوں (یعنی حوشت میں ایک دوسرے سے ٹکرا لیا کریں) *

اس کی تائید قرآن مجید کی دوسری آیت سے بشیروں ہوتی ہے جہاں فرمایا ہے ”والشمس تجری استقرہا ذلک تقدیر العزیز المہم والشمس قدرناہ سنابل حتی عاذک العرجون التقدیم لالشمس ینبغی لہا ان تدرك القمور و لا لیل سابق النہار و کل فی فلک یسبحون“ *

یعنی آفتاب چلتا ہے اپنی قرار گاہ میں یہ تھرا ہوا ہے اُس زبر دست جائے والہ کا اور چاند کے لیے اُس نے مقرر کی ہیں مائیں یہاں تک کہ پھر ہو جاتا ہے مانند پرانی ٹھنی کے (یعنی لال) تہ سورج ٹوک سکتا ہے کہ چاند کو پکڑ لے (یعنی ٹکر مارے) اور نہ رات آئے بڑے سکتی ہے دن سے اور وہ ایک یعنی سورج و چاند و ستارے ایک ایک کھڑے میں پھرتے ہیں — پس طافا کے لفظ سے یہی مطلب ہے کہ پارہ دیکھ استقرہ کواکب ہیں جنکی انتہا نہیں اور سب اپنے اپنے محل سب میں پھرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ٹکراتا نہیں *

اسی آیت کی مانند یہ آیت ہے ”و یقیموا قکم سیماء عدادا و جعلنا سراجا و ہاجا“ یعنی بنائے ہم تھارے اوپر سات یا متعدد کواکب مضبوط اور کیا ہم نے اُن میں سے ایک کو چراغ روشن *

انسوس ہے کہ بعض اکابر نے اس آیت کی تفسیر مکابرة کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر سبع سے سات ستارے مہرودہ مراد ہوتے تو لفظ سبع کو معرف باللہ لانا ضرور تھا — اگرچہ مہرودہ سمجھتے ہیں کہ

سیداً کا مصاف الیہ معذوف بلاشبہ ممکن ہی کہ سموات ہو جیسا کہ تمام مفسرین نے مانا ہے لیکن جو کہ انکے ذہن میں یہ تقلید یونانیان جا رہا تھا کہ آسمان سات ہیں اور انکا جسم شدید صلب اور ہیں ہی نہ خرق والتیام کے بھی قابل نہیں اسی خیال سے انہوں نے سیداً کا مصاف الیہ سموات کو قرار دیا ہی ورنہ انہیں کوئی دھی قائل نہیں ہوئی تھی کہ مصاف الیہ معذوف سموات ہی غایت یہ ہے کہ کوئی قرینہ ہوگا باستدلال آیت ”اَنْتُمْ اَشْدُّ خَلْقًا اَمَ السَّمَاءِ بَنَاهَا“ لیکن یہ استدلال ایسا نہیں ہی کہ باوجود موجود ہونے دوسرے قرینہ کے بھی کوئی اور مصاف الیہ معذوف اُسکا نامنا جاوے *

خدا تعالیٰ نے شروع آیت میں سات کا ذکر کیا اور اُس کے ساتھ سورج کا ذکر فرمایا پس یہ کیسا صاف قرینہ ہی کہ سات وہی ہیں جن میں کا ایک سورج ہی اور سورج انہی سات میں کا ایک ہی پس ایسے صاف اور روشن قرینہ سے جو سورج کی مانند چمکتا ہی سیداً کا مصاف الیہ کواکب اور جملنا کو متعدی الی المفعولین اور اُسکا مفعول اول احدیوں قرار دیتے ہیں اور جو کہ اُس کے حذف پر صاف قرینہ دلات کرتا تھا اسلیئے اُسکا حذف نہایت نصیح تھا صاف صاف معنی خدا کے کلام کے تو یہی ہیں پھر یونانیوں کے تقلید کرنے والے چاہیں مائیں چاہیں نہ مانیں *

واضح ہو کہ اگر ہم اس تمام تقریر سے قطع نظر کریں اور سیداً کا مصاف الیہ سموات ہی تسلیم کریں اور سبع سموات سے بھی سموات ہی مراد لیں اور اشد کے لفظ کو بھی نسبت سموات ہی کے تسلیم کریں تو بھی آسمانوں کا جسم یونانیوں کے آسمانوں کا سا جسم یا ویسا جسم جیسا کہ تیرہویں صدی کے صوابی قرار دینا چاہتے ہیں ثابت نہیں ہوتا چنانچہ اس کی پخت آگہ آرہی *

۲ — اور ان اللہ اذی خلق السموات و الارض قادر علی ان یخلق مثلاً — امراۃ آیت ۱۰۱ *

ترجمہ — کیا نہیں دیکھا تم نے کہ جس اللہ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو طاعت رکھتا ہی اسبات پر کہ پیدا کرے انکی مانند * کیا فائدہ ہی اس آیت سے اور خدا کی قدرت پر کیونکر اترار ہو سکتا ہی اگر وہ سموات چمکتا اس میں ذکر ہی ہو کہ دہائی نہیں دیتے بلاشبہ اس مقام میں بھی سموات سے کواکب مواد ہیں جنکو ہم دیکھتے ہیں اور خدا کی قدرت کا اقرار کرتے ہیں *

۳ — الم تر ان اللہ خلق السموات و الارض بالحق — ابراہیم آیت ۲۲ *

ترجمہ — کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو کو یعنی کواکب کو اور زمین کو جیسا چاہتے *

میں اگرچہ لفظ لام موجب تعریف ہی لیکن سیداً اُس کے ہول اور وحشت کے غیر معروف ہوئیے اسکو معترف ہونے کی حالت سے نکال دیا ہی اسبطرح پر طور اگرچہ مشہور ہی لیکن اس درجہ شہرت کو نہیں پھونچا کہ التیاس کا حرف نہرا ہو اور یہی حال بیتالمعمور کا ہی بظافت کتاب کریم کے کہ وہ اپنی امثال میں اس درجہ ممتاز ہی کہ جو ارگ بنے والے ہیں وہ اس لفظ کے سننے سے اُسی کو سمجھ لیتے ہیں دوسری کتاب کا شیعہ نہیں ہوتا پس جبکہ خوف التیاس نہرا اور ذندہ تعریف کا شہرت ہی سے حاصل ہو گیا غرض لام ہو یا نہ ہو تو اس وجہ سے ایک دوسرے فائدہ کا مفید کیا گیا اور وہ فائدہ یہی ہی کہ اُس کو بالذکر ذکر کیا اور چونکہ اور اشیاء میں بغیر اللہ تعریف کے توصیف نہیں آسکتی تھی اس لیئے اُنکو معرف بالظلم بیان کیا اور اس وجہ سے اس بات کی تائید ہوتی ہی کہ مراد اس سے قرآن ہی اور ایسے ہی روح محفوظ مشہور ہی *

پس جو کہ کواکب سبع نہایت مشہور تھے بلکہ اُن کو سیارہ خیال کرنے سے لرگ بالتخصیص اور دیگر کواکب سے تمیز کرتے تھے تو ہماری دانست میں خدا نے کچھ غلطی نہیں کی بلکہ معرف بالظلم لانا ضرور نہ تھا *

پھر وہ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط ہی (شاید غلط ہو اسلیئے کہ ہم صوابی نہیں ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی جہالت اور ہوائے نفسانی سے جملنا کو متعدی الی المفعولین نہرایا ہی حالانکہ وہ متعدی الی مفعول واحد ہی *

مگر یہ فرقہ ارقام نہیں فرمایا کہ اس مقام پر جملنا کو متعدی الی مفعول واحد قرار دینے کی انہیں کوئی دھی قائل ہوئی ہی اور کیوں اُسکا متعدی الی المفعولین ہونا ناجائز نہرایا ہی مگر چند ہمسے جاہلوں نے تو جملنا کو اس مقام پر متعدی الی مفعولین مانا ہی * تفسیر معالم التنزیل والا کہتا ہی و جملنا سراجاً یعنی الشمس و ہاجاً مفعول پس اس نے ایک مفعول سراج کو بمعنی شمس اور دوسرا مفعول و ہاج کو قرار دیا ہی *

پھر تفسیر ابن عباس کے مصنف نے بھی جہالت کی ہی کہ و جملنا سراجاً و ہاجاً شمساً مفعول بیان کیا ہی اور جملنا کو متعدی الی المفعولین مانا ہی *

بے شک خدا نے بھی غلطی کی ہی کہ اوپر سے برابر جملنا کو متعدی الی المفعولین نہرا چلاتا تھا — الم تجعل — الارض — مہاجاً — والھیال — اوتاداً — وجملنا — نورکم — سیاناً — وجملنا — الیل — ایسا — وجملنا — النہار — معاشاً — پھر اخیر میں بھی و جملنا کو متعدی الی المفعولین نہرا کہیں تو متعدی الی مفعول واحد نہرا اگر نہ حقیقت خدا اس قصور کا تقصیر وار ہو مگر ہم بھی اس جملنا کو اس جگہ متعدی الی مفعول واحد تسلیم کر لیتے *

اس سے کہ پہلی آیتوں میں ایسے ہیں تاکہ دلیل پوری ہو جائے *
شمس و قمر بھی اُنہی سموات یعنی کواکب میں داخل ہیں
مگر جو کہ وہ بہ نسبت دیگر کواکب کے زیادہ عظیم الشان ہو کر
ہوتے ہیں اور وہ چلتے ہوئے بھی ہر ایک کو محسوس ہوتے ہیں
اسی لئے اپنے کمال قدرت کو زیادہ تو ظاہر کرنے کو فرمایا کہ وہ بھی خدا کے
فرمانوردار ہیں *

مورثی مہدی علی صاحب نے جو اپنے ارتکاب میں مدد غیر مرثی
کی نسبت ایک مصفاۃ گفتگو کی تو یہ اُس کی نسبت بعض اکابر نے
اپنی تہذیب میں مکاری کیا ہی ہوئے اُس کو بغیر دیکھا اور مورثی
مہدی علی صاحب کی زبان نے صرف اتنا ہی کہنا مناسب سمجھا کہ
”شعر روا بہ مدرسہ کہ برد“ *

علامہ ان ایتوں کے اور بھی ایتیں ہیں جنہیں سموات کے لفظ
سے کواکب مراد لیٹا بہ نسبت اسمائوں کے زیادہ تو مناسب ہی مگر
ہم انہیں ایتوں پر بس کرتے ہیں *

تحقیق الفاظ آیات

جمہور فلسفہ اور اصحاب علم ہیئتہ اسمان کی نسبت بیان کرتے
ہیں کہ ”انہا اجرام صلیبہ لا غلیظۃ ولا خفیۃ غیر قابیۃ للشرق والانتظام
والنور والذبول“

یعنی اسمان سخت اجرام ہیں نہ بوجھل ہیں اور نہ ہلکے ہیں
پہلے اور جڑنے اور بڑھنے اور گھٹنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس حقیقت
اور ایسے وجود سموات کے ہم بالکل منکر ہیں *

علامہ معقول اور منقول سہم و ناک درتوں کو ایک سمجھتے ہیں
جیسا کہ امام فیضان الدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں تصدیق

ایک نل نی نلک یسبحون کے نلک اور سہم میں کچھ تفرق نہیں کیا
ہی بلکہ درتوں کو ایک سمجھا ہی پس جو بحث کہ انہوں نے نلک کی
حقیقت میں کی ہی وہ بحث گویا سہم کی اور سموات کی حقیقت
میں ہی چنانچہ انہوں نے مفصلہ ذیل مذهب نسبت اُس کے نقل کیے
ہیں *

”قال بضمھ الفلک ایس یسبحم واذما ہو مدار ہذہ النجوم وھو
قول الضحاک و قال الانثرون ہی اجسام تدور النجوم علیہا و ہذا
اقرب الی ظاہر القرآن ثم اختلفوا فی کیفیت تقال بضمھ الفلک سورج
مکفوف تجری الشمس والقمر والنجوم فیہ و قال الکلی مام مجہور
تجری فیہ الکواکب“ *

یعنی بضمھ کا قول ہی کہ فلک یعنی اسمان کا کرٹی جسم نہیں
ہی بلکہ وہ ستاروں کے جگر کی جگہ ہی اور یہ قول ضحاک کا ہی

اس آیت میں بھی جب تک سموات سے ایسی چیزیں مراد نہ
لی جائیں جو حقیقت میں دکھائی دیتی ہوں اور تک خدا تعالیٰ
کی قدرت کے اثبات پر دلیل نہیں ہو سکتی *

۲ — الم توفیک خالق اللہ سبع سموات مطابقا و جعل القمر فیہن
قورا و جعل الشمس سراجا — نوح آیت ۱۵ و ۱۶ *

ترجمہ — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کس طرح پیدا کیا اللہ نے سات
یا متعدد آسمانوں یعنی کواکب کو تلے اور اور کیا اُن
میں چاند کو نور اور کیا سورج کو چراغ روشن *

اس آیت میں بھی ہو کر ہی بحث ہی جو پہلی آیت میں کی
ہی اور جس طرح اور جس دلیل سے ہم نے سورۃ المائدہ کی آیت میں
سموات سے کواکب مراد لیٹے ہیں اسی طرح اس مقام پر بھی لیٹے ہیں
شمس و قمر اُن کواکب کے مغایر نہیں ہیں کیونکہ اس مقام پر لفظ
فی سے داخل ہونا شمس و قمر کا اُنہی اعداد سبع میں پایا جاتا ہی

ذال اللہ تبارک و تعالیٰ من لسان ابراہیم علیہ السلام رہنا وابتغوا
رحمہم یثلو علیہم ایاتک وبعثہم الکتاب و الحکمۃ و یزیدہم انک
انہ العزیز الحکیم — یعنی اے ہمارے پروردگار ارٹھا اُن میں ایک
رسول اُنہی میں سے الخ *

۵ — اللہ الذی ربح السموات بغیر مد تورنہم المستوی علی العرش
وسفر الشمس والقمر نل یجری لاجل مسمی — الزمر آیت ۲
ترجمہ — اللہ وہ ہی جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستون
کے نہ دیکھو تم اُس کو پھر پھر عرش پر اور
فرمایا پروردگار سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہی
معین مدت میں *

۶ — خالق السموات بغیر مد تورنہ — لقمان آیت ۹
ترجمہ — پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو بغیر ستون کے نہ دیکھو
تم اُس کو *

ان دوٹر آیتوں میں خدا تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اس طرح پر
ثابت کرتا ہی کہ اُس نے سموات کو بغیر ستون کے بلند کیا ہی جب تک
کہ وہ سموات بغیر ستون کے بلند ہوئے نہ دکھائی دیں اور تک اُس
قدرت کا ثبوت نہیں ہو سکتا *

پس اس جگہ سموات سے خواہ یونانیوں والے مجسم آسمان
مراد ہو خواہ تیرہویں صدی کے مروریوں والا خواہ متصل سیر کواکب
مگر اُن میں سے کوئی بھی مرثی نہیں ہی پس اگر لفظ سموات کو
بجائے لفظ سہم کے سمجھو اور اُس سے یہ نہ لیٹو چھ مراد ہو تو تو
ہو کر کچھ کلام نہیں لیکن اگر اُس کو ہمہ معنی جمع قرار دو جیسا کہ
ظاہر لفظ میں ہی تو ہم اُس سے بھی کواکب مراد لیٹے اسی دلیل

اور اکثر عالم مفسر یہ کہتے ہیں کہ اُن کا جسم ہی اور ستارے اُن کے درپر پڑتے ہیں (جیسے کہ گیند پر چھوٹتی) اور یہی معنی قرآن کے الفاظ کے نہایت قریب ہیں اس کے بعد پھر عالموں اور مفسروں نے اس بات میں کہ پھر وہ کیسے ہیں اختلاف کیا ہے مفسروں کا قول ہے کہ فک یعنی سماء پانی کا بلبلہ ہی سورج اور چاند اور ستارے اُس میں پھرتے ہیں اور ناپی کا یہ قول ہے کہ پانی جمع ہو گیا ہے اُس میں ستارے بہتے ہیں *

پھر امام صاحب لکھتے ہیں کہ ”والحق انه لا سبیل الی معونۃ صفات السموات الا بالتخیر“ — یعنی سچ یہ ہے کہ آسمانوں کی صفت معلوم کرنے کے لیئے بجز وحی کے کوئی راہ نہیں ہے (بشرطیکہ وحی کے معنی سمجھنے میں غلطی نہ ہو) *

اخیر کر امام صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ”والذی یدل علیہ لفظ القرآن ان تکرر الانکاف واقفاً والکراہی تکرر جاریۃً بیہا کما تسبیح السمکۃ فی الماء“ — یعنی وہ بات جو قرآن کے لفظوں سے پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ افلاک یعنی آسمان تو پھرے پھرے ہوتے ہوں اور ستارے اُس میں بہتے ہوں جیسے کہ مچھلی پانی میں تیرتی ہے *

ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ انہیں علماء کے اقوال کے نہایت قریب قریب ہے — حقیقت سماء اور سموات کی ہم نہیں جانتے مگر یہ بات کہ وہ اجرام صاب ہیں معض غلط ہے اس کو بھی ہم نہیں مانتے کہ وہ گیند کی طرح ایک جسم ہیں اور ستارے اُن پر پھرتے ہیں جیسے کہ گیند پر چھوٹتی یا گیند پر اخذت اور ان دونوں باتوں کو اسلیئے نہیں مانتے کہ قرآن مجید سے اُن کا ایسا جسم یا انکی ایسی حقیقت ثابت نہیں ہوتی *

باقی رہی یہ بات کہ وہ پانی کے بلبلہ کی مانند ہیں یا پانی اٹھا ہو گیا ہے یعنی وہ ایک ایسے جسم لطیف سیال ہیں جو کراہی کی چیز و حرکت کو مانع نہیں ہیں — اگر کوئی شخص اُن کے ایسے جسم ہونے کا دعویٰ کرے تو ہم اُس کو اس قدر جواب دینگے کہ ہونگے مگر ہم ایسے جسم ہونے کا بھی دعویٰ نہیں کونگے در وجہ سے اول اس لیئے کہ ایسے جسم ہونے کے ثبوت کے لیئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں — دوسرے اسلیئے یہ کہ قرآن مجید میں جو کچھ بیان ہوا ہے اُس سے نہ ایسے وجود کا ہونا پایا جاتا ہے اور نہ اُسکے تسلیم کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے *

پس علامہ اُن چیزوں کے جن پر سماء کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے ہمیں سماء کے معنی فضاے محیط کے قرار دینے ہیں اور اُسکے درجات یا طبقات کو جو بسبب حدوت اور وجود دیگر اشیاء کے اُس فضاے محیط میں اوپر گئے یا طاقت بعد طبقات پیدا ہوئے ہیں سموات کہا ہے تو اب

مگر ضرور ہے کہ ہم اس بات کو بھی بیان کریں کہ جو معنی ہم نے لفظ سماء یا سموات کے قرار دینے میں یا جن معنوں میں اُنکا اطلاق ہونا بیان کیا ہے کوئی لفظ کسی آیت کا آیات قرآن مجید سے اُس کے مخالف نہیں ہے اس بیان سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہم وجود سموات کے مفکر نہیں ہیں کیونکہ اس فضاے محیط یا اُس کے طبقات کا وجود متعارف ہے *

قسم اول کی آیتوں میں یعنی جن میں لفظ سماء کا یہ معنی اور بدل کے اطلاق ہوا ہے کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو بھٹ کے قابل ہو اور جس سے اُن معنوں میں شبہہ پڑ سکتا ہو — ہاں صرف ایک اخیر کی آیت والسماء ذات الارجع شاید بھٹ کے لائق ہو کیونکہ ہمارے زمانہ کے علماء شاید اُسکو یونانیوں والا آسمان قرار دیکر اُس سے آسمان کی گردش اور زمین کے سکر قرار دینے پر متوجہ ہوں *

مگر ہم سمجھتے ہیں کہ چہرور مفسرین نے بھی اس آیت میں لفظ سماء سے بدل مراد لی ہے صرف ابن زید کا ایک قول منقول ہوا ہے جس سے یونانیوں والا آسمان مراد ہو سکتا ہے مگر اُس قول کو مفسرین نے نہیں مٹا *

تفسیر کبیر میں لکھا ہے ”اما قرآن والسماء ذات الارجع فقول قال الزجاج الرجع المراد بالانہ یجئ و یترک و اعلم ان کلام الزجاج و سایر ائمۃ اللغۃ صریح فی ان الارجع لیس اسما مرضعا للدار بل سعی رجعا علی سبیل المہاجر و حسن هذه المہاجر رجوعا (احدا) قال انفعل کانه من ترجیع الصرط وهو اعادة و وصل العرف بہ کذا المراد لکونه عایدا مرة بعد اخرى سعی رجعا (وڈائیہا) ان العرب کانو یزعمون ان السحاب یعمل الماء من بهار الارض ثم یرجعہ الی الارض (وڈائیہا) انہم ارادوا التنازل نسوة رجعا لیرجع (ورایہا) ان المطر یرجع فی کل عام اذا عرفت هذا فقول المفسرین اقوال (احدا) قال ابن عباس والسماء ذات الارجع ای ذات المطر یرجع امطر بعد مطر وڈائیہا رجع السماء اعطاء الضیاع الذی یکون من جہتہا حال علی ضرر الا زمان ترجع رجعا اے تسلیع مرة بعد مرة (وڈائیہا) رجع السماء اعطاء الضیاع الذی یکون من جہتہا حال بعد مرة (وڈائیہا) قال ابن زید هو انہا ترد و ترجع شمسها و قمرها بعد مغیبہما والقرن الاول“ *

یعنی ہم کہتے ہیں کہ والسماء ذات الارجع میں جو لفظ رجع کا ہے اُس کے معنی زجاج نے مغیبت کے لیئے ہیں کیونکہ مغیبت انا ہی اور پھر پھر کر آتا ہے — یہ بات جان لیٹی چاہیئے کہ زجاج کے اور تمام لغت کے عالموں کے کلام میں اس بات کی تصریح ہے کہ لفظ رجع مغیبت کے لیئے نہیں لکھا گیا ہے یعنی اُس کے آخری معنی مغیبت کے نہیں ہیں

کرتی ہی اس لیئے اس مقام پر اس لفظ سے بھٹ نہیں کرتے کیونکہ
آئیے لفظ خلق سے بڑی بھٹ کی جارہی *

دوسرا لفظ بروج کا ہے — یہ لفظ تین آیتوں میں آیا ہے
تبارک الذی جعل فی السماء بروجاً وجعل فیہا سراجاً وقمرًا منیراً —
والقد جعلنا فی السماء بروجاً وزیننا للناظرین — والسماء ذات البروج
مگر یہ لفظ ہمارے یوں کے مخالف نہیں ہے اور نہ اس لفظ سے
آسمان کا ایسا جسم جیسا کہ یونانی حکیموں نے مانا تھا اور جسکی
تقلید علماء اسلام نے کی ہی ثابت ہوتا ہے *
بروج جمع ہے بروج کی اور بروج مشتق ہے بروج سے جس کے معنی
ظاہر ہونے کے ہیں قال الامام فی تفسیرہ ” اشتقاق البروج من البروج
الظہورہ “ *

پس ان آیتوں میں جو بروج کا لفظ آیا ہے مفسرین نے اُس کے
تین معنی لیئے ہیں — اول ابن عباس کی روایت ہے ذہ بروج سے مراد
کواکب ہیں قال الامام فی تفسیرہ — من ابن عباس رضی اللہ عنہ ان
البروج ہی الکواکب العظام — یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہی
بڑے بڑے ستارے بروج ہیں اور پھر دوسری جگہ فرمایا ہے ” البروج
ہی عظام الکواکب سمیت بروجاً لظہورہا “ یعنی بروج یہی
بڑے بڑے ستارے ہیں اُن کا نام بروج اسلیئے ہوا کہ وہ ظاہر
ہیں — لغت قرآن میں لکھا ہے ” والسماء ذات البروج رھی
ذات کواکب العظام “ یعنی آسمان بروجوں والے ہے بڑے بڑے ستاروں
والا مراد ہے — پس اگر یہی معنی بروج کے لیئے جائیں تو لفظ بروج
کا اُن معنوں سے جو ہم نے لکھے ہیں کچھ بھی مخالف نہیں
اور نہ ایسے معنی لیئے سے ٹوٹائیوں کے آسمان کا وجود ثابت ہوتا
ہے *

دوسرے معنی بروج کے لیئے ہیں منازل قدر یعنی چھتھو کے بلکہ
منازل سیارات کے جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے ” اما البروج بھی منازل
السیارات “ اور دوسری جگہ ” لکھا ہے ” البروج ہی منازل القمر “ *

تیسرے معنی بروج کے بروج السماء یعنی اسماء کے بروجوں کے
لیئے ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے ” انہا ہی البروج الاثنا
مشر وہی مشہورہ “ اور لغت قرآن میں لکھا ہے ” بروج السماء منازل
الشمس والقمر وہی اثنا عشر بروجاً مہرورۃ اولہا الکمل و اخرہا
الحرہ “ مگر حقیقت میں دوسرے اور تیسرے معنی ایک ہیں کچھ
ان میں فرق نہیں ہے *

اب بروج اثنا عشر کی کیفیت بتلائی چاہیئے تاکہ معلوم ہو کہ جو
معنی اسماء کے ہم نے بیان کیئے ہیں بروج کا لفظ اُس کے معنی ہی
ہا نہیں — جاننا چاہیئے کہ ابتدا میں جب اہل تاجیم یا اہل

ہاکہ مجازاً بطور مہینہ کے نام کے بولا جاتا ہی اور مجازاً مہینہ کا نام
رجع رکھنے میں کئی خوبیوں ہیں — اول یہ کہ قفال کا قول ہی کہ رجح
کا لفظ گویا ترجیع الصوت سے لیا ہی جسکو گانے والے گنگوی کہتے ہیں
اور گنگوی آواز کا پھیرنا اور اُس سے حرفوں کا لکھ میں ملانا ہی
اور یہی حال مہینہ کا ہی پس اسکے پرستے اور پھر پرستہ کے سبب
رجح اُس کا نام رکھ دیا گیا ہی — دوسرے یہ کہ اہل عرب سمجھتے
تھے کہ بادل زمین کے دریاؤں میں سے پانی لے جاتے ہیں اور پھر
زمین کو پھر دیتے ہیں — تیسرے یہ کہ انہوں نے ٹیک
فال کے ارادہ سے مہینہ کا نام رجح رکھا ہی تاکہ پھر آئے — چوتھے
یہ کہ مہینہ ہر برس پھر آتا ہی — اب نہ یہ بات جان لی گئی
تو ہم کہتے ہیں کہ مفسروں نے کئی قول ہیں اول ابن عباس کا قول

ہی کہ والسماء ذات البروج کے معنی ہیں ذات المطر یعنی مہینہ والا
پھر لگتا ہی مہینہ کو مہینہ کے بعد دوسرے یہ کہ رجح السماء سے وہ
نیک مراد ہی جو اسماء کی طرف سے بار بار زمانوں کے گذر جانے پر
پہی ہوتی رہتی ہی عرب براتے ہیں ترجمہ رجحاً یعنی اُسکو دیتا ہی
بار بار تیسرا ابن زید کا قول ہی وہ کہتے ہیں کہ اسماء ایجتا ہی
اور پھر لگتا ہی اپنے سرج اور چاند کو اُن کے چوب جانے کے بعد مگر
پہلی بات ٹیک ہی *

یہاں ہم خود سیاق و سباق کلام خدا پر غور کرسکتے ہیں
اُس کے درجوں جملوں کے ملانے سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ نہایت
فصاحت اور خوبی سے بادلوں کا اور اُس کے ساتھ زمین کے اُگنے کا
جر دو قر لزم و ملازم ہیں بیان کیا ہی پھر چہر لفظ رجح کے لغوی
معنی او خواہ مجازی معنی درجوں حالتوں میں مطلب ایک ہی رہتا
ہی ہم خود یادوں کو دیکھتے ہیں کہ جاتے آتے ہیں یہاں پرستہ
ہیں پھر وہاں جا پرستہ ہیں پھر یہاں آ پرستہ ہیں زمین کو سیراب
کرتے ہیں وہ طرح طرح کے پہل پہلوں کو اُگاتی ہی *

ایک بحث پڑا معجزۃ قرآن مجید کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ
جہتاً فیہ کی خوبی انسان کو جلتا ہی اور اُس سے لہنی خدائی کے
ثبوت پر دلیل لگتا ہی اور پھر اُس سے انسان کو روحانی نیکی حاصل
کرتا سکھلاتا ہی نہ رب العرش العظیم — سبحانہ و تعالیٰ شانہ *

قسم سوم میں جو آیتیں بیان ہوئی ہیں اور جن میں لفظ
سماء کا نصراً محیط پر اطلاق ہوا ہی ان آیتوں میں کئی لفظ بھٹ
کے لائق ہیں *

اول لفظ ” استوی “ جسکو ہم نے اور اور مفسروں نے بمعنی خالق
بیان کیا ہی پس لفظ استواء سے بھٹ کرتی گویا لفظ خلق سے بھٹ

بھی اُنہی پر ہرج کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے جو ذرا بھی ہمارے بیان کے
منافی نہیں ہے اور نہ کسی طرح لفظ ہرج کا آسمان کے مجسم مجسم
صاب بلوریں ہونے کے متقاضی ہے *

تیسرا قابل بحث کے حایہ لفظ 'قل' ہو جو آیت کریمہ نفال لہا
والارض لیتما علما او کوا قالنا اتینا عالمین میں واقع ہے *

مگر ہم نہیں سمجھتے کہ اس میں کیا بحث کی جا رہی ہے
یہ بحث ہو کہ ہوگا سہ ماہی سے نفاہے محیط مرتفع مراد لی ہے اور
وہاں کسی لطیف جسم ہونے کا یہی دوسری نہیں کیا گیا تو خلا لازم
آیا اور خلا امر وجودی نہیں ہے بلکہ امر مدعی ہے تو وہ کیونکو
قابل امر و لائق اطاعت ہو سکتا ہے *

مگر یہ خیال اگر کسی کو ہو تو صحیح نہیں ہے کیونکہ ہمیں
مصلح سیز کراپ کو سہ ماہ قرار دیا ہے اور وہ مکانیت سے خالی نہیں
اور مکان خالی عن الہادہ امر وجودی ہے امر مدعی نہیں ہے باقی
رہی بحث استعمال لفظ قال کی جو خدا کی طرف سے زمین کی نسبت
اور آسمانوں کی نسبت کیا گیا اور اسی طرح زمین اور آسمان کی طرف
قال کی نسبت کی گئی یہ ایک جدا بحث ہے جو مانتھن فیہ سے
متعلق نہیں *

چوتھا لفظ ذل بحث کے 'اُرباب' کا ہے جو آیت کریمہ لا تفتح لہم
اُرباب السما میں واقع ہے۔ اس لفظ سے لوگ خیال کرتے ہوئے کہ
آسمان میں دروازے ہیں اور جینک آسمان ایسا ہی مجسم تھو
جیسیکہ یورانیوں والا آسمان تو اُنہیں دروازے اور کراڑ اور کنگڑے
قل کیونکو ہو سکتے ہیں *

جن علماء کے ذہن میں آسمان کا جسم یہ تقلید یونانیوں صاب
بلوریں جما ہوا تھا اُنہوں نے تو آسمان میں سچ مج کے دروازے بنا
دیئے ہیں لیکن علماء محققین نے فتح اُرباب سہ ماہ سے خیر و برکت
مراد لی ہے چنانچہ اُن کا قول تفسیر کبیر میں اس طرح پر لکھا
ہے — فی قولہ لا تفتح لہم اُرباب السما اقوال و القول الرابع لا تفتح
علیہم البزقہ و الخیر و ہر ماخوذ من قولہ ففتحنا اُرباب السما بہ ما
منہم — یعنی اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھلے کی تفسیر میں
مفسرین کے کئی قول ہیں اُنہیں سے ایک یہ قول ہے کہ لا تفتح لہم
اُرباب السما کے یہ معنی ہیں کہ اُن پر یعنی کائنات پر خیر و برکت
نہ نازل ہوگی اور یہی معنی ہمارے نزدیک صحیح ہیں جو کہ مطارح
ہمارے بیان کے مخالف نہیں ہیں *

سوائے ان الفاظ کے جو مذکور ہوئے اور کئی لفظ ان آیتوں میں
جو قسم دوم میں داخل ہیں ذیل بحث کے نہیں ہمارے ہوتا *

ہیک نے اس علم کے مسائل پر غور کی تو اُنہوں نے دیکھا کہ آنتاب
سال ہر میں نقطہ امتداد سے مروج و غروب میں تین مہینے تک جانب
شمال میل کرتا جاتا ہے اور پھر تین مہینے تک جانب نقطہ امتداد
رجوع کرتا آتا ہے اور جب اُس نقطہ پر پہنچ جاتا ہے تو تین
مہینے تک جانب مغرب میل کرتا جاتا ہے اور پھر تین مہینے تک
جانب نقطہ امتداد رجوع کرتا ہے یہ حال آنتاب کا تمام دنیا میں
دکھائی دیتا تھا اور اس سبب سے وہ ستارے جو ماریق الشمس میں
ہمیشہ دیتے تھے یہ نسبت اور ستاروں کے زیادہ معلوم ہوئے تھے یعنی
اہل تنجیم یہ نسبت اور ستاروں کے اُن سے زیادہ واقف ہوئے تھے
جب اُنہوں نے اُن ستاروں پر غور کیا تو یہ سب سے ستاروں کو ایک جگہ
ایک ایسی ترتیب سے پایا کہ اگر اُن کو نقاط فرض کرکو خطوط وصل
کئے جائیں تو ایک صورت اُس میں پیدا ہوتی ہے اور ایسا مجمع
ستاروں کا بارہ مرقعوں پر اُن کو دکھائی دیا اور ہر ایک مجمع کی
حد سے قریب ایک ایک مہینے میں آنتاب کا گذر ہوتا تھا — پس
اہل تنجیم نے ستاروں کے اُن بارہ مجموعوں کو بارہ صورتیں قرار دیں
جیسکے اُن کراپ میں خطوط وصل کرنے سے پیدا ہوتی تھیں اور
ہر ایک صورت کا ایک نام رکھ دیا جو مشہور ہیں اور جو کہ وہ
کراپ کچھ تو اس سبب سے کہ ماریق الشمس میں واقع تھے اور کچھ
اس سبب سے کہ اُن کے مجمع سے ایک صورت قرار دی گئی تھی
یہ نسبت اور کراپ کے زیادہ ظاہر اور زیادہ معلوم تھے اُنکے مجمع کا
یا اُس صورت کا جو مجمع کراپ سے خیال کی گئی تھی پچ نام رکھا
جو مشتق تہیج سے ہے پس نتیجہ یہ ہوا کہ پچ نام ہے اُس
خاص مجمع کراپ کا جو اُس نفاہے محیط میں ماریق الشمس
میں بوضع خاص واقع ہوئے ہیں ایسا ہی سہ ماہ کو ذات البروج کہنا
کچھ بھی منافی ہمارے ظہم کا نہیں ہے اور والسما ذات البروج کہنا
بالکل ایسا ہی جیسکے والسما ذات النجوم کہنا اور تبارک الذی
جعل فی السما ہرجاً کہنا ایسا ہی جیسکے تبارک الذی جعل فی السما
نجماً کہنا اور ولقد جعلنا فی السما ہرجاً کہنا ایسا ہی جیسکے
ولقد جعلنا فی السما نجوماً کہنا *

بعد اُس تصور کے اہل تنجیم و اہل ہیئت یونانیہ کو ایک اور
مشکل پیش آئی جس سے اُنہوں نے صر ہرج کو فلک ہشتم پر اور
تقسیم ہرج کو فلک ہم پر مانا مگر یہ مسائل علم ہیئت کے ہیں
اُسکی بحث کا یہاں موقع نہیں ہے فرضکے اُنہی کراپ کے مجمع کو
چند صورت حمل و ثور و جوزا و سرطان وغیرہ کی پیدا ہوتی ہیں
اہل عرب ہرج کہتے تھے اور اُنکا کہنا صحیح تھا پس قرآن مجید میں

جانے لگیں جو غیر ممکن ہی تب بھی وہ نہ مانینگے اور کہینگے کہ ہماری ذہانت باندی کی ہی یا ہمپر جادو کیا ہی *

تفسیر کبیر میں لکھا ہی ”اعلم ان هذا الکلام هو المذكور في سورة الانعام في قوله و لو انزلنا عليك كتابا في قرطاس فلم يدرهم اقبال الذين كفروا ان هذا السحر مبین و الحاصل ان القوم لما طلبوا نزول الملائكة يصرحون بتصدیق الرسول عليه السلام في قوله رسولا من عند الله تعالى بین الله تعالى في هذه الآية ان بتقدير ان يحصل هذه المعنی اقبال الذين كفروا هذا من باب السحر و هؤلاء الذين یطعن اذا توا هم فنعن في الصفة لانهم “ *

ترجمہ — جاننا چاہیے کہ اس آیت میں وہی بات ہی جو سورۃ انعام میں بھی گئی ہی جہاں خدا نے فرمایا ہی ”اور اگر بھیجیں ہم تیرے پاس کافذ میں لکھا ہوا پھر چھوڑیں اُسکو اپنے ہاتھ سے تو بھی جو لوگ منکر میں کہینگے کہ یہ اصل میں کچھ نہیں ہی صرف جادو ہی “ حاصل یہہ ہی کہ جب اہل عرب نے رسول خدا پر رسول اللہ ہونے کا یقین لانے کو فرشتوں کا اُترنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا کہ بر تقدیر اگر یہہ بھی ہوجارے تو بھی جو لوگ منکر میں کہینگے کہ یہہ ایک جادو کی قسم میں سے ہی اور جنکو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں حقیقت میں ہم نہیں دیکھتے — پس جبکہ اس آیت میں آسمان میں دروازہ کا ہونا اور اُس میں کافروں کا چڑھنا یا فرشتوں کا اُترنا بطور محال کے بیان کیا گیا ہی تو باب کا لفظ سدا کے اُن معنوں کے جو ہم نے اس آیت میں یا اس قسم سویم میں بمعنی اس ٹیلی چیز کے جو ہمکو پسب انکاس شمع آفتاب کرے ہوا میں دیکھائی دیتی ہی ایسے ہیں کچھ بھی صفائی نہیں — البتہ یہہ کہا جاسکتا ہی کہ اس آیت میں جس چیز پر ہم نے سدا کے لفظ کا اطلاق کرنا بیان کیا ہی بظاہر اُسکی حالت ایسی ہونی چاہیے جسہں دروازہ کھلم کا اطلاق ہو سکے اسہیں کچھ شک نہیں کہ یہہ ٹیلی چیز جو ہمکو اُسکی ایسی ہی حالت دکھائی دیتی ہی نہایت صاف بغیر کسی پھوٹاؤ دروازے کے گنبد کی چھت کی مانند نہایت پختہ بنی ہوئی دیکھائی دیتی ہی اور ہمارے خیال میں ذات لگا ہوا سا ایک جسم — مائی ہوئی ہی پس اُس خیال کے موافق اُس جسم خیالی میں دروازہ کھلنے کا لھلق ہو سکتا ہی — خدا تعالیٰ نے قرآن مجید پندوں کی زبان اور مہارورہ میں ڈال دیا ہی پس پندوں کے اُس خیالی جسم پر پندوں کے معادار کے موافق دروازہ کھلنے کا اطلاق ہوا ہی نہ بطور اصل حقیقت کے *

قسم سوم میں جو آیتیں بیان ہوئی ہیں اور جنہیں لفظ سدا کا اس ٹیلی چیز پر جو ہمکو دکھائی دیتی ہی اطلاق ہوا ہی اُن آیتوں میں کئی لفظ بھٹ کے قابل ہیں *

اول لفظ ”باب“ جو آیت کریمہ ”و لو ننزلنا علیہم بابا من السماء میں واقع ہی اور وہ دوسری آیت یوں ہی ”و لو ننزلنا علیہم بابا من السماء فظارانیع یمرحون لقالوا انما سكرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون “ *

یعنی اگر ہم کھول دیں اُن پر دروازہ آسمان سے اور وہ ایسے ہوجاویں کہ سارے دن اُس میں چڑھتے رہیں تو کہینگے کہ ہماری ذہانت باندی ہوئی ہی نہیں تو ہمپر جادو ہوا *

لوگ خیال کرتے ہوئے کہ جب اس آیت میں آسمان کے دروازے کا ذکر ہی اور اُس میں چڑھنے کا بھی بیان ہی تو ضرور آسمان ایسا ہی محسوس ہی جیسا کہ یونانی بیان کرتے ہیں *

مگر خود اس آیت سے آسمان میں دروازہ ہونے کا عدم امکان ثابت ہوتا ہی کیونکہ خدا تعالیٰ ایک غیر ممکن بات کو فرض کرکے بیان فرماتا ہی کہ اگر آسمان میں دروازہ بھی کھل جارے اور کافر اُس میں چڑھ بھی جایا کریں تب بھی اِمان نہ لائینگے اور کہینگے کہ یا ہماری ذہانت باندی کی ہی یا ہمپر جادو کیا ہی پس اس آیت سے ہمارا مطلب ثابت ہوتا ہی نہ یونانیوں کے مقلدوں کا *

خدا تعالیٰ کافروں کے حال میں اکثر غیر ممکن باتوں کی نسبت فرمایا کرتا ہی کہ اگر یہہ بھی ہوجارے تب بھی وہ نہ مانینگے جیسیکہ اس آیت میں فرمایا ہی ”ان الذين كفروا باياتنا واستكبروا

عنها لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يد خارس الجنة حتی یأج الجنة فی سم الشیطان “ *

یعنی بے شک جنہوں نے ہماری نشانیاں کو چھٹایا اور اُن کے سامنے گھنٹہ کیا ہو کر نہ کہلینگے اُن کے ایسے دروازے آسمان کے یعنی اُن کو خیر و برکت نہرگی اور نہ بھشت میں جارینگے یہاں تک کہ کھس جارے اُرنٹ سوئی کے ناکے میں *

اُرنٹ کا — سوئی کے ناکے میں گھس جانا غیر ممکن ہی پس اللہ تعالیٰ کافروں پر خیر و برکت ہونے اور اُن کا بھشت میں جانا ناممکن ہونا اس طرح سمجھاتا ہی کہ اگر اُرنٹ بھی سوئی کے ناکے میں گھس جارے تو بھی نہ اُن پر خیر و برکت نہرگی اور نہ وہ بھشت میں جارینگے *

اصطلاح آیت مانہی نیچے میں فرمایا ہی کہ اگر آسمان میں ایسا دروازہ جسہں آدمی آتے جاتے ہیں کھولا جارے اور کافر اُسہیں

چوتھا لفظ ”کسف“ کا ہے جسکے معنی گھڑوں یا پار چلنے والے ہیں
 پہلے لفظ ایتھے بحث کے قابل ہے مگر اول ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ ان
 ایتروں میں جو لفظ سہ ماہی آیا ہے اُس سے بھی نیلی نیلی چیز جو دھناتی
 دیتی ہے مراد ہے یا اور کوئی چیز — کچھ شبہ نہیں کہ یہی مراد ہے
 کیونکہ شروع سے کیا کی آیت میں خدا نے فرمایا ہے ”اور ہم پیدا کی
 مابین ایشیم و ماخلم من السام والارض“ اور انسان کے ہر طرف
 بھی نیلی نیلی چیز ہے جسکو آسمان فرمایا ہے اور بھی زمین ہے
 پھر اسکے آگے جو زمین کے دھناتے کا اور آسمان سے نکلنا گمانے کا
 ذکر فرمایا ہے وہ بھی اسی زمین کے دھناتے اور اسی نیلی نیلی چیز

یا مادی کیلئے منتقل ہو جاوے — اسطرح بعض دفعہ ایک صورت
مخصوصہ اسلئے بیان کیجاتی ہے کہ جو معنی مواد میں اُسکی
تصویر مضاطب کے ذہن میں آ جاوے اور اُس سے اُس صورت
مخصوصہ کا اثبات مقصود نہیں ہوتا پس وہ ترک بیاقبران معبود
سے رائف نہیں ہیں جو اُن کناہوں سے یا اُس صورت مخصوصہ سے
خاص اُسکیا ثبوت مقصود سمجھتے ہیں پس ان آیاتوں میں جو ”
ارنہا علیہم کسفا من السماء — یا — فاسقط علیہا کسفا من السماء
ایضاً یہ سمجھنا کہ اس سے آسمان کے واقعی ٹکڑوں کا ثبوت
ہوتا ہی نہایت غلطی ہے بلکہ یہ صرف بیان بالکناہ ہے اور اُسکا
لازم مقصود ہی *

شاہ ولی اللہ صاحب تفسیر فزائلکبیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ
” کناہات آنسہ کہ حکمی اثبات کنند و قصد نہ ثبوت ہیں آں باشد
بلکہ قصد آنسہ کہ انتقال کند ذہن مضاطب بلزوم آں بلزوم مادی یا
مقنی چنانکہ از عظیم الیراد معنی ثنرت ضماحت راز یدادہ میسرطانی
معنی — مضارعت ادراک میسرود و تصویر معنی مواد بصورت مخصوصہ
از ہمیں قبیل است و ان ہائے است واسح و اشعار حرب و خطب
ایشان و قرآن مطہر و سنہ حضرت پیدہ میر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم
ہاں مشہور است و اجاب علیہم بشیلاک ورجلک تشبیہ دادہ شد
بدیئس دزدان چوں یاراس خود را آرازد دعد کہ ازین سو حمان کن
وازانسو ہو آ و جعلنا س یئس ایدہم سدا و من خلقہم سدا — و
جعلنا فی امانہم اغلا تشبیہ دادہ شد افراض ایشان را از تدبر آیات
یکسی کہ اورا مغلول کردہ باشند یا بر ہر جہت او سدے بنا کردہ باشند
پس اصل تمثیل توند دید و اضمہ چنانکہ من الہب یعنی مصروع خاطر
شو پراگندگی نفس بخار و نظیر این باب در عرف انس کہ چوں
شعبات کسی را تقریر کنند بشمشور اشارہ کنند کہ این طرف میزنند
آن طرف میزند و مقصود جز غایب او بر اہل آفاق بہ صف شعبات نہاد
گو در تمام عمر شمشیر بدست نگرندت باشد یا گریند نفل میگرد کہ
در زمین کسی را نمی بینم کہ بامن مبارزت تواند کرد و یا گریند
کہ نفل خود چینی میکند و اشارہ کنند بپہنتی کہ اہل مبارزت دروقت
غایب ہو خصم می کنند گو کہ این شخص گالی این کلمہ نگفتہ باشد و
این نفل نکردہ باشد یا گریند نفل حلق مرا خفا کردہ است و دست
در گلی من انداختہ اقمہ را ہو کشیدہ است “ انتہی *

پس جہاں کہیں کہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ مخصوصات کا
بطور عرف عام بیان فرماتا ہے اُس سے اُس کے معنی کا ثبوت مقصود
نہیں ہوتا ہم یہی کہتے ہیں کہ آسمان کے پڑے آسمان ٹوٹ پڑا یہ
اچھی بات ہے کہ اُس سے آسمان ٹوٹ جاوے گا چاہے جہت جارے مگر

سحابہ و جدوا لہا پردا و نسیمہ فاجتہدوا تحتہا فامطرت علیہم قارا
فاحتروا “ یعنی کسفا جمع ہی کسفہ کی جس کے معنی ٹکرے کے
ہیں اور آسمان سے یا تو بادل مراد ہی یا اور کوئی چھائی ہوئی چیز
پھر اخیر میں وہ ایک روایت لکھتے ہیں کہ اصحاب ایکے نے جو کہا
تھا کہ ہم پر آسمان کا ٹکڑا گراوے تو اُنپر عذاب اس طرح پڑ جائے گا
کہ سات دن تک ہوا بند رہی اور ریت یا غبار جو آسمان میں چڑا
گیا تھا اُنپر چھا گیا اور اُن سب کا دم گھٹنے لگا نہ اُنکو کوئی سایہ دار
چیز فائدہ دیتی تھی اور فہ پانی پھر وہ بیقرار ہوئے اور جنگل میں نکل
جانا چاہا اتنے میں ایک بادل اُن پر چھا گیا اُنکو گھنٹک معلوم ہوئی
اور ہلکی ہلکی ہوا بھی لگی اور سب اُس کے نیچے اُن کے جمع ہو گئے پھر
اُس میں سے اُنپر آگ برسنے لگی پھر سب جل گئے — پس جبکہ سدا
سے اس مقام پر سدا مانع فیہ ہی مراد نہ ہو تو ” کسف “ کے لفظ سے
سدا مانع نیہ کے مجسم ہونے پر کیونکہ استدلال ہر سکتا ہی اور
خدا کو محل عذاب میں یہ بات فرمائی کہ ہم چاہیں زمین کو
دھنسا دیں یا بادل کا ٹکڑا کرا دیں یا کالوں کا یہ کہنا کہ اگر تم
سچے ہو تو بادل کا ایک ٹکڑا ہی زمین پر اوتار دو کوئی اچھی بات
نہیں ہی جیسے کچھ اعتراض ہو سکے کیونکہ اگر بادل زمین پر گرنے
تو نہایت سخت عذاب ہے لوگ برباد ہو جائیں *

ملاحظہ اس کے مقام تہدید میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اصلی
مقصد اُس کا نتیجہ ہوتا ہے زمین کے دھنسا نے اور آسمان کا ٹکڑا
کرنے سے صرف یہ مقصود ہے کہ خدا اُن کے برباد کرنے پر قادر ہے
پس مقصد تو چھوڑنا اور عراہ نظروا لنظری بھٹک کے پیچھے پڑنا
تفسیرالقرن بمالایرضی یہ قولہ کرتا ہے — اور ایسی علیحدہ جتنے
اسلام کو اور قرآن کو بدنام کرتا اور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ قرآن
اور عام یا قرآن اور حالت موجودات یا قرآن و حقایق اشیاء متعبد
نہیں ہیں اللہم انہی اھو ذک من مثل هذا العلم فائے حجاب اکبر *

امام نصر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ” و اما التہدید فبقولہ ان
نشاہ کسفا بہم الارض یعنی نعمل میں قائم ہوا ہم بالکسف و
الکسف “ یعنی خدا نے کالوں کو اس کہنے سے تہدید کی ہے کہ اگر
ہم چاہیں تو زمین کو دھنسا دیں یعنی اگر ہم چاہیں تو جو چیز
خاص تمہارے مفید ہے تمہارے مضر کردیں دھنسا کر ٹکڑا کرا کر د
لاشک فی قدرتہ *

تکمہ — قرآن مجید میں بہت باتیں بطور کناہ کے فرمائی
ہیں اُس سے خاص اُس بات کا ثبوت مقصود نہیں ہوتا بلکہ یہ
مطلب ہوتا ہے کہ مضاطب کا ذہن اُس سے اُس کے لازم بلزوم مقنی

چیزیں معجزہ ہو حمل ہوئیں تو مٹھی میں اٹھانا اور ہاتھ پر اٹھنا بھی یقینی معجزہ ہو گیا *

ثم قال صاحب الکشاف وقول قبضته ملکہ و یمینہ قدرتہ وقول مطاریات یمینہ اے مقیقات — یعنی صاحب نشان نے کہا ہی کہ مٹھی سے تو ملک خدا مراد ہی اور دائیں ہاتھ سے اُس کی قدرت اور بڑی بھی کہا گیا ہی کہ دائیں ہاتھ میں اپنی مٹھی یعنی ننا اور معدوم ہو جاؤنگے پس اپنی مٹھی کے لفظ سے آسمانوں کا حقیقت میں اپنی مٹھی کے لایق جسم سمجھنا ٹھیک ٹھیک ٹھہر ملا ہوتا ہی *

چوتھے الفاظ ”انشقاق و انفراج اور انصار اور تقم“ اور مثل انکے ہیں کہ اُن کے مشققات یا یہ تبدیلی ابواب قرآن مجید میں آئے ہیں — ان الفاظ کی نسبت بھی رہی بھٹک ہی جو ہم نے بالتفصیل ”نفسا“ کے لفظ کے تحت میں کی ہی یہی قبلی قبلی چیز جس کو سب لوگ آسمان کہتے تھے اور جائتے تھے اور نہتے ہیں اور جائتے ہیں سب کو ایک مجسم چیز اور چوتھ کی طرح بنی ہوئی معلوم ہوتی ہی وہ اُس کی حقیقت سے واقف تھے مگر جیسے کہ وہ دکھائی دیتی تھی اُس قیاس پر اُس کو بھٹتے اور چرنے کے قابل خیال کرتے تھے قرآن مجید جو ٹھیک عرب اول کے مہاروہ میں اترا ہی ازہبی کے خیال اور مہاروہ کے موافق وہ الفاظ بڑے آئے ہیں اور مقصود اُس سے صرف معدوم ہونا اور فنا ہونا موجودات کا ہی پس کسی طرح یہ الفاظ آسمان کی ایسی حقیقت پر اور ایسے جسم پر جیسا کہ یونانیوں نے تسلیم کیا تھا اور جس کی تقلید علماء اسلام نے کی تھی یا جیسا کہ تیرہویں صدی کے مولوی بیان کرنا چاہتے ہیں دلالت نہیں کرتے *

شاعر ولی اللہ صاحب فرزانہ کبیر میں اسلوب قرآن کی بھٹک میں ارقام نورماتے ہیں کہ ”پس اگر برخلاف طور ایشاں (یعنی عرب اول) کہتے شود بھیرت فرماؤند و چیزے نا آشنا پگرس ایشاں رسدر نهم ایشاں را مشوہ سازد“ مگر یہ قاعدہ صرف امویوں توں ہی ہو منحصر نہیں ہی بلکہ قرآن مجید کی ہر بات میں یہ امر ملحوظ ہی *

ایک مقام میں یہ ذیل بیان معنی آیت معکم شاعر صاحب نے بیان فرمایا ہی کہ ”اعتبار دانستن عرب اول اسے کہ مر گزاشان زمان مارا کہ نہ شگانی بیجا رانی اسے مضال کہ معکم را متشابه مسازند و معارم را معجول“ اگرچہ یہ امر شاعر صاحب نے معنی لغت کی نسبت لکھا ہی مگر یہ ایسا قاعدہ ہی جو بہت سی چیزوں کے لئے مفید ہی مثلاً جیسے کہ عرب سہام کا اطلاق اس قبلی چیز پر کیا کرتے تھے جو ہم کو بطور ایک سقف گنبدی کے دکھائی دیتی ہی تو ہم کو اُس پر انکسار کرنا چاہیئے اور زیادہ مرگشانی کرکے اور ملک کر مٹھی کر پھینکا پٹانا نہیں چاہیئے اسی طرح جب کہ

کہی ان الفاظ سے حقیقت اُن چیزوں کا ثبوت مقصود نہیں ہوتا بلکہ اُس کے لازم بلزم مقالی یا مادی کا ہوتا ہی نقدہر *

پانچویں لفظ ”الطی“ قابل بھٹک ہی جس کے مشتقات آید کریمہ یوم تطاری السماء علی السجھ للکتاب اور آید کریمہ والسموات مطاریات یمینہ میں آئے ہیں *

مگر ان آیتوں سے یہ خیال کرنا کہ آسمان کاغذ یا کپڑے یا چادر یا رومال کی مانند ایک جسم ہی جو خدا کے ہاتھ پر لپٹ جاویگا یا جیسے مکتوب میں لڑکے مکتوب اپنی لپٹ میں اُس طرح لپٹ جاویگا ایک بڑی غلطی ہی یہ کہ کلام معجزاً بولا گیا ہی جس سے مقصود صرف اتنا ہی کہ یہ تمام آسمان و زمین جیسے کہ پہلے ٹیٹ تھے پھر ٹیٹ ہو جاؤنگے *

خدا تعالیٰ ارل فرماتا ہی کہ یوم تطاری السماء علی السجھ للکتاب اور اُسی کے ساتھ نورماتے ہی دما پردمان اول خلق تجدیدہ یعنی یہ نورماتے کہ ہم آسمان کو مکتوب کی مانند لپٹ لینگے اُس کے مطلب کو پتا دیا کہ جس طرح ہم نے پہلے پہل پیدا کرنا شروع کیا تھا پھر ورسا ہی کرؤنگے اور ایسا کرنا اُسی وقت ہوگا جبکہ یہ سب ٹیٹ ہو جاویگا *

تفسیر دیگر میں یہ تحت آید والسموات مطاریات یمینہ کے بہت ملول گفتگو لکھی ہی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب معجزہ ہی اور معجزاً واسطہ اظہار قدرت و شان خدا تعالیٰ کے بولا گیا ہی *

قال صاحب الکشاف الغرض من هذا الکلام اذا اخذتہ كما هو یجملته و معجودہ تصویر مہمتہ و التوقف علی کثرہ جلالہ من غیر ذہاب و القیضہ والایمین الی جہۃ حقیقۃ او جہۃ معجزہ یعنی صاحب تفسیر نشان کا قول ہی کہ اس کلام سے جبکہ اُس سب کو جمع کرکے اور تو مقصود اُس سے خدا تعالیٰ کی مظلوم کی تصویر پٹانا اور اُس کے جلال کی نکتہ میں متوقف رہنا ہی بغیر اس بات کے کہ مٹھی اور دائیں ہاتھ سے حقیقت میں مٹھی اور داہان ہاتھ سمجھیں یا معجزا خیال کریں *

بعد اس کے ایک لکھا جھگڑا تاریل کا اور حمل نلم کا حقیقت سے معجزہ پر لکھ کر ارقام نورماتے ہیں ”ولا شک ان لفظ القیضہ و الیمین مشہور لہذا المضام و البجراج الا ان الدلائل العقلیۃ قاصد علی امتناع ثبوت الامضاء و البجراج اللہ تعالیٰ فوجب حمل هذه الامضاء علی وجہ المعجزہ — یعنی اس میں کچھ شک نہیں ہی کہ مٹھی اور داہان ہاتھ ان امضاء اور ہاتھوں کو جو ظاہر میں ہیں پٹانا ہی مگر عقلی دلیلوں سے ثابت ہوا ہی کہ خدا تعالیٰ کے امضاء اور ججراج کا ہونا غیر ممکن ہی اس لئے واجب ہی کہ مٹھی اور داہان ہاتھ جو بیان ہوا ہی اُس کو معجزہ ہو حمل کریں پس جبکہ دونوں

تفسیر کیوں میں تھیں تفسیر آیت کریمہ اَللّٰم اِشْدْ خَلْقًا ام السّماء کے لکھا ہے کہ ”اِنَّ اسْتَدَلَ عَلَىٰ مُشْكِرِيهِمْ فَقَالَ اَللّٰم اِشْدْ خَلْقًا ام السّماء لِنَبِيّهِمْ عَلَىٰ اَمْرِ يَعْلَمُ بِالْمَشَاهِدَةِ وَذَلِكَ لَنَ خَلْقَةِ الْاِنْسَانِ عَلَىٰ صُغُرٍ وَضَعْفَةٍ اِذَا اُضِيفَ اِلَىٰ خَلْقِ السَّمَاءِ اَمْرِ عَظَمٍ اِحْوَالِهَا فَنَبِيْنِ تَعَالٰى اَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ اَعْظَمَ وَاِذَا كَانَ ذِكْرُكَ نَظْمَهُمْ عَلَىٰ وَجْهِ الْاِمَادَةِ اَوَّلَىٰ اَنْ يَكُوْنَ مَقْدُوْرًا لِلّٰهِ تَعَالٰى فَكَيْفَ يَنْكَرُوْنَ ذٰلِكَ وَنَظِيْرُهُ قَوْلُهُ اَوَّلِيْسَ اَلَّذِي خَلَقَ السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ اَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ قَوْلُهُ خَلَقَ السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضَ الْكَبِيْرَ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَالْعَمِيْنِ اَخْلَقَكُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ اِشْدْ اَمْ خَلَقَ السَّمَاءَ اَمْ اَمْثَلُكُمْ وَاَنْ تَقْدِيْرُكُمْ فَاَنْ تَقْلَبَ الْأَمْرِيْنَ بِالْأَمْرِ اِلَىٰ قُدْرَةِ اللَّهِ وَاحِدٍ“ *

یعنی تفسیر کیوں میں اَللّٰم اِشْدْ خَلْقًا ام السّماء کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو لوگ کفر کے منکر تھے اُن پر دلیل لانے کے لیے خدا نے فرمایا ہے کہ تمہارا پیدا کرنا مشکل یا سبب تو ہی یا آسمان کا پس اُنکو ایسی بات سے جسکو وہ علاقہ دیکھتے تھے خبردار کیا کیونکہ جسوقت انسان کی خلقت کو جو ضعیف اور صغیر ہی آسمان سے نسبت دی جارہے جو ایسا ہوا ہی اور اُسوں سے بڑی بڑی باتیں ہیں تو خدا نے بتایا کہ آسمان کا پیدا کرنا بڑا کام ہی اور جبکہ یہ بات ہی تو تمہارا پورا پیدا کرنا کچھ بڑی بات نہیں تو بدرجہ اعلیٰ خدا کی قدرت میں ہوگا پھر کیونکہ تم اُسکا انکار کرتے ہو۔ اس کی ایسی مثال ہی جیسے خدا نے فرمایا ہے کہ جس نے آسمان و زمین پیدا کیئے کیا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اُنہی کی مانند اور پیدا کرے یا جیسے خدا نے فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا آدمیوں کے پیدا کرنے سے بڑا ہی اور مطلب یہ ہے کہ ایا مونے کے بعد تمہارا پیدا کرنا مشکل ہی یا تمہارے نزدیک آسمانوں کا پیدا کرنا مشکل ہی اگرچہ خدا کی قدرت کے نزدیک تو یہ دونوں باتیں یکساں ہیں یعنی کچھ مشکل نہیں ہیں۔ پس اب ضرر کا مقام ہی کہ لفظ شد سے آسمانوں کا سطح جسم ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہے *

اور اگر لفظ اشد سے مستحکم و مضبوط کے معنی لیئے جائیں تو بھی اُس سے یہ سمجھنا کہ آدمی کے پوس سے آسمان کا پوس اور اُس کے جسم سے آسمان کا جسم اور اُس کی ہتھ پسی سے آسمان کی ہتھ پسی زیادہ مضبوط اور سطح ہی ذاتی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ بے شک آسمان اور زمین اور پہاڑ اور درخت کو ہم دیکھتے ہیں کہ انسان سے زیادہ پایدار ہیں اسی زمین پر اور اسی آسمان کے تلے ہزاروں لاکھوں نبی اور دلی اور عہدہ اور صالحین آہم اور گذر گئے سکندر و دارا وحشید و فریدون بھی ہوئے اور گذر گئے بہت سے نقرہ و تتر و دینہ والے پیدا ہوئے اور گذر گئے بہت سے مسلمان خدا و رسول پر دل و جان سے ایمان رکھنے والے کانر بنائے گئے اور گذر گئے ہزاروں کانر

مرب اول اسی نبی چھ کو پھٹنے والی اور چرنے والی اور پوس کر پھٹنے کے لائق خیال کرتے تھے تو اُن الفاظ کو اُنہی کے خیالات پر مقصور رکھنا چاہیئے نہ یہ کہ اُس کے لازم کو اپنی طرف سے اضافہ کرکر اُس نبی چھ کو ایسا جسم قرار دیا جارہے جو کافہ یا کپڑے کی طرح پھٹ سکی یا لپٹ سکی یا بکری کی طرح اُس کا پوس اُترتا جاسکے اگر ضرر کیا جارہے تو سبح سموات کا لفظ بھی درحقیقت مثبت تعدد آسمانوں کا نہیں ہے کیونکہ عرب کے خیال میں تھا کہ سات آسمان ہیں اور جو نہ اُنہوں نے بجز اُس نبی چھ کے اور کسی چیز کو نہیں دیکھا تھا اور اُسکو ایک مستحکم جسم سمجھتے تھے اور اسلیئے اُنہوں نے خیال کیا تھا کہ ساتوں آسمانوں کا ایسا ہی جسم ہوگا اور پھر اس خیال سے اُن کا تو پر تو ہونا بھی اُن کے ذہن میں جما ہوا تھا اُنہی کے خیال کے موافق قرآن مجید میں جو عرب اول کی زبان و معیارہ میں نازل ہوا ہے وہ سب باتیں بیان ہوئیں ہیں اُن کو خیرا نصراۃ حقیقت واقعی کا مثبت قرار دینا اسرب بدیع قرآن مجید کے برخلاف ہے اگر حقیقت اشیاء اُس کے مطابق پائی جارہے جیسا کہ قرآن مجید میں موافق خیال عرب ارل کے بیان ہوا ہے نہرا مراد اور اگر بغرض معادل اُس کے برخلاف بیان ہو تو بھی کچھ نقصان یا اعتراض قرآن مجید پر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ عرب اول کی زبان میں بولا گیا ہے ہاں جسوقت کہ قرآن مجید یونانی مولویوں اور خیالی فلسفیوں کے ہاتھ آتا ہے اور وہ ہندی کی چندی اور نکات بعدالوقوع نکالنے پر اپنے علم کو اور بے معنی اعتراضات و پھٹ کو ختم کرنے لگتے ہیں اُس وقت قرآن مجید کا حال صائب کے شمر کا سا ہو جاتا ہے جب کہ اُس نے کہا تھا کہ ”عمر مرا بعدرسہ کہ برد“

فرض ہماری یہ ہے کہ قرآن مجید کو مکمل ناکام ایک انسان نصیب نہ عرب اول کے خیال کرکر اُس کے الفاظ کے معنی لگائے جائیں نہ مکمل فلسفہ یونان کے کلام کے۔ و من لم یعتقد بهذا فقد ضل سواد السیول *

ساتریں الفاظ ”اِشْد و اَکْبَر“ قابلِ نظر کے ہیں خدا تعالیٰ موافق خیال عرب اول کے اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرماتا ہے کہ آسمانوں کا اور زمین کا بنانا انسان کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل یا سبب تو ہی حالانکہ خدا کے نزدیک نہ آسمان و زمین کا پیدا کرنا مشکل ہی نہ انسان کا مگر اس مقام پر اُنہی کے خیال کے موافق خدا نے فرمایا کہ جس چیز کی خلقت کو تم ایسا مشکل یا سبب تو جانتے ہو تو خدا کو تمہارا پیدا کرنا یا پھر دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہی اب انصاف سے دیکھا جارہے کہ اس طرز کلم سے اشد کے معنی اربہ یا قاتلہ کے ہوتے کی مانند جسم کے قرار دینے کیسی نا سببی کی بات ہے اور پھر اُس کو ایک مسئلہ مستحکم قرار دینا اور اُس کے برخلاف کہنے والے کو کانر کہنا خود کفر میں گرنا ہی و نہوں باللہ منہا *

بڑی ہوئی اور جب اُسکو مصل کہانی تو ضرور گنبد کی چھت کی طرح
قات لگ کر پڑا گیا ہوگا اور اینٹ پتھر کی جگہ پلور کے پتھر لگائے گئے
ہونگے یا کانچ کے شیشہ کی طرح ڈھالا گیا ہوگا اور کچھ نہیں تو لہجوں
کے کوسٹل بیلنس کی طرح تو ضرور ہوگا مصلح ہیچا و نادانی ہی *

قسم چہارم — میں جو آیتیں بیان ہوئی ہیں اور جنہیں لفظ
سموات کا آیا ہے اُن میں کئی لفظ بھٹ کے قابل ہیں *

اول — لفظ ”سموات“ بھٹ ہے ہی کہ اس لفظ کا ہمیشہ جمع
ہی پر اطلاق ہوتا ہے یا مفرد پر بھی تفسیر کیوں میں لکھا ہے
”و انما قال کانتا رقعا و ام یقل کی رقعا لان السموات لفظ الجمع
والموادۃ الواحد اذال علی البیئس قال الاخفش السموات نوع والارض
نوع و مثله ان الله یسکب السموات والارض ان تزلا“ یعنی اللہ صاحب
نے کہا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو آسمان کے منہ بند تھے یعنی آسمانوں
اور زمین دونوں کے یعنی آسمانوں کو ایک تھا اور زمین کو ایک تھا اور
بند تھے نہیں تھا کہ سب آسمانوں کے جو بہت سے ہیں منہ بند تھے اور
زمین کا منہ بند تھا — اس کا سبب یہ ہے کہ سموات جمع کا
صیغہ ہی لیکن اُس سے ایک بھی مراد لیا جاتا ہے کیونکہ وہ سب
آسمانوں کے ایک طرح کا ہونے پر دلالت کرتا ہے اخفش کا قول ہی کہ
سموات ایک نوع ہی اور زمین ایک نوع اور اسی کی مانند خدا نے
نومایا کہ اللہ تھامتا ہی آسمانوں کو اور زمین کو کہ وہ دونوں ٹل
نجاویں — اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سموات کے لفظ سے سموات
بھی مراد ہوتا ہے اسطرح سے سموات پر بھی جمع کا اطلاق ہوتا ہے
اس لیے کہ اُس کا ہر جزو سموات ہی بقولہ تعالیٰ ثم استوی الی السموات

نسترایہن سبع سموات پس اس قسم میں ہمارے جو آیتیں لکھی ہیں
اُن میں سے بعضی آیتوں کو قسم پنجم میں بھی لکھا ہے اسکا سبب
یہ ہے کہ اُن میں جو لفظ سموات کا آیا ہے اگر اُس سے سموات
بصیغہ مفرد مراد لیا جائے تو وہ آیتیں قسم چہارم میں داخل
رہتی ہیں بلکہ قسم سوم میں شامل ہوسکتی ہیں اور اگر اُس سے
جمع ہی مراد لی جائے تو پھر اُنکا ٹھکانا بیچر قسم پنجم کے اور
نہیں نہیں ہوسکتا *

دویم — لفظ ”خاق“ قابل بھٹ ہے ہوگا ہمارے فقہاء معصیہ
کو سموات اور اُس کے طبقات کو جو سبب وجود کواکب کے یا اور کسی
حد ظاہر کے پیدا ہوئے ہیں سموات کہا اور اصوات کا بھی دہری
نہیں کیا کہ اُس میں کوئی جسم سیال انڈیری ہی یا نہیں تو گویا
ہمارے ہی معدوم کو سموات سموات کہا یا ایسی چیز کو سموات سموات
کہا جس کا کوئی رجوع جسمانی نہیں ہے تو پھر اُس پر خالق کا
اطلاق کیونکر صادق آتا ہے *

مگر یہ تمام خیالات کچھ نہیں بے پیدا ہوتے ہیں سیدھی سمجھ
کا آدمی ان خیالات کی غلطی پھر بھی سمجھ لیتا ہے *

و مرتد اور خدا کے وجود کے بھی منکر پیدا ہوئے اور گنہ گار اور ایک
دن ہم بھی اور ہمارے فقر کے فتویٰ دینے والے بھی گنہ گار بن گئے اور
اپنے اپنے اعمال کیلئے خدا کے سامنے حاضر ہونگے و انی لا اعلم ما یقبل
بی و ما یقبل ہم و لائی ارجو رحمۃ ربی انہ ہوا رحم الراحمین اور
ہاوجود ان سب حوادث کے آسمان اور زمین ویسے ہی ہیں جیسے کہ
تھے تو ضرور کوئی پوچھنے والا پوچھے سکتا ہے اَلَا تَعْلَمُ اَخْد خَلقا
ام السموات مگر اُس سے یہ مراد لینی کہ ہم مٹی کے ہیں اور آسمان
لوہے کا اس تیز ہریں صدی کے سواروں کے سوا جو مکہ معظمہ و مدینہ
منورہ کے بھی فقر کا تحفہ لانے والے کے یار غار ہیں اور کس سے ہوسکتا
ہی وانا اروض اموی و امرکم الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد *

ساتواں لفظ ”امساک“ کا ہے خدا نے نومایا کہ وہی تمام
رکھتا ہے آسمان کو زمین پر گرنے سے کسی صاف اور سیدھی بات ہی
ہم آسمان کو ایک گنبد کی چھت کی مانند دیکھتے ہیں اور یہ بھی
دیکھتے ہیں کہ وہ تھپی ہوئی ہے اور ہم پر گرتی نہیں اسی خیال
کے موافق اگر ایک قلعہ عرب اول کہے کہ کسی صاحب قدرت نے آسمان
کو زمین پر گرنے سے تمام رکھا ہے تو اُس کا یہ کہنا بالکل سچ اور
صحیح ہی یا نہیں اگر صحیح ہی تو خدا کا یہ کہنا بھی کہ ہم نے
آسمان کو زمین پر گرنے سے تمام رکھا ہے صحیح ہی اس قول پر
اپنی طرف سے زیادہ حاشیے لگانے کہ آسمان پر فرشتے رہتے ہیں اس
لیئے ضرور ہی کہ وہ سخت و صاب ہو تاکہ نور ہتے اُسپر ٹک سکیں
اور جبکہ وہ مضطرب و صاب نہ ہوں تو ضرور ہی کہ اُسکا لوہے کے پتروں کا
سا جسم ہو اور جب وہ ایسا ہو تو ضرور ہی کہ بوجھل اور ثقیل
لاہوں اور وہ پدموں پر اُٹھا ہو کہ وہ مصلح لغو اور واهیات بات
ہی اور قرآن مجید کے اسلوب بدیع کے بالکل متضاد ہے *

آٹھواں لفظ ”یٰنا“ کا ہے اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ نومایا ہے
کہ میں نے آسمان کو پیدا کیا بلاشبہ وہی خالق ہی بنا کا لفظ اور
خالق کا دونوں ہم معنی یا ہم مراد ہیں کون اس سے انکار کرسکتا
ہی کہ خدا نے آسمان کو نہیں بنایا بلاشبہ ہمکو دکھائی دیتا ہے کہ
ہمارے ہیئے ایک مصلح ہی جس میں ہزاروں لاکھوں گیاس اور
میگنٹ کی روشنی سے بھی مدد روشنی کے مضایح روشن ہیں وہ
ایسی خوبصورت ہمکو دکھائی دیتی ہیں جیسے کہ پلور کی ہانڈیوں
اور فائوسوں میں میگنٹ کی روشنی ہو رہی ہے پس یہ حال جو
ہمکو آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے اُسکو خدا بٹلاتا ہے کہ میں نے
آسمان کو تمہارے لیئے مصلح بنایا ہے مہیقتوں میری عبادت کو میری
وحدانیت کا اقرار کرو میرے رسول کی تابعداری کرو جو کوئی میرا اور
میرے رسول کا اقرار کرے اُسکو کازر مٹ کر نہ مائو تو جہنم میں
جائے پس خدا کے نام کا تو اسقدر مطالب ہی آئے اُسپر حاشیے لگانے
اور لکھنا کہ جب ہمارا اطلاق ہوا ہے تو ضرور اُسکی بنیاد کو قافی پر

انہو مفسرین نے بھی اس آیت کی تفسیر ہمارے قول کے مطابق کی ہے
صرف اتنا فرق ہی کہ ہم نے سموات کا اطلاق بادلوں پر کیا ہے اور
انہوں نے اس نیاں چھت پر جو ہم کو دکھائی دیتی ہے چنانچہ ہم
اُس کو تفسیر کیلئے سے نقل کرتے ہیں *

قال الامام فی القول الثالث وهو قول ابن عباس و اکثر المفسرين
ان السموات والارض كلتا رتقا بالاسوداد والصلابة فخلق الله السموات والارض
والارض بالثبات والشيء ونظيره قوله تعالى والسموات ذات الارجح والارض
ذات الصدع رجحها هذا الوجه على ما رواه ابو جرة لقوله بعد ذاك وجعلنا
من الماء نل شي حي و ذاك لا يلائق الاوامام تعلق بما تقدم واليك
كذلك الاذا كان المراد ما ذكرنا فان قيل هذا الوجه مروج لان المراد
لا ينزل من السموات بل من سماء واحد وهي سماء الدنيا قلنا انما
اطلق عليه لفظ الجميع لان كل قطعة منها سماء كما يقال ثوب اخلاق
و بومة امشاح وامل ان على هذا تاويل يجوز حمل الربة على الاصباح
يعني امام نظير الدين رازي نے تفسیر کیلئے میں اس آیت کی
تفسیر تیسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ابن عباس کا اور اور یہ ہے سے
مفسرین کا یہ قول ہے کہ آسمان و زمین بسبب سختی اور پختہ
ہونے کے منہ بند تھے پھر منہ کھولا اللہ تعالیٰ نے آسمان کا منہ
بے زر زمین کا ثبات اور درخت ارگائے بے زر اسی کی مانند خدا
کا یہ قول ہی قسم ہی پھرنے والے یا بوسے والے بادل کی اور
ارگائے والی پھاڑ والی زمین کی اور اس وجہ کو تمام وجوہوں پر
توجیہ دی ہے خدا تعالیٰ کے اس قول کی دلیل ہے جو اسی کے بعد
ہی کہ کیا ہم نے جو چیز کو پانی سے زندہ اور اس آیت کا پہلی آیت
سے جب ہی جو ملتا ہے جبکہ پہلی آیت کو پانی سے کچھ تعلق
ہو اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ وجہ ضعیف ہے اسلیئے کہ منہ
آسمانوں سے نہیں آتا بلکہ ایک آسمان سے جو دنیا کا آسمان ہی
اور تو تھا تو اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ دنیا کے آسمان پر جمع
کا صیغہ اسلیئے بولا گیا ہے کہ اسکا ہر ایک ٹکڑا آسمان ہی
جسمان کہ عرب بولتے ہیں ثوب اخلاق اور بومة امشاح اب یہ بات
بھی جانتی چاہیئے کہ اس تاویل پر جایز ہی کہ روئے کے لفظ کے
معنی آنکھوں سے دیکھنے کے تھے چاروں *

قسم پنجم میں جو آیتیں لکھی ہیں انکے الفاظ و معانی کی تشریح
انہی کے ساتھ ہی پس اب کوئی لفظ آیات کوئی میں مہربی دانستہ
میں ایسا نہیں رہا جیسا کہ ہر اک ہو *

اب میں اپنے اس آرگن کو ختم کرتا ہوں اور پھر کبھی فرصہ
میں انشاء اللہ تعالیٰ نسبت احادیث کے جو اس باب میں ہیں
بھٹ کیچاڑی و اللہ المستعان *

رائس
سید احمد

اول تو یہ کہہ کر عدم غیر مطلق ہی نہایت غلطی ہی عدم
محض نہ کیلئے موجود تھا اور نہ کبھی موجود ہوگا ایسی چیز جو
کبھی موجود ہی نہیں ہوسکتی اُسکی نسبت یہ کہہ کر مطلق ہی یا
غیر مطلق محض نادانی ہی پائی رہا عدم ممکن جسکو عدم الہی سے
تعبیر کیا جاتا ہے یہ موجود بھی ہوتا ہے اور جب موجود ہو
تو وہ بلاشبہ مطلق ہی پس جو حقیقت آسمان کی ہم نے بیان کی
اُس پر معدوم غیر موجود ہونے کا اطلاق نہیں ہوسکتا بلکہ معدوم
الجسم کہہ سکتے ہیں اور شی مطلق کے ایسے یا جس پر مطلق
ہونے کا اطلاق ہوتا ہے اُس کا مجسم ہونا ضرور نہیں ہی خدا
تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خلق الموت والحیات حالانکہ موت اور حیات
کوئی شی جسمانی نہیں ہی پھر فرمایا ہے کہ خلق اللیل والنہار و
وجمل الظلمات والنور حالانکہ رات ظلمت یعنی عدم النور کا نام ہی اور لیل
و نہار یعنی رات دن اور نور و ظلمت دو نو جسمانی نہیں ہیں پس
خلق کا لفظ نسبت سموات کے ہمارے قلم کے معانی نہیں ہی *

استرا اور خلق دونوں کی مراد واحد ہی قول الامام فی تفسیرہ ثم
استوى الى السموات كذاية من ايجاد السموات والارض يعني استرا کے لفظ
سے آسمان اور زمین کا پیدا کرنا مراد ہی *

تیسرا لفظ ”رتق و رتق“ قابل بھٹ ہے ہم نے اسی آیت کے
ساتھ شاعری اللہ صاحب اور شاعر عبدالقادر صاحب کا ترجمہ معہ تفسیر
کے لکھ دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں لفظ ہمارے قلم کے
معانی نہیں — ہمارے نزدیک تو اس مقام پر سموات بادلوں سے مراد
ہی جن پر بسبب کثرت و تعدد کے جمع کا صیغہ بولا گیا ہے اور
بڑی تائید اس کی اس بات سے ہر تہی کہ اسی آیت میں خدا
فرماتا ہے وجعلنا من الماء نل شي حي اور صدرات اس آیت کی
ہر شخص وہ پیشہ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے بادل آتے ہیں اور گورے
رہتے ہیں اور نہیں بوسے پھر اللہ تعالیٰ اُن کا منہ کھولتا ہے
اُن سے منہ بوسے زمین خشک ہو جاتی ہے کوہی نہیں رہتی
کچھ اُٹانے کے قابل نہیں رہتی اللہ تعالیٰ اُس کا منہ کھولتا ہے
سب چیز اُس میں سے پیدا کرتا ہے اور یہ سب باتیں ہمیشہ تمام
ارگ دیکھتے رہتے ہیں بعض امام اسلام نے یہود کی تقلید سے یہ
خیال کیا تھا کہ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ آسمان و زمین اُس
میں چمٹے ہوئے تھے جسے بدن پر کھانسی خدا نے زمین کی کھانسی
کیلئے جو آسمان بنا دیا مگر یہ صرف یہودیوں کا قصہ ہی اُسی کی
تائید سے اُن علماء نے قراں کی ہے تفسیر کی ہی جن لوگوں کو خدا
نے مضطرب کیا وہ آسمان و زمین کی پیداکی سے وقت کہاں تھے
جو وہ دیکھتے کہ آسمان زمین سے بدن کی کھانسی کی مانند چمٹا ہوا
تھا یا نہیں *

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انستٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۱]

۱۵ شعبان سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نوی

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِطْلَاع

بخشیت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرٹی
منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کرٹی مقصود اس
پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیامت اخبار یا
زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے منایب فرماتا ہو تو سید احمد
خان صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجنا چاہئے غرضکہ
تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آنہی سے کی جاوے کیونکہ یہ
پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے
تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے
اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق
ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار افسار و دیار اس میں
مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ
مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو فطرت ارحام
مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برعکس
ہیں وہ بھی سائے جارہیں *

إِطْلَاع

تشریح قیمت و مصرف مبالغ

تہذیب الاخلاق

جستدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خوارہ بطور قیمت
وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہرگا بلکہ اس پرچہ کے
اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا *

میں دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ
روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس
پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور مدبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار
ہے کہ اگر چاہیں تو اُس کسی کو بھی بطور مدبر اپنے ساتھ شریک
کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ
سالانہ دینا ہوگا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ
متفقہ مضامین ہوگا چھپا کر دنیا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ
قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ
تعلق نہرگا *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو نی پرچہ
چراغ آئے مہم اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مقدمہ نمبر ۱۸۹

دافع البہتان

جناب حضرت سیدالہاج مولانا مرادی حاجی علی بخش خاں صاحب بہادر سب آرڈینٹ جج گورنمنٹ نے ایک کتاب مسمیٰ یہ تائید الاسلام تھریز فرمائی ہے جس میں مجھے پرہیز ہے اتہام کیلئے ہیں اگرچہ میں ایسی باتوں کی نسبت کچھ پورا نہیں کرتا مگر بہت سے دوست بچد ہیں کہ جن عقائد کو جناب سیدالہاج نے اتہاماً تمہاری طرف منسوب کیا ہے انکی نسبت بلا بصرف و استدلال صرف اتنا لکھ دو کہ حقیقت میں وہ تمہارا عقیدہ ہی یا تم پر اتہام ہی پس میں انکے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ مجہورہ موجودہ اسلام مضطرب یعنی میرے نزدیک قطعاً باطل ہے، یہ بعض اتہام ہی میرا یہ عقیدہ نہیں ہے میں ایک مقام پر جہاں یہ بصرف کی ہے کہ مذاہب مختلفہ میں کونسا مذہب سچ ہو سکتا ہے اور بعد ایک ایسی تقریر کے بیان کیا ہے کہ مذہب اسلام کے سوا اور کوئی مذہب سچ نہیں ہو سکتا رہا میں نے لکھا ہے کہ اسلام سے میری مراد یہ مجہورہ احکام نہیں ہے کیونکہ اسی میں احکام منصوصہ اور اجتہادات اور قیاسیات سب شامل ہیں جنہیں خدا کا احتمال ہی اس مقام پر میری مراد مذہب اسلام سے صرف احکام منصوصہ ہیں پس یہ کہنا کہ مضطرب کے نزدیک مجہورہ موجودہ اسلام قطعاً باطل ہے کیا غلط اور نکتہ ہوا اتہام ہی *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ مجہورہ اسلام مضطرب یعنی میرے نزدیک خلاف مرضی الہی ہے *

نمود بالذات من هذه الكلمات کبرت کلمة تخرج من افواههم ان يقولون الاذنبا — میرے نزدیک کوئی مذہب سواے مذہب اسلام کے مطابق مرضی الہی کے نہیں ہے *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ احکام معاد پر اعتقاد لانا اور صحیح جاننا مضطرب کے نزدیک مانع ترقی ہے *

لعنہ خدا کی ہو اس پر جس نے یہ لکھا ہو اور جس کا یہ اعتقاد ہو میں نے یہ لکھا ہے کہ جب اس سچے مذہب (یعنی اسلام) میں بھی انحرافات اور بد تمہیات ملتی ہیں تو وہ نہ ساری انسان کی ترقی کا حارج ہو جاتا ہے کیا یہ لفظ اور کیا وہ عقیدہ جو سیدالہاج نے میری نسبت لکھا ہے جس وقت انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے شاید خود انکے احکام معاد پر یقین نہ تھا کیونکہ اگر یقین ہوتا تو وہ ضرور خیال فرماتے کہ مولانا یہی

ہی خدا کے سامنے جانا ہے میں کیونکر ایک شخص پر ایسا اتہام دروں *

جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا ہے کہ معجزات انبیاء کے اعتبار سے مجرد نبی کے قول پر یقین لانا مضطرب کے نزدیک باطل ہے *

اس عبارت کا مطلب شاید مصنف ہی سمجھیں تو سمجھیں اور کوئی تو سمجھے نہیں سکتا مگر صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ جناب سیدالہاج میرے آرٹیکل کا جو مطلب سمجھے ہیں وہ غلط ہے۔ میں نے اس آرٹیکل میں صرف صرف عقل ثابت کیا ہے *

جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا ہے کہ ایجاد شریعت مضطرب کے یعنی میرے نزدیک ضرور ہے *

لعنہ اللہ علی قایلہ و علی معتقدہ میرے اعتقاد میں شریعت حقہ معصومہ خاتم شریعت ہے جیسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوت ہیں *

جناب سیدالہاج نے ایک فقرہ میں پانچ اتہام میری نسبت کیئے ہیں — ایک اتباع — سوا اعظم و اتفاق جمہور مضطرب کے نزدیک باطل ہے — دوم — کسی عالم کے قول کا اعتبار نہیں نہ سند لانی چاہیئے — سوم — مسلمات مذہبی سے انکار کرنا نہ بدعت ہے نہ فقرہ — چہارم — تفلید ائمہ اربع کی ظاہر و ضلال ہے — پنجم — فقہ و حدیث پر اعتماد لانا بیجا ہے *

یہ سب کچھ جو لکھا ہے سب غلط ہے اور تمام تر مضامین کو

تہذیب کیا ہے فریق للذین یکتبون الکتاب بایدم ثم یقولون هذا من

عند اللہ وہ لکھ کر جو آزادی رائے ہے اور جسکی تہذیب جناب

سیدالہاج نے فرمائی ہے اس کا مطلب سمجھنے کو ابھی مدت

چاہیئے پس اس قدر لکھنا کافی ہے کہ جناب سیدالہاج کا یہ اعتقاد

غلط ہے وہ مطلب نہیں سمجھے یا دانستہ تہذیب کی ہے *

جناب سیدالہاج نے پھر ایک فقرہ میں دو اتہام کیئے ہیں —

ایک جو مسئلہ شریعت تہذیب مضطرب کے خلاف ہو باطل

ہے — دوم — خصوصاً کثرت ازدواج — سوم — و استرقاق *

یہ اور دوسرا امر معض بہتان ہے میرے عقیدہ میں کوئی

مسئلہ شرعی تہذیب کے خلاف ہے ہی نہیں اور جس تعدد ازدواج کی

نسبت شرح میں اجازت ہے وہ عین تہذیب ہے اور شہرت رانی کے لئے

شرح کو ٹٹی پٹا بہانہ کی مانند ہوتا ہے *

تیسرا امر البتہ کیونکہ صحیح ہے یہ تو انٹر ملٹ متقدمین

ہی تسلیم کرتے ہیں کہ آیت کریمہ فاما منا بعد و اما فاما استرقاق

مگر جناب سید الحاج یہ نہیں سمجھے کہ جسقدر ٹیک مادہوں اور حسناات ہیں وہ نیچر یعنی طاعت اللہ کے برخلاف ہوں ہی نہیں کیا جناب سید الحاج مادہات خلاف طاعت کو حسن سمجھتے ہیں !!!

وہ میرا قول نقل کرتے ہیں کہ مذہب خدا کا قول اور طاعت خدا کا نمل ہی دونوں ایک ہیں *

کیا جناب سید الحاج کو اس میں شک ہی کیا اُن کے نزدیک خدا کتنا کچھہ ہی اور کتنا کچھہ ہی !!!

جناب سید الحاج میرا قول نقل کرتے ہیں کہ طریقہ لیاں و اذل و حرب و اخلاق و عادات ایسی اختیار کرنی چاہیئیں جس سے تہذیب یافتہ قوموں کی نظر میں حقارت نہ ہو *

کیا جناب سید الحاج کی خواہش اسکے برخلاف ہی کیا اپنی قوم کو تمام تہذیب یافتہ قوموں کے سامنے حقیر و ذلیل رکھنا چاہتے ہیں کیا اُنکی مرضی ہی کہ مسلمان ہمیشہ ذلیل رہوں اور ترویج یافتہ قوموں کی نگاہ میں اُنکی کچھہ قدر و عزت نہر !!!

جناب سید الحاج صوری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ میں ترقی قومی کو دیگر حسناات پر ترجیح دیتا ہوں، دل و جانم فدائے اہل الزام جناب سید الحاج باد بلا شبہ میرا یہ عقیدہ ہی یہی مذہب ہی اور یہی قول ہی اور خدا اسی قول پر میرا خاتمہ کرے کہ بعد اداے نواہض کے کوئی عبادت قومی پہلائی میں کوشش کرتے سے بہتر نہیں ہی اللہم احیاء علیہ و امتنا علیہ آمین ہاں البتہ خود غرض نفس کے بندے قومی پہلائی میں کوشش کرنا کو بیفائدہ سمجھتے ہیں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے توہین حرمین شریفین کی ہی اور اُسکے ثبوت پر میرا یہ قول نقل کیا ہی کہ خراجہ سوا روضہ مطہرہ رسالت مآب صائم ہو اور خانہ کعبہ پر متمہیں کیئے ہیں اور یہ ہیہ کے پھرئے مسلمان آجکے باعث انتقاد جانتے ہیں *

ظاہرین انصاف کوینکہ کہ اس فقرے سے توہین حرمین شریفین استنباط کرنا جناب سید الحاج کے علم و اجتہاد اور دیانت اور دینداری کا کیسا بڑا ثبوت ہی کیا یہ استنباط دیدہ و دانستہ اہتمام نہیں ہی مسلمانوں میں کواجہ سرائے کا رواج اسلام کو داغ لگانے والا ہی کونکہ سرائے مسلمانوں کے اور کسی قوم میں یہ رواج نہیں ہی ہر جو نمل کہ حرام و ممنوع شرعی ہی اُسکے مرتکب ہوتے ہیں اور پھر اُنہی لوگوں کو حفاظت روضہ مطہرہ اور خانہ کعبہ پر متمہیں کرتے

ممنوع ہی مگر وہ علامہ اُس کو مذہب مانتے ہیں میں منسوخ نہیں جانتا *

جناب سید الحاج ایک دھوکہ کی مہارت میں ملوثی نسبت واعظین و صوفیہ و علماء مدرسین پر سب و شتم کرتا لکھتے ہیں * یہ گول گول مہارت جس میں کل واعظین و صوفیہ و علماء داخل ہوں سید الحاج کو لکھنی مناسب نہ تھی جن مکار واعظین و صوفیہ اور علامہ بدنام کن ٹیکرنامی چند کی نسبت میں نے لکھا ہی اُنکی نسبت سب لکھتے آئے ہیں مولانا رزم کی مذہبی دیکھو امام غزالی کی احیاء العلوم پڑھو *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے احکام معاد مثل جنس و نار و صراط و میزان و سرور و حشر اجساد وغیرہ و مذاب قبر وغیرہ جو محسوسات نہیں ہیں باطل ٹھہراتے ہیں *

یہ محض اہتمام ہی میں نے ایک حرف بھی اب تک اُن کی نسبت نہیں کہا تہذیب جنس و وعید جہنم پر اور بعد اہل اہلوت پر میں اعتقاد رکھتا ہوں باقی رہی ان کی کیفیات وہ ہر شخص مرائق اپنے مذاق کے بیان کرتا آیا ہی چنانچہ امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم ان باتوں سے بھر ہی *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ صرف نواہض پر عمل کرنا وہ بھی نیچر کے موافق ہوں کا ہی ٹھہرایا ہی *

اگرچہ اس میں بھی تبدیلی کی ہی مگر بلاشبہ میرا اعتقاد ہی کہ جسقدر کہ نواہض مذہب اسلام میں ہیں وہ طاعت اللہ یعنی نیچر کے مطابق ہیں اور بلاشبہ صرف نواہض کا ادا کرنا اور گناہوں سے بچنا ہشمت میں جانے کو کافی ہی *

جناب سید الحاج نے ارقام فرمایا ہی کہ جو عبادت خلاف نیچر ہو اُس کی میں نے باطل ٹھہرایا ہی *

اس میں بھی تعریف کی ہی کیونکہ میں نے کہا ہی کہ زہد و ریاضات کو صرف راتوں کو جاگنے اور ذکر و شغل کرنے اور نفل پڑھنے اور نفل روزہ رکھنے میں منحصر سمجھنا (قطع نظر اس کے کہ اُن کا ایسا کرنا اور حد اعتدال سے گزر جانا قانون قدرت کے برخلاف ہی مقصرہ خارج ہی یا نہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عبادت سہی) مگر اُس کے سوا اور نیک باتوں کو عبادت نہ سمجھنا جو اُن سے زیادہ مفید ہوں بڑی غلطی ہی — کچھ یہ مضمون اور کچھ یہ اہتمام جو جناب سید الحاج نے بایں دینی دینداری سمجھ کر کیا ہی *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ جسقدر عادات و حسناات خلاف نیچر ہوں اُن کو میں نے باطل ٹھہرایا ہی *

جو لڑائی میں قید ہوئی توہیں نکاح کیا تھا جس طرح کہ جناب سید الحاج ائمہ اہل بیت پر تہمت لگاتا چاہتے ہیں اُس طرح بھیہر نکاح بطور لونثی کے نہیکو تصرف میں نہیں لائے سنی صرف اس مطلب سے کہ حضرت عمو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا حق ہونا دشمنوں پر ثابت ہو ائمہ اہل بیت پر لونثیوں کے تصرف کی تہمت لگاتے ہیں ورنہ وہ ازدواج مطہرات منکرہ اہل بیت علیہم السلام تہیں صحابہ و تابعین کی نسبت بھی کوئی کاذب ثبوت اسبات کا نہیں ہے کہ قیدی مردوں کو بطور لونثیوں کے بلا نکاح انہوں نے تصرف کیا ہو اور کچھ شیعہ نہیں کہ آیہ کریمہ اما منا بعد و اماذداد اخوالایہ ہی جو اساری کے حق میں قائل ہوئی اور جس سے غلامی مندرم ہوگئی پس جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو اُس کی نسبت یہ کہنا کہ انبیاء و صحابہ و اہل بیت پر سب و شتم لازم کیا ہی کیسا اہتمام ہی *

جب سلطنت سلامین کے ہاتھ آئی یہو مقتیوں کو اور قاضیوں کو کیا کر تھا آیات اما منا بعد و اما ذداد اور ملا درپنازہ کے قاضی بن گئے قلع نظر اس کے بعد عزرات و انقراض زمانہ خلافت خمسہ حنفی کونسی لڑائی جہاد جائز خالصاً لاء واسلے اعلام کلمات اللہ کے تھا جس کی بندی کو جناب قاضی و مفتی نے حلال کردیا تھا اور جس طرح کہ مکہ معظمہ میں لونثی و غلام بیچے جاتے ہیں یہ کونسی شرع کی رد سے جائز ہیں شریعت مہمدیہ کی رد سے تو یقینی حرام ہیں *

ہاں ایک الزام میوے اور تھیک ہی کہ میں نے برخلاف جہور مسئلہ استرقاق کا بیان کیا ہی مگر جب میں دل سے یقین کرتا ہوں کہ خدا اور کتاب اللہ اور محمد رسول اللہ صلعم تینوں میرے ساتھ ہیں اور یہ میرا یقین کامل اور نہایت پختہ ہی تو مجھکو اس اختلاف سے کچھ گڑ نہیں ہی بفرس معال اگر میری صحیحہ نے غلطی بھی ہو تو یہی اس اختلاف کا کچھ مضائقہ نہیں ہی کیونکہ مجھکو کامل یقین ہی کہ مددوی استرقاق منصرس قرانی ہی اور میں مرضی خدا و رسول کی پس ممکن ہی کہ جناب سید الحاج یا اور مسلمان کہیں کہ میں غلطی پر ہوں الا ان امور کے سبب کانز کہنا اور سب و شتم انبیاء و صحابہ و ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا اہتمام کرنا کچھ دیانت کی بات نہیں ہی یہ بھی یاد رکھ کہ میری تحقیق میں غلامی کسی شریعت کا حکم شرعی نہ تھا تندہر و لا تقل ما لیس لک یہ علم *

جناب سید الحاج میرا قول نقل کرتے ہیں کہ احکام نیچر (یعنی نظارت اللہ) کوئی نہیں تروٹے کہ اگر یہو اُس پر تفریع فرماتے ہیں کہ معہذا احکام حشر و نشر و نفا اہل تہریتے *

ہیں اور ان ہیٹے کے پھوٹوں کو رسول خدا صلعم سے بھی شرم نہیں آتی کہ آنحضرت کے حکم کے برخلاف کام کرتے ہیں اور پھر اُنہی کو روضہ مبارک کے سامنے لیجھاتے ہیں اور حیات النبی کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں اگر غیرت اور خدا و رسول سے شرم ہوتی تو چپٹی پھر ہانی میں قرب مرتے مگر اُس سے بھی زیادہ تعجب ہمکو یہ ہی کہ ہمارے مندرم پیش رہ بشارت صحیحہ سیدالحاج جناب مولانا مای بخش خانصاحب بہادر سب آرڈینٹ جج گورکھپور اعظمی قاضی انصاف شریعت انگریز فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین میں خراجہ سرائوں کی تعیناتی کو برا جاننا توہیں حرمین شریفین ہی سبھان اللہ و بھمدہ سبھان اللہ و بھمدہ !!!

جناب سیدالحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے تعلیم دینیات کی جو مروج ہی غیر مفید ٹھہرائی ہی اور اُس کی دلیل میں میرا یہ قول نقل کیا ہی کہ ” زمانہ حال میں دینیات کی تعلیم بھی مسلمانوں میں مفید عاریقہ پر نہیں ہی اور کوئی عام مفید مروج نہیں ہی “ *

اے مسلمانوں انصاف کرو کہ میوے اس قول کا یہ مطلب ہی جو جناب سیدالحاج نے نکلا ہی کیا اُنکا ایسا لکھنا اہتمام نہیں ہی اور کیا دیدہ و دانستہ انہوں نے یہ غلط نہیں لکھا ہی کچھ عاریقہ تعلیم کو غیر مفید کہنا اور کچھ تعلیم دینیات کو غیر مفید کہنا *

جناب سیدالحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے جو تمہید غلامی کے آرٹیکل میں لکھی ہی اُس سے سب و شتم انبیاء سابقین اور لاحقین اور صحابہ و اہل بیت و امام احمد مرحومہ کی لازم آتی ہی *

یہ قول اُنکا محض غلط ہی قول نزول امتناع کسی نعل کے اُس فعل کے مرتکبین کو گنہگار اور مرتکب نعل حرام کا جاننا صرف جناب سیدالحاج کا عقیدہ ہی ایک زمانہ میں حقیقی ہوں سے نکاح منع تھا اور بعض نئی انبیاء سابقین میں سے اسکے مرتکب ہوئے اسطرح حقیقی در بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا منع نہ تھا متعدد انبیاء اُس نعل کے مرتکب ہوئے شراب کی حرمیت جب تک ٹھہری تھی تمام انبیاء سابقین اور اکثر صحابہ اُس کے مرتکب ہوئے پس اب اگر کوئی شخص یہ بیان کرے کہ ہوں سے نکاح کرنا حرام ہی وہ بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں لانا حرام ہی شراب پینے حرام ہی تو وہ کیا انبیاء سابقین اور صحابہ کرام پر سب و شتم کرتا ہی *

جو کچھ میں نے نسبت غلامی کے لکھا ہی اول میری تحقیق دریافت کرتی چاہیٹ تھی سوا یہ عقیدہ نہیں ہی کہ کسی نبی نے انبیاء سابقین سے اور لاحقین سے جناب خاتم الانبیاء تک کسی صورت پر بھیہر نکاح کے تصرف کیا ہو ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے اُن مردوں سے

اعتراض کرتا اور کہا عالموں کی تفسیر کو غلط بتانا یا جھٹکنا کہ
ہیئت جدیدہ کی تردید کسی کتاب میں نہیں ہے *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے ایڈیٹس و اسٹیل
کو پیغمبر ٹھہرایا ہے *

مگر مجھے سے پہلے نودوسی و انوری و سعدی کو لوگ پیغمبر
ٹھہرا گئے ہیں اگر میں نے اسٹیل و ایڈیٹس کو پیغمبر ٹھہرایا تو کچھ
گناہ نہیں کیا *

ہاں شاید جناب سید الحاج اس^۱ لکھنے خفا ہوئے ہونگے کہ میں نے
جناب ممدوح کو پیغمبر کیوں نہیں ٹھہرایا خیر معاف فرمائیے! لکھنے
کہ میں جناب ممدوح کا مرتبہ اُس سے بھی زیادہ سمجھتا ہوں وہ تو
پیغمبران سخن تھے الا میں جناب سید الحاج کو خداے بہتان و اتہام
جانتا ہوں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے بمقابلہ تفسیلات
جدیدہ کے قرآن و حدیث کو پیکار قرار دیا ہے اور ادلہ ثلاثہ شریعہ کا
بطال بیان کیا ہے *

لَمَّا لَمْ يَلِكْ عَلَى قَائِلِهِ وَ لَمْ يَمُتْهُ دَمِي مِنْ يَنْسَبِ هَذَا قَوْلُ إِلَى
مَنْ لَمْ يَمُتْهُ دَمِي لَمْ يَمُتْهُ دَمِي لَمْ يَمُتْهُ دَمِي لَمْ يَمُتْهُ دَمِي لَمْ يَمُتْهُ دَمِي
اتہامات سے اور کیا نتیجہ جناب سید الحاج نے اس میں سمجھا
ہے *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم الانبیاء صلعم
کو ٹیچرل است ٹھہرایا ہے *

میں تو یہ لفظ نہیں کہا اور اگر جناب سید الحاج نے بنظر
تہقیر یہ لفظ جناب خاتم المرسلین کی نسبت ارقام فرمایا ہے تو
اُس کا مظاہرہ خود جناب سید الحاج کی گردن پر دیکھا کیونکہ
سید الحاج کے ہم مشرب علماء کے تئوں سے پہلے ہی یہ ٹیپ
ہو چکا ہے کہ نبی کی نسبت کلمہ تہقیر کا بلا قصد نقل کرنا بھی
کفر ہی پس اسے کلمہ کا ایجاد کر کے کہنا بطریق اولیٰ کفر ہوگا *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے اعتراض فلسفیانہ
قرآن شریف پر کیئے ہیں اور اُس پر میرے بیان کو بطور دلیل کے لائے
ہیں کہ ہیئت جدیدہ کی تردید کسی کتاب میں نہیں ہے اور جو
تفسیر عالموں نے مٹھنے سے انسان کے پیدا کرنے کی لکھی ہے وہ نہ
تشریح سے غلط معلوم ہوتی ہے *

اگر انصاف و دیانت دیکھا میں باقی ہے تو جناب سید الحاج
مُتبع البہتان کے اتہام کو خیال کیا جارہے کہ کچھ قرآن مجید پر

مگر میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ جناب یہ میرا
مطلب نہیں ہے حضور نے تصدیاً یا غلطی فرمائی ہے حشر و نشر
و فنا خود نیچر و فطرت اللہ میں داخل ہے اور جب وہ ہوگا میں
نیچر ہوگا انوس میں کہ جناب کو نہ قرآن کے لفظ فطرت اللہ کی
تفہیق ہے اور نہ انگریزی لفظ نیچر کی مگر قلم پکڑ کر جو دل میں
آتا ہے انگریس تحریر فرما دیجئے ہیں *

جناب سید الحاج مجھے پر اتہام فرماتے ہیں کہ میں نل احادیث
کی صحت کا انکار کرتا ہوں *

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العالی العظیم یہ بعض غلط اتہام میری
نسبت ہے میں خود بیسویں حدیثوں سے جو میرے نزدیک روایتاً
و درایتاً صحیح ہوتی ہیں استدلال کرتا ہوں *

جناب حضرت سید الحاج میری نسبت اتہام فرماتے ہیں کہ
قواعد صرف و نحو و معنی و بیان و اصول کے موافق معنی قرآن
و حدیث کے لکھنے جایز نہیں *

بعض کذب و اتہام ہے اور لفظ ”جایز نہیں“ ایک عجیب
لفظ ہے یہو حال میں نے اُس سے زیادہ نہیں کہا ہے جو شاہ ولی اللہ
صاحب نے تفسیر نوزالکبیر میں لکھا ہے — بلا شبہ معنی قرآن کے
موافق معارضہ عرب اول کے لکھنے چاہیئیں جس زبان و معارضہ میں
قرآن مجید نازل ہوا ہے *

جناب سید الحاج مجھے پر یہ اتہام کرتے ہیں کہ اگر ملزم
جدیدہ میں مذہب اسلام خال انداز ہو تو مذہب اسلام کا چھوڑ دینا
لازم ٹھہرایا ہے *

سپہان اللہ کیا داد سخن نہ می دی ہے جناب یہ مطالب نہیں
ہے بلکہ یہ مطالب ہے کہ مذہب اسلام ایسا پختہ ہے کہ کتنے ہی
ملزم جدیدہ کیوں نہ پڑے جاویں الا مذہب اسلام سے بد اعتقادی نہیں
ہوسکتی ہاں ایسے لجز اصول مذہب کے جیسے کہ جناب سید
الحاج نے اختیار فرمائے ہیں اور جن میں کے بڑے در اصول بہتان
قرآن اور اتہام لگانا اور کلمہ گزوں کو کافر کہنا ہے اُن کا چھوڑنا تو
میں لازم ٹھہراتا ہوں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے اعتراض فلسفیانہ
قرآن شریف پر کیئے ہیں اور اُس پر میرے بیان کو بطور دلیل کے لائے
ہیں کہ ہیئت جدیدہ کی تردید کسی کتاب میں نہیں ہے اور جو
تفسیر عالموں نے مٹھنے سے انسان کے پیدا کرنے کی لکھی ہے وہ نہ
تشریح سے غلط معلوم ہوتی ہے *

اگر انصاف و دیانت دیکھا میں باقی ہے تو جناب سید الحاج
مُتبع البہتان کے اتہام کو خیال کیا جارہے کہ کچھ قرآن مجید پر

یہ تھریو جناب سید الحاج کی اقامت مہر ہی جبکہ وہ
دیدہ و دانستہ اہتمام کرنے پر مستعد ہیں تو اس کا علاج کیا ہی
بلاشبہ میری دانست میں جہاد جبراً مسلمان کرنے کے لئے نہیں ہی
بلکہ صرف اعلام کلمۃ اللہ کے لیئے ہی جیسا کہ مہری تھریو سے ظاہر
ہی *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اسلام صرف
اسی قدر کا نام ہی کہ خدا کو ماننا اور بندوں کے ساتھ براہِ برکت
اس پر میرا یہ قول سند لئے ہیں کہ ”سچے مذہب اسلام کا مسئلہ یہ
ہی کہ خدا کو ایک جاننا اور انسان کو اپنا بھائی سمجھنا“ تب
صاحب تمیز خود غور کریں کہ جناب سید الحاج نے لفظ ”اسی قدر“
کا نام ہی ”اپنی طرف سے بڑھا کر اور میرے مطلب کو تحریف کرکے
کیا عمدہ داد دینداری دی ہی *

گر مسلمان ہی میں اس کے راعض دارد

و اے کو ہر پس امروز برد فردائی

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اہل سنہ
رفیوہ جو فرقہ اسلام کے ہیں سب باطل ہیں صرف ملت نیچرہ حق
ہی *

میں چاہتا ہوں کہ جناب سید الحاج اگر ہم درو ملکر کہیں کہ
المصلیٰ علی الکذبین اور ہمارے اور اُنکے دوست پکار کر کہیں بیش
داد — معلوم نہیں کہ جناب سید الحاج نے ایسی لغو اور بیوردہ باتوں
سے کیا فائدہ سمجھا ہی *

جناب سید الحاج لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک جو مسئلہ شرعیہ
خلاف عقل و معانی نیچر ہو وہ باطل ہی *

معلوم نہیں کہ جناب سید الحاج اُنکی راہ کیوں چلتے ہیں یہ
کیوں نہیں فرماتے کہ میرے عقیدہ میں کوئی مسئلہ شریعت حقہ
مستحکم علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا خلاف عقل و خلاف نصارت
اللہ یعنی نیچر کے نہیں ہی *

تو ہم نہ رسی پکڑے اے امرابی

کیں رہ نہ تو میری بترکستان اسدا

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث صحیح کو اپنے
خلاف دیکھ کر باطل سمجھا ہی اور شیطنیت سیکھنے کا کفارہ
ابورہیرہ پر کیا ہی *

جو حدیث ضعیف یا مرسلہ کہ جناب سید الحاج کے نزدیک
صحیح ہو یہ کچھ ضرور نہیں کہ سب ارک اسکو صحیح سمجھیں
جناب سید الحاج کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہوگی میرے نزدیک
نہیں ہی اور شیطنیت سیکھنے کی نسبت کا جناب حضرت ابورہیرہ

نورہ و اولاد لہا مکان الذی کا
قانا امید حق و ان اللہ مولانا
وانامہنہ فاعلم اذا ماقلت انسانا
فقد تعجب بانسان قد اعطاک برہانا
فمن حقاً و من خفاً تکن باللہ رحماً
وعد خلقہ مدۃ تکن روحاً و ریحاناً
قامعیناً ما یدور بعیننا و اعطانا
نصار الامر مقسوماً یا یاء و ایانا
فاحذرا الذی یدری بقلبی حیث احبانا
و کنا فیہ ائواناً و ازماناً و اعیاناً
ولیس یدایم فینا و لکن ذاک احبانا

اندرس ہی کہ جناب سید الحاج کو ان مضامین پر غور کرنے کو
ایک مدت درکار تھی مگر اُنہوں نے بے سوچے سمجھے جو چاہا
لکھ دیا۔ ولاتلف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد تل ارلک
کان مدۃ مسرکاً *

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ میں نے لکھا ہی کہ شیعہ
دوسرے خدا کے وجود کا زایل نہیں ہو سکتا *

اس کا مطلب کیا ہی ابرا یہ مطلب ہی کہ میں معتقد دوسرے
خدا کا ہوں تو میں لعنت بھیجتا ہوں مشرک پر اور در اور تین یا
اُس سے زیادہ خدا ماننے والے پر اور اگر یہ مطلب تھو تو جناب سید
الحاج کا تحریف کرکے صواب بیان کرنا ایک قسم کا اہتمام ہی — جو
تذریب نہ مینے اُس مقام پر بیٹا کی ہی اُس پر ایک شیعہ وارد
کیا ہی اور لکھا ہی کہ ہم ایسے شہادت پر شرماء مکلف نہیں ہیں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے لکھا ہی کہ
اعتقادات جو خلاف نیچر ہوں باطل ہیں اور عملیات معینہ نقہا
باطل ہیں *

جناب سید الحاج آپ اُس آرٹیکل کا جو معینہ فلسفیانہ بمقابلہ
ایڈیٹس لکھا ہی مطلب نہیں سمجھے جو کچھ آپ نے لکھا ہی سب
قسط ہی یہ اُس کا مطلب نہیں ہی *

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مللہ مذہب
اسلام کے دوسرے مذاہب ہی سچے ہو سکتے ہیں *

میں نہیں جانتا کہ یہ مطلب جناب سید الحاج نے کہاں سے استنباط
فرمایا ہی میرا تو یہ مذہب ہی کہ مذہب اسلام ہی سچا مذہب
ہی اور در مذہب سچا ہوگا وہ اسلام ہی ہوگا *

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ جہاد سے میری مراد اُس قسم
کی لڑائی ہی جیسی مثلاً جرمن اور فرانسیسیوں میں ہوئی تھی نہ واسطہ
قائم ہونے دین اور اعلام کلمۃ اللہ کے *

صاحب نے بیجا قرار دیا ہی اور عرب اول کے معارضہ کو خلاف قاعدہ مقررہ نحو قرآن مجید میں تسلیم کیا ہی اور اُسیکو صحیح مانا ہی مگر مجتہد شعبہ ہی کہ جناب سیدالہاج مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی مسلمان جانتے ہیں یا نہیں کیونکہ اہل ہندویوں اُنکی بھی تکذیب کرتے ہیں *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے اصول و فروع اسلام سے اپنے اختلاف کا اقرار کیا ہی *

یہ الفاظ تو جناب سیدالہاج کے دل کے بظرافات ہیں مگر بلاشبہ اس زمانہ میں جو مسائل مسلمانوں میں رائج ہیں اُن میں سے چند مسائل سے مجتہد اختلاف ہی اسلیئے کہ میری دانستہ میں وہ مسائل خلاف شرع ہیں اصول و فروع سے اختلاف ہونا جو جناب سیدالہاج تحریر فرماتے ہیں یہ محض اہتمام ہی *

اب میں اُن چند عقیدوں کا ذکر کرتا ہوں جو جناب سیدالہاج مولوی علی بخش خاں صاحب نے اپنی طرف سے گھڑ کر لکھے ہیں اور اہتماماً میری طرف منسوب کیئے ہیں *

عقیدہ اول

جناب سیدالہاج نے اس عقیدہ کو میری طرف منسوب کیا ہی اور لکھا ہی کہ میں نے ایک مادہ اور ایک ذات باری دو چیزوں کو ازلی ٹہرایا ہی اور لکھا ہی کہ تقدم ذات باری کا مادہ وجود عالم پر نہیں ہی اور پھر لکھا ہی کہ ذات باری خالق مادہ اصلی عالم کی نہیں ہی اور نہ اُس کے فنا پر قادر ہی *

ان میں سے ایک بھی میرا عقیدہ نہیں ہی اور نہ میں نے کہیں یہ باتیں بیان کی ہیں جو انہوں نے لکھی ہیں محض بہتان اور انڈوا ہی *

ذات اور صفات باری کی نسبت تین مذہب مسلمانوں میں قدیم سے چلے آتے ہیں — ایک یہ کہ صفات باری میں ذات ہیں — دوسرے یہ کہ غیر ذات ہیں — تیسرے یہ کہ نہ ہیں نہ غیر ہیں — میں مذہب اول کو صحیح سمجھتا ہوں اور اسبققدس میں نے بیان کیا ہی اور اس سے زیادہ جہد بیان ہی وہ سب انتہا اور بہتان ہی اور نہ وہ میرے الفاظ ہیں جو جناب سیدالہاج نے لکھے ہیں *

عقیدہ دوم

جناب سیدالہاج اس عقیدہ کو میری طرف منسوب فرماتے ہیں کہ ذات باری علت تامہ وجود ہو ہی کی نہیں ہی ذات باری تعالیٰ کو خالق کل فی کما حقیقت میں فلما ہوجازیکما کو مجازاً صحیح ٹہرے *

کی طرف جناب سیدالہاج نے مجھے پر اہتمام کیا ہی خود کیا ہی مجھے پر لکھا ہی میں تو اس حدیث ہی کو صحیح نہیں سمجھتا جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا تھا کہ حضرت ابوہریرہ نے عمل آیت الکوسی کا عیضات سے سیکھا (نمود باللہ منہا) اُسپر میں نے لکھا کہ جناب مولوی علی بخش خان صاحب یہاں سب آرٹیکل جمع کر رکھیں بٹے اپنے رسالہ شہاب ثاقب صفحہ ۲۲ میں لکھا ہی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیطان کے شاگرد ہوئے اور عمل ایضات کوسی کا اُس سے سیکھا اس عبارت کے بعد میں نے لفظ نمود باللہ منہا کا بھی لکھا ہی جس سے ظاہر ہی کہ میں قول جناب سیدالہاج کو غلط جانتا ہوں اُس پر جناب سیدالہاج نے مجھے پر یہ اہتمام کیا ہی کہ میں نے شیطان سے کذابہ ابوہریرہ پر کیا ہی اندوس ہی کہ جناب سیدالہاج کو ایسی باتیں لکھنے میں کچھ لغات بھی نہیں ہوتا *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا یہ بیان ہی کہ مادہ عالم منجملہ صفات باری ہی لہذا وہ میں ذات ہی اور اُسکا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہی درنہ اپنی ذات کا خود خالق ہوگا اور فنا ہونا مادہ عالم کا بھی ممکن ہی اور عالم پر تقدم ذات باری کو نہیں ہی اور ذات باری مادی ہی *

کیا مجتہد سمجھے جناب سیدالہاج کی ہی اور کیا عہدہ مقدمات اس میں ترتیب دیئے ہیں کہ شیخ اکبر کی روح خورش ہوگئی ہوگی پھر جو کچھ لکھا ہی محض غلط لکھا ہی جناب بلاشبہ صفات باری اُسکی میں ذات ہیں مگر یہ مسئلہ آپ کی سمجھ سے باہر ہی اس میں آپ کیوں دخل فرماتے ہیں الا اسقدر آپکو معلوم کرنا چاہیئے کہ جو کچھ آپ سمجھے ہیں وہ سب غلط ہی اور جو الفاظ آہنے نے ارقام فرمائے ہیں وہ میرے نہیں ہیں یہ سب آپ کے دل کے بتائے ہوئے الفاظ ہیں ابھی تو آپ حاجی ہی ہوئے ہیں مگر جب منصور کے رتبہ پر پہنچائیئے گا جب میرے اُن فقروں کے معنی سمجھائیگی جو میں صفات ذات کی معنی میں لکھے ہیں *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا بیان ہی کہ نکات بلاغ و اشارۃ النص ودلالة النص باطل ہیں *

فلما ہی میرا یہ قول نہیں ہی بلاشبہ میری سمجھ ہی کہ قرآن مجید کے معنی اُسی طرح پر لینے چاہیئیں جس طرح اعراب عرب سمجھے تھے اور جنکی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا ہی یہی مشرب شاہ ولی اللہ صاحب کا ہی جہسا کہ انہوں نے تفسیر نورالکبیر میں لکھا ہی یہاں تک کہ جو باتیں قواعد نحو مقررہ سیدرہ و فراء کے خلاف تھیں سمجھ میں ہیں اُن کی تاویل کو بھی شاہ ولی اللہ

یہہ بالکل اتمام معض ہی قانون نمائندگی نہیں ٹرٹنا کیونکہ جو کچھ خدا کرتا ہی وہی قانون نمائندگی ہے *
نیچر ایک انگریزی لفظ ہی اور وہ توہم توہم مرادف ہی لفظ نمائندگی اور قانون قدرت کے ابھی یہ مدت چاہیئے کہ جناب سید الحاج ان لفظوں کے معنی سمجھیں *
عقیدۃ ہشتم

میڈی ایک تقریر کا جناب سید الحاج نے یہہ نتیجہ لکھا ہے کہ دوسرا علت الہل کسی دوسرے عالم کا متعلق عقلی نہیں ہے * اس میں یہی جناب سید الحاج نے تعریف کی ہے اور مطلب کہ اُلٹا بیان کیا ہے میں نے بیان کیا ہے کہ مذہب اسلام کا عقیدہ یہہ ہے ”کہ وہ ہستی جس کو ہم اللہ کہتے ہیں واحد فی الذات ہے یعنی مثل اُس کے دوسری ہستی نہیں اور اُس کے ثبوت میں ایک تقریر کی ہے اور ایجاد عالم سے اُس پر استدلال کیا ہے اور یہہ تسلیم کیا ہے کہ اس تقریر پر وہ شعبہ جو ابن نمونہ کا ایک مشہور شعبہ ہے اور جس کے حل کرنے میں بڑے بڑے علما عاجز رہے ہیں وارد ہوتا ہے مگر وہ ایک خیالی اور وہمی شعبہ ہے اور یقین دلانے کو کافی نہیں اور مذہب اسلام میں ایسی باتوں پر تکلیف نہیں ہے کجا یہہ تقریر اور کجا وہ اتمام جو جناب سید الحاج نے کیا ہے ایسے لفظوں سے جو نیک دل سے نہیں نکل سکتے *

عقیدۃ ہشتم

اس عقیدہ میں میڈی نسبت متعدد اتمام خلاصہ ملانے کے اُنہوں نے جمع کیئے ہیں اس کیلئے ہم قرآنہ قولہ درکے اُس کی تفصیل کریں گے *
”قرآنہ“ - ”وای عقل کے کوئی رہنما نہیں ہے شک عقل رہنما ہی اور اسلام اور کفر میں جو تمیز کرنے والی ہے وہ یہی عقل ہے جناب سید الحاج نے اس کتاب میں عقل سے کام نہیں لیا اسی واسطے غلطی میں پڑے اور اگر دیدہ و دانستہ اتمام کیا ہے تو یہی عقل سے کام نہیں لیا *
”قرآنہ“ - حسن و قبح تمام اشیاء اور احکام کا معیار ہی نہ شرعی —

متقدمین اہل اسلام کے اس کی نسبت دو مذہب ہیں — ایک یہہ کہ حسن و قبح تمام چیزوں کا معیار ہی — دوسرے یہہ کہ شرعی ہی میزے نزدیک بل شعبہ پہل مذہب صحیح ہے *

”قرآنہ“ - لہذا ہرچند قانون قدرت کے یعنی نیچر کے پشت اُنہوں کی ضرورت نہیں ہے — غالباً یہہ عقیدہ اور یہہ سمجھہ خود جناب سید الحاج کی ہوگی نہ میڈا یہہ عقیدہ ہی نہ میں نے یہہ کہا بلکہ پشت اختیار نیچر کی رو سے ضروری ہے *

جناب سید الحاج نے سمجھہ پر یہہ سب اقرا اور بہتان کیا ہے میڈا یہہ عقیدہ نہیں ہے میں نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ ذات باری تمام کائنات کی علت الہل ہے *

عقیدۃ سوم

جناب سید الحاج نے اتماماً میڈا یہہ عقیدہ ڈھرایا ہے کہ مادہ عالم کا قیامت کے روز فنا ہو جانا مستحکماً بالذات ہوگا ر کل من علیہا فان صحیح نہ ہوگا *

جناب سید الحاج نے معض اتمام کیا ہے میڈا یہہ عقیدہ نہیں ہے میں نے لکھا ہے کہ اگر تمام موجودات کے مواضع نوعیہ یا شخصیہ معدوم ہو جائیں تو جو کچھ باقی رہیگا وہ نا قابل عدم ہوگا و قد دل اللہ تبارک و تعالیٰ کل من علیہا فان و یبقی وجہہ ربک ذوالجلال والاکرام اس قول کی حقیقت جناب سید الحاج نہیں سمجھے اُن کو شیخ اکبر کی کتابیں پڑھنی چاہیئیں اور مسئلہ وحدت وجود کو سمجھنا چاہیئے جب سید اکبر کے قول کو سمجھیں گے *

عقیدۃ چہارم

یہہ جناب سید الحاج نے اس عقیدہ کا میڈی نسبت اتمام کیا ہے کہ ذات باری مادی ہے یا یوں کہو کہ مادہ اور غیر مادہ سے مرکب ہے یا مصل مادہ کا ہے *

انہوں نے کہ جناب سید الحاج کو بہتان پڑ بہتان لگانے میں کچھ لحاظ نہیں ہوتا میڈا یہہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ ایسا اعتقاد رتوئے رائے کو میں کانر سمجھتا ہوں *

عقیدۃ پنجم

یہہ شعبہ میں ذات اور صفات باری کی عینیت کا قائل ہوں مگر اس عقیدہ میں جناب سید الحاج نے یہہ نتیجہ اپنی وارث سے نکالا ہے کہ یہہ کہنا غلط ہوگا کہ مفہوم صفات کا باہم متمیز اور متغایر ہے اور اس صورت میں حقیقت عام و قدرت وغیرہ متحدہ الحقیقت ہونگے مگر یہہ سمجھہ خود اُن کی ہے میڈی نہیں وہ مسئلہ عینیت ذات و صفات کو سمجھے ہی نہیں اس کا علاج یہہ ہے کہ کسی سے سیکھیں فاسکلو اہل الذکر انکمتم لا تعلمون *

عقیدۃ ششم

جناب سید الحاج نے بغیر سچے سمجھے ان الفاظ سے میڈا یہہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ ذات باری کو قانون نمائندگی کے توڑنے یا تبدیل اور تغیر کرنے پر اختیار نہیں ہے بلکہ مستحکماً بالذات ہوگا ہے *

نظارت کے ٹوٹنے والے ہیں حالانکہ وہ قانونِ نظارت کے پورا کرنے والے ہیں۔ اور یہ بھی غلطی کی ہی جو یہ لکھا ہے کہ اگر معجزات انبیاء مان لیئے جاویں تو تمام عقلیات کے خلاف اقرار کرنا پڑتا ہے حالانکہ یہ معض غلط ہے *

قرآن، لامعاہلہ انبیاء کو اسقدر سمجھنا چاہیئے کہ وہ نیچرل اسف حکیم تھے بلکہ سب سے زیادہ متعدد رسول اللہ صائم نیچرل فیض کے جاری کرنے والے تھے اور اسی ہونا اسی واسطے تھا کہ سوائے نیچر کے اور کسی طرح کا میل نہوتے پائے۔ معلوم نہیں جناب سید الحاج نے الفاظ نیچر اور نیچرل اسف کس ارادے سے لکھے ہیں اگر ان الفاظ سے ان کا ارادہ انبیاء کی شان میں اور جناب رسول خدا صائم کی شان میں کچھ حقارت کرنے کا ہے تو اُس کے معجزہ اور گدگدہ خود جناب سید الحاج ہیں میں اُس سے بڑی ہوں انبیاء کو میں نیچرل اسف حکیم نہیں کہتا مگر بیشک وہ اُس فیض کے جاری کرنے والے ہیں جسکا ذکر خدا نے نورایا ہی فطرت اللہ الٰہی نظرالناس

ملیہا۔ میں تو پیغمبر میں اور نیچرل اسف حکیم میں ایسا فرق سمجھتا ہوں جیسا کہ راعی اور غلام میں میرے اعتقاد میں غلطی انبیاء کی دیگر انسانوں سے ایک نوع جدا گانہ ہے بشر صرف اُس کی جنس ہے اور صاحبِ الوہی ہونا اُسکی فصل ہے اور یہ ایک ملک ہے جو خلقت انبیاء میں پیدا کیا ہے پس جس طرح کہ حیوان اور انسان میں قاطع فصل ہے اسی طرح انسان اور انبیاء میں ذوالوہی ہونا فصل ہے نما قال اللہ تعالیٰ یسایا نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام انا بشار ملکک یرحی الی انما الہکم اللہ واحد پس ایسے شخص کی نسبت (جسکا اعتقاد نسبت انبیاء وہ ہے جو جناب سید الحاج کے وہم و گمان میں بھی نگہرا ہوگا اور غالباً اب بھی جناب ممدوح اس نکتہ کو نہ سمجھینگے کیونکہ اس نکتہ کے سمجھنے کو قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روشتی ملنی چاہیئے جب سمجھ میں آتا ہے) کیسا بہتان اور کتنا بڑا اتہام ہے بلاشبہ رسول خدا صائم کے اُسی ہونے میں بڑی حکمت ہے یہی تھی کہ خاص ذات باری کا فیض پہنچے نہ اور کسی کا مگر اس فیض کا اطف تا نبی نہ دانی *

عقیدۃ کا دھم

اس عقیدہ میں بھی میری نسبت کسیقدر اتہام ہے تعریف مراد جناب سید الحاج نے ارقام نورانیہ میں جنکو میں بیان کرتا ہوں *

قرآن، ملائکہ سے مراد قرآنے انسانی ہیں۔ میرا یہ قول ہے کہ ملک کے لفظ کا قرآنے انسانی پر بھی اطلاق ہوا ہے اور میں نے کسی ایسے وجود کا جو علوۃ انسان کے ہو اور ملک کا اطلاق جسپر کیا جارہے انکار نہیں کیا ہے *

قرآن، لاہوں نیچرل اسف موجود ہیں اور وہ خود پیغمبر ہیں۔ میرا تو یہ عقیدہ نہیں ہے شاید جناب سید الحاج اُن کو پیغمبر جانتے رہتے *

قرآن، لندن کے پیغمبروں میں ایڈیسن اور اسٹیل تھے، جس طرح کہ کسی شخص کامل کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ خدا ہے۔ سخن ہی یا پیغمبر سخن ہی جیسے کہ اس شعر میں ہے۔

در نظم سے کس پیوہر اللہ

نردوسی و انوری و سعدی

اسی طرح ایک مقام پر میں نے اسٹیل اور ایڈیسن کو لندن کے پیغمبر کہا ہے مگر جو کہ جناب سید الحاج عقل کو دھما نہیں سمجھتے اس لیئے وہ سمجھ گئے کہ وہ سچ سچ کے پیغمبر ہیں جو خدا کی طرف سے مذہب لاتے ہیں یا دانستہ اتہام کیا ہے *

قرآن، اس صورت میں ختم ہونا ثبوت کا قبی آخوالزمانہ پر صحیح نہ تھا *

یہ عقیدہ کفریہ میرا تو نہیں ہے کیونکہ میں تو تقلید موجودہ کو بھی شرک نہی الثبوت سمجھتا ہوں مگر غالباً جناب سید الحاج کا یہ عقیدہ ہوگا کیونکہ وہ تقلید موجودہ یعنی شرک نہی الثبوت کو جائز سمجھتے ہیں فرضکہ جو امر میری نسبت جناب سید الحاج نے متذہب کیا ہے میں تو کہتا ہوں لعنہ اللہ علی قاریہ و معتقدہ امید ہے کہ جناب سید الحاج فرماویں کہ بیش یاد *

عقیدۃ قرآن

اس عقیدہ کے اتہامات کو بھی ہم قرآن قرآن کر کے بیان کریں گے *

قرآن، قانونِ نظارت یعنی نیچر کے خلاف کوئی امر ظہور میں آنا ممکن نہیں ہے لہذا معجزات انبیاء پر یقین لانا صحیح نہ تھا۔ یہ قول جناب سید الحاج کا معض غلط ہے جو شخص کہ نظارت اللہ اور قانونِ قدرت اور نیچر کے معنی ہی نہ جانتا ہو اُس کو دخل در معقولات کیا ضرور ہے جناب سید الحاج نے خود اپنی غلطی سے سمجھ لیا ہے کہ معجزات انبیاء خلافِ فطرت اللہ یا خلافِ نیچر ہیں حالانکہ کوئی معجزہ کسی نبی کا خلافِ نیچر اور خلافِ فطرت اللہ نہیں ہے صرف ثبوت اُس کے وقوع کا درکار ہے اور جب ثبوت ہو کہ نالی امر واقع ہوا تو بلاشبہ اُس پر یقین کیا جاویگا اور یہ بھی یقین کیا جاویگا کہ فطرت اللہ یعنی نیچر کے مطابق ہے گو کہ اُس کی ماہیت ہماری سمجھ میں نہ آوے کیونکہ ہزاروں کام نیچر کے ایسے ہیں جنکی ماہیت ہماری سمجھ سے باہر ہے سید الحاج صاحب نے یہی غلطی کی ہے جو یہ لکھا ہے کہ سب باتیں یعنی معجزات انبیاء قانون

جناب سید الحاج جو چاہیں اُس کا نام رکھیں اُنہی دیکھ کر منہ
چوڑے سے کسی دوسرے کا نقصان نہیں ہے *

عقیدۃ دوازہم

اس عقیدہ میں جناب سید الحاج نے تین باتیں میزبانی کی ہیں
کہی ہیں ایک یہ کہ توریث اور انجیل پر مضبوط اعتقاد ہے۔ اس
لفظوں کے معنی میں نہیں سمجھا اگر یہ مطلب ہے کہ جیسا قرآن
مجید میں اُن پر اعتقاد رکھنے کا حکم ہے ایسا اعتقاد ہی تو یہ
صحیح ہے اور اگر کوئی اور معنی اُنہوں نے قرار دیئے ہیں تو غلط ہے۔
دوسری تعریف لفظی اُن میں نہیں ہوئی۔ ہاں یہ سچ ہے
میں تعریف لفظی کا قائل نہیں بلکہ تعریف معنوی کا قائل ہوں
مگر معتمد اسمعیل بخاری بھی تعریف لفظی کا قائل نہیں۔ تیسری
اور وہ سب صحیح اور درست ہے۔ اگر اس سے یہ مطلب ہے
کہ بنائیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب صحیح اور درست ہے تو
جناب سید الحاج کا یہ اتہام ہے اور اگر اور کچھ مطلب ہو تو
میں سمجھا نہیں *

عقیدۃ سیزدہم

اس عقیدہ میں معتمد اور محمد دوزخ کو بیان کر کر میرا یہ عقیدہ
لکھا ہے کہ یہ سب چیزیں اپنی حقیقت پر مہرور نہیں ہیں۔
جناب سید الحاج کے نزدیک اگر حرر کی یہی حقیقت ہے جیسے ایک
غریب ضرورت وقتی اور غلامان کی یہ حقیقت ہے جیسے ایک غریب ضرورت
اور تدا تو تر بلا شبہ میں کہتا ہوں کہ اس حقیقت پر وہ مہرور
نہیں ہیں اور اگر اور کوئی حقیقت ہو تو اُس کو جناب سید الحاج
نے بیان نہیں کیا میرا اعتقاد معتمد جنس کی نسبت اور علیٰ
و محمد جنس کی نسبت ہے۔ یہ کہ لامیں رأت ولا اذن سمعت ولا خطا
علی قلب بشر *

قرآن ' عام عقیدہ کے خلاف کوئی حکم معاد قابل تسلیم نہیں ہے۔
اس قول میں بھی اُٹھ رہا ہے۔ ہیں میرے نزدیک کسی حکم معاد
کی صحت پر امتناع عقلی نہیں ہے *

عقیدۃ چہارم

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ خدا
اپنے جو فعل کا مختار ہے مسئلہ میں العیبر والاختیار کا غلط ہے۔
اس مطلب کو بھی ہمارے بیان کیا ہے بیشک میرے نزدیک بین العیبر
والاختیار تو کوئی چیز نہیں ہے بلکہ انسان اپنی جبلت اور لغت
میں مجبور اور اپنی قدرت میں مختار ہے خدا کرے کہ ان باتوں کا
مطلب جناب سید الحاج سمجھ لیں *

قرآن ' شیطان کا وجود نہیں۔ میں شیطان کے وجود کا قائل ہوں
مگر انسان ہی میں وہ موجود ہے خارج عن الانسان نہیں اگرچہ میرا
ارادہ ہے کہ میں اس عقیدہ سے رجوع کروں کیونکہ اس زمانہ میں
یہ ہے شیطان مجسم دکھائی دیتے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ اور
اکابر بھی وجود شیطان خارج عن الانسان کے منکر ہیں مولانا روم
فرماتے ہیں۔

نفس شیطان ہم ز اصل واحدی

بود آدم را حسود و ساجدے

عقیدۃ یازدہم

اس عقیدہ میں معتمد خلط مہکت کیا ہے اور ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ گویا تصدأ اوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا چاہا ہے مگر ہم
اُن کے قیوں کو نقل کرتے ہیں *

قرآن ' بغیر لحاظ اصول تفسیر اور بدو اعتبار اقوال جہود
مفسرین و ہاں نزول قرآن کے معنی اپنی رائے سے کہنے جائز ہیں۔
جناب سید الحاج کا یہ قول تمام اتہام ہے اور اصلی مطلب کو
تحریر کیا ہے اصل تفسیر کو میں انسانوں کے بنائے ہوئے قاعدہ
سمجھتا ہوں خدا کی طرف سے وہ قاعدے نہیں اُترے اقوال مفسرین
اور ہاں نزول آیات کی جنکی سندیں موجود ہیں وہ معتبر ہیں
جنکی سندیں نہیں ہیں وہ معتبر نہیں ہیں پس یہ سیدھی بات ہے
جو کہ جناب سید الحاج نے تحریر کیا ہے *

قرآن ' اور قرآن کے معنی جو قدر نیچر اور فلسفہ کے خلاف ہوں
اُس کو خواہ مضمرہ نیچر اور فلسفہ کے اقوال سے ملا دینا چاہیئے۔
یہ ایسی تقریر ہے جیسے ایک جلا ہوا کسی شخص کی اچھی بات
کو یہی بڑا کر کے دیکھاتا ہے فلسفہ قدیم تو ایک لغز چیز ہے اُس کے
مطابق تو قرآن کاہیکو ہرنے لگا مگر نظرات اللہ بیشک نہایت مدد
اور مستحکم چیز ہے اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ نہ قرآن اُس کے
برخلاف ہے اور نہ وہ قرآن کے برخلاف مگر جناب سید الحاج نے
جسے نئے لفظوں میں اُس کو بد صورت کر کے دکھایا ہے *

قرآن ' مقدم تو واسطہ یقین لانے کے قول فلاسفہ یورپی کا ہے اُس کے
موانع جو آیت قرآن کی نہر وہ جس طرح ہوسکے مطابق گردینی
چاہیئے۔ یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی کسیکا منہ چوائے اور
یہ نہ سمجھے کہ چوڑے والے ہی کا منہ تھڑا ہوتا ہے واقعہ اور
حقیقت وہ ہے جو قابل تقدم ہے اور قرآن مجید کا اُس سے
مخالف ہونا محال ہے ہی اور اُسی کی تعلیق کرنا ہمارا واروقہ ہے

عقیدۃ سیدالہاج

جناب سیدالہاج نے جو تعریفات اس عقیدہ میں کی ہیں وہ حسب تفصیل ذیل ہیں *

قرآنہ ' کوئی مسئلہ خرمیہ قابل قبول نہیں ہے جو نیچر کے مطابق اور علوم جدیدہ عقلیہ کے موافق نہ ہو — یہاں بھی جناب سیدالہاج نے الٹی راۓ اختیار کی ہے میرا یہ قول ہے کہ کوئی مسئلہ خرمی نیچر یعنی نظریۃ اللہ کے برخلاف نہیں ہے اور علوم حقہ اور اسلام میں اختلاف نہیں ہے *

قرآنہ ' بشیر و نبی کے جو کچھ رسول خدا صلعم اپنی راے سے فرماتے تھے وہ بھی قابل اتباع نہیں — اس عقیدہ میں ایسی تعریف کی ہے کہ زمین کو آسمان اور آسمان کو زمین بنادیا ہے میرا یہ عقیدہ ہے کہ احکام دین کے جو کچھ کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا یا کیا وہ سب وحی سے فرمایا اور وحی سے کیا اور وہ سب راجع الی اتباع ہے اور نسبت امور دنیا کے خود رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ انتم امام ہمارے دنیائے اس سے زیادہ اور کوئی میرا عقیدہ نہیں *

استرقاق یعنی غلامی کا جو ذکر جناب سیدالہاج نے کیا ہے اس کا ابطال کر تو وحی منزل سے اللہ کتاب اللہ میں موجود ہے *

عقیدۃ نورالہاج

اس عقیدہ میں جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا ہے کہ عزرائل اور جہاد سے مراد یہ ہے کہ ایک قوم دوسری قوم سے قتال کرے جیسے کہ مثلاً جرمن اور فرانسیسیوں میں لڑائی ہوئی — یہ عقیدہ صریح عقیدہ کی نسبت جناب سیدالہاج کی غلط اور بالکل غلط اور سوگند اہتمام ہے تمام عزرائل صرف اعلان کلمۃ اللہ کے لیئے ہوئے تھے نہ لڑائیوں اور لڑائیوں کی لالچ سے جسکے اثبات کے درپے جناب سیدالہاج رہ رہے ہیں *

عقیدۃ یسقط

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سیدت ہشامی اور ابن اسحق وغیرہ سب راہبیت اور اہل لیلی اور مہابہارت کے برابر ہیں — بلاشبہ میں ان کتابوں کو نہایت غیر معتبر جانتا ہوں ہزاروں روایتیں غلط اور بے سند ان میں مندرج ہیں اور کچھ روایتیں صحیح بھی ہیں *

عقیدۃ ہسمت و یکم

جناب سیدالہاج نے میرا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ جس قدر کتاب حدیث و تفسیر و فقہ و اصول فی زمانہا ہوا جتنی جاتی ہیں

عقیدۃ پانزدہم

کوئی حدیث قابل یقین نہیں ہے لہذا عمل کرنا کسی حدیث پر یا سنت نبوی قرار دینا غلط ہے — اس عقیدہ میں تعریف اور اہتمام و تکرار کو دخل دیا ہے کوئی حدیث قابل یقین نہیں اس کی جگہ یہ کہنا چاہیئے کہ خبر احاد مفید طے ہی مفید یقین نہیں اور پچھلا فقرہ بالکل اہتمام ہی میں عمل احادیث پر بلاط مراتب آئے ہیں ثبوت کے لازم سمجھتا ہوں *

عقیدۃ شانزدہم

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا عقیدہ ہے کہ اجماع اسے یا اتباع جمہور مسلمین کا یا سند لانی کسی عالم کے قول سے بیجا ہے اجماع قابل حجت نہیں — اس عقیدہ میں بھی سچائی و تبدیلی کیا ہے میں کہنا چاہیئے کہ اجماع اسے یا اتباع جمہور مسلمین یا اجماع جسکی سند قرآن مجید اور حکم پیغمبر صلعم سے ہو قابل حجت نہیں اگرچہ کوئی مسئلہ غیر منصوصہ ایسا نہیں ہے جسپر اجماع اسے یا اتفاق مسلمین یا اجماع ہوا ہو بلکہ تمام مسائل غیر منصوصہ مختلف نتیجہ ہوں *

عقیدۃ ہفتم

اس عقیدہ میں بھی جناب سیدالہاج نے اپنی معمولی کارسازی کی ہے جیسے کہ تفصیل ذیل سے ظاہر ہوتی ہے *

قرآنہ ' اصول فقہ و اجتہادیات مجتہدین و قیاسات ائمہ دین و مسئلہ رجم کو صحیح سمجھنا غلط اور ظالم اور ضلالت ہے — میرا یہ قول ہے کہ اصول فقہ علما کے بگاڑے ہوئے قاعدے ہیں منزل من اللہ نہیں اجتہادیات اور قیاسات ائمہ دین کے بھستمل الضما و انصراب ہیں انکا درجہ مثل وحی منزل من اللہ کے نہیں — مسئلہ رجم قرآن مجید میں نہیں ہے اگر ہو تو جناب سیدالہاج ذہالیں بشرطیکہ یکجہوں الکتاب پابندیم ثم یقولون هذا من عند اللہ پر عمل فرمائیں *

قرآنہ ' تقلید کرنا کسی بشر کی فکر اور فکر ہی صحابہ ہوں خواہ اہلبیت رضی اللہ عنہم اجماع خواہ ائمہ اربعہ کسی کی تقلید کرنا چاہیئے — جو الفاظ تشدد کے جناب سیدالہاج نے ارقام فرمائے ہیں یہ سب دل کے بھڑاوات ہیں جو اُمنقہ تے ہیں میرا تو صرف یہ عقیدہ ہے کہ سوائے رسول خدا صلعم کے کسی کی تقلید واجب نہیں ہے اور سوائے رسول خدا صلعم کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسکا قول و فعل دینیات میں بلا دلیل حجت ہو اور جو شخص کسی کو ایسا سمجھے وہ مشرک فی اللہوت ہے *

عقیدۃ ہست و دوم

جناب سید الحاج نے جو خدا کا توحید اس عقیدہ کے بیان کرنے میں کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس عقیدہ کوئی انسان کسی پر کٹر ہو ایسا اہتمام کر سکتا ہے جو اس کے قول میں وہ لکھتا ہوں *

قرآن، جب ملام جدیدہ کے یا انگریزی کے پڑھنے سے معلوم ہو کہ مذہب اسلام میں ضعف پیدا ہوگا تو مذہب اسلام کا ترک کر دینا لازم ہے — میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جس شخص نے یہ بات کہی ہو اور جسکا یہ عقیدہ امتداد ہو اس پر خدا کی لعنت ہو اور اتہام کرنے والے سے خدا مواخذہ کرے جس مواخذہ کے وہ لائق ہے ہزاروں آدمیوں کو یہ خیال ہے کہ انگریزی پڑھنے سے اور ملام جدیدہ سے عقیدہ اسلام میں ضعف آجاتا ہے یا دھریہ اور لامذہب ہو جاتا ہے لیکن کیا کہ اگر مذہب اسلام تمہارے نزدیک کوئی ایسا بردا مذہب ہے کہ ملام جدیدہ پڑھنے سے اس میں ضعف آتا ہے تو اس مذہب کی جو چیز ہو جسکا علاقہ یہ مطلب ہے کہ مذہب اسلام ایسا نہیں ہے مذہب اسلام نہایت سچا ہے اور اس کے اصول نہایت پختہ ہیں نہ انگریزی پڑھنے سے اس میں ضعف آتا ہے نہ ملام جدیدہ پڑھنے سے الہاد پیدا ہوتا ہے مگر جو کہ ہمارے جناب سید الحاج کا دل نظر کی طرف زیادہ مائل ہے اسلیئے انہوں نے اس عمدہ مطلب کو برعکس بیان کیا ہے *

قرآن، کتب دینی کا پورا واسطے قائم رکھنے عقاید کے نہیں چاہیئے — جناب سید الحاج نے بعض غلط کہا ہے اور میرے مطلب کو بالکل بدل دیا ہے میری یہ رائے ہے کہ جو اختلاف کہ مسائل مذہبی اور ملام جدیدہ میں بظاہر معلوم ہوتا ہے اور جسکے سبب لوگ مذہب سے بد عقیدہ ہو جاتے ہیں اس کی حفاظت کے لیئے کتب موجودہ کا ہی نہیں ہلاشیہ علم کلام از سر نو تدوین ہونا چاہیئے جو ملام جدیدہ کے مقابلہ میں بکار آمد ہو *

عقیدۃ ہست و سوم

اس عقیدہ کے بیان میں بھی جناب سید الحاج اپنی کارمائی سے نہیں جو کہ انہوں نے لکھا ہے کہ صرف قرآن کے احکام منصوصہ قابل تسلیم ہو سکتے ہیں بشرطیکہ نیچر اور ملام جدیدہ کے ساتھ مطابق ہوں جو شرط کہ جناب سید الحاج نے لگائی ہے غالباً وہ خود اس کا عقیدہ ہوگا میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ قرآن میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو نظرت اللہ یعنی نیچر اور اس کے کارخانہ قدرت کے برخلاف ہو *

قرآن، ہست میں جانے کے واسطے تہذیب الاخلاق کی لگائی جائے گی — میں تو کسی چیز کو داخل نہیں کہتا مگر توں باتیں

اس سے مراد نساد مذہب اور بد تہذیبی اور خرابی دنیا اور عقی کے کچھ فائدہ نہیں لہذا اُنکی تعلیم قطعاً موقوفی کے لائق ہے — جو کلمات کہ جناب سید الحاج نے اس عقیدہ میں ارقام فرمائے ہیں وہ تو سب اُن کے دل کے پشارات ہیں وہ الفاظ میرے نہیں ہیں ہاں میرے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ علم کلام جو حکمت یونان کے مقابل میں بنایا گیا تھا اس زمانہ میں بعض بیکار ہی اور علماء پر فرض ہے کہ علم کلام کو از سر نو اسطرح پر تدوین کریں کہ وہ عقائد حکمت اور ملام جدیدہ کے جو اس زمانہ میں رائج ہیں بیکار آمد ہو نہ بے تسخیر میں جو بے سند حدیثیں اور بے سند قصے اور کہانیاں لکھدی ہیں اُن میں جوں جوں سی غلط اور موضوع ہیں اُن کی تصحیح ضرور ہے میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث کا پڑھنا صرف عمل کرنے کے لیئے مقصود ہی مگر اس زمانہ میں اُسپر عمل کرنے کے لیئے نہیں پڑھا جاتا کیونکہ سبب اس تقلید کے جسکو میں ضابطہ کہتا ہوں کوئی حکم کیسا ہی صاف اور روشن قرآن و حدیث میں موجود ہو مگر تقلید یہ اُس پر عمل نہیں کرینگے تو پھر اُنکے پڑھنے سے کیا فائدہ ہے بظاہر ملاق میں نہ رکھی گئی کہ سیکہ سیکہ میں رکھی رہی دیکھو دیکھو مسئلہ جو حدیثیں حنفی مذہب کے خلاف بظاہر ہیں میں حنفی اُس پر عمل کرنے کو بدعت یا ضابطہ سمجھتے ہیں اور زبان سے بظاہر کی اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کہتے ہیں پس ہم اُن سے پوچھتے ہیں کہ بظاہر کی جن حدیثوں پر تمہارے یا تمہارے امام صاحب نے عمل نہیں کیا آیا اُن کو امام صاحب نے یا تمہارے کیا سمجھا حدیث رسول اللہ سمجھا یا نہیں اگر حدیث رسول اللہ سمجھا اور پھر عمل نہ کیا تو یہ کیسا ایمان ہے اور اگر اُسکو حدیث رسول اللہ ہی نہیں سمجھا بلکہ اُسکو یوں ہی ایک ضعیف قول سمجھا لیا یا حدیث تو سمجھا مگر ناقابل عمل تو پھر صرف میرا ہی کیا تصور ہے مینے تو سیرت ہشامی کو ہی ضعیف کہا تھا تمہارے امام صاحب نے تو بظاہر کو مطلب دیایا اس اتوال کا مجھو وہ سمجھا لیا ہے پھر اُسکو زبان سے اصح الکتاب کہنا اور حقیقت اپنی رائے کو بظاہر کی حدیثوں پر راجح سمجھنا کسی بیوقوفہ بات ہے اسی لیئے میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن و حدیث عمل کرنے کے لیئے پڑھو اور جو مسئلہ اُس میں ہاڑ اُسپر عمل کر خواہ وہ شانہ کے مطابق ہو خواہ حنفی کے اور اگر عمل کرنے کے لیئے نہیں پڑھتے تو اُن کا پڑھنا بعض بے فائدہ ہے اور میں کچھ شک نہیں کرتا کہ جسکا دل نور ایمان سے مژور ہے وہ یقینی میرے اس قول کو حق سمجھگا *

ہوں میرا قول وہی ہے جو امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے
لأنکفر اهل القبلة میرا قول ہے جو تمام اکابر دین کا ہے کہ
اصل ایمان تصدیق قلبی ہے اور جب تک نہ وہ تصدیق انسان کے
دل میں ہی کوئی نمل اُس کا اُسکو بیٹھ و بین اللہ کانہ نہیں کرتا
دیکھو کہ جناب سیدالہاج ہرادر فقر کا اہتمام کرتے ہیں مگر ہم بدستور
اُن کو مسلمان اور بزرگ اور حاجی اور سیدالہاج سمجھتے ہیں اور
اُن کے کسی نمل سے اُن کو کانہ نہیں کہتے *

تسبیح سجدہ بد و تشقہ کے میں نے کچھ توہیں لکھا ہے زُنا
کی نسبت بد تشقہ بیان حدیث میں تشبیہ بقوم ہر منہم کے یہ لکھا
ہے کہ بعض مالوں نے مشابہت سے مشابہت فی خصوصیات الدین
مردادی ہے مثلاً زنا پر چھٹا یہ صلیب رکھتا ہے ٹیکہ لگانا یا امیاد کفر
کو ہمارے سید اختیار کرتا ہے اُس میں شریک ہوتا — اگرچہ یہ وائیں
تسبیح مددہ معلوم ہوتی ہیں مگر میں اُن کو پسند نہیں کرتا اور
نہ حدیث کی یہ مراد قرار دیتا ہوں اس لئے کہ میرے نزدیک
تعامات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
پر دل سے یقین رکھتا ہے اُس کا کوئی نمل معہ یقین مذکور کے اُس کو
کانہ نہیں کرسکتا پس اگر اُس قول پر جس پر ابو جہل کی نجات
منصوب تھی اُسکو یقین ہے تو ہر کسی قوم کے ساتھ تشابہ کرے
وہ فی خصوصیات الدین و شعائر الکفر کانہا والصابب والامیاد وہ کانہ
نہیں ہوسکتا — کیا ہم دیرالہی دسورہ میں اپنے ہندو دوستوں سے
اور نو روز میں اپنے غلامی دوستوں سے اور بیٹے دن میں اپنے عیسائی
دوستوں سے ملکر اور معاشرت و تمدن کی خوشی حاصل کرکے کانہ
ہوجاویں گے نہوں باللہ منہا *

بد کو سجدہ کرتا سبیل کے آہان کو سجدہ کرتا مدار صاحب کی
چوڑیوں کو پوجتا اولیاء اللہ کی قبروں کو سجدہ کرتا آٹا طواف کرتا سب
برادر ہیں ہزاروں مسلمان یہ بات کرتے ہیں میں تو اُنکر کانہ نہیں
جانتا کیونکہ مسجد میں جب تک اللہ ہونے کا یقین نہ ہو اُسوقت
تک اُن کے سجدہ سے آدمی کانہ نہیں ہوتا ہاں بلاشبہ نہایت سخت
گناہ کبیرہ ہے اور یہی تصدیق ملزمہ محققین کی ہے خدا کرے کہ
ہمارے زمانہ کے جناب سیدالہاج نیک دلی سے ان امور پر غور کریں *

عقیدہ یسیت و پنجسم

جناب سیدالہاج نے اس مقدمہ میں جو اہتمام کیئے ہیں وہ بھی
قرلہ قرلہ کرکے بیان کیئے جاویں گے *

قرلہ ترک دنیا و زعم و سر نفس و شب بیداری و روزہ داری
کثرت نماز نفل وغیرہ اذکار و افعال و وظائف جسقدر کہ معمول اور

پلاشیہ کہتا ہوں — ایمان لانا بلاشبہ فریضہ نجات ہے — بخشش
کے لئے اعمال پر گہمند نہیں چاہیئے خدا کی رحمت پر ہورسا ہے —
سوائے شریک کے سب گناہوں کو خدا معاف کرے گا — غالباً کوئی مسلمان
سرائے جناب سیدالہاج کے ایسا نہرگا جو ان تینوں باتوں پر امتقاد
نہرکھتا ہوگا قال رسول اللہ صلعم من قال لا الہ الا اللہ مستقیماً بہا قلبہ
ندخل الجنة و ان زنی و ان سرق مالی رغم انف ابی ذر *

عقیدہ یسیت و چہارم

اُس عقیدہ میں تو جناب سیدالہاج نے قیامت ہی کر دی ہے
تھوئکہ جہت لکھنے اور اہتمام کرنے کی کوئی حد باقی نہیں رہی نہ
خدا کا خوف کیا ہے نہ رسول سے شرم کی ہے اس لئے ہم اُن کے
اغراض موثر قلم سے لکھتے ہیں اور اُس کے قایل ہو لعنت ہو جیتے جاتے
ہیں تاکہ جو اُس کا مستحق ہو اُس کے اوپر پڑے *

قرآنہ کوئی نمل اگرچہ شعار فقر ہی میں سے کیوں نہ ہو مثلاً —

* انکار کرنا نبوت انبیاء سابقین کا *

لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ *

یا کتب سعادۃ سابقہ کا * یا وجوہ ہلایکہ کا

لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا معاذ اللہ قرآن شریف کا عمدہ بول و ہراز

میں آکر دلا کر دینا یا پھینک دینا *

لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا جلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانا

یا وجوہ قطعیت نص کے

لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا کسی نبی کو معاذ اللہ گالی دینا

لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا پھشت و دوزخ اور قیامت آنے کا منکر ہوجانا

لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا ضروریات دین کا انکار کرنا

لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

کسی آدمی کو کانہ نہیں بلانا

ہاں ہیں میرے یہ اقوال اور کہاں ہیں میری یہ تمثیلیں جو جناب
سیدالہاج نے ————— کو بھی مات کر کر میری نسبت منسوب کیئے

میں جو عام لفظ بیان کیئے ہیں وہ مذہب اور اہتمام ہی میرا ہرگز اعتقاد نہیں
ہی کہ میرا منصفانہ حلال ہی یہ ہے بھی میں نے تو اسے حرمیت منصفانہ
منصوص نہیں ہی صرف ایک خاص آیت کے معنوں میں بھٹک کر
ہی کہ اس خاص آیت میں ظاہر منصفانہ کی حرمیت منصوص نہیں
ہی اس کی ایسی مثال ہی کہ اگر کوئی شخص یہ بات کہے کہ
آیت قریمہ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم فیوالمغضوب
علیہم ولا الضالین میں حرمیت زنا منصوص نہیں اور اس شخص کا
مذہب جناب سیدالہاج یہ قرار دیں کہ اس کے عقیدہ میں زنا کی
حرمیت قرآن میں منصوص نہیں ہی جناب سیدالہاج کو مسلمانوں
پر اہتمام کرنے میں ذرا خدا کا بھی ذکر کرنا چاہیئے *

عقیدہ بسمت و نعم
ایک سے زیادہ ازدواج منع ہیں۔ نعمت اللہ علی قائلہ و علی
معتقدہ *

عقیدہ سی ام
معراج جسمانی ہے اصل ہی صرف خواب میں مسجد اقصیٰ نظر
آگئی تھی دگر ہیج اور شق صدر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی
ہے اصل ہی۔ ضد سے ایک شخص دوسرے کی بات کو پکڑ کر اور
اصلیت چھپا کر دوسرے پھیرا ہے میں بیان کر سکتا ہی اصل اس کی
صرف اتنی ہی کہ نسبت معراج جناب رسول خدا صامہ کے تین مذہب
ہیں۔ اول۔ مذہب حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کا
جو اس بات کے قائل ہیں کہ معراج روحانی تھی نہ جسمانی۔
دوسرا۔ مذہب چند اکابر دین کا ہی اور وہ یہ ہے کہ معراج
بیحد المقدس تک جسمانی تھی اور وہاں سے ملا اعلیٰ تک روحانی۔
تیسرا۔ مذہب عام جو سب میں مشہور ہی کہ تمام معراج
جسمانی تھی مگر یہ رائے ہی کہ جہاں تک اس مسئلہ پر اور
قرآن و حدیث پر غور کیا جاتا ہی تو مذہب حضرت عائشہ
صدیقہ کا ٹھیک اور درست معلوم ہوتا ہی رہی مذہب میں نے اختیار
کیا ہی پس جو شخص اس معاملہ میں جو رائے طائز میری نسبت
کہتا ہی در حقیقت حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کی نسبت
کہتا ہی جنکا وہ مذہب ہی *

شق صدر کی نسبت بھی چند مذہب ہیں بعضوں کا قول ہی کہ
پانچ دفعہ شق صدر واقع ہوا انٹوں کا قول ہی کہ ایک دفعہ ایام
طفریعت میں واقع ہوا۔ پانچویں نے ان روایات ضعیفہ غیر مستویہ کی
پہلو پر یہ استدلال کیا ہی کہ عربی اللہ انحضرت صلعم کو صرع کی
طمانی تھی اور حالت صرع میں جو کیفیت واقع ہوتی تھی اسی کو

نمبر ۱۹۰

راے منصفانہ

جناب سید احمد خان صاحب بہادر جمع خفیہ
بناموس اور جناب حاجی امداد العالی صاحب اور
جناب حاجی علی بخش خان صاحب کی
تصنیفات پر

ان دنوں در کتابیں بخلاف جناب سید احمد خاں صاحب کے
نہ جاتیں سے ایک کے مصنف جناب حاجی امداد العالی صاحب ڈپٹی کمشنر
ملیکانہ اور دوسری کتاب کے مصنف جناب حاجی علی بخش خاں صاحب
بہادر صدر امدور گورنمنٹ ہسپتال میں میڈی نظر سے گذریں ان دونوں کتابوں کے
مصنفوں اور ان کے مراتب کا انشور کو معتقد دیکھ کر اسلام کی ہمت
حالی پر قرار واقعی صبر آ گیا جو کہ ذی لیاقت اس زمانے میں کہلاتے
ہیں جب ان کی عالی فہمی اس درجہ تک ترقی نیلے ہوئے ہی کہ
تمام مخالفین اسلام کو چھڑ کر صرف سید صاحب کی مخالفت میں
ہمہ تن مصروف ہوئے تو اور پیچھے غریب و غریب سے کیا دین اسلام
کی رونق ہو سکتی ہی ہندوستان میں لاکھوں آدمی عیسائی ہو گئے اور
سیکڑوں تصنیفیں اسلام کے بی اصلی اور حضرت پیغمبر اسلام صلعم کے
ایڈل رسالت میں یہاں تک کہ نہ تو ہالہ حضرت صلعم دہم خدا
از مسیح الدجال ٹہرائے گئے اور بے مبالغہ لاکھوں جاہلیں اسی قسم
کی کتابوں کی ہندوستان میں تقسیم اور مشہور ہوئیں جس کیا ضرور
تہ تھا کہ سید احمد خاں صاحب کو کانٹے پٹانے سے پیشتر ان بے شمار
مسلمانوں کو جو عیسائی ہو گئے کانٹے ہونے سے بچاتے اور نہ صرف یہی
بلکہ ان مسلمانوں نے کانٹے ہو کر سیکڑوں سخت اعتراضات دین اسلام اور
حضرت پیغمبر اسلام صلعم اور اکابر اسلام اور مسلمانوں کی الہامی
کتاب مقدس پر کیئے اور اس بیان میں رسالے لکھ اور چھاپے۔ یہ نہ
جنگی تاثیر نے لاکھوں آدمیوں کی نظر میں اسلام کو خفیف اور حقیر
کیا مگر اب تک کوئی رسالہ ان پوزکوں کی تصنیفات میں جو اس
قسم کی نصرانی تصنیفات کے جراب میں ہو میڈی نظر سے نہیں گذرا
سوائے ان رسالوں کے جو سید احمد خاں صاحب بہادر کے بخلاف
تصنیف ہو کر تائید اسلام وغیرہ نام رکھ کر لکھے ہائے اس زمانہ میں
تائید اسلام کا حصہ اسی پر ہی کہ مسلمان کانٹے پٹانے جاؤں نہ
یہ کہ کانٹے مسلمان پٹانے جائیں سید احمد خاں صاحب نے فقر کا
نشان تو یہی ہی کہ وہ لندن تشریف لیگئے اور حاجی صاحب کے
اسلام کی فضیلت یہی کیا کہ ہی کہ وہ کمپہ ذریف تشریف لیگئے تھے
لیکن سید صاحب کے لندن جانے کا حاصل یہ ہوا کہ کئی کتابیں

مؤید اسلام و حمایت اسلام و خطبات احمدیہ وغیرہ درباب تائید اسلام
اس زمانہ کمال ضعف اسلام میں چھپکر شائع ہوئیں اور حاجی صاحب
کے کمپہ ذریف جانے کا حاصل یہ ہوا کہ کئی کتابیں درباب تکفیر
بعض مسلمانان اس زمانہ کمال ضعف اسلام میں چھپکر شائع
ہوئیں *

اب ہم دونوں صاحبوں کے کاموں پر جو غور کرتے ہیں تو معلوم
ہوتا ہی کہ جناب حاجی صاحب اگر کمپہ ذریف تشریف نہ لیجاتے
اور کوئی رسالہ درجہ اب مخالفین اسلام چھپراتے تو یہہ لطف نہ حاصل
ہوتا کہ خود حاجی بنے اور مسلمانوں کو کانٹے پٹایا اور سید صاحب
اگر لندن تشریف نہ لیجاتے اور کوئی رسالہ در باب تکفیر مسلمانان
چھپراتے تو یہہ لطف نہ حاصل ہوتا کہ خود کانٹے پٹے اور کانٹوں کو
مسلمان پٹایا *

اب نکال الہی کے بعد جب ان دونوں صاحبوں کے حالات پر غور کروا
چاہیئے تو معلوم ہوتا ہی کہ حاجی صاحب نے کمپہ ذریف جاکر اپنے
ذمہ کا ایک فرض ادا کیا کہ اگر وہ نہ ادا کرتے تو کوئی انہیں کانٹوں
تہ کہہ سکتا تھا اور سید صاحب نے لندن جاکر اپنے ذمہ کا ایک ایسا
فرض ادا کیا کہ اگر وہ ادا نہ کرتے تو کوئی انہیں مسلمان نہیں کہہ
سکتا تھا کیونکہ جس نے اسلام کی تائید اپنے ذمہ واجب نہ جانی نہ
اسکا حج خدا کے واسطے نہ روزہ نہ نماز نہ زکوٰۃ نہ کوئی اور نیکی
و ان ام قوال نہ باقت رسالت *

پس سید صاحب کی ہزار ہزار قادریوں پر بھی اسلام کی صداقت
انکے اس کام سے ظاہر ہی کہ انہوں نے اپنی طاقت مخالفین اسلام
کو ہمت کرنے میں صرف کی نہ یہ کہ مسلمانوں کو ہمت کرنے
میں — اور حاجی صاحب کے بارجہ ہزار ہزار حج و زیارات کے
اسلام کی بشارت اس کام سے ظاہر ہی کہ انہوں نے اپنی طاقت
مسلمانوں کے ہمت کرنے میں صرف کی نہ یہ کہ مخالفین اسلام
کے ہمت کرنے میں پس سید صاحب کا کرٹ پٹاؤں اُس جہہ و مہمہ
سے بہتر ہی جو ظاہر ہستوں کو معتقد بنانے کے واسطے استعمال کیا
گیا — اور حاجی صاحب کا جہہ و مہمہ اُس کوٹ و پٹاؤں سے بدتر
ہی جو ہم ہستوں کو معتقد بنانے کے واسطے استعمال کیا گیا —
اسلام کے حقوق ادا کرنے میں جناب حاجی صاحب نے پاس تقویٰ پر
قناعت کی — اور کفر کے تقویٰ کو حاصل کرنے میں سید صاحب نے
اساس تقویٰ پر قناعت کی — حاجی صاحب نے باوجود جہہ و مہمہ
امور دین میں جس بات کو سب سے ضرور جانا وہ دین اسلام پر
اعتراض کرنے والا ہی تو رہی — اور سید صاحب نے باوجود
تائید اسلام و تردید اعتراضات اہل ظلام امور دین میں جس بات کو
سب سے زیادہ ضرور جانا وہ جہہ و مہمہ کی تقلید ہی *

اور تم باوجود دعوے اسلام کے اُس کی تردید کرتے تھے وہ توہید اُسکے
بیان کی نہ تھی بلکہ ہمارے قدرتی قوتوں کی تھی کیا تمہارے کان
نہ تھے جو سن سکتے اور آنکھ نہ تھی جو دیکھ سکتے اور دل نہ تھا
جو سمجھ سکتے اُس وقت وہ کیا جواب دینگے اُس جواب کے اُن سے
سننے کے ہم بھی مشتاق ہیں *

ہرز حشر اگر پرسند عسور را چرا کشتی

چہ گراہی گفت قربانت شوم تا من ہواں گروم

اہم اھذا الصراط المستقیم صراط الذین انعم علیہم فیہ المصوب

علیہم والضالین — اگرچہ پرچہ تہذیب الاخلاق کا فیض عام ہی —

گر نہ بیند ہرز شہر چشم

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

مگر مجھے ہر اس کا فائدہ نا محصور ہوا میں نے ٹھیک ٹھیک

من رائی نقد رائے الحق کا اُس کو مصداق پایا *

سقی ز یک پیالہ غنائم بہار کردہ

ہو در پارہ داد شراب در سالہ را

راقہ — م

میدالرحمان خان کلیانی

مدرس ازل مدرسہ اودے پور

نمبر ۱۹۲

ترغیب چندہ مدرستہ العلوم

ہماری کمیٹی خزانۃ البصاۃ کو قائم ہوئے دو برس سے کچھ زیادہ
موصوفہ ہوا اور اس موصفہ میں قریب ہونے دو لاکھ روپیہ کے چندہ ہوا
ہی سو یہ چندہ صرف سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی اور چار
پانچ اور میہران مالی ہمت کی کوششوں کا نتیجہ ہی اس کمیٹی کے
ممبر ساتھ سے زیادہ ہیں اور ملوے میہروں کے اور مسلمان بھی ایسے
ہیں جو دلی خراش سے قومی بھلائی کے خراہاں ہیں اور اس
مدرسۃ العلم کے قائم ہونے کے دل سے خواستگار ہیں مگر انہوں سے
اندرس کہ سہی اور کوشش نہیں کرتے چندہ مانگنے کے لیئے قلم اور
زبان کو تکلیف نہیں دیتے اور اوقات عزیز کو فضول اور ہیکار کھوتے تو
راضی اور خوش ہیں مگر اس عمدہ کام میں جس کو خود اُن کا
بھی جی چاہتا ہی ایک گنہگار صرف نہیں کرتے اگر سید صاحب کی
سہی اور کوشش کا عشر عشر بھی ہو ایک ممبر سہی فرماتا تو ایک
مدرسۃ العلوم کیا اب تک دو مدرسۃ العلم قائم ہوئے ہوتے میزے اس
قول کی اگر تصدیق منظور ہو تو سب کے سب حضرات یک دل ہو کر
کوشش کر دیکھیں پھر دیکھیں کہ اب سے ایک سال کے بعد مدرسۃ العلوم

جس ایک شخص اگرچہ کرٹ پتلون پہنے ہی مگر دین اسلام کی
قوتی چاہنے والا ہی اور دوسرا شخص اگرچہ جبے و ممامہ پہنے ہی
مگر جماعت اسلام کا تنزل چاہنے والا ہی — ایک شخص مسجد سے
مسلمانوں کو نکالتا ہی اور دوسرا شخص ہتھافہ کو مسجد بناتا ہی
ایک شخص اپنے ہی ممالک اور خاندان میں فساد پڑا کرتا ہی اور دوسرا
رئیس غیر ملک کو قمع کرنے میں اپنی کوشش ظاہر کرتا ہی — حاجی
صاحب مسلمان کرٹ پتلون پہننے والا وہ کو کافر بتاتے ہیں اور سید صاحب
کافر کرٹ پتلون پہننے والا کو مسلمان بتاتے ہیں — حاجی صاحب کا
اسلام لباس ظاہر کی اصلاح پر منحصر ہی اور سید صاحب کا اسلام
اتحاد باللسان و تصدیق بالقلب پر منحصر ہی *

اب اعل انصاف ان دونوں صاحبوں کے حالات پر غور فرمادیں کہ
بناج کیا ہی اور ملائے خالص نہ کہتے ہیں *

راقم اثم

سید محمد نہرت علی مالک نہرت المطابع دہلی

و ادیب ناصرا لاخیار ناصرا لااسلام دہلی

نمبر ۱۹۱

مراسلہ

دام انیاء

جناب مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی

تہذیب الاخلاق کی چاروں جلد مطالعہ میں یہ تدریج آئیں جنکے
مضامین نے دل پر عجیب کیفیت پیدا کی کہ اُس کے حق میں سوائے
اس کے اور کچھ زبان سے نہیں نکلتا بے قرض پہ کثیرا و بھدی پہ کثیرا
و ما یصل پہ الالفاظین — شعر —

شوق زلف تو تھے تنہا دل ما شیدا کرد

ہر کہ ایں سلسلہ را دید جنوں پیدا کرد

آپ نے اسلام کو اُس کی اصلی حقیقت سے مطابق فطرت (نیچر)
کے کر دکھایا فطرۃ اللہ الہی فطرۃ الناس علیہا لا تبدل الخلق الاء اور
مخالفین متعصبین نے اس کے خلاف ثابت کیا یعنی فطرت کے مخالف
نہ وجہ آسمان کا خارج میں ثابت ہی و رسم غلامی شرع میں جائز
ہی و تقلید واجب ہی وغیرہ حالانکہ اس سچے مذہب سے ان باتوں
کی کچھ بھی اصل ثابت نہیں پس یہ مخالف آپ سے نہیں در اصل
اسلام سے ہی حشر کے دن مخالفین [خدا اُن کو ہدایت دے اور
اسلام کی حقیقت اُن کے دلوں پر کھولے] پوچھ جائینگے کہ ایک ہندہ
تمہارے احکام ہماری فطرت کے مطابق جیسے کہ وہ در اصل تھے تمہارے
نڈہ کے واسطے بغیر اپنی ذاتی فرض اور منفعہ کے یہاں کرتا تھا

تھی وہاں پشیمان ہو کر ہمارے حاسی اور مدد کار ہو گئے فوراً چاہیئے کہ میں کچھ علم و عمل یا دنیاوی جائے و حشمت کی وجہ سے نہیں رکھتا جس سے یہ سمجھا جائے کہ لوگوں نے میری خاطر پارسی داب کے سبب سے چندہ دیا یہ معض مدرسۃ العلوم کی غرض اور غایت سمجھانے اور چندہ دینے کی تحریک کرتے رہنے کے باعث سے دیا اور ابھی اور چندہ ملنے کی توقع ہی پس جو صاحب کہ تہذیب الاخلاق کو نہایت مدد سمجھ کر خریدتے اور پڑھتے ہیں اور جو صاحب کمیٹی خزائن الاجتماع کے اور سب کمیٹیوں کے سپر مختلف مقاموں میں ہیں اور دینی اور دنیوی مصلحت اُن کو ایسی حاصل ہے کہ میری اُن کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں فراہمی چندہ کے لیئے مگر ہمت اُٹھائیں اور کچھ تھوڑی سی محنت کرنا کر غرض اور غایت مدرسۃ العلوم کی لوگوں کو سمجھانے کی کوئی کچھ کامیابی ہو گی۔ انوس کی بات ہے کہ ایسے لوگ اس موقع پر سستی اور کمالی کر کے تھوڑی سی سی اور کوشش نہ فرمائیں اور دنیا اور آخرت کی پہلائی حاصل نہ کریں *

شاید کوئی مقام ایسا ہو جہاں مہتمب اور مخالف نہیں اُن حضرات کی کوشش اور ایسی باتوں کی ہدایتوں سے کہ سید احمد خاں بد عقیقہ ہیں اس لیئے مدرسۃ العلوم کے علیہ بھی بد عقیقہ ہو جاوینگے یا اُن کے بد عقیقہ ہو جانے کا احتمال ہی ایک عجیب اثر پیدا ہوا ہے مگر معارف مدرسۃ العلوم کو اُن حضرات کی اُن کوششوں کا مدد کیونکر ہو سکتی ہے اور طبعی ہمارے سطح کے فکر گذار ہونا چاہیئے کیونکہ یہ باتیں خیالات کی ترقی کا سبب ہیں جنکے مقابلہ میں سید صاحب کی ہر داری اور حام کے ہرے ہوئے جواہروں نے خلق معصدی کو آنکھوں سے دیکھا دیا ہے *

چین چین او در پیتائیم کشر

آہ ایں چہ قتل ہود کہ کار کلید کرد

مگر انوس ہی کہ اب وہ مخالف جس سے ہم لوگوں کی ہمت بڑھتی تھی اور سی اور کوشش کرنے پر زیادہ تر مصلحت کو اہتمام ہوتی تھی کم ہوتی جاتی ہے *

ہر اب لطف پر دو جام میریزی و میترسم

کہ زرد آخر ہر د ایں پادہ و من در غار اتم

راقی

مدالوجان خان کلانی

مدرس موہی و فارسی مدرسہ اودے پور

قائم ہر جاتا ہے یا نہیں میں دیکھتا ہوں کہ جہاں کسی نے فراہمی چندہ کی تحریک کی وہاں باوجودیکہ بہت سی مخالفت بھی رہی مگر کچھ نہ کچھ چندہ ضرور ہو گیا اور جہاں کسی نے کچھ تحریک نہیں کی وہاں کوئی غور بھی نہ ہوا یہ بات جو میں نے کچھ غالی بات نہیں ہی بلکہ میں اس کا تجربہ کرچکا ہوں دیکھو اس مقام اودے پور واقع ملک میواڑ میں جو ہندوؤں کا ملک ہے اور تھوڑے سے مسلمان ہیں پہلے تو مدرسۃ العلوم کو کوئی جانتا بھی نہ تھا کچھ اُس کا ذکر تک نہ ہوتا تھا جب میں نے ارادہ اختیار اور پنجابی اخبار وغیرہ میں مدرسۃ العلوم کی نسبت موافق اور مخالف تحریروں دیکھیں اور اُن سے جو نتیجہ نکلا وہ یہی ہے کہ مدرسۃ العلوم کا قائم ہونا مسلمانوں کی ترقی و مزہ اور قومی پہلائی کے لیئے نہایت ضروری ہے بغیر اس تدبیر کے مسلمان کسی طرح اس ذات اور نکبت اور جمالت اور افلاس کی مصیبت سے نکل نہیں سکتے بلکہ روز بروز تباہ اور برباد ہو چکے اور دین و دنیا دونوں کو بھردینے آخر میں یہ جی میں تھان کر رہے کہ کس پشود یا نشود من گفتگوئے میکم مدرسۃ العلوم کا ہر کچھ اور ہر جلسہ میں تذکرہ کرنا شروع کر دیا *

جب میں نے ایک مختصر سا جلسہ کر کے وہ لکچر جو جناب مولوی سید مہدی علی صاحب نے ہزاروں کے انسٹیٹیوٹ میں دیا تھا اور وہ تقریر جناب سید احمد خاں پٹنہ سی ایس آئی کی جو اُنہوں نے لاہور کے جلسہ میں بیان فرمائی تھی سنائی تو مخالفوں نے جو اخبار روزانہ اور ان کے پڑھنے سے مدرسۃ العلوم کے مخالف ہو گئے تھے مشہور کیا کہ جیسے سید احمد خاں اسلام سے مخالف اور اللہ کی طرف مائل ہیں ویسا ہی یہ مولوی بھی ہو گیا ہے لیکن جب یہ چرچا عام ہوا اور لوگوں کو ان سب باتوں پر غور کرنے کا موقع ملا تو کہنے لگے کہ سید صاحب کو چند مسائل میں اختلاف ہے وہ یہ سب تجویزیں دنیا کے واسطے کرتے ہیں مقبے سے اُنہیں کچھ سڑکار نہیں آئے کام میں چندہ دینا کچھ مفید نہیں مگر ان سب باتوں نے میری ہمت کو نہ توڑا بلکہ روز بروز بڑھتی گئی آخر یہ توبہ پہنچی کہ جب فرد چندہ مرتب ہو کر لوگوں کی خدمت میں پیش کی گئی تو کچھ تھوڑی سی گفتگو کے بعد سب نے دستخط کر دیے اور کہنے لگے کہ مدرسۃ العلوم میں چندہ دینا ثواب ہے چنانچہ تعداد چندہ کی ایک ایک ہزار ایک سو اکیس روپیہ تک پہنچی ہے جس میں سے ایک ہزار روپیہ وصول بھی ہو گیا ہے اور جن لوگوں نے فکر و اللہ کے الزام لائے

بمقام علیکن — مطبع علیگندہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۲]

یکم رمضان سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم الله الرحمن الرحيم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قرضین کے منایب فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جائے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امداد و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجراء سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جائیگا * جن دستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤز کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح جو شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر پٹارس خیرداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دیہی ہوگی اور اخراجات روزانہ پرچہ سے اُن کو کچھ رخصت نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آٹھ مہینہ اخراجات روزانہ پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۹۳

منقولات

ایک مضمون اخبار کرونر لاہور میں چھپا ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدالاحد حاجی مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب بہادر نے صرف اپنی کتاب مسماۃ بے تائبہ الاسلام ہی میں مجھے ہر اتہام نہیں کیے تھے بلکہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں بھی بہت سے اتہام مجھے پر کئے اور انہی اتہامات کے ذریعہ سے مجھے گنہگار کی تکفیر کا قری حاصل کیا انیسویں صدی کے حج و زیارت میں بھی انکو مجھے گنہگار کی تکفیر کی ٹکڑی دے رہی جس صاحب نے کہ خالصاً لاءِ یہ مضمون لکھا ہے اُنکا اس لیجنے میں شک ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک مسلمان کے اسلام ظاہر کرنے میں کوشش فرمائی ہے خدا اُنکے جزائے خیر دے اور اُن کے حج کو مقبول فرمائے اور وہ مضمون یہ ہے *

سید احمد خاں صاحب کی تکفیر
کی تردید

اخبار لوح محفوظ مراد آباد میں یہ دیکھ کر کہ جناب مولانا علی بخش خاں صاحب بہادر نے نفر کا تئو جو سید احمد خاں صاحب بہادر کی نسبت حرمین شریفین سے تیار کر کے لائے ہیں وہ چھپوایا ہے مجھے خیال آیا کہ اس بارے میں جو مجھے واقفیت ہے میں عرض کروں *

کہ عربی خزانوں میں نہ فارسی داس سنی مسلمان ہوں — نہ مولانا علی بخش خاں صاحب بہادر کا دشمن بنکر سید احمد خاں صاحب کا دوست ہوں نہ سید احمد خاں صاحب کا طرفدار بنکر مولانا علی بخش خاں صاحب کا مخالف — میرے نزدیک دونوں صاحب مولانا اور عامے دیں سے میرے مفہوم میں تذکرہ کے طور پر کچھ عرض کرتا ہوں *

تئو لکھنے لکھانے کا جو حال یہاں ہے وہی وہاں ہے جس مضمون سے چاہا تئو لکھ لیا جس سے دستخط کرائے ہوئے جو چاہا سمجھا کر دستخط کرا لیے جیسے عالم یہاں ہیں ویسے ہی وہاں ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ اُن کی زبان ہندی ہے اور اُن کی عربی چار مذہب کے چار مفتی ہیں ایک حنفی — ایک شافعی — ایک حنبلی — ایک مالکی *

مکہ معظمہ میں چہا کرٹی قری لکھا جاتا ہے ایک مشہور عالم ہندوستان کے جو یہاں سے ہجرت کر گئے ہیں اُن کی نظر سے گذر جاتا ہے اور اُن کی رائے کو چاروں مفتی مانتے ہیں اگرچہ

ہندوستانی عالم اور بھی اچھے اچھے رہاں ہیں مگر اس مولانا صاحب کو وہاں کے عالم زیادہ مانتے ہیں اور اُن کے قول کو مقبول جانتے ہیں *

ہاید لوگ خیال کرتے ہوئے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں پرانی پرانی کتابیں بڑی بڑی قلمی اور صدفایا ہوس کی لکھی ہوئی موجود ہونگی اُن میں مسائل دیکھ دیکھ کر وہاں کے عالم قری لکھتے ہوئے اس واسطے وہاں کا لکھا ہوا قری زیادہ صحیح ہوگا یہ بات بھی نہیں — حرمین شریفین کے کتب خانہ میں تو ان مجید اور تفسیروں اور حدیث و فقہ کی کتابیں چھاپی گئی ہیں کتب فروشوں کی دوکانوں میں اور بیٹوں کے چھاپے سے بھی ہرٹی نظر آتی ہیں — کتب خانہ میں فی صدی دس جلد بھی قلمی نہیں ملتیں اور کتب فروشوں کے پاس تو فی صدی پانچ کا بھی ملنا مشکل ہے *

وہاں جو ہندوستانی اہل سنت و جماعت کے عالم ہیں وہ در گروہ ہیں — ایک ہمدنی — دوسرے دھابی جو ہمدنی ہیں وہ دھابیوں کو کافر کہتے ہیں جو دھابی ہیں وہ ہمدنیوں کو برا کہتے ہیں — جب ہمدنیوں کا وار چل جاتا ہے وہابیوں کو نکارا دیتے ہیں — جب دھابی غالب ہو جاتے ہیں ہمدنی چپ ہو جاتے ہیں ان دنوں ہمدنیوں کا وار چل رہا ہے — خود شریف صاحب مکہ کو لوگ دھابی کہتے ہیں — مگر یہ سب جھگڑا دھابی ہمدنی کا ہندی صاحبوں میں ہے اور ایسے ایسے نفاذات سے ہندی لوگ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں تفریق ذلیل ہیں کہ عرب والوں نے ہندیوں کو — ہندی بطل — کا خطاب دے رکھا ہے اور ذلیل ہونے کی بات ہے کہ دونوں طرف مولانا صاحب ہی مولانا صاحب ہیں — مگر ایک دوسرے کو کافر کہتا ہے اور وہ وقت اسی نکو میں رہتے ہیں کہ جس طرح وہ سب دوسرے کو نکارا دیں *

سید احمد خاں صاحب حرمین شریفین میں بھی مشہور ہیں اکثر ہندوستانی اور بعض عرب سید احمد خاں صاحب کے نام اور خلاف واقع حال سے واقف ہوں — وہاں یہ مشہور ہے کہ سید احمد خاں لندن گئے تھے وہ انگریزوں سے اقرار کر کے آئے ہیں کہ ہم مسلمانوں کو جہاننک ہو سکیگا کرسٹن کرینگے اور دین اسلام سے پھیرینگے اب وہ اپنے اقرار کے موافق مسلمانوں کو ہیکا کو دین اسلام سے پھیرتے ہیں اور ٹم ٹم عقاید سکھاتے ہیں — یہ جو قری میں لکھا ہے کہ دین اسلام میں پھر و نصاری سے بھی اُن کا فتنہ بڑھکر ہے — اُس کے یہی معنی ہیں کہ ظاہر مسلمان رہکر اور دین اسلام کے نام سے وہ و نصیحت کر کے مسلمان کرتے ہیں — جس کی نے

سید احمد خاں صاحب کا یہ حال سنا کہ وہ انگریزوں کے طرفدار ہیں وہ ظاہر میں مسلمان باطن میں عیسائی ہیں وہ سب مسلمانوں کو ہیکر کر عیسائی کیا چاہتے ہیں۔ قرآن کے معنی بدلتے ہیں۔ جدیدہ کو بے اعتبار بتاتے ہیں انگریزوں کا کھانا کھانا دوسرے کھتے ہیں۔ انگریزوں سے دوستی رکھنی ثواب بتاتے ہیں۔ شیطان کے منکر۔ آسمان سے منحرف ہیں۔ کسی امام کو نہیں مانتے کسی مفسر کو معتبر نہیں سمجھتے۔ کسی مجتہد کے تائید نہیں سید احمد خاں صاحب سے نفرت کرنے لگا اور برا جاننے لگا۔ حقیقت میں جب اتنی براہی کسی میں ہو۔ تو کوتاہ سامان ہی نہ ایسے آدمی کو اچھا کہیں گے۔ جب اُس سے واقعی حال سید احمد خاں صاحب کا کہا گیا کہ سید احمد خاں ایسے آدمی نہیں ہیں یہ مسلمان ہیں ظاہر اور باطن میں یکساں ہیں۔ مسلمانوں کو مسلمان رکھا چاہتے ہیں قرآن کے معنی جو ہیں وہی کہتے ہیں حدیث کو معتبر جانتے ہیں۔ جو حدیث نہیں ہی اُس کو بے اعتبار سمجھتے ہیں۔ اہل کذب کے ذبیحہ کو قرآن مجید کے موافق حلال کہتے ہیں۔ سوز اور شراب کو حرام سمجھتے ہیں۔ انسانوں سے انسانیت کی وجہ سے قرآن مجید کے مطابق دوستی رکھنی اور ہر ایک کی بھلائی چاہنی موجب ثواب بتاتے ہیں۔ شیطان اور آسمان کے منکر نہیں مگر ہیں صورت۔ اور عاریع میں جو بعض عالموں نے بیان کی اُن کے ہم زبان ہیں اکثروں کے ساتھی نہیں۔ امام کو امام جانتے ہیں پیغمبر نہیں مانتے مفسر کو مفسر مانتے ہیں الہامی نہیں جانتے۔ مجتہد کو مجتہد کہتے ہیں خاتم المجتہدین نہیں سمجھتے۔ ہر وقت ایسی کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کی دین و دنیا دوسرے ہو۔ ہزاروں روپیہ اپنے خرچ کرتے ہیں۔ دل و جان بے ہر وقت اسی کے غواستگا ہیں۔ اپنا جان و مال مسلمانوں کے واسطے وقف کر رکھا ہے۔ چاہتے ہیں کہ مسلمان دنیا میں مال دار ہوجاویں اور دین میں ایدہ نادر بنیں سنکر وہ سید احمد خاں صاحب کی تعریف کرنے لگا ہندوستانی بنے کہا بہت اچھے آدمی ہیں اور عرب نے کہا مایہ *

حاصل مطلب یہ کہ وہاں کے تئوے ویسے ہی ہیں جیسے یہاں کے ان میں اُن میں کچھ فرق نہیں صرف اتنا فرق ہی کہ وہاں کے تئوے میں ایک مسلمان کا غلبہ اور عزیز وقت جو دما اور عبادت میں ایسی پاک جگہ صرف ہونا چاہیئے وہ ایک مسلمان کے کانر کرنے میں صرف ہوتا ہی یارب یارب *

بواستم سید احمد خاں صاحب نے یہ کیا کہ عیسائی کے ساتھ کہنا کہا یا قرنی ٹرپی آرزوی کلا کوٹ اور انگریزی پرت پہننے کو اچھا سمجھا اس کا حال یہ ہے کہ جاتے ہوئے حدیدہ سے ایک انگریزی تاجر ہمارے ساتھ اپنا مال لاکر جدہ تک (کنپور) میں سوار ہو گیا تھا۔ اُس کنپور میں پانچ عرب دو جدہ کے تئوے مکہ کے رہنے والے

سید احمد خاں صاحب کا یہ حال سنا کہ وہ انگریزوں کے طرفدار ہیں وہ ظاہر میں مسلمان باطن میں عیسائی ہیں وہ سب مسلمانوں کو ہیکر کر عیسائی کیا چاہتے ہیں۔ قرآن کے معنی بدلتے ہیں۔ جدیدہ کو بے اعتبار بتاتے ہیں انگریزوں کا کھانا کھانا دوسرے کھتے ہیں۔ انگریزوں سے دوستی رکھنی ثواب بتاتے ہیں۔ شیطان کے منکر۔ آسمان سے منحرف ہیں۔ کسی امام کو نہیں مانتے کسی مفسر کو معتبر نہیں سمجھتے۔ کسی مجتہد کے تائید نہیں سید احمد خاں صاحب سے نفرت کرنے لگا اور برا جاننے لگا۔ حقیقت میں جب اتنی براہی کسی میں ہو۔ تو کوتاہ سامان ہی نہ ایسے آدمی کو اچھا کہیں گے۔ جب اُس سے واقعی حال سید احمد خاں صاحب کا کہا گیا کہ سید احمد خاں ایسے آدمی نہیں ہیں یہ مسلمان ہیں ظاہر اور باطن میں یکساں ہیں۔ مسلمانوں کو مسلمان رکھا چاہتے ہیں قرآن کے معنی جو ہیں وہی کہتے ہیں حدیث کو معتبر جانتے ہیں۔ جو حدیث نہیں ہی اُس کو بے اعتبار سمجھتے ہیں۔ اہل کذب کے ذبیحہ کو قرآن مجید کے موافق حلال کہتے ہیں۔ سوز اور شراب کو حرام سمجھتے ہیں۔ انسانوں سے انسانیت کی وجہ سے قرآن مجید کے مطابق دوستی رکھنی اور ہر ایک کی بھلائی چاہنی موجب ثواب بتاتے ہیں۔ شیطان اور آسمان کے منکر نہیں مگر ہیں صورت۔ اور عاریع میں جو بعض عالموں نے بیان کی اُن کے ہم زبان ہیں اکثروں کے ساتھی نہیں۔ امام کو امام جانتے ہیں پیغمبر نہیں مانتے مفسر کو مفسر مانتے ہیں الہامی نہیں جانتے۔ مجتہد کو مجتہد کہتے ہیں خاتم المجتہدین نہیں سمجھتے۔ ہر وقت ایسی کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کی دین و دنیا دوسرے ہو۔ ہزاروں روپیہ اپنے خرچ کرتے ہیں۔ دل و جان بے ہر وقت اسی کے غواستگا ہیں۔ اپنا جان و مال مسلمانوں کے واسطے وقف کر رکھا ہے۔ چاہتے ہیں کہ مسلمان دنیا میں مال دار ہوجاویں اور دین میں ایدہ نادر بنیں سنکر وہ سید احمد خاں صاحب کی تعریف کرنے لگا ہندوستانی بنے کہا بہت اچھے آدمی ہیں اور عرب نے کہا مایہ *

ہو تئوے صاحبوں کے سامنے بیٹھے سید احمد خاں صاحب کی تعریف کی اور واقعی حال اُن کا بیان کیا تو اُنہوں نے جرابدیا کہ نقل مولانا صاحب یا حکیم صاحب یا منشی صاحب ابھی ہندوستان سے آتے ہیں وہ اس کے خلاف کہتے ہیں۔ تم ہو کر سید احمد خاں صاحب کا کہنا نہ مائوں روئے کافر ہو جاؤ گے بیٹھے کہا بہت اچھا سید احمد خاں صاحب کا کہنا نہ مائوں اُن کو برا جانوں مگر پھر کس کا کہا مائوں آپ کا سر آپ کو بھی تو نقل مولانا صاحب کانر کہتے ہیں اس کا کہا مائے غرض ہندوستانی عالموں اور چاہوں کا وہاں بھی

سوار تھے وہ عرب جب چاد پیتے انگریز کو اپنے ساتھ بلاتے کسی دور میں اپنی پٹائی اسکر دیدیتے کبھی اُس کی بیٹائی آپ اہ لیتے ہمارے ہندوستانی بھائی دیکھ کر بڑا تعجب کرتے اور کہتے کہ عرب بھی آدھے نرستان ہیں ایک ہو صاحب نے اُن سے پوچھا بھی کہ تم انگریز کو اپنے ساتھ بلاتے ہو اُن کے ساتھ کھانا پینا منع ہے وہ عرب ہنسنے لگے اور کہا اس میں کچھ برائی نہیں حالانکہ کل ہندوستانی صاحب بھی انگریز نہیں انگریز اور مسلمانوں کا بیٹا ہوا اور اُن کے ہاتھ کا ہی پانی پیتے تھے بھی لوگ بڑاتے تھے اور یہی تقسیم کرتے تھے مگر اسکا کچھ خیال نہیں تھا *

وہا بڑے و ترکی ٹوپی و کالا کت سے عموماً ترکوں کی ٹوپی پوشش ہی مسلمانوں اور مسلمانوں میں فرق اسی ترکی ٹوپی سے معلوم ہوتا ہے اور لباس بھی یہی عمدہ اور سب کا ہی جسورت بیٹا اللہ کے گرد حرم محترم میں ہزاروں آدمی طواف کرتے نظر آتے تھے جو روتی اور رعب ایسی پوشش والوں پر معامد ہوتی تھیں دوسروں پر نہیں * جو تہ پہنے نماز پڑھتے کو جو سید احمد خاں صاحب یا اُن کے مرندار کہتے ہیں اُس کا بھی یہ حال آنکھوں دیکھا ہوا ہے کہ ترک عموماً ہزاروں مرد مرورت بڑے پہنے ہوئے بیٹا اللہ کے گرد طواف کرتے ہیں اور مسجد الحرام میں نماز پڑھتے ہیں کرٹی بڑے نہیں اُرتارتا البتہ یہ ہوتا ہے کہ پھر پہننے کے بڑے دوسرے رکعت میں اتنا دھرم و مال بھی ہی ہندوستانی اس پر بھی تعجب کرتے تھے کیونکہ یہ تہ ہندوؤں کی طرح چمڑے کو بڑا ہی سمجھتے ہیں *

حرم شریف میں چار جماعت ہوتی ہیں حنفی شافعی مالکی حنبلی عرب ترک مغربی شامی وغیرہ ترک جو جماعت پاتے ہیں اُس کے ساتھ نماز پڑھ لیتے ہیں مگر اکثر ہندوستانی اُسوقت بھی اڑے بیٹھے رہتے ہیں جب حنفی جماعت ہوتی ہے تب ہی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ تمام ترک حنفی مذہب رکھتے ہیں مگر اُن کو یہ تعجب نہیں جو جماعت ہاتھ آجاتی ہے اُس کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں *

بدر لوگوں اور اور قوموں کو عمارت و استنجا کرتے اسطرح دیکھا کہ جسوقت اُنہوں نے بیٹھاپ کیا ایک مٹھی ریت لیکر تیلو خشک کولیا اور زمین پر تیلو کر کے اُسی زمین پر نماز پڑھتے کھڑے ہو گئے کہ فرش کی ضرورت نہ ملے کی حاجت جب پانی موجود ہوا تو صرف پانی سے استنجا کولیا پھر تھیلے و ریت وغیرہ کی ضرورت نہیں آبدست کا بھی یہی حال ہے کہ یا تھیلے ہو یا پانی دونوں چیز ضروری نہیں سمجھتے ہندوستانی صاحب جب کسی بدر کو تھیلے سے پڑا استنجا کر کے نماز پر کھڑے ہوتے دیکھتے تعجب کرتے اور کہتے کچھ کی نماز ہی اگھر رہے ہیں — یہ بات جو پہلی مشہور ہے کہ

مسلمانوں — انما المؤمنون اخرۃ جو قرآن مجید میں ہے کیا اُس کا یہی مطلب ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کو کانہ کرتے پر کمر باندھے رہے ایک بھائی دوسرے بھائی کی خدمت کیا کرے ایک بھائی دوسرے بھائی کی عزت کیا کرے *

مسلمانوں — ولا تنازعہ جو قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کیا اُس کی یہ تہمیل ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ترکی ٹوپی اوڑھنے پر کالا کت اور بڑے پہننے پر چھری کانٹے سے کھانے پر کڑتا رہے یونانی حکیموں کے حکم نہ ماننے پر انگریزی قانونوں کے فلسفوں کے حکم ماننے پر کانہ کرتا رہے — اس کے یہی معنی تو ہرگز نہیں ہیں — یہی معنی نہونے کی اور رجحہ کر گیا پتلاؤں ایک رجحہ بھی پتلاؤں ہوں جو اُسی پاک کتاب میں لکھی ہیں اور وہ مسلمانوں پر صادق آتی ہیں — وہ یہی ہے کہ ولا تنازعہ کے بعد

ہی لکھا ہے تفسیر و تہذیب و حکم — سو ظاہر ہے کہ ایچے ہی تنازعات سے مسلمانوں کی کسی ہوا بگڑ رہی ہے کہ ہر طرح ذلیل ہو رہے ہیں اور جب تک یہ جھگڑے نہیں چھوڑینگے وہ بدس زیادہ ذلیل ہوتے جاوینگے — یا اللہ تو مسلمانوں کو — کاظمین الخیاف

و العالین منی اللہ میں سے کو آمین *

واللہ اعلم
حافظ محمد حسین

اطلاع

بخدمت ممبران کمیٹی خزائن البصافۃ

۲۳ ستمبر سنہ ۱۸۷۲ ع کے اجلاس میں جو یہ تجویز ہوئی تھی کہ مدرسۃ العلوم کے احاطہ کے تین دروازوں میں سے جس دروازہ کو جو ممبر اپنے خرچ سے بنوادے وہ دروازہ اُسکے نام سے موسوم ہو منجملہ اُنکے ایک دروازہ مولوی سید مہدی علی صاحب نے اپنے خرچ سے بنوانا چاہا ہی اور اُسکا مہدی دروازہ نام ہوگا اور دوسرا دروازہ میر سید ظہور حسین صاحب نے اپنے خرچ سے بنوانا چاہا ہی چنانچہ نقد سات سو روپیہ اُسکی لاگت کا اُنہوں نے بیوجہ دیا ہی اور وہ دروازہ ظہور حسین دروازہ کے نام سے موسوم ہوگا پس اب صرف ایک دروازہ باقی رہ گیا ہی دیکھیئے وہ کس کی قسمت میں ہی *

رائے

سید احمد

سرکاری کمیٹی خزائن البصافۃ

نمبر ۱۹۳

علامات قرأت

اس مقام پر الفاظ قرأت سے مراد قرأت مصطفیٰ قرآن مجید نہیں ہی، بلکہ اُس کے لغوی معنی مراد ہیں؛ یعنی پڑھنے کے نشان؛ انگریزی میں چند علامتیں مقرر ہیں جنکو پینکچریشن کہتے ہیں۔ انگریزی عبارت میں وہ نشان ہمیشہ لکائے جاتے ہیں؛ اُنسے فائدہ یہ ہے کہ عبارت کو نصیح طور پر پڑھنے میں آسانی ہوتی ہی۔ اُن نشانوں سے معلوم ہوتا ہی کہ جملہ کہاں ختم ہوا، کہاں سے دوسرا مطالب شروع ہوا، کونسے لفظ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، کونسے ملحدہ ہیں، عبارت پڑھنے میں کس جگہ پر ٹھہرنا چاہیئے، کس جگہ ملکو پڑھنا چاہیئے، تاکہ مطالب پڑھنے والے اور سننے والے کی سمجھ میں بھڑکی آتا جارے۔ اسکے سوا اُن نشانوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ اس عبارت میں کونسا جملہ معترضہ ہی، اور کونسا استقامیہ، کونسا التباسیہ، اور کونسا ندائیہ، کس مقام پر مصنف نے کوئی بات تعجب انگیز لکھی ہی، اور کس مطلب پر مصنف نے پڑھنے والے کی زیادہ توجہ چاہی ہی، ملی هذا القیاس۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ علامات قرأت نہایت عمدہ چیز ہیں، اور علم ادب کی ترقی کے لئے نہایت مفید ہیں۔ تمام ملکوں میں جہاں علوم و فنون، علم ادب و انشاء، تہذیب و شایستگی کی ترقی

ہی ان علامات کا استعمال ہوتا ہی۔ ہم مسلمانوں نے اپنی تہذیبوں میں کوئی علامتیں اس قسم کی معین نہیں کیں؛ صرف قرآن مجید میں جسکو ہم نہایت عزیز و قابل ادب سمجھتے ہیں، اور جسکی تلاوت میں ہمکو بڑا اہتمام ہی، بعض ایسی علامتیں، جو قرأت قرآن مجید سے مخصص ہیں، مقرر کی تھیں۔

سنسکرت زبان کی تہذیب میں بھی کچھ علامتیں اس قسم کی مقرر نہ تھیں، لیکن اس زمانہ میں جن لوگوں نے اپنی زبان کی ترقی اور درستی کی فکر کی ہی اُنہوں نے اپنی اپنی تہذیبوں میں ان علامتوں کا رواج شروع کیا ہی۔ ہنگالی زبان کی تہذیب میں تو یہ علامتیں نہایت خوبی سے مروج ہوگئی ہیں، اور اُردو اور گجراتی اور ٹاگڑی میں بھی مروج ہوتی جاتی ہیں، مگر اُردو زبان کی تہذیب میں اس کا بہت کم رواج ہی۔ کبھی کبھی ہم اپنے تہذیب الاخلاق میں کوئی کوئی علامت اس قسم کی لکھ دیتے ہیں، یا اگر اُختیار کے ایک صاحب معارف اپنے ارٹیکل میں نہایت خوبی اور احاطہ سے ان علامتوں کا استعمال کرتے ہیں۔

کچھ کم دو برس کا عرصہ ہوا ہوتا کہ جناب ماشی غلام محمد صاحب مترجم بمبئی نے ایچر بہت توجہ کی، اور اُردو زبان کی تہذیب میں بھی ان علامتوں کا مروج ہونا ضرور سمجھا، اور اسباب میں ایک رسالہ، موسوم بہ نجوم الالفاظ، تھریز فرمایا جو درحقیقت اپنی خوبی اور حسن بیان میں نے نظر ہی۔ اس رسالہ میں جناب موصوف نے ہر قسم کی علامتیں مقرر کی ہیں جو علامات قرأت قرآن مجید سے اخذ کی گئی ہیں، اور انہو حروف مفردہ تھیں پاضادہ ایک لکیر مثلاً زبر کے اُن علامتوں کے ایسے مقرر کیئے ہیں، اور ہر ایک علامت کا بیان نہایت خوبی اور خرس بیانی اور وضاحت سے کیا ہی۔

ہمکو جناب ممدوح کی تمام تجویزوں سے دل سے اتفاق ہی، مگر جو علامتیں اُنہوں نے مقرر کی ہیں اُن سے بوجہ اہم مصلحت ذیل ہمو اختلاف ہی:—

اول — ہم نہیں پسند کرتے کہ جو علامتیں مدد سے قرآن مجید کی تہذیب میں مخصص ہوگئی ہیں وہ اور تہذیبوں میں مروج کی جاویں، اور آیت اور مطلق جو خاص قرآن مجید کی اصطلاحات ہیں، اُوں تہذیبوں پر بولی جاویں، گو شرم و عقلاً اس میں کچھ تباہی نہ ہو، الا تمظیلاً للقرآن المجید ایسا کرنا ہم پسند نہیں کرتے۔

دویم — علامتیں جو حروف مفردہ تھیں سے مقرر کی گئی ہیں وہ اُردو زبان کی تہذیب میں حروف عبارت سے مشتبہ ہو جاتی ہیں، اور پڑھنے میں ہبہ پڑتا ہی کہ وہ حرف بھی منجملہ حروف عبارت

(-) ہائی فن یعنی علامت ترکیب .

(-) قدیم یعنی خط یا لکیر .

() پرتھوس یعنی علامت جملہ معترضہ .

(“ ”) ترکیب یعنی علامت اقتباس . انگریزی تحریر میں یہ علامت اس طرح پڑ لکھی جاتی ہے ، (“ ”) مگر ہم نے دونوں کو اولٹا دیا ہے .

لفظوں کے اوپر لکیر کر دینا ، یہ قدیم علامت نقل یا اقتباس کی ہے ؛ جیسے کہ شرح میں متن کی عبارت پر لکیر کر دی جاتی ہے .
— اندر لیں یعنی علامت ترجمہ . جن لفظوں کے نیچے لکیر کر دی جاتی ہے وہ اسبات کا نشان ہے کہ پڑھنی والا اس پر زیادہ توجہ کرے .

(*) اسٹار یعنی نجم . کسی جملہ یا عبارت متفرقہ کے نیچے میں دو یا تین نجم لگا دینا اسبات کا نشان ہے کہ اس مقام پر سے کچھ لفظ یا عبارت جہر مطلب سے متعلق نہ تھا یا اسکی نقل ضروری نہ تھی چھڑ دی گئی ہے ، اور ایک نجم علامت حاشیہ کی ہے .
(* † ‡ ||) ان میں سے ہر ایک حاشیہ کی علامت ہے .

علامت سکتہ

اس علامت سے جملہ کے اندر حصے علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں جو مطلب میں تو ملے ہوئے ہیں مگر پڑھنے میں ان مقاموں پر ذرا سکتہ کرکے پڑھنا چاہیئے .

۱ — جب کسی مفرد جملہ میں مبتدا اور خبر مرکب ہوں ، تو انکے بیچوں علامت سکتہ لگانی چاہیئے .

مثال — کسی چیز کی طرف مستقل اور پوری توجہ ، اعلیٰ طبیعت کی نشانی ہے .

۲ — جملہ مرکب کے اجزاء مفردہ بذریعہ علامت سکتہ علیحدہ کرتے چاہیئیں ، تاکہ پڑھنے میں الگ الگ پڑھے جاویں .

مثال — جب اچھائی نہیں رہتی ، تو لوگوں کی توجہ بھی نہیں رہتی .

بہادروں نے ، جب دشمنوں کا حال سنا ، تو اُنپر نہایت دلیری سے حملہ کیا .

مگر جب جملہ کے اجزاء اسے ہوں کہ خود اُنہی سے اُس میں ترکیب پائی جاتی ہو ، تو وہاں علامت سکتہ کا لگانا کچھ ضرورت نہیں ہے .

مثال — خود ہمارا دل ہمکو بتاتا ہے کہ اصلی نیکی کیا ہے .

۳ — معطوف و معطوف علیہ میں جب حرف صغیر موجود ہو ، تو وہاں بھی علامت سکتہ لگانی ضرورت نہیں .

ہی ، اسلیئے ضرور ہی کہ علامت مذکورہ صرف تقریب ہوں ضرور نہیں .

سورہ — علامت مذکورہ ایسی ہوتی چاہیئیں کہ جو پتھر اور قیپ دونوں قسم کے چھاپہ میں مستعمل ہو سکیں : پس اگر ہم ایسی علامتیں مقرر کریں جو قیپ میں بنی ہوئی مزج نہوں تو بالفعل ہمکو نہایت مشکل پڑے گی ، اور کسی طرح ہمکو نہ اُن علامتوں کا ہاتھ آنا میسر ہوگا نہ اُنکو بناسکیں گے ؛ اسلیئے نہایت مناسب ہے کہ جو علامتیں انگریزی میں مزج ہیں وہی ہم اُردو تحریر میں بھی اختیار کریں . اُن علامتوں کا قیپ ہر قسم کا پنا ہوا دستیاب ہوتا ہے . پتھر کے چھاپہ میں نہایت آسانی سے تصدیق میں آسکتی ہیں ، اور اُنکی شکل ایسی ہی کہ کسی حرف کے ساتھ مشابہہ نہیں ہے ، صرف ایک علامت ہی جو حرف راو کے مشابہہ ہے ، لیکن اُسکو اولت دینے سے وہ اقتباس بالکل زایل ہو جاتا ہے . ہمارا ارادہ ہے کہ ہم تہذیب الاخلاق میں اُن علامتوں کا رواج دیں . اگر اور لوگ بھی اُسکو پسند کریں گے تو اُمید ہے کہ اُردو زبان میں بھی اُس کا رواج ہو جائیگا . اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جناب منشی غلام مصد صاحب کے رسالہ کی غرضہ چینی سے اُن علامتوں کا اس مقام پر کچھ بیان کریں .

مفصلہ ذیل علامتیں ہیں جو اُردو زبان کی تحریر میں مستعمل ہو سکتی ہیں

() کاما یعنی علامت سکتہ . انگریزی میں اسکی یہ شکل ہے (و) . مگر یہ حرف راو کے مشابہہ تھا اسلیئے اُس کو اولٹ دیا تاکہ حرف مفرد تہجی سے مشابہہ نہ رہے .

(؛) سمیکران یعنی علامت سکون . انگریزی میں اس کی صورت یوں (؛) ہے . اسکو بھی اولٹ دیا ہے *

(:) کولن یعنی علامت وقفہ .

جہاں علامت سکتہ ہو اُس لفظ پر پڑھنے میں ذرا ٹھہرنا چاہیئے ، اور جہاں علامت سکون ہو وہاں ذرا اُس سے زیادہ ، اور جہاں علامت وقفہ ہو وہاں ذرا اُس سے بھی زیادہ .

(.) فلستاپ یعنی علامت وقفہ کامل . یہ علامت اسبات کی ہے کہ یہاں فقرہ پورا ہو گیا .

(?) قرت آف انٹرکٹن یعنی علامت استفہام یا علامت سوال .

(!) نرٹ آف انکلاپس یعنی علامت تعجب و حیرت و نزہت . اگر یہی نشان پورا ہو (!) کر دینے جاویں یا تین (! ! !) کر دینے جاویں تو زیادہ تعجب و حیرت یا مسرت پر حالت کرتے ہیں .

مثال — بے بندوبستی اور بے انتظامی ، مفلسی اور محتاجی تکلیف اور مصیبت ، دفرانی و بربادی ، آپسکی ثلاثہ نہیں کا نتیجہ ہے ۔

۵ — جملہ لذائذ کے بعد بھی ملامت سکتے ہوئے چاہیئے ۔

مثال — میزے پیارے ، میز پر بات سن ۔

اوجانے والے ، ادھر ہوتا جا ۔

جاگنے والوں ، جاگتے رہو ۔

۶ — جملہ بیانیہ فقرہ مفرد کے شروع میں ہو ، خواہ بیچ میں خواہ آخر میں ، اُس کے ساتھ بھی ملامت سکتے ہوئے چاہیئے ۔

مثال — اُنکی نیکی ، احسانمندی سے ، مجھے یاد ہے ۔

اُنکی نیکی مجھے یاد ہے ، نہایت احسانمندی سے ،

احسانمندی سے ، اُنکی نیکی مجھے یاد ہے ۔

۷ — جبکہ کسی جملہ میں دو اسم آریں ، اور پہلا اسم مع اپنے متعلق کے ، اُسی شخص یا چیز پر دلالت کرے جس پر پہلا اسم دلالت کرتا ہے ، تو اُنکے درمیان میں بھی ملامت سکتے لگائی چاہیئے ۔

مثال — احمد ، خیر خواہ معاندان ۔

مگر جب کئی لفظ ملکر ایک مرکب اسم بنے ، تو اُن لفظوں کے درمیان میں ملامت سکتے نہ ہوتے چاہیئے ۔

مثال — شاہجہاں آباد ، ایڑ آباد ، الہ آباد ، چٹوڑ گتہ ، مشکل کشا ، ثبی آخر الزماں ، مشکل کشا علی ۔

۸ — اگر اسماء موصول کے بعد بھی جملہ بیانیہ ہو ، تو اُسکے پہلے ملامت سکتے لگائی چاہیئے ۔

مثال — وہ ، جو ہم ہوکر پھر سیدھی ہو جارے ، اصل تارار ہے ۔

مگر جب کہ اسماء موصولہ اسم کے ساتھ ملے ہوئے ہوں ، تو اُس وقت اُن کے پہلے ملامت سکتے کا لگانا ضرور نہیں ۔

مثال — جو تارار ہم ہوکر سیدھی ہو جارے ، اصل ہے ۔

۹ — جب کسی جملہ کی ترکیب اولت دی جارے تو اُس کے بیچ میں ملامت سکتے لگائی چاہیئے ۔

مثال — خدا کے نزدیک کوئی چیز مشکل نہیں ہے ۔

اس مثال میں ملامت سکتے کی ضرورت نہیں ہے مگر جب اسکی ترکیب اولت ہو تو ملامت سکتے کی ضرورت ہوگی ۔

مثلاً — کوئی چیز مشکل نہیں ہے ، خدا کے نزدیک ۔

۱۰ — جب کوئی نمل معنوف ہو ، تو وہاں ملامت سکتے لگائی چاہیئے ۔

مثال — پڑھنے سے آدمی پورا انسان ہوتا ہے ، اور اچھی گفتگو سے ، فہم اور لکھنے سے ، قابل ۔

مثال — زمین اور چاند دونوں سیارے ہیں ۔

مقابلہ آدمی وقت کی قدر کرتا ہے اور اُسکو ضایع نہیں کرتا ۔

کامیابی اکثر ہوشیاری اور ہمت سے کام کرنے پر منحصر ہوتی ہے ۔

مگر جب معطوف و معطوف علیہ میں حرف عطف موجود ہو ،

تو وہاں ملامت سکتے لگائی ضرور ہے ۔

مثال — عقل ، ہوش ، علم ، ہنر ، سب وقت پر کام آتے ہیں ۔

وہ تو سیدھا ، سادھا ، ایمان دار ، آدمی ہے ۔

مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے درمیان میں بھی ملامت سکتے کا لگانا ضرور ہے ۔

مثال — وہ شخص ایماندار ہے ، مگر سست ۔

بہت بڑا عالم ہے ، مگر بے عمل ۔

پیریزگار ہے ، مگر ظاہری باتوں میں ۔

جب متعدد صفتیں کسی اسم کی بغیر حرف عطف کے بیان کی جاویں تو وہاں ملامت سکتے لگائی ضرور ہے ۔

مثال — زید نہایت دانا ، ہوشیار ، عالم ، فاضل ہے ۔

مگر جب دو یا دو سے زیادہ ایسی بیان کی جاویں کہ ایک صفت دوسری صفت کی تشریح کرتی ہو ، تو اُن میں ملامت سکتے لگائی نہیں چاہیئے ۔

مثال — پورا سیاہی مایل کپڑا ۔

ہلکا زردی مایل سبز رنگ ۔

اگر حرف عطف موجود ہو ، مگر جملہ کے اجزاء لہجہ لہجہ ہوں ، تو بھی اُن میں ملامت سکتے لگائی چاہیئے ۔

مثال — بے امتدالی ہمارے جسم کی قوت کو ضایع کرتی ہے ، اور ہمارے دل کی جرأت کو ۔

۱۲ — جبکہ تین یا تین سے زیادہ الفاظ ایک ہی جزو قلم میں ہوں ، اور اُس میں حرف عطف ہو خواہ نہ ہو ، اُن لفظوں کے اخیر میں بھی ، سوائے اُس لفظ کے جو سب سے اخیر ہو ، ملامت سکتے

لگائی چاہیئے ، لیکن اگر وہ اخیر کا لفظ اسم ہو تو اُس کے بعد بھی ملامت سکتے ہوئے چاہیئے ۔

مثال — نظم ، موسیقی ، مصوری ، عمدہ ہنر ہیں ۔

غورم ایک دلیر ، دانا ، اور ہر اندیش شہزادہ تھا ۔

جبکہ جملہ میں دو دو لفظ ساتھ ساتھ ہوں ، تو ہر دو کے

بعد ملامت سکتے ہوئے چاہیئے ۔

۲ — جب کہ ایک فقرہ کے کئی جملے ملاحت سکون سے ملاحظہ کیئے جارہیں، اور اُن کا نتیجہ اخیر فقرہ یا فقروں پر منحصر ہو، تو اخیر فقرہ سے پہلے ملاحت وقفہ لگانی چاہیئے۔
مثال — نیکی سے خدا خوش ہوتا ہے؛ بڑے کاموں سے۔ خدا ناراض ہوتا ہے؛ نیکیوں کو ماقبہ میں جزا دیتا؛ بدکاروں کو قیامت کے دن سزا دیتا؛ یہی ایسے خیالات ہیں کہ دنیا کو خوف ورجا میں رکھتے ہیں، نیکی پر رغبت دلاتے ہیں، گناہوں سے باز رکھتے ہیں۔

علامت وقفہ کامل

۱ — جب کوئی مفرد جملہ چھوڑتا ہو، تو اُس کے اخیر میں ملاحت وقفہ کامل لگانی چاہیئے۔
مثال — زندگی کی کوئی حالت تکلیف سے خالی نہیں۔
۲ — جب کوئی فقرہ ترقیب معانی میں پورا ہو جائے، تو وہاں بھی ملاحت وقفہ کامل لگانی چاہیئے۔
مثال — نا اُمیدی سے، اور آزمائش میں پڑنے سے ہمارے دلوں کا جوش کم ہو جاتا ہے۔
۳ — جب کسی لفظ کو اختصار کر کے کہیں، تو اُس کے بعد بھی ملاحت وقفہ کامل لگانی چاہیئے۔
مثال — انھن جو اختصار ہی الی اخوة کا، ہف جو اختصار ہی هذا خلف کا ہی، اے جو اختصار ہی بیچرل آف ارث کا ایم، اے جو اختصار ہی ماسٹر آف ارث کا سی، ایس، آئی، جو اختصار ہی کمپینین آف دی آرڈرف دی سٹار آف انڈیا کا۔

علامت استفہام یا سوال

یہ ملاحت ایسی فقرہ کے اخیر میں لگانی جاتی ہے جس میں کوئی بات پرچہ ہی گئی ہو۔
مثال — تم اپنے کام سے، کیوں غفلت کرتے ہو؟
آپ کا مزاج کس طرح ہے؟
کیا ہمنہ تم سے نہیں کہا تھا؟

علامت تعجب

جبکہ فقرہ میں کوئی ایسا کلام جس سے دہشتا جوش، یا مسرت، یا خوف، یا تعجب و فیر پیدا ہوتا ہو، تو اُس کے اخیر میں یہ ملاحت لگانی جاتی ہے۔

مثال — او ازلی وابدی خدا!

او خورش کرنے والہ اور خوف دلائے والہ خیال!
میں نے شیخ نلو سے پوچھا کہ تم کون ہو، اُس نے کہا کہ اہقر!

۱۱ — کاف بیانہ یا تردیدہ کے پہلے ملاحت سکنتہ لگانی چاہیئے۔

مثال — ذوالفقار خاں آرہنگے، کہ نہیں،
نیکی ہو، تاکہ خوش رہو۔

علامت سکون

یہ ملاحت فقرہ کے ایسے اجزا ملاحظہ کرنے کو لگائی جاتی ہے جو، یہ نسبت اُن اجزا کے جن میں ملاحت سکنتہ لگاتے ہیں، آپس میں کم مناسبت رکھتے ہیں۔

۱ — جبکہ پہلا حصہ فقرہ کا پورا نظم ہو، مگر اُس کے بعد کا حصہ ایسا ہو کہ اُس سے کوئی نتیجہ پایا جاوے، یا پہلے حصہ کا مطلب بتاوے، تو اُن میں ملاحت سکون لگانی چاہیئے۔

مثال — ایمانداری سے اپنا کام کرو؛ کیونکہ اس سے تمہاری ماقبہ سنبھلیگی۔

۲ — جب کئی چھوٹے چھوٹے جملے ایک دوسرے کے بعد آریں، اور باہم اُن کے کچھ ضروری مناسبت نہ ہو، تو اُن میں بھی علامت سکون لگانی چاہیئے۔

مثال — ہر چیز برائی ہوتی ہے؛ وقت گذر جاتا ہے؛ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

۳ — جب کسی فقرہ میں کچھ تفصیل ہو، تو اُس کے اجزا ملاحت سکون سے الگ کرنے چاہیئیں۔

مثال — حکیموں کا قول ہے کہ نیچرو کے بے انتہا کام ہیں؛ اُسکا خزانہ معجزہ ہے؛ علم ہمیشہ ترقی پو ہے؛ اور آئندہ نسل کے لوگ ایسی باتیں دریافت کریں گے، جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں۔

علامت وقفہ

اس ملاحت سے فقرہ کو دو یا زیادہ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جو حصے ملاحت سکون سے ملاحظہ کیئے جاتے ہیں، یہ نسبت اُن کے ان حصوں میں جو ملاحت وقفہ سے ملاحظہ ہوتے ہیں، اور بھی کم مناسبت ہوتی ہے، مگر ایسی بھی نہیں ہوتی کہ اُن پر مطلب ختم ہو گیا ہو۔

۱ — جب کوئی جزو فقرہ کا اپنی ترکیب اور معنی بتائے میں پورا ہو، مگر اُس کے بعد کا جملہ بیانہ ہو، تو ایسی کچھ ملاحت وقفہ لگانی چاہیئے۔

مثال — غور کرنے کی عادت ڈالو؛ کہ اس سے زیادہ عمدہ کوئی تعلیم نہیں۔

جب تک آدمی خود اپنا کام آپ نکرے ، بشرطی کام نہیں ہوتا :
مشہور قول ہی کہ ”آپ کام مہا کام“ .
رسول خدا صلعم نے فرمایا ہی کہ ”ممل نیت پر منہصر ہیں“
حدیث کے یہ لفظ ہیں ”انما الاموال بالنیات“

علامت ترجہہ

جس لفظ یا عبارت کے نیچے لکیر کی جاتی ہی اُس کا یہ مطلب
ہی کہ اُس پر زیادہ ترجہہ درکار ہی .
مثال — ذرا انکار خاں کشتی پر جاتے تھے ، کتاب ہاتھ میں
تھی ، نادانی سے کر پڑی ، اور قرب گئی .

علامت نچم

اسباب کی نشانی ہی کہ نقل کرتے ہیں بیچ میں سے غیر ضروری
بجائے چھوڑ دی گئی ہی .
مثال — ”ہی قاصد ایام گذشتہ میگردم“ و پر عمر تلف کردہ
تاسف میخوردم ، و سنک لایع دل را بالہامس آب دیدہ سی ستم ***
تا یکی از درستان کہ در کجایہ غم انیس من برد ، و در حجرہ ہم
جایس ، بوسم قدیم از در درآمد“

علامت حاشیہ

شخصی نزد تقیہ امد و پرسید ، نہ ان کدام زن * مجرسي +
ہر ، کہ دخترش + را گرگان خوردہ بودند || ؟ تقیہ جواب داد ، کہ
بایا تو تہمتہ غلط گفتی ، من کدام کدام شایع ترا صحت کنم از پیش
من ہر .

وا — — — م

سید احمد

* آں زن نہ ہر بلکہ ہر ہر
+ مجرسي ہر بلکہ حضرت یعقوب ثبی بنی امیہ ہر ہر
+ دختر نہ ہر بلکہ ہر ہر
|| گرگان خوردہ ہر بلکہ ہر دانش غلط گفتہ ہر ہر

علامت ترکیب

جب دو لفظ مرکب کیے جاویں تو اُن کے درمیان میں یہ علامت
لگا دیتے ہیں ، تاکہ کوئی اُس کو جدا جدا نہ سمجھے .
مثال — تپ - خانہ ، شراب - خانہ ، نیل خانہ ، منشی - خانہ .

خط یا لکیر

کبھی تو اس خط سے یہ مقصود ہوتا ہی کہ ایک لفظ سے دوسرے
لفظ میں فرق ہو جاوے ، اور کبھی مطلب نہیں ہوتا ؛ مگر در اصل
اسکا استعمال ایسی جگہ ہوتا ہی جہاں دفعتاً نفوذ ٹوٹ جاتا ہی ،
یا دفعتاً خیال پھر جاتا ہی .

مثال — خدا نے کہا — کیا ؟ — اے زمین نکل جا اپنا پانی ؛
اور اے آسمان تہم جا برسوئے .
کبھی اس علامت کا بطور تباہی کسی مصنف لفظ کے استعمال
ہوتا ہی .

مثال — رہ تو — سے بھی بد تر ہی ؛ یعنی رہ تو شیطان
سے بھی بد تر ہی .
میں جاتا تھا — مجھے سے ملا .

اس مقام پر کسی ایسے شخص سے تباہی ہی ، نہ جسکو پڑھنے والا
چاہتا ہی ، یا لکھنے والے کو اُس کا نام ظاہر کرنا مقصود نہیں ہی .

علامت جماد معترضہ

جب کسی فقرہ میں کوئی جملہ معترضہ آ جاوے ، تو اُس جماد
معترضہ کے شروع و اخیر میں یہ علامت لگائی جائیے ، جس سے
معلوم ہو کہ وہ ایک علیحدہ جماد ہی جو مطلب کے بیچ میں آگیا
ہی .

مثال — اسباب کو بشرطی جان او (اور تمکو اتنا ہی چاہتا کانی
ہی) کہ (انسان کے لیئے صرف نیکی ہی اصلی خوشی
ہی .

علامت اقتباس ؛ نقل

جبکہ تعریض میں کسی دوسرے کا قول آ جاوے ، یا کسی دوسرے
مصنف کی بیعت عبارت اپنی تعریض میں ، ملائی جاوے ، تو اُس کے
اول اور آخر میں یہ علامت لگائی جائیے .

مثال — باغ کی تعریف اس سے بہتر نہیں ہو سکتی ، تو گوی
خوردہ مینا پر خاکش رہ چھتہ ، عقد ثریا پر تاش آرو چھتہ“

مہمد قاسم صاحب نے منشی مہمد عارف سے ہر وقت ملاقات جب انہوں نے اس تجویز کا ذکر کیا تھا ہمیشہ یہی مقصود ارشاد فرمایا تھا انہوں نے آپکی خدمت میں ذکر کیا ہوگا اب ہر وقت پہونچنے ان پرچوں کے کہ جناب مولانا یہاں تشریف رکھتے تھے احقر کو ارشاد فرمایا کہ تو ہی یہ جواب لکھ پھینچو چنانچہ حسب ارشاد معروض ہوا *

مہمد یعقوب

اطلاع ثانی

بیتلست ممبران کمیٹی خزانۃ البضاعة

واضح ہو کہ یہ تعویذ اطلاع سابق کے جناب ممتاز الدولہ خراب مہمد فیض علی خاں بہادر سی ایس آئی کا مکاتیبہ معہ ہندوئی کے سکریٹری کمیٹی کے پاس آیا اور جناب ممدوح نے ایک دروازہ احاطہ مدرسۃ العلوم مسلمانان کی تعمیر کا خرچ اپنی طرف سے مرحمت کرنا تجویز فرمایا چنانچہ وہ دروازہ "فیض علی خاں دروازہ" کے نام سے موسوم ہوگا اور بشرطہ اجازت اسپر نشان خطاب و علامت تمغائے ستار آفاقہ بھائی جاویدی پس اب کوئی دروازہ باقی نہیں رہا تینوں دروازے مقصدہ ذیل بزرگوں کے نام سے ہو گئے *

مہدی علی دروازہ ظہور حسین دروازہ فیض علی خاں دروازہ ہم خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کرتے ہیں اور اپنی کمیٹی کے عالی ہمت اور فیاض ممبروں کا بھی شکر کرتے ہیں کہ اس قدر جلد تینوں دروازوں کی تعمیر کا ثبوت مددہ طور سے بندہ بست ہو گیا اور ہمارے عالی ہمت ممبروں کی یادگاری اس مدرسۃ العلوم مسلمانان کے ساتھ ہمیشہ کے لیئے قائم ہو گئی *

میں اپنی کمیٹی کے اُس معزز و قاسمی ممبر کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے نسبت تعمیر دروازوں کے بعض امور استفسار فرمائے تھے اور اپنا ارادہ بھی درباب تعمیر دروازہ ظاہر کیا تھا مگر میں انہوں سے اطلاع دیتا ہوں کہ اب اُنکی خواہش کے پوری ہونے کی جگہ نہیں رہی اُنکے عنایت نامہ پہونچنے سے پہلے جناب ممتاز الدولہ بہادر ممدوح کا مداخلت نامہ آ چکا تھا *

واظن

سید احمد

سکریٹری کمیٹی خزانۃ البضاعة

مدرسة العلوم

اور

مدبران تعلیم مذهب اہل سنت و جماعت

جناب مولوی مہمد قاسم صاحب اور جناب مولوی مہمد یعقوب صاحب نے جو خط مقصدہ عنایت شرکت مجلس مدبران تعلیم مذهب اہل سنت و جماعت سے لکھا ہے بجنسہ ذیل میں مندرج ہے *

نقل خط

سلامت

یقدومہ منیع عنايات ہے غایات مجمع الطاف ہے ثوابات
بعد سلام مسنون معروض ہی پرچہ تجویز اصلاح قانون درباب
مدرسة العلوم جو متعلق علوم دینیہ سے ہی پہونچا اور معزز ہوگا
حاجی علی بطحی خاں صاحب کا مہتمم اس امر کا واضح ہوا
بیارک باد نام نامی ایسے شخص کا اس کارخانہ کے لیئے بہت عمدہ
ہی اب اُمید ہی کہ کوئی خلاف باقی نہ رہے — احقر کا نام اور
جناب مولوی مہمد قاسم صاحب و قلمہ کا نام اُس فورسہ میں
نظر آیا کہ جن کو اہل دروی تجویز فرمایا ہی ہر چند تائید مذہب
اہل تشیع اس مدرسہ میں ایک جداگانہ چیز ہی مگر ہم لوگوں کے
دل میں یہ امر بہت عجیب کرتا ہی کہ ایسے مجمع میں جس میں
ایک شیعہ تائید ایسے لوگوں کی ہی جن کا قرض مذہبی ہمارے
بزرگوں کو برا کہتا ہی ایسے مجمع کے مؤیدوں میں شامل ہوکر خدا
رسول کو کیونکر مومنہ کھلاؤنگے قال تعالیٰ ولا تفرقوا فی الدین ظاہر
تہسم انکار آپ لوگوں کو بڑی ہمت اور نہایت قوی جرأت ہی ہمارے
حوصلے یہاں ہست ہوتے ہیں انہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں
محفوظ رکھے ہر چند تجویز مذکورہ بالا ہم ناقص عقول کے نزدیک
منسطہ معض ہی بات رہی کی وہی ہی اور شامل ہونا جناب مولوی
علی بطحی خاں صاحب کا خلاف عقل تو نہیں کہہ سکتے مگر بے شک
کسی مصالحت عقول پر مبنی ہی مگر یہ امر قابل التفات نہ تھا
اس میں البتہ اثنا ہی تھا کہ اقرا مواضع التہم کتفہ ہی مسلمان
ہم لوگوں کی وضع اور عقاید اور اعمال اور رائے اور طرز اور وضع کو
ایک کیفیت خاص پر مبنی ہوتے ہیں اس صورت میں اگر متوازن
تہ ہو جائے متروہ ہر جانے میں کچھ تردد نہ تھا بالجمہ اب ہم
خاک نشینوں کو آپ اپنے گروہ عنایت و توجہ سے ایسا منشی و معزز
مدبران کہ پھر کیوی ہمارے سے ہی یاد نہ آریں جناب مولوی

بہ مقام علیگندہ — مطبع علیگندہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[جلد پنجم] یکم شوال سنہ ۱۳۰۶ نبوی سنہ ۱۲۹۱ ہجری [نمبر ۱۳]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قرضیشن کے منایب فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جارے غرضیکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آنہی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہی * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار اصناف و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہی کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے پرغلاف ہیں وہ بھی سائے جارہیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی مالکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہی اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے مقصور ہیں اُن کو اختیار ہی کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح ہر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر کیا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہی خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آنہ مہہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد حنتر میں موجود ہو *

لانا، اخلاق اور معاملات اور معاشرت اور طریق تمدن اور علوم و فنون کو بقدر امکان قدرتی خوبی اور فطرتی مددگی پر پورنچانا، اور اُن سب کو خوش اسلوبی سے پورنا۔ اور اُس کا نتیجہ کیا ہے، روحانی خوشی اور جسمانی خوبی، اور اصلی تمکین، اور حقیقی وقار، اور خود اپنی عزت کی عزت، اور در حقیقت، یہی پچھلی ایک بات ہے جس سے وحشیانہ پن اور انسانیت میں تمیز ہوتی ہے۔

اس تہذیب کے حاصل ہونے کے، بقول مسٹر ایچ۔ ٹی۔ ہنک صاحب، چار اصول ہیں۔

اول — ”جو چیزیں ہم کو دکھائی دیتی ہیں، اور جنکا سبب ہم کو معلوم نہیں ہوتا، اُن کے سببوں اور قاعدوں کو دریافت کرنا، اور اُن کے علم کو بھیلانا، پس جسقدر کامیابی اس میں ہوگی، اسیقدر انسان کی ترقی ہوگی۔“

دوم — ”اس تحقیقات سے پہلے تجسس کا خیال پیدا ہوتا چاہیئے، جس سے ابتدا میں تحقیقات کو مدد ملتی ہے، اور بعد کو تحقیقات سے اُس کی استقامت ہوتی ہے۔“

سوم — ”جو باتیں اس طرح پر دریافت ہوتی ہیں وہ عقلی باتوں کے اثر کو زیادہ کرتی ہیں، اور اخلاق کی باتوں کو کسی قدر کم، مگر اخلاق کی باتیں بہ نسبت عقلی باتوں کے زیادہ مستقل ہیں، اور اُن میں کوئی بیشی بہت کم ہوتی ہے۔“

چہارم — ”اس تحریک کا بڑا دشمن، جو در حقیقت سولزیشن کا بھی سخت دشمن ہے، یہ خیال ہے، کہ جب تک زندگی کے امورات کی نگرانی پر مطلق اور مذہب سے ٹھو، تب تک انسان کے گروہ کی ترقی نہیں ہو سکتی، یعنی سلطنت و رعایا کو یہ سیکھلائے کہ اُن کو کیا کرنا چاہیئے، اور مذہب یہ سیکھلائے کہ کس بات پر یقین کرنا چاہیئے۔“

پچھلی بات میں مسٹر ہنک سے مجھ کو کسقدر اختلاف ہے۔ اس میں کچھ شیعہ نہیں کہ اگر اُن کا یہ خیال کہ بادشاہ وقت ہم کو بتا دے کہ ہم کو کیا کرنا چاہیئے، انسان کی ترقی اور تہذیب کا نہایت قوی مانع ہے اور جسقدر کہ ہندوستان میں، بالکل تمام ایشیا میں اور ترکی اور ایتھوپیا میں، یہی ناگہایتگی اور فاقہ تہذیبی ہے۔ اُس کا بڑا سبب یہی خیال ہے، اور ہندوستان کے مسلمانوں کو اسی خیال نے غارت اور برباد کیا ہے، اور یہی خیال ہے جو ہندوستان کی رعایا کو عموماً، اور مسلمانوں کو خصوصاً گورنمنٹ سے ناراض رکھتا ہے۔ پس جب تک یہ خیال نہ جاگیا اور یہ خیال نہ اُڑیا کہ ہم خود سوچیں کہ ہم کو اپنے لیئے کیا کرنا چاہیئے، اُس وقت تک ہندوستان کے مسلمانوں کو نہ دلوں ہوگی نیز

موتگہ اور مرتیور کو کام میں لاتی ہیں، نا ترویج یافتہ قومیں جانوروں کے خوبصورت اور رنگین پوروں کو، تیلیوں پر سے چھلے ہرنے سمجھتی ہوتی، اور زموں کے سے رنگ کی پارک اور خرمنما کھانسیں چوں گوندے کو اپنے تئیں آراستہ کرتی ہیں، ترویج یافتہ قوموں کو یہی اپنے لباس کی درستگی کا خیال ہے، نا ترویج یافتہ قومیں یہی اُس کی درستگی پر مصروف ہیں، شاہی مکانات، نہایت عمدہ اور مہلکشان، ہفتے ہوں، اور نفیس چیزوں سے آراستہ ہوتے ہیں، نا ترویج یافتہ قوموں کے جوتھڑے اور اُن کے ریشے کے گھونچے، درختوں پر پاندھے ہوئے ٹانگے، زمین میں کھردی ہوئی گھونچیں یہی تہذیب سے خالی نہیں، معاشرت کی چیزیں، تمدن کے قاعدے، عیش و عشرت کی مجلسیں، خاطر اور مدارات کے کام، اور اخلاق و مصیبت کی علامتیں، دونوں میں پائی جاتی ہیں۔ علمی خیالات سے یہی نا ترویج یافتہ قومیں خالی نہیں، بلکہ بعض چیزیں اُن میں زیادہ اصلی اور قدرتی طور سے دکھائی دیتی ہوں، مثلاً شاعری جو ایک نہایت عمدہ فن ترویج یافتہ قوموں میں ہے، نا ترویج یافتہ قوموں میں مصیبت و مددگی و خوبی سے پایا جاتا ہے، یہاں خیالی باتوں کو ادا کیا جاتا ہے اور وعاد دلی جوشوں اور اندرونی جذبوں کا اظہار ہوتا ہے۔ موسیقی نے ترویج یافتہ قوموں میں نہایت ترقی پائی ہے، مگر نا ترویج یافتہ قوموں میں یہی مصیبت کیفیت دکھائی ہے۔ ان کی ادا اور آواز کی پھرت، اُس کا گھڑا اور اُس کا بوزا، اُس کا ٹھارڑ اور اُس کی اریچ، ہاتوں کا بھڑا اور پاؤں کی دھمک، زیادہ تر مصنوعی قرامد کی پابند ہے، مگر نا ترویج یافتہ قوموں میں یہ سب چیزیں دلی جوش کی مرجیں ہیں۔ وہ لئی اور تال، راگ و رگنی کو نہیں جانتے، مگر دل کی لہر اُن کی لئی، اور دل کی پھوگ اُن کا تال ہے۔ اُن کا غزل باندہ کر بھڑا ہونا، طبعی حرکت سے ساتھ اُچھلنا، دل کی بیباکی سے جھکا، اور پھر جوش میں آکر سیدھا ہو جانا، گر نزاکت اور فن خیاکاری سے خالی ہو، مگر قدرتی جذبوں کی ضرورت تصور ہو۔ دلی جذبوں کا رننا اور اُن کو عمدہ حالت میں رکھنا، تمام قوموں کے خیالات میں شامل ہے۔ پس جس طرح کہ ہم تہذیب کا قدرتی لگاؤ تمام انسانوں میں پاتے ہیں، اسی طرح اُسکا تعلق عقلی اور مادی سب چیزوں میں دیکھتے ہیں، جس چیز میں کہ ترقی یعنی برائی سے اچھائی کی طرف رجوع، یا ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف تحریک ہو سکتی ہے، اسی سے تہذیب بھی متعلق ہے۔ پس سولزیشن یا تہذیب کیا ہے؟ انسان کے اعمال اور جذبات نفسانی کو اعتدال پر رکھنا، وقت کو مزید سمجھنا، واقعات کے اسباب کو قہر رننا اور اُن کو ایک سلسلہ میں

ہو کر درست کیے ہیں، جو زبانیں کہ حروف میں تحریر تھرتی تھیں، بلکہ چیزوں کی شکلوں میں لکھی جاتی تھیں، اُنکے معنوں کو دریافت کیا اور اُنکے مطلب کو نکالا، جو زبانیں کہ مدت سے بھول گئی تھیں اُنکو بھی نئے سرے سے یاد کیا، انسان کی بول چال کی تبدیلی کے قاعدے دریافت کیئے، اور اُس کے ذریعہ سے قوموں کی اُپدھائی نقل و حرکت کے ایسے زمانے دریافت ہوئے جو بالکل نامعلوم تھے، عام انتظام مدین بنایا گیا، اور اُنکی بدولت دولت کی کمی بیشی کے اسباب دریافت کیئے، ملکوں کے اور وہاں کے رہنے والوں کے حالات بڑی بڑی مہنتوں سے جمع کیئے، اُنکے نقشے بنائے، انسان کے دنیوی کاموں اور اخلاقی باتوں کا بہت کچھ حال دریافت کیا: مثلاً مختلف قسم کے جسموں کی تعداد، اور ایک کی نسبت بمقابل دوسرے کے، اور اُن پر جو اثرات زمانہ اور تعلیم اور قسم (یعنی مرد و عورت) کے سبب ہوا اُسکا اندازہ، اور جو باتیں اس کے متعلق ہیں، وہ سب دریافت کی گئیں، اس کے ساتھ جغرافیہ عامی بھی قدم قدم چلتا رہا، آب و ہوا کے حالات کے رجسٹر طیار ہوئے، پہاڑوں کی پیمائش ہوئی، دریا ناپے گئے، اور اُنکے مشرق و جنوب ہوئے، سب قسم کی قدرتی پیداواریں اور انکی مصنوعی تاثیریں معلوم کیں، ہر قسم کی خوراک کی، جو انسان کی زندگی کو ضرور ہے، علم کیمیا کے ذریعہ سے تحقیق کی، اُس کے اجزا شمار ہوئے اور تولد گئے، اور جو نسبت اُن میں اور انسان کے جسم میں ہے اُنکی بشری تحقیقات کی گئی، علیٰ هذا القیاس، انسان کے متعلق جو باتیں ہیں اُنکی ہر قسم کی تحقیقات ہوئی ہیں، یہاں تک کہ مذہب اور شایستہ قوموں میں مرنے اور شادی کرنے، پیدا ہونے اور پیشہ کرنے، یا اور کاموں میں مشغول رہنے کا، اور اجرت کی کمی و بیشی کا، اور جو اشیاء کہ زندگی کے لیے ضروری ہیں اُنکی قیمت کا اندازہ کیا گیا ہے، یہ سب واقعات، اور اسی قسم کے اور بہت سے حالات جمع کیئے گئے ہیں، اُنکو درست سے مرتب کیا گیا ہے، اور اب وہ سب کام میں لانے کے لائق ہیں۔ اُنکے ساتھ اور بھی مفید باتیں شامل ہیں، کیونکہ صرف بڑی بڑی قوموں کے ہی احوال اور خاصیتیں لکھی نہیں گئیں، بلکہ سب احوال نے تمام دنیا میں، جو اب تک معلوم ہوئی ہے، مقرر کیا ہے، اُس کے تمام حصوں کی سیر کی ہے، اور مختلف قوموں کو دیکھا ہے، اُن کے حالات دریافت کیئے ہیں۔ اب ہم اُنکے ذریعہ سے تہذیب و شایستگی کے ہر درجہ کا اور ہر جگہ کا مقابلہ کر سکتے ہیں، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنے ہمجنسوں کے حالات دریافت کرنے کا حق کیسی کم نہیں ہوتا، بلکہ زیادہ ہوتا جاتا ہے، تو ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اُس حق کے پورا کرنے کے وسیلے بھی روز بروز اُسکے ساتھ ساتھ

حادثہ، نہ موت ہوگی نہ مراثیات، اور نہ تہذیب ہوگی، اور نہ شایستگی۔ مگر دوسرا جملہ جو مذہب سے متعلق ہے وہ کسی قدر صحیح ہے اور کسی قدر غلط، یعنی غلط مذہب بلاشبہ تہذیب کا بڑا مانع ہے، اور اگر سچے مذہب میں غلط خیالات اور بیجا تعصبات اور مسائل اجتہادیہ، اور عقاید قیاسیہ اس طرح ہو ملک جاریں کہ عملاً اور اعتقاداً اصلی احکام مذہبی میں اور اُن میں کچھ تفرقہ و تمیز نہ ہے، جیسے کہ مذہب اسلام کی موجودہ حالت ہے اور جو تقلید کی قریبی میں آنکھوں سے بالکل چھپ گیا ہے، تو بلاشبہ وہ بھی انسان کی ترقی اور تہذیب کا مکمل مذہب غلط کے مانع قری ہے۔ الا محض مذہب، جیساکہ ٹھیک مذہب اسلام ہے، وہ بھی ہر ترقی انسان نہیں ہوسکتا، کیونکہ اُس مذہب کے احکام اور تہذیب و شایستگی کے کام دونوں متعدد ہوتے ہیں والسلام علی من اتبع الهدی۔

والتحکم

سید احمد

نمبر ۱۹۹

تہذیب

اور

اُنکی تاریخ کے وسیلے اور افعال انسانی کے باقاعدہ ہونے کا ثبوت

علم تاریخ کے مفید ہونے پر بہت کچھ کہا گیا ہے، اور وہ ہمیشہ مرغوب بھی رہا ہے۔ یہ عام رائے ہے کہ مورخوں نے جیسی مہنت کی ہے ویسی ہی اُنکو کامیابی بھی ہوئی ہے۔ بہت لوگوں نے اُنکو بڑھا بھی ہے اور بہت کچھ سمجھا بھی ہے، عموماً اُس کی بہت بڑی قدر ہے، اور تمام تعلیم کے سامان میں شامل ہے۔ اس بات سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ وہ اسی اعتبار کے لائق ہے، اور جب بالاجمال نظر ڈالی جائے تو قبول کرنا پڑتا ہے کہ ایسے سامان جمع ہیں جو نہایت عظیم الشان، اور مددگار معلوم ہوتے ہیں۔ قونگستان کے اور اور بڑے بڑے ملکوں کے حالات اور لوگوں کے واقعات نہایت احتیاط سے جمع کیئے ہیں، اور جس ثبوت پر وہ مبنی ہیں، اُنکی بھی بشری تحقیقات ہوئی ہیں۔ مذہب کی تاریخ پر بھی بشری توجہ کی ہے، علوم و فنون، اور علم ادب، اور مفید ایجادوں، اور آخر کار انسان کی آسائش اور آرام کے ماریقوں پر بہت کچھ مہنت ہوئی ہے۔ زمانہ قدیم کے حالات دریافت کرنے کو پرانی باتوں کی تحقیقات کی ہے۔ قدیم فہرستوں کی جگہوں کو پورا کرنے کے لیے نکالے ہیں اور پڑھے ہیں، پرانے لکھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے ہیں، اُنکے حروف تہجی

ایک شخص کسی علم کو اور دوسرا کسی علم کو سیکھتا ہی، مگر ہموش اس کے کہ وہ سب علوم ایک شخص میں ملائے جاویں متفرق ہو جاتے ہیں، اور جو مدد کہ مشابہت اور مماثلت کی ایک شخص میں ان سب علوم کے جمع ہونے سے حاصل ہوسکتی تھی وہ ضایع ہو جاتی ہی؛ اور اسی سبب سے کسی شخص نے ان سب علوم کو تاریخ میں ملائے کی کوشش نہیں کی، حالانکہ وہ سب تاریخ ہی کے اجزا ہیں۔

ہاں البتہ اتھارہویں صدی کے شروع سے چند عاقل پیدا ہوئے جنہوں نے تاریخ کے اس قص پر اندوس کیا، اور حتی الوسع اُس کی اصلاح کی کوشش کی، مگر ایسی مثالیں نہایت کم ہیں، یہاں تک کہ یورپ کے تمام علم ادب میں اصل کتابیں تین چار سے زیادہ نہیں ہیں جن میں انسان کی تاریخ کی تحقیقات اُن عمدہ اور عام طریقوں پر کی گئی ہو جن سے علم کی اور شاخوں میں کامیابی ہوئی ہی، اور جن قاعدوں اور تجربوں سے علم کی حقیقت قائم ہوسکتی ہی۔

سولہویں صدی کے بعد سے، اور خصوصاً اخیر صدی میں، مورخوں میں خیال کی وسعت کے نشان اور اپنی تصنیفات میں ایسے مضمراتوں کے شامل کرنے کا شوق پایا جاتا ہی جن کو اُس سے پہلے وہ چھوٹے بڑے نہ تھے۔ اس سے ایک عمدہ بات پیدا ہوئی، اور ایک قسم کے واقعات جمع ہونے سے قاعدہ نلیہ نکالنے کا خیال پیدا ہوا جس کا نشان یورپ کے قدیم علم ادب میں نہیں پایا جاتا۔ اس بات سے بہت بڑا فائدہ ہوا، کیونکہ مورخوں کے خیال نے وسعت پائی، اور غور کرنے کی عادت پڑی جو اعلیٰ واقفیت کے لیئے ضرور ہی، کیونکہ بغیر اُس کے کوئی علم نہیں بن سکتا۔

اس زمانہ میں اگرچہ یہ نسبت زمانہ سابق کے تاریخ کے آثار زیادہ مماثلت کے لائق موجود ہیں، مگر سوائے چند مثالوں کے وہ سب اب تک آثار ہی آثار ہیں۔ آج تک اُن اصولوں کے دریافت کرنے میں جن کا اثر قروں کی قسمت اور اُن کے حال جان پر ہوتا ہی بہت ہی کم کوشش ہوئی ہی، اور کچھہ شیعہ نہیں کہ انسان کے اعلیٰ خیالات کے لیئے اب بھی تاریخ بہت ہی ناکامل ہی، اور وہ ایسی ہی بے ترتیب صورت میں ہی، جیسیکہ اُس مضمرات کی صورت ہوتی ہی جس کے قاعدے معلوم نہیں ہوئے، اور جس کی جو قایم نہیں ہوئی۔ ہمارے پاس تاریخ کا اسقدر سامان موجود ہی کہ اگر اُس پر زیادہ اوشش کی جائے تو جس طرح کہ علوم طبیعی کی مختلف شاخیں تھریز ہوئی ہیں اسی طرح انسان کی تاریخ بھی تھریز ہوسکتی ہی، نیچر کی اکثر باتیں جو ظاہراً بالکل بے قاعدہ معلوم ہوتی ہیں، اور ابھی یکساں نہیں رہتی سمجھ میں آگئی ہیں، اور یہ بات

زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ جو باتیں دریافت ہوئی ہیں وہ سب موجود اور محفوظ ہیں۔ جب ہم اُن سب باتوں کو یکجا کرتے ہیں تب ہم کو معلوم ہوتا ہی کہ جن چیزوں سے ہم واقف ہو گئے ہیں وہ کسقدر مفید ہیں، اور اُن کی مدد سے انسان کی کسقدر ترقی کا حال معلوم ہوتا ہی۔

مگر جب ہم یہ بات بیان کوئی چاہیں کہ ان سب سامانوں سے کیا کام لیا گیا تو ساری یہ صورت بدل جاتی ہی۔ انسان کی تاریخ میں بہت بڑا نقص یہ ہی، کہ گو تاریخ کے علاحدہ علاحدہ جزوں کی نہایت قایبیت سے تحقیقات ہوئی ہی، لیکن کسی نے اُن سب اجزا کو ملا کر اُن سے ایک عام نتیجہ نکالنے کی کوشش نہیں کی، اور نہ اُس طریقہ کو دریافت کیا جس کے ذریعہ سے اُن تمام جزوں کی آپس کی نسبت معلوم ہو۔ یہ بات سب کے نزدیک مسام ہی کہ بڑی بڑی باتوں کی تحقیقات کے لیئے جزئیات کا استقرا کر کے کلیہ نکالتے ہیں، اور خاص خاص باتوں سے عام قاعدہ نکالنے میں بڑی بڑی کوششیں کی جاتی ہیں، تاکہ وہ قاعدے دریافت ہوں جنکی ریبے وہ خاص خاص باتیں وقوع میں آتی ہیں، مگر مورخوں میں یہ طریقہ عام نہیں ہی، اُن کے دل پر ایک عجیب خیال سایا ہی کہ وہ اپنا کام صرف اسقدر سمجھتے ہیں کہ واقعات کو اور گذرے ہوئے حالات کو بیان کردیں، اور کہیں کہیں اخلاق اور انتظام مدن کی کچھہ کچھہ باتیں جنسے کچھہ فائدہ متصور ہو سکے دیں۔ ایسے مصنفوں کا، جو خیال کی سستی سے بے قدرتی، قایبیت سے اعلیٰ درجہ کی تصنیف کی قایبیت نہیں رکھتے، یہ طریقہ ہی کہ چند سال تھریز سی کتابیں پڑا لیں اور تاریخ لکھنے کی قایبیت ہم پہونچالی، پھر بڑی بڑی قروں کی تاریخیں لکھنے لگے، اور اُن کی تاریخیں اُن مضمراتوں کے اچھے سند ہو گئیں۔

اس مہدود اور تنگ طریقہ کے سبب ایسے نتیجے پیدا ہوئے جن سے ہمارے علم کی ترقی کو بہت نقصان پہونچا۔ اسی طریقہ کے سبب مورخوں نے ایسی وسیع ابتدائی تعلیم کو ضروری نہیں سمجھا جسکے ذریعہ سے اُس علم کی تمام قدرتی باتیں بالکل آگئی گونہ میں آجاریں، اور اسی طریقہ کے سبب یہ نتیجہ ہوا کہ ایک مورخ تو علم انتظام مدن و علم معاشرت سے واقف ہی، دوسرا آٹیں و قانون کو کچھہ نہیں جانتا، کوئی مذہبی معاملات اور قبول رائے کے حالات سے محض واقف ہی، کوئی فاسفہ مدنی کو نہیں جانتا، کوئی علوم طبیعی سے آگاہ نہیں ہی، حالانکہ یہ سب علوم قایب ضروری ہیں، اس لیئے کہ وہ خاص باتیں جن سے انسان کے مزاج اور اُس کے اطوار پر اثر ہوتا ہی انہیں علوم سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگرچہ ان علوم میں سے

سامان تجربہ کا ٹیچر میں ہی، کہ اُس کے ذریعہ سے ہم دنیا میں نہایت پیچیدہ مسئلوں کو حل کر لیتے ہیں، وہ سب سامان مروج کے کام میں نہیں آسکتے۔

پس اس بات کا کچھ تعجب نہیں کہ انسان کے اعمال کا علم بہ نسبت ٹیچر کے علم کے بچپن کی حالت میں ہی۔ بچے تک ان دونوں علوم کی ترقی میں اتنا بڑا فرق ہی کہ علم طبعی کی ایسی باتوں کو جز اب تک ثابت بھی نہیں ہوئی اگر تسلیم کر لیتے ہوں کہ ضرور باقاعدہ ہوگی، اور اُن کی نسبت پیشین گوئی بھی کرتے ہیں، مگر تاریخی واقعات کا باقاعدہ ہونا کوئی تسلیم نہیں کرتا، بلکہ اُس سے انکار کرتے ہیں۔ اس سبب سے جو شخص کہ علم تاریخ کو مثل دیگر علوم کے ترقی دینا چاہتا ہے، اُسکو ابتدا ہی میں ایک بڑی مشکل پیش آتی ہے، کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ انسان کے معاملات میں کچھ اسرار ہیں، اور وہ اسرار خدا ساز ہیں، کہ ہماری عقل اور ہماری تحقیقات اُن تک نہیں پہنچ سکتی، اور انسان کے آئندہ کے حالات ہمیشہ ہمارے پوشیدہ رہیں گے۔ اس کے جواب میں صرف اسقدر کہا کافی ہے، کہ ایسا کہنا صرف تعسماً تسلیم کرتا ہے، کیونکہ اس کا ثبوت کچھ نہیں ہے، اور اس مشہور حقیقت کے مخالف ہے، کہ جہاں علم بڑھتا جاتا ہے وہاں قاعدہ اور سلسلہ میں بھی زیادہ یقین ہوتا جاتا ہے، اور اُس قاعدہ کے بموجب یکساں حالت میں ایک سے ٹیچے پیدا ہوتے ہیں، بہتر ہے کہ ہم اس عقدہ کے حل کرنے میں زیادہ فرور کریں، اور اس بات کو دیکھیں کہ لوگوں کی جز یہ عام رائے ہے، کہ تاریخ کبھی علم کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی، اُس کی بنیاد درست ہے یا نہیں۔ جب ہم اُس کا خیال کرتے ہیں تو ہمارے دل میں ایک بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے جو اُس کی جو ہے، اور وہ سوال یہ ہے، کہ آیا انسان کے اعمال اور انسان کی باہمی معاشرت کے کام کسی قانون میں کے تابع ہیں یا انتہیہ ہیں، اور ایسی باتوں کے نتیجے میں جو انسان کی سمجھ میں نہیں آتیں؟

ان امور کی بھٹ میں چند مفید خیال پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ جو سوال کیا گیا ہے اُس کے متعلق در مسئلے ہیں جن کے ذریعہ سے تہذیب کے مختلف درجے ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ تمام امور اتفاقیہ واقع ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ کے بموجب گردا گرد ایک واقعہ صلاحہ اور تنہا واقع ہوتا ہے، اور کسی امر اتفاقیہ کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ ایسا خیال بالکل ایک جاہل اور وحشی شخص کو ہوتا ہے، اور پھر جن جن تجربہ بڑھتا ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب باتیں یا قاعدہ ایک دوسرے کے بعد ہوتی ہیں تو

ثابت کی گئی ہے کہ وہ بھی عام قواعد میں کے بموجب ہوتی ہیں، قابل لوگوں نے نہایت کامل و فرور سے علمی واقعات پر اس فرض سے توجہ کی ہے کہ اُن کے قاعدے معلوم ہوں، اور اُسی فرور و کامل کا یہ نتیجہ حاصل ہوا ہے۔ پس اگر انسان کے واقعات کو اُسی طور پر دیکھیں، تو بے شک درست ہی نتیجے حاصل ہونگے، اور یہ بات کھدینی کے تاریخ کے واقعات سے کلیہ قاعدہ نہیں نکل سکتا، ایک امر دیگر تحقیقات کو بلا تحقیقات کے تسلیم کر لیتا ہے۔ اس قسم کے لوگ صرف ایسی ہی بات کو تسلیم نہیں کرتے جس کو وہ ثابت نہیں کرسکتے، بلکہ ایسی باتوں کو بھی مان لیتے ہیں جو علم کی موجودہ حالت میں نہایت غور ممکن ہیں۔ جو کوئی شخص اخیر ہر صدی کے حالات سے واقف ہوگا وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ہر ایک پشت میں کسی نہ کسی ایسے واقعہ کا باقاعدہ ہونا ثابت ہوتا جاتا ہے، اور اُسکی نسبت پیشینگوئی ہوسکتی ہے جسکر پہلی پشت کے لوگ محض بے قاعدہ اور ناقابل پیشینگوئی سمجھتے تھے۔ پس تہذیب و شائستگی سے جو ترقی پائی جاتی ہے، ہمارا یقین مضبوط ہوتا جاتا ہے کہ سب باتیں یا قاعدہ اور ترتیب وار ہوتی ہیں۔ پس اُن باتوں سے بھی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی قسم کے واقعات کا قاعدہ دریافت نہیں ہوا ہے تو ہمکو یہ کہنا چاہیئے کہ یہ بے قاعدہ ہیں، بلکہ پہلے کے تجربہ کو لحاظ کرکے یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ جو بات اسوقت سمجھ میں نہیں آتی ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں سمجھ میں آجائے۔ بے ترتیبی میں سے ترتیب نکالنے کی آمید اس درجہ تک ہوتی ہے کہ اکثر نامور عالموں کو پھر اس آمید کے یقین ہوتا ہے، اور اگر یہی آمید عموماً مورخوں میں نہ پائی جائے تو اُس کا سبب یہی سمجھنا چاہیئے کہ وہ لوگ ٹیچر کے محققوں کی بہ نسبت کمتر لیاقت رکھتے ہیں اور کسقدر بے سبب ہوسکتا ہے، کہ معاشرت کی باتیں جو تاریخ سے ملانے رکھتی ہیں زیادہ پیچیدہ ہوتی ہیں۔

یہی اسباب ہیں جنہوں نے اب تک علم تاریخ کو ایک علم ہونے نہیں دیا۔ نہایت مشہور اور نام آزد مروج علم طبعی جاننے والے کے مقابلہ میں کچھ بھی درجہ نہیں رکھتا ہے۔ کسی ایسے شخص نے تاریخ کی طرف ہل توجہ ہی نہیں کی ہے جو ذہن و عقل میں مثل کپلر، نیوٹن کے وحید مصر ہو۔ اگرچہ موجودات کے حالات بھی نہایت پیچیدہ ہیں، مگر جو مروج فلسفہ کے طور پر تاریخ لکھتا ہے اُس کو ٹیچر کی تحقیقات کرنے والے کی نسبت زیادہ مشکلات پیش آتی ہیں، کیونکہ اُس کے تجربہ میں وہ غلطیاں ہوسکتی ہیں جو تھپ اور جوش سے پیدا ہوتی ہیں، اور جسقدر

اور پہلے کا واقعہ اپنے سے پہلے واقعہ ہے ، اسی طرح ساری دنیا ایک زنجیر ہے اور ہر ایک آدمی ایک سلسلہ میں اپنا کام کرتا ہے ، ہر وہ اس بات کا تعین نہیں کر سکتے کہ وہ کیا کام ہوگا ۔

غرض کہ جب سوسائٹی یعنی گروہ انسانی عام طور پر ترقی کرتی جاتی ہے تو نیچر کے بقاعدہ ہونے کا زیادہ یقین ہوتا جاتا ہے ، اور اُس وقت بجائے مسئلہ واقعات کے اتفاق ہونے کے ، دوسرا مسئلہ واقعات میں ضروری مناسبت کا قائم ہوتا ہے کہ مصنف کی یہ رائے ہی کہ غالباً انہی دونوں مسئلوں اتفاق اور ضروری سے انسان کے مختار اور مجبور ہونے کا معنی تقدیر کا مسئلہ نکلا ہے ۔ اور اس بات کا سمجھنا میں آتا کہ گروہ انسانی کے زیادہ تر مذہب ہونے کی حالت میں یہ تبدیلی صورت کیونکر واقع ہوتی ہے کچھ مشکل نہیں ہے ۔ ہر ملک میں جب دولت کا جمع ہونا ایک حد میں تک پہنچ جاتا ہے تو ہر ایک شخص کی مصروفیت کا محاصل اُس مقدار سے زیادہ ہوتا ہے جو اُسکی پرورش کے لیئے کافی تھا ، اور اسی لیئے سب لوگوں کو مصروفیت کی ضرورت نہیں رہتی ، پس ایک ایسا جدا فرقہ بن جاتا ہے جس کے لوگ اپنی زندگی بظہر مصروفیت و آرام سے بسر کرتے ہیں ؛ اور چند آدمی عام کی تحصیل میں اور اُس کے پھیلتے سے میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں ؛ اور ان پہلے لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہمیشہ نکلتے ہیں جو بیرونی واقعات پر خیال نہیں کرتے ، بلکہ اپنے دل کی باتوں کی تحقیقات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ؛ اور جب یہ لوگ کامل ہو جاتے ہیں تو یہی لوگ نئے فلسفہ کے موجد ، اور نئے مذہب کے بانی ہوتے ہیں ؛ اور جو لوگ اُس فلسفہ یا مذہب کے پیرو ہوتے ہیں اُنہیں اُسکا بہت بڑا اثر ہوتا ہے ، لیکن اُن کے موجدوں یا بانیوں پر خود اُنکے زمانہ کا اثر پایا جاتا ہے ؛ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے چاروں طرف کی رائے کے دباؤ سے بچ سکے ، اور جسکو دنیا فلسفہ اور نیا مذہب کہتے ، وہ کچھ بالکل نئے خیالات کا پیدا کیا ہوا نہیں ہوتا ، بلکہ اُس زمانہ کے لوگوں کے جو خیالات ہوتے ہیں وہی خیالات ایک نئی راہ کی طرف پور جاتے ہیں ۔ پس امو مانتع نفع میں بیرونی دنیا کے واقعات کے اتفاق ہونے کا مسئلہ انسان کے مختار ہونے کے مسئلہ کے مطابق ہے جو اندرونی دنیا سے علائہ رکھتا ہے ؛ اور ضروری مناسبت کا مسئلہ اسی طرح انسان کے مجبور ہونے یا تقدیر کے مسئلہ سے مشابہت رکھتا ہے ؛ صرف فرق اتنا ہے کہ پہلے مسئلہ متنازع بین معنی فلسفیان فلسفہ ذہنی کا نکالا ہوا ہے اور دوسرا مسئلہ تہذیب و تمدن یعنی علم مذہبی کا ۔ پہلے مسئلہ میں فلسفہ ذہنی کے حکام واقعات کے اتفاق ہونے کے مسئلہ سے شروع کر کے دل میں ایک خرد اختیاری یعنی افعال میں انسان کے مختار ہونے کا اصل قائم کر لیتے ہیں ؛ اور اسی

یہ خیال مضبوط ہوتا جاتا ہے : مثلاً وحشی قومیں جن میں تہذیب کا اثر کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا ، اور جو صرف شکار پر اپنی زندگی بسر کرتی ہیں ، اُن کو بلاشبہ یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ہماری ضروری ضرورت کا ملنا صرف کسی امر اتفاقی کا نتیجہ ہے جو بیان نہیں ہو سکتا ، چنانچہ شکار کی یہی ملتا ہے اور یہی نہیں ملتا ، کیوں افراد سے ملتا ہے اور کیوں نہیں ملتا ، اور اسی سبب سے ملتا کہ کیوں شہدہ بھی اس بات کا نہیں ہوتا کہ نیچر کے انتظام میں ترقی ہے ہی ، اور نہ اُن کے دل میں ان عام اصولوں کا وجود سمجھا جاتا ہے جن کی رو سے تمام واقعات وقوع میں آتے ہیں ، اور جن اصولوں کے علم سے ہم اُنہی باتوں کی آئندہ حالت کی نسبت پیش گوئی کر سکتے ہیں ۔ مگر جب یہی قومیں کچھ ترقی کر کے اساتیر کی حالت میں آجاتی ہیں ، تو وہ پہلے پہل ایسی خردائیں کہاتی ہیں جنکا ملنا بلکہ اُنکا پیدا ہونا ہی اپنے ہی قتل کا نتیجہ دیکھتی ہیں ، یعنی جو کچھ ہوتے ہیں وہی کاٹتے ہیں ، اُنکی ضرورتوں کے ضروری سامان زیادہ تر اُنکے اختیار میں ہوجاتے ہیں ، اور اُنہی کی مصروفیت کے نتیجے ہوتے ہیں ؛ جبکہ وہ بیچ زمین میں ہوتے ہیں ، اُس سے درخت ہوتا ہے ، پھولتا ہے ، پھلتا ہے ، پائیں نکلتی ہیں ، جب وہ پختہ ہوجاتی ہیں تو اُن سے وہی غلہ نکلتا ہے جو بویا تھا ، اور اُس غلہ کو اُس بیج سے یہی جو بویا تھا کچھ مناسبت ہوتی ہے ؛ ان باتوں سے اُنکو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی اور حکمت ہے ۔ یہ نتیجہ ہمیشہ یکساں ہوتا ہے ۔ اب اُنکو آئندہ کے لیئے ، کو یہی ہوا ، مگر ایک قسم کا امتیاز اور بددست ہوجاتا ہے ، اور یہ امتیاز اُس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جو اُنکو اپنی اُس پہلی اور غیر معین حالت میں تھا ، اسی سے اُنکو ایک دھڑلا سا خیال اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ واقعات میں کچھ تسلسل اور استقامت ہے ، اور کچھ کچھ وہ باتیں سمجھ میں آنے لگتی ہیں جنکو آخر کار نیچر کے قانون کہتے ہیں ۔ اس بڑی ترقی کے ہر ایک قدم پر اُنکا خیال صاف ہوتا جاتا ہے ۔ جس قدر اُن کی تحقیقات بڑھتی ہیں اور تجربہ زیادہ وسیع ہوتا جاتا ہے ، اُس قدر اُنکو قاعدہ و سلسلہ ، اور واقعات میں باہم موافقت ملتی جاتی ہے جسکے وجود کا اُنکو پہلے شبہ ہی نہ تھا ۔ اسکے ظاہر ہونے سے وہ مسئلہ واقعات کے اتفاق ہونے کا جو شروع میں اُنکے دل میں بیٹھا ہوا تھا بوجہ ہوتا جاتا ہے ۔ تہذیبی سی اور ترقی کے بعد استدلال کا شوق دل میں پیدا ہوتا ہے ، اور اُس میں سے بعض لوگ اپنی تحقیقات سے کلہا کہتے ہیں ، اور اگلی رائے سے ، نفرت کرنے لگتے ہیں ، اور یہی وہی کرتے ہیں کہ ہر ایک کچھ واقعہ اپنے پہلے واقعہ سے متعلق رکھتا ہے

اصل کا ایک نئی صورت میں آزادی نام رکھتے ہیں کہ انسان آزاد متطابق ہے، اور اس طرح پر مائل ہے تمام مشکلات دغ ہو جاتی ہیں؛ کیونکہ پوری آزادی جو سب فملوں کا سبب ہے خود کسی کا نتیجہ نہیں، بلکہ مثل مسئلہ ”اتفاقہ“ کے ایک ایسی حقیقت ہے جس میں زیادہ بیان نہیں ہو سکتا۔ علماء مذہبی درجے یعنی واقعات میں ضروری مناسبت کے مسئلہ کو مذہبی صورت میں لاتے ہیں، اور چونکہ ان کی طبیعت انتظام اور مطابقت کے خیالات سے پوری ہوتی ہے اس لیے وہ اس مناسبت کو، جس میں کبھی فرق نہیں ہوتا، خدا کے عالم غیب سے منسوب کرتے ہیں، اور اس اعلیٰ اور عمدہ اور پاک خیال کے ساتھ کہ خدا واحد ہے یہ مسئلہ تقدیر کا بھی لگایا جاتا ہے کہ خدا نے تمام چیزوں کو ابتدا سے ایک اندازہ پر اپنی مرضی کے موافق معین و مقرر کر دیا ہے۔

ہماری زندگی کے جو حالات تاریکی میں ہیں وہ ان مختلف مسئلوں اتفاقہ اور ضروریہ سے، یعنی مختاری اور تقدیر سے سہل طرز پر صاف ہو جاتے ہیں اور باآسانی سمجھ میں آ جاتے ہیں، اور اس لیے اوسط درجہ کی قابلیت کے لوگوں کے دل کو بہت پسند ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی بہت سے لوگ اپنی دونوں مسئلوں کے پیرو ہیں، مگر ان مسئلوں نے انسان کے عالم کے سرچشمہ کو صرف کدلا ہی نہیں کیا بلکہ ایسے مذہبی فرقے پیدا کیے جن کی آپس کی دشمنی نے انسان کی سوسائٹی کو برباد کر دیا اور زندگی کی اثر باتوں کو تلخ کر دیا۔ یورپ کے علماءوں کا اب یہ خیال ہے کہ یہ دونوں مسئلے غلط ہیں، یا یہ کہ ان کی واقعیت کا اور صحت کا کوئی کافی ثبوت نہیں ہے، مگر چونکہ یہ امر عظیم ہے اور نہایت ضروری ہے اس لیے مناسب ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہم اس کو صاف کریں۔

مختاری اور تقدیر کے خیال کی ابتدا کی نسبت جو کچھ ہم نے لکھا، شاید اس میں کچھ شک ہو، مگر جس بنیاد پر وہ قائم ہیں اس میں کچھ جھگڑا نہیں ہے۔ تقدیر کا مسئلہ مبنی ہے ایک مذہبی قیاس پر، اور مختاری کا مسئلہ مبنی ہے ایک ایسے قیاس پر جو وجدان قلبی سے ملانہ رکھتا ہے۔ تقدیر کے ماننے والے ایک ایسے مسئلہ پر چلتے ہیں جس کا ایک کوئی قرار واقعی ثبوت نہیں ہے۔ وہ لوگ اس بات کا یقین لاتے ہیں کہ خدا نے جس کی نیکی مسلمہ ہے، یا جو وہ اپنے بالکل نیک ہونے کے، اچھے و برے میں، یا بدی و نیکی میں، یا پسندیدہ ہونے اور نا پسندیدہ ہونے میں، تمیز کی ہے، اور لاکھوں مخلوق کو جو اب تک پیدا بھی نہیں ہوئی، اور صرف خدا ہی کے نکلنے یا ارادہ سے پیدا ہو سکتی ہیں، ازل سے

اب تک پر باندی اور گنہگاری میں ڈال دیا ہے؛ اور یہ بات خدا نے کسی انسان کے اصول پر نہیں کی، بلکہ صرف اپنی قدرت کاملہ اور معتاد کل ہونے کی قدرت سے کی ہے۔ عیسائیوں میں جو پراستانت فرقہ کے ہیں، انہیں یہ مسئلہ کالوں کے وقت سے نکلا جسکی طبیعت نہایت قریب تھی، مگر نہایت تاریک، لیکن انہیں نے اس مسئلہ کو پہلے پہل درست کیا، اور معلوم ہوتا ہے کہ انہیں نے طبیعت لوگوں سے یہ مسئلہ سیکھا تھا۔ پھر حال اگر اس بات سے بھی قطع نظر کی جاوے کہ یہ مسئلہ اُور اصولوں کے بھی متضاد ہے، مادی تحقیقات میں اس مسئلہ سے کچھ دُور نہیں ہے؛ کیونکہ جب یہ مسئلہ ہمارے عالم سے باہر ہے تو ہم اس کی سچائی یا جھوٹ کی تحقیق نہیں کر سکتے۔ دوسرا مسئلہ جو مذہب سے مختاری کے نام سے مشہور ہے، آرمینیوں کے مذہب سے مناسبت رکھتا ہے، لیکن در حقیقت انسان کی کائنات کی بزرگی کے مسئلہ پر مبنی ہے۔ (یہی بات کرنے سے جو از خود آدمی کا دل پکڑا جاتا ہے، اور آدمی کو بے چین و بے تاب کر دیتا ہے اس کو کائنات کہتے ہیں) ہر ایک شخص کو معلوم ہوتا ہے اور بالبداهۃ جانتا ہے کہ میں آزاد ہوں، اور کوئی دلیل اس خیال کو کہ ہم آزاد ہیں دور نہیں کر سکتی۔ اب اس اختیار کامل کے وجود میں جسکے مقابلہ میں تمام عالم طریقے استدلال کے کچھ کام نہیں کرتے، دو یا تین ہیں: پہلی بات کو صحیح ہو مگر ثابت نہیں ہے؛ اور دوسری تو بلاشبہ غلط ہے؛ اور وہ در باتوں میں ہے؛ اول یہ کہ قوت ممیزہ نیک و بد جسکو انگریزی میں ”کانشنس نس“ کہتے ہیں، اور جس قوت کے احکام کبھی خطا نہیں کرتے ایک ملاحدہ قوت ہے، مگر یہ بات کہ ”کانشنس نس“ ایک ملاحدہ قوت ہے اب تک کی طرح تحقیق نہیں ہے۔ بعض بڑے بڑے مقلوں کی یہ رائے ہے کہ یہ طبیعت کئی ایک حالت ہے؛ اگر یہی بات ہو تو پس بھٹ ختم ہوگئی، کیونکہ اگر ہم یہ بھی تسلیم کریں کہ جب دل کے تمام قری سے پورا پورا کام لیا جاوے تو برابر نیک و نیک کام کرتے ہیں، تب بھی کوئی شخص یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ دل کی ہر ایک حالت میں، جو اتفاقہ کسی ایک طوع کی ہو جاتی ہے، صحیح صحیح اور نیک نیک کام ہوتا ہے۔ قطع نظر اس بات کے اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ ”کانشنس نس“ ایک جدا قوت ہے، تو بھی ہم یہ دوسری طرح پیش کرینگے، کہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قوت بہت خطا کرتی ہے۔ تہذیب کی ترقی کی تمام حالتوں میں جو انسان پر گذری ہیں دل کی خصوصیت یعنی مقصد کا بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ اور وہ اثر اس زمانہ کے مذہب اور فلسفہ اور اخلاق کی باتوں پر

ہوا پر رہا ہی . اُس زمانہ کے مقیدوں کو ہر ایک شخص مانتا آیا ہی اور دوسرے زمانہ کے لوگ اُن پر ہنسنا کینٹہ ہیں ، اور ہر ایک مقید اپنے زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں ایسا ہی گوا رہا ہی . اور اُن کے کائناتس کا جزو اعظم رہا ہی جیسیکہ اب وہ رہا ہی . جس کو ہم آزادی کہتے ہیں ، تو بھی یہ بات ممکن نہیں یہ کائناتس نس کے سب نتیجے صحیح ہوں ؛ کیونکہ اُن میں سے اکثر ایک دوسرے کے مخالف ہیں . پس جب تک یہ بات نہ مانی جاوے کہ زمانہ مختلف میں سچائی بھی مختلف ہوتی ہی تب تک وہ عقدہ حل نہیں ہو سکتا ، اور یہ بات معال ہی . پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ کائناتس کی شہادت اس بات کا ثبوت نہیں ہی کہ وہ رائے صحیح ہی ؛ کیونکہ اگر ایسا ہو تو در باتوں جو ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں درو پر ابڑھ ہو گئی . علاوہ اس کے زندگی میں جو جو باتیں ہوتی ہیں اُن کے دیکھنے سے ایک دوسری بات نکلتی ہی . کیا ہمکو بعض حالتوں میں بھوت اور آسیب کے ہونے کا یقین دل میں نہیں ہو جاتا ؟ اور کیا پھر بھوی لوگ یہی نہیں کہتے کہ ایسی چیزوں کا وجود نہیں ہی ، کوئی اور بات ہو گئی جس کو ہم نے بھوت اور آسیب سمجھا ہی . اگر یہ کہا جاوے کہ اس قسم کا کائناتس یا یقین دھوکا ہی اصلی نہیں ہی تو ہم یہ پوچھیں گے کہ وہ کونسی چیز ہی جو صحیح اور غلط ، یا سچی اور جھوٹی ، کائناتس میں تمیز کرتی ہی . اگر بعض باتوں میں کائناتس ہمکو دھوکا دیتا ہی تو کیونکہ یقین ہو سکتا ہی کہ اور باتوں میں دھوکا نہ دیکھا ؛ اور اگر یقین نہیں ہو سکتا تو وہ کسی اعتبار کے لائق نہیں ہی ، اور اگر کسی طرح اُس پر یقین ہو سکتا ہی تو ایک دوسری کسی ایسی شے کا وجود لازم آتا ہی کہ کائناتس اسکا تابع ہو . پس کائناتس کی سچائی کا مسئلہ جس کی بنیاد پر خود مختاری کے جائزے والوں نے اپنا اصول قائم کیا تھا وہاں جاتا ہی . بے شک میسرے نزدیک اس بات کا شبہ کہ کائناتس نس کا وجود بطور ایک ملحدہ قوت کے ہی کہ نہیں ، اور نیز یہ بات کہ یہ قوت ہمیشہ سب باتوں کو یکساں نہیں ہماتی ، ایسی دو دلیلیں ہیں جن سے یقین ہوتا ہی کہ

چند قصص کے دل کا حال معلوم کرنے سے دعویٰ فلسفہ علم کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا ، مگر اُن اصولوں کے تصدیق کرنے سے جو تاریخ سے نکالے جا رہے ہیں اُس کی تحقیقات بطریقی ہو سکتی ہی ؛ یعنی اُسکے اصول اُس باتوں سے نکالے جا رہے ہیں جو ایک زمانہ دراز میں انسان کے حالات میں گذرے ہوں . یہ بات بلا شبہ نہایت خوبی کی ہی کہ جس شخص کے خیال میں یہ بات ہو کہ اس تاریخ ہی ایک علم ہو سکتا ہی ، اُس شخص کو خود مختاری یا تقدیر کے مسئلہ پر

یہی سب سامان ہیں جس کے ذریعہ سے تاریخ فاضلہ کے طرز پر لکھی جا سکتی ہی . ایک تو انسان کا دل ہی جو خود اپنے وجود کے قانون کی اطاعت کرتا ہی ، اور جب بیرونی چیزوں کا اُس پر کچھ دخل نہیں ہوتا تو بموجب اپنی بظاہر کے ترقی کرتا ہی . دوسری وہ ہی ہی جسکو ہم ٹیچر کہتے ہیں ، اور ٹیچر بھی اپنے قانون کی اطاعت کرتا ہی ، لیکن ہمیشہ انسان کے دل سے ملکر اُس کی دلی خواہش اور ذہنی کر امتیاز دیتا ہی جسکے سبب انسان اپنے

بھٹ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہی ؛ کیونکہ اُس کو مفصلہ ذیل امور کا تسلیم کرنا کافی ہی ، یعنی ہم جو کوئی کام کرتے ہیں کسی ایک یا ایک سے زیادہ غرض سے کرتے ہیں ، اور وہ غرض بھی کسی اور غرض کا نتیجہ ہوتی ہی . پس اگر سب باتوں سے اور اُن کی تصریح کے قاعدوں سے واقف ہوں تو ہم بغیر کسی غلطی کے پہلے سے بتا سکتے ہیں کہ اُن کا نتیجہ کیا ہوگا . جن لوگوں کے دل میں طرنداری نہیں ہی ، اور جو اپنی رائے سے ٹیچر موجودہ پر کام کرتے ہیں ، اس رائے کو قبول کرینگے کہ مثلاً اگر ہم کسی شخص کے حال جان سے بطریقی واقف ہوں تو ہم بتا سکتے ہیں کہ بعض خاص حالتوں میں وہ شخص کیا کریگا . اگر ہماری اس پیشین گوئی میں غلطی ہو تو خود مختاری یا تقدیر کو اُس کا سبب نہ قرار دینا چاہیے ؛ کیونکہ اب تک اُن درو باتوں کا کچھ ثبوت نہیں ہوا ہی ، بلکہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ یا تو ہمکو اُس شخص کے حالات غلط معلوم تھے ، یا یہ کہ ہم نے اُس کے دل کی مام حرکتوں کے سمجھنے میں غلطی کی . اگر ہماری سمجھ صحیح ہو اور اُس کے ساتھ ہی اُس شخص کے مزاج کے حالات سے بطریقی واقف ہو تو اُن حالات کے سبب ہمکو پہلے سے معلوم ہو سکتا ہی کہ وہ شخص کیا کریگا .

پس اب خود مختاری اور تقدیر کے مسائل کی بھٹ سے قطع نظر ، کر یہ نتیجہ نکلتا ہی ، کہ انسان کے افعال میں اور اُن باتوں میں جن سے اُن افعال سرزد ہونگے مطابقت کا ہونا ضرور ہی ؛ کیونکہ یکساں حالتوں میں یکساں نتیجے ہونے چاہیے ، اور جو کہ اُن افعال کے تمام اسباب یا تو اندر سے یعنی دل سے پیدا ہوتے ہیں یا بیرونی چیزوں سے ، اس لئے اُن کے نتیجوں میں بھی فرق ہوتا ہی ؛ یعنی وہ فرق جو انسان کے حالات کے تبدیل ، یعنی اُن کے سرزد اور اُن کے تزلزل ، اُن کی خوشی اور اُن کے رنج ، کا تاریخیوں میں پایا جاتا ہی . وہ سب اُنہی درو باتوں کا ، یعنی بیرونی باتوں کے اثر کا دل پر ، اور دل کے اثر کا بیرونی باتوں پر ، نتیجہ ہوتا ہی .

فعل کرتا ہی جو بغیر ٹیچر کی مداخلت کے نہ کرتا۔ پس انسان ٹیچر کو تبدیل کرتا ہی اور ٹیچر انسان کو تبدیل کرتا ہی، اور اسی آپس کی تبدیلیات سے سب واقعات پیدا ہوتے ہیں۔

اب ہم کو اس دوسری تبدیلی کے قانون کے دریافت کرنے کا طریق تحقیق کرنا ہی، لیکن اُس سے پہلے اس بات کی تحقیقات ہونی چاہیئے کہ ان دونوں قسم کی تبدیلیوں میں سے کونسی زیادہ قوی ہی، آیا انسان کے خیالات اور خواہشوں پر طبعی باتوں کا زیادہ اثر ہوتا ہی، یا طبعی باتوں پر انسان کے خیالات اور خواہشوں کا زیادہ اثر پڑتا ہی، تاکہ ان دونوں میں سے جو کچھ چیز زیادہ اثر کرنے والی ہو اُسکی دریافت کرنے میں، اگر ممکن ہو، تو سب سے پہلے توجہ کریں، کیونکہ اُس کے نتیجے زیادہ تو ظاہر ہونگے، اور اس سبب سے باآسانی تجربہ میں آسکیں گے، اور اس میں ایک بڑی بھی فائدہ ہوگا کہ جب ہم بڑی قوت کے قانون کا ایک نلیہ نکال لیں گے تو بہت کم باتیں سمجھنی وہ جاوینگی۔ مگر اس تحقیقات سے پہلے ہم کو اُن صاف اور روشن ثبوتوں کا بیان کرنا مناسب ہی جسے ظاہر ہوتا ہی کہ دل کی حرکتیں باقاعدہ ہوتی ہیں۔ اس بیان سے رائے مذکورہ بالا قوی ہو جاوے گی، اور جس ذریعہ سے اِس امر میں تحقیقات ہوتی وہ بھی صاف ہو جاوے گا۔

انسان کے اعمال آسان طور پر دو قسموں میں منقسم ہیں، ایک نیک اور دوسرے بد؛ اور چونکہ یہ دونوں قسمیں باہم ایک دوسرے سے مناسبت رکھتی ہیں، اور انہیں کا مقبوضہ ہمارے اخلاق ہیں، اس لیئے یہ لازم آتا ہی کہ جس سبب سے ایک قسم زیادہ ہوتی ہی اُسی سبب سے اُس قدر دوسری قسم کم ہوتی ہی۔ پس اگر ہم کسی زمانہ میں ایک قوم کی پرائیوں میں مطابقت پادیں، تو اُن کی نیکیوں میں مطابقت پادیں، تو دوسری ہی اُن کی برائیوں میں مطابقت ہوگی۔ یہ دونوں قسم کے اعمال، جیسے کہ اُن کے نام سے ظاہر ہوتا ہی، ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں؛ یا اگر اسی بات کو دوسرے طور سے بیان کریں تو یوں کہیں، کہ اگر یہ ثابت ہو سکے کہ انسان کے پرے اعمال میں سوسائٹی کے تبدیلیات کے موافق فرق ہوتا ہی تو اُس سے بھی نتیجہ نکلیگا کہ اُن کے نیک اعمال میں بھی ایسا ہی فرق ہوتا ہی، اور نیز یہ بھی نتیجہ نکلیگا کہ اس قسم کا فرق بڑے بڑے اور عام اسباب کا نتیجہ ہی جو تمام سوسائٹی پر اپنا اثر پہنچاتے ہیں اور خاص نتیجہ پیدا کرتے ہیں، بلا لحاظ اُن خاص شخصوں کی خواہش کے جسے سوسائٹی بنی ہوئی ہی، اگر انسان کے فعل سوسائٹی کی حالت کے بموجب ہوتے ہیں تو اسی قسم کی مطابقت ملنے کی ہمیں اُمید ہی، اور اگر ایسی مطابقت نہ ملے تو ہمارے یہی یقین کرسکتے ہوں کہ انسان کے فعل کسی ایسے اصول کے بموجب ہوتے ہیں جسکا کچھ تھیک نہیں ہی، اور جو ہر ایک شخص میں خاص طور پر ہوتا ہی؛ مثلاً خود مختاری وغیرہ۔

اصل غرض قانون کی یہ ہی کہ بے گناہ بمقابلہ گنہگاروں کے معفو رہوں، اس لیئے یورپ کی گورنمنٹوں نے، جب اُن کو معلوم ہوا کہ اگر کوئی کے حالات کے نقشہ کیسے مفید ہوتے ہیں، تو اُن جرم کی نسبت ثبوت جمع کرنا شروع کیا جنکے لیئے سزا دینی منظور تھی۔ یہ ثبوت جمع ہوتا گیا، یہاں تک کہ اب یہ از خود لٹریچر یعنی علم ادب بن گیا ہی؛ اور ہم سے واقعات نہایت احتیاط سے اور تحقیقات سے ساتھ جمع کیئے گئے ہیں؛ اور زمانہ سابق کے تجربہ کی یہ نسبت انسان کے اخلاق کے حالات اُن سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں، مگر چونکہ اس تجربہ

جو نتیجے درحقیقہ وقوع میں آئے ہیں بے شک نہایت مفید ہیں، اور علم اخلاق کے محقق علم الہیات کے ایسے قیاس پر چلے ہیں جو طبعیت کے علم سے متعلق ہی، لیکن جس تحقیقات کا میں ذکر کرتا ہوں وہ بالکل بے شمار واقعات پر مبنی ہی، اور وہ واقعات ایسے ہیں جو ہم سے ملکوں میں پائے گئے ہیں، اور نہایت صاف طور پر ہندسہ کی صورت میں بتلائے گئے ہیں، اور ایسے ارگوں نے اُنکو جمع کیا ہی جو سوکڑی اہلکار تھے اور اُن کو کسی خاص مسئلہ کی بچ یا کسی خاص فائدہ کا پاس نہ تھا کہ جسکے سبب اُن باتوں کی رپورٹ کی سچائی کو جنکی تحقیقات کا اُن کو حکم تھا پگارتے یا خراب کرتے۔ نہایت وسیع نتیجے جو انسان کے افعال کی نسبت نکالے گئے ہیں، اور جو سب کو سمجھو اعتراض نہیں ہی، وہ اسی یا اسی قسم کے ذریعہ سے نکالے گئے ہیں۔ ملکوں کے حالات کے سالانہ نقوشوں سے اُن کا ثبوت ہوتا ہی، اور وہ علم حساب کے قاعدہ پر پائے گئے ہیں، اور جو کوئی اس بات سے واقف ہوگا کہ اس ایک طریقہ سے کتنی باتیں دریافت ہوئی ہیں، وہ صرف دل کی حرکات کے مطابق ہونے کو ہی نہیں مانینگا، بلکہ اُس کو یہ بھی یقین ہو جاوے گا کہ اگر وہ تو یہ ذریعہ کام میں لائے جاویں جو علم کی موجودہ حالت میں حاصل ہو سکتے ہیں، تو اُن کو بھی یہی سی مفید باتیں دریافت ہونگی۔

اُسقدر ہوا کہ جرم کی تعداد کی کمی بیشی صحت کی کمی بیشی سے کم ہوئی۔ اسی قسم کا قاعدہ ہر ایک مصلحتہ مصلحتہ جرم میں پایا گیا ہے۔ جب جرم ایک ہی قاعدہ کے بموجب ایک وقت میں کے بعد پورا ہوا صادر ہوتے گئے۔

جو لوگ یہ یقین کرتے ہیں کہ انسان کے اعمال ہر شخص کے خاص مزاج کے موافق ہوتے ہیں، اور سرسٹھیتی کی عام حالت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا، اُن کو یہ بات عجیب معلوم ہوگی، لیکن اس سے بھی زیادہ عجیب ایک بات یہ ہے، کہ منجملہ جواب قابل سزا کے کوئی جرم ہر شخص کے مزاج پر ایسا موقوف نہیں معلوم ہوتا جیسی کہ خود کشی، عورت یا لڑکے کی کوششیں رک سکتی ہیں، اور روٹی بھی کٹی ہیں، بعض وقت وہی شخص اُن کو روک دیتا ہے جس پر حملہ کیا جاتا ہے، اور بعض وقت حاکم مانع ہوتے ہیں، لیکن خود کشی کی کوشش میں کم روک ٹوک ہو سکتی ہے، جو شخص اپنے قتل کرنے کا مصمم ارادہ کرلیتا ہے، اُس کو اخیر وقت میں دشمن کی لڑائی مانع نہیں ہوتی، اور وہ حاکم کی دسہ اندازی سے بھی آسانی سے بچ سکتا ہے، اُس کا کام کرنا تنہا ہو جاتا ہے، باہر سے اُس پر کچھ مداخلت نہیں ہوتی، اور یہ نسبت اور کسی جرم کے زیادہ تو خاص ایک شخص کی مرضی اور خواہش کا نتیجہ ہوتا ہے، یہ بھی واضح ہو کہ برخلاف اور جرائم کے، یہ جرم ساتھیوں کے درمیان سے بہت کم ہوتا ہے، پس جبکہ لوگ ساتھیوں کے درمیان سے یہ جرم نہیں کرتے، تو ایک بڑی بیرونی بات کا اثر، جس سے آزادی دہ جارے، اُن پر نہیں ہوتا، اس لیے خود کشی کی نسبت، جو تنہائی میں ہوتا ہے، اور جس پر قانون کا کچھ اختیار نہیں چلتا، اور نہ ہوشیار پولیس اُس کو کم کر سکتی ہے، عام اصول کا نکالنا اور قاعدہ تلاش کرنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہوگا، ایک اور مشکل یہ ہے کہ خود کشی کا نہایت مددہ ثبوت بھی ناکام ہوتا ہے، مثلاً ڈرب کر مونا اتفاقیہ عہد کشی میں داخل ہو سکتا ہے، لیکن بعض وقت یہی مدد ہوتا ہے، اور اُس کو اتفاقیہ کہتے ہیں، پس خود کشی صرف غیر معین اور بے اختیار ہی نہیں معلوم ہوتی، بلکہ اُس کا ثبوت بھی نہایت قاریک ہے، مندرجہ بالا وجوہ سے اگر اس کے عام ساتھیوں کے درمیان کرنے میں ناامیدی ہو تو معقول ہے۔

جب کہ اس ایک جرم کے یہ حالات ہیں، تو یہ بات بھی نہایت عجیب کی ہے، کہ جو کچھ ثبوت اُس کی نسبت ہمارے پاس ہے اُس سے یہ ایک بڑا نتیجہ نکلتا ہے، اور دل میں کچھ ہبہ پاتی نہیں رہتا کہ خود کشی سرسٹھیتی کی عام حالت کا نتیجہ ہے، اور مجرم صرف عمل میں لگتا ہے اُس بات کو جو حالات سابق کا

میں پورا ہوا بیان اُن نتیجہ کا نہیں ہو سکتا جو تقشور سے نکلے ہیں، اس لیے میں ہر باتیں نہایت ضروری اور بڑی بڑی باتوں کا ذخیرہ کرنا اور اُن کی نسبت کو بیان کرنا۔

منجملہ سب جرموں کے قتل ایک ایسا جرم تصور کیا جاتا ہے جو بالکل بے قاعدہ ہے، اور اس پر کچھ اختیار نہیں چلتا، گر یہ جرم ایک مدت کی بدیوں کا ایک بڑا کام ہے، تاہم جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اکثر یہ دنمنا وقوع میں آتا ہے، اور جب کہ پیشتر سے بندش ہوتی ہے تو اُس میں بھی موافق موقوفوں کا انتظار کرنا پڑتا ہے، وقت کا لحاظ کرنا پڑتا ہے، اور ایسے موقوفوں کا انتظار اوتا پڑتا ہے جو اختیار میں نہیں ہیں، اور جب وقت آجائے تو فائدہ جرم کرنے والے کا دل ٹوٹ جائے، اور پھر جرم کا کرنا یا نہ کرنا مخالف غرضوں پر منحصر ہوتا ہے، مثلاً قاتلوں کا خوف، اُن سزاؤں کی دھشت جو دین میں لکھی ہیں، جرم کرنے والے کی کاشف کے پیش و آئندہ اندوس کا اندیشہ، و فائدہ کی طمع، و حسد و بدلائیے کا خیال، و ناامیدی وغیرہ۔ جب یہ سب باتیں جمع کی جائیں و ایسے اسباب مضبوط ہو جاتے ہیں، کہ اُن سیبوں میں جن کے نذرے سے عورت ہو سکتا ہے یا منع ہو سکتا ہے کوئی خاص قاعدہ نکلے یا امید نہیں رہتی، لیکن اب دیکھنا چاہیے کہ اصل بات کیا ہے، عمل تو یہ ہے کہ عورت اُسی طرح باقاعدہ ہوتا ہے اور خاص معلوم بیویوں سے نسبت رکھتا ہے جیسے جوار بھاتا اور تبدیلی موسم و سیرکیر، لٹ، جس نے اپنی تمام زندگی مختلف ملکوں کے نقشوں کے جمع نے میں صرف کی، اپنی تحقیقات کا نتیجہ یوں بیان کرتا ہے، کہ ر ایک بات جو جرم سے ملتا رہتی ہے وہ مکرر ایک ہی تعداد پر رع میں آتی ہے، اور ایسے جرائم کا بھی جس میں انسان کی شے بیانی کچھ کام نہیں کرتی یہی حال ہے، مثلاً عورت جو عموماً فانیہ لوانیوں کے بعد ہوا کرتا ہے، ہم تجربہ سے جانتے ہیں کہ ہر ل عورت کی تعداد قریب پوراہ کے ہوتی ہے، اور جن اوزاروں سے زن کیا جاتا ہے وہ بھی قریب ایک ہی تعداد پر کام میں لائے جاتے ہیں، یہ قول سنہ ۱۸۳۵ء میں ہارپر کے پہلے اسٹائٹیشن کا ہے، اور بعد کی تحقیقات سے اُس کی صحت ہوتی آئی ہے، پتہ چلی تحقیقاتوں سے یہ ایک عجیب بات درخشاں ہوئی ہے کہ جرم مکرر ب تعداد پر صادر ہوتے ہیں، اور یہ نسبت نیچر کے قانون کے، جو ہمارے جسم کی بیماری اور یورانی سے ملتا رہتے ہیں، جرم کا حال بہتر سے زیادہ معلوم ہو جاتا ہے، مثلاً فرانس میں ابتدائے سنہ ۱۸۱۸ء تا ۱۸۳۲ء تک جتنے لوگ مجرم قرار پائے اُننے ۱۸۰۰ اُس زمانہ میں پیرس کے اندر موت سے مرے، فرق صرف

ایک ضروری نتیجہ ہے۔ سرسٹینی کی ایک خاص حالت میں ضرور ہے کہ کچھ لوگ جنکی تعداد میں ہی خود کشی کریں۔ یہی عام قاعدہ ہے، اور یہ خاص سوال کہ کون سے جرم کرکے، خاص قاعدوں سے متعلق ہے جو عمل میں بڑے سرسٹنڈ قاعدے کے، جس کے وہ تابع ہیں، اطاعت کرتے ہیں؛ اور بڑے قاعدہ کی ایسی قوت ہوتی ہے کہ نہ زندگی کی مصیبت اور نہ مائیت کا خوف اُن کے عمل کو رزک سکنا ہے۔ اس عجیب قاعدہ کے اسباب کو میں آئندہ لکھوں گا، لیکن قاعدہ کا وجود ہر شخص کو معلوم ہے جو اخلاق کی باتوں کے نقوش کو بھی جانتا ہے۔ مختلف ملکوں میں، جہاں کے نقشہ ہمارے پاس موجود ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ سال بسال خود کشی کرنے والوں کی تعداد برابر ہوتی ہے۔ پس ملحوظ اس کے کہ ہر پورا ثبوت نہیں مل سکتا، ہم پیشتر سے بتا سکتے ہیں کہ آنے والے زمانہ میں کتنے لوگ خود کشی کریں گے، بشرطیکہ سرسٹینی کے حالات کچھ زیادہ تبدیل نہ ہو جائیں۔ لندن میں بھی، باوجود اُن تبدیلیات کے کہ جو دنیا کی سب سے بڑے اور نہایت عیاش دارالغفلت میں ہوا کرتے ہیں، بہت مبالغہ اور قاعدہ پایا جاتا ہے۔ امور متعلق انتظام ملکی و تجارت اور قسط سالی کی تبدیلیاں، یہی سب خود کشی کے سبب ہیں، اور یہ ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں، تاہم اس وسیع دارالغفلت میں قریب در سو چالیس آدمیوں کے خود کشی کرتے ہیں۔ مارشی سب سے سالانہ خود کشی کی تعداد میں فوق یہی ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد دوسو چھیاسٹھ ہوتی ہے، اور کم سے کم در سو تیرہ — سنہ ۱۸۴۶ ع میں، جس سال ریلوے کے سبب بڑا انقلاب ہوا، لندن میں در سو چھیاسٹھ آدمیوں نے خود کشی کی؛ سنہ ۱۸۴۷ ع میں کچھ کم ہی شروع ہوئی، اور تعداد دوسو چھپن ہوئی، سنہ ۱۸۴۸ ع میں دوسو سینتالیس؛ اور سنہ ۱۸۴۹ ع میں در سو تیرہ؛ اور سنہ ۱۸۵۰ ع میں در سو آنتیس۔

یہی چند ثبوت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسٹینی کی ایک خاص حالت میں ایک قسم کے جرم ضرور مکرر ہوتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نتیجہ خاص خاص منتخب واقعات سے نہیں نکالا گیا ہے، بلکہ یہ عام نتیجہ جرم کے بہت وسیع نقوش سے نکالا گیا ہے، اور اُن نقوش میں لاکھوں تجربہ بہت سے ملکوں کے، جن میں مختلف درجوں کی تہذیب، مختلف قانون، مختلف رائے، مختلف اخلاق، اور مختلف مادیتیں جاری تھیں، مندرج ہیں، اور اگر ہم یہ بھی لکھیں کہ ان نقوش کے حالات ایسے مشہور نے جمع کیئے جو خاص اسی کام کے لیئے نوکر تھے، اور اُنکو ہر ایک ذریعہ

حقیقت حال کے دریافت کرنے کا حاصل تھا، اور دہرہ کا دینے میں اُن کی کوئی غرض نہ تھی، تو بیشک یہ قاعدہ تسلیم کی جائیگی کہ جرم کا ایک قاعدہ معین کے بموجب صادر ہوتا ایک ایسا امر ہے کہ، جو انسان کے اخلاق کی تاریخ کے اور کسی امر کی بہ نسبت، زیادہ ثابت ہے۔ ان نقوش میں متوازی سلسلہ شہادت کا پایا جاتا ہے جو بموجب مختلف حالتوں کے قیاس احتیاط کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، اور سب سے یہی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کے جرم ایک معیاری کی برائی کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ اُس سرسٹینی کی حالت کا نتیجہ ہے جس میں وہ معیاری رہتا ہے۔ اس نتیجہ کا ثبوت صاف یہاں ہے، اور دنیا میں سب لوگ اُس کو دیکھ سکتے ہیں، اور ایسا ہی کہ وہ تصورات، جنکے ذریعہ سے مٹانہیوں اور تہذیبوں نے گذشتہ واقعات کی تحقیقات کو پریشانی میں ڈال رکھا ہے، اُسکو رد نہیں کرسکتے۔

وہ لوگ جو اس بات سے واقف ہیں کہ ملکی باتوں میں فیچر کے قاعدوں کے بچالانے میں تبدیل ہوتی رہتی ہے، وہ اخلاق کی باتوں میں بھی ویسا ہی فرق پائیں گے۔ یہ فرق دونوں حالتوں میں چھوٹے چھوٹے قانون سے پیدا ہوتا ہے، جو خاص موقعوں پر بڑے قانون سے ملتے ہیں اور اُن کی اصلی اور باقاعدہ تاثیر کو تبدیل کردیتے ہیں، اس کی نہایت عمدہ مثال جرمنی کے اُس عمدہ اصول میں پائی جاتی ہے جسکو متوازی الاضلاع کے زوروں کی قوت کہتے ہیں، اور جسکے بموجب قوتوں میں وہی نسبت ہوتی ہے جو اُن قوتوں کی شکل متوازی الاضلاع کی قوتوں میں ہوتی ہے۔ یہ قاعدہ بہت بڑے بڑے نتیجوں سے بھرا ہوا ہے؛ اور قوتوں کا ملنا اور اُنکا ملاحدہ ملاحدہ کرنا اسی قاعدہ سے متعلق ہے۔ اور جو شخص اُس دلیل سے واقف ہے جس پر یہ قاعدہ مبنی ہے، وہ کوئی اسکے قہیک ہونے میں کسی شبہ کا بھی خیال نہ کرے گا۔ مگر جب ہم اس قاعدہ کو کام میں لایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اور قاعدے اُس کو چمکے ہوئے ہیں، یعنی ہوا کی رگڑ کے قاعدے اور اُن جسموں کی پناہ کا اختلاف جن پر زور لگایا جاتا ہے۔ اور جب اس قسم کے امور پیش آتے ہیں تو اصلی اور سیدھا اثر جو ثقیل کے قاعدہ کا مختلف ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر قاعدہ کے نتائج میں فرق ہوتا ہے، تاہم قاعدہ تبدیل نہیں ہوتا۔ اس طرح پر اس بڑے سرسٹنڈ قاعدہ میں، کہ انسان کے اعمال اُنکی خواہش کے نتیجے نہیں ہیں بلکہ حالات ماضی کے نتیجے ہیں، بہت فرق ہوتا ہے، لیکن اصل حقیقت پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ایک ملک کے جرم کی تعداد میں جو سال بسال تھوڑے

کا ارپڑ ذکر ہوا اُنہیں کی اُسید ہوتی چاہتے تھے، اور وہی بہت سے پیشتر معلوم ہوچانا چاہتے تھے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ تحقیقات کی ترقی اب بہت جلد اور دل سے ہوتی جاتی ہے، اور مجھ کو کچھ شک نہیں ہے کہ ایک سو برس کے پیشتر سلسلہ ثبوت کا دورا ہوچاویگا، اور پھر شان و نافر کوئی ایسا مریخ ملیگا جو اخلاق کی باتوں کے باقاعدہ ہونے سے انکار کرے، جیسے اب بہت کم ایسا کوئی عالم ہے جو دنیا کی باتوں کے باقاعدہ ہونے سے انکار کرتا ہو۔

واضح ہو کہ ہمارے انحال کے لیئے ایک قاعدہ ہونے کا ثبوت لوگوں کے حالات کے نقشہ سے نکالا گیا ہے۔ یہ شاخ علم کی جو اب تک اپنی ابتدائی حالت میں ہے، تاہم یہ نسبت تمام علم کے انسان کے نیچر کی تحقیقات میں اس نے بہت ورغمنی بخشی ہے اور گو یہ نہایت قریبی ذریعہ حقیقت کے دریافت کرنے کا ہے، تاہم ہم کو یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے کہ کوئی ذریعہ باقی نہیں ہے جس سے اس طرح کی ترقی ہاسکتی ہے، اور نہ یہ تہیہ نکالنا چاہیئے کہ علوم مذہبی سے اور تاریخ سے آج تک کچھ نسبت نہیں رکھی گئی اسلیئے اُن دونوں میں کچھ نسبت نہیں ہوسکتی، جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ انسان اور بیرونی دنیا کوئے آپس میں ملتی ہیں، تو کچھ شبہ باقی نہیں رہتا کہ انسان کے انحال اور نیچر کے قاعدوں میں نسبت قریبی ہے۔ اگر علم طبیعی اور تاریخ سے آج تک نسبت نہیں رکھی گئی، تو اُسکا سبب یا تو یہ ہے کہ مورخوں نے اُس مقامات کو دیکھا نہیں، یا یہ کہ دیکھا ہو لیکن اُنکو اسقدر علم اور واقفیت نہیں کہ اُس کے عمل کی تہ کو پہونچیں۔ اسی سبب سے بیرونی اور اندرونی باتوں کی تحقیقات میں جدائی رہی، اور گو یورپ کی لٹریچر کی موجودہ حالت سے اڑ پائے جاتے ہیں کہ یہ مصروفی رک کر ترقی دلائی جائے، تاہم یہ تسلیم کرنا ضرور ہوگا کہ اب تک اس بڑی غرض کی تکمیل کے لیئے کچھ بھی نہیں کیا گیا ہے۔ علم اخلاق و علم الہیات و علم باطنی کے عالم اپنے اپنے علم کی تحصیل کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں سائنس جائزہ والے لوگوں سے متعلق ہیں، اور اثر یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی تحقیقات مذہب کے لیئے مضو ہے، اور انسان کی سمجھ پر غیر واجب بھروسہ ہوتا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے، علم طبیعی کے بڑھانے والے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ترقی کرنے والے ہیں، اپنی اپنی کامیابی پر نفا کرتے ہیں، اور اپنی تحقیقاتوں کا مقابلہ اپنے مصافحوں کے بے حرکت حالت سے کرکے ایسے علم کی تحصیل سے نفرت کرتے ہیں جسکا بے فائدہ ہونا سب پر ظاہر ہے۔

تھوڑا فرق ہوتا ہے، اُس کے سمجھنے کے لیئے بیان مندرجہ بالا کافی ہے۔ بلکہ اس امر کے کہ یہ نسبت نیچر کے سامان کے اخلاق کے متعلق بہت سی چیزیں ہیں، تعجب اس بات کا ہوتا ہے کہ باوجود اس کے فرق زیادہ نہیں ہے، اور فرق کے ایسے خفیف ہونے کے سبب سے ہم خیال کرسکتے ہیں کہ وہ بڑے بڑے سرشکل قاعدے کیسے قری ہیں کہ جن میں ہمیشہ مداخلت ہوتی ہے لیکن وہ ہر ایک مشکل سے حل کرتے ہیں۔

انسان کے جواہر میں ہی ایسی مطابقت نہیں پائی جاتی، بلکہ جسقدر شادیاں ہر سال ہوتی ہیں وہ بھی لوگوں کے مزاج اور خواہش کے موافق نہیں ہوتیں، بلکہ بڑے بڑے عام واقعات کے سبب سے ہوتی ہیں جن پر آدمی کا کچھ اختیار نہیں چلتا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ شادی اور اناج کی قیمت میں ایک قسم کی خاص نسبت ہوتی ہے۔ انگلستان میں سو برس کے تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ شادیوں کو لوگوں کے ذاتی خیالات سے کچھ تعلق نہیں ہوتا، بلکہ لوگوں کی جماعت ٹیڈر کی آمدنی کے بموجب ہوتی ہیں۔ پس یہ بڑی سوشل اور مذہبی بات قیمت، حرار اور نرخ اجرت پر منحصر ہوتی ہے۔ اسطور پر اور باتوں میں بھی مطابقت اور قاعدہ پایا جاتا ہے، گو سبب اُنکے باقاعدہ ہونے کا اب تک ظاہر نہیں ہے۔ مثلاً یادداشت کی غلطیوں میں بھی ایسا ہی عام قاعدہ پایا جاتا ہے، جسکو ہم ثابت کرسکتے ہیں۔ لندن اور پیرس کے کانکٹاؤں میں اخیر زمانہ میں ایسے خطوں کی فہرست مشہور ہوئی جن کے لغاتوں پر لکھنے والوں نے بھول کر پتہ نہیں لکھا تھا، اور بالفرض اسبات کے کہ اسکا سبب مختلف ہوا ہوگا، سال بسال وہ فہرست ایک دوسرے کی نقل ہوتی تھی۔ ہر سال اُسی تعداد کے چٹھی لکھنے والے اس آسان کام کو بھولتے تھے۔ پس ہم پیشتر سے بتا سکتے ہیں کہ ہر ایک زمانہ آئندہ میں وہیں کتنے لوگ اس خفیف کام کو جو اتفاقیہ بات معلوم ہوتی ہے پہونچیں گے۔

ایسے لوگ جنکو واقعات کے باقاعدہ ہونے کا مضبوط خیال ہے، اور جنہوں نے اس بڑی حقیقت کو خوب سمجھ لیا ہے کہ انسان کے انحال جو حالات ماضی کے بموجب ہوتے ہیں کبھی بے قاعدہ نہیں ہوتے، گو ظاہر میں بے قاعدہ معلوم ہوں، لیکن اصل میں ایک بڑے عام انتظام کے جزو ہیں جس کے نقشہ کو ہم علم کی موجودہ حالت میں نہیں دیکھ سکتے، جو اسبات کو سمجھتے ہیں، اور یہی تاریخ کی جز اور تاریخ کی کتابھی ہے، اُن کو بیان مندرجہ بالا سے کچھ تعجب نہرگا، بلکہ صاف یہ معلوم ہوچاویگا کہ جن تہیہوں

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۴]

۱۵ شوال سنہ ۱۳۰۶ نبوی سنہ ۱۲۹۱ ہجری

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

تہذیب مہبران و خریداران و ناظرین

اس پروجے کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پروجے کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پروجے میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیومہ اخبار یا زر چندہ یا کچھ زر بیعہ بطور ترغیب کے منایں فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پرنس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت پاپٹ اس پروجے کے آئی ہے کی جارہے کیونکہ یہ پروجے علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پروجے میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار اصناف و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پروجے کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط افہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تہذیب الاخلاق

جستدر روپیہ بابت اس پروجے کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پروجے کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پروجے کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پروجے کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پروجے کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آڑ کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پروجے ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر بیجا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہی خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روانگی پروجے سے اُن کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پروجے خریدنا چاہیگا اُس کو فی پروجے چار آنہ اخراجات روانگی پروجے دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پروجے زائد دلتوں میں موجود ہو *

مضمون نمبر ۱۶۷

مسلمانوں کا افلاس

“ الشیطان یعدی کم الفقر و یامر کم بالفحشاء
والله یدعی کم مغفرة منہ و فضلا ”

خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ تمکو مستحق اور فقیر گردینے کا تو شیطان وعدہ کرتا ہی اور لپپنے کے کام کرنے کو حکم دیتا ہی ، اور خدا اپنی بخشش کا اور نعمت دینے کا وعدہ کرتا ہی — اس زمانہ میں یہی ٹھیک مثال اُن لوگوں کی ہی جنکا پیٹھ یقولوں والا پیٹھ اُن ہی — یعنی غرہ تو دنیا کے بندے ہیں اور کسی مرید و معتقد کی نذر تک نہیں چھوڑتے ، مگر زمان سے دنیا کی ہی ثباتی اور دنیا کا بچھڑتا ہوتا کھٹے ہیں ؛ اپنی حسیب میں دنیا بھرتے ہیں اور لوگوں کو اُس کے چھوڑنے کی نصیحت کرتے ہیں — جو کام مسلمانوں کی بھلائی و بہتری اور ترقی کا سونپا جاتا ہی ، یا کیا جاتا ہی ، یہ عقل کے دھسے ، خدا کے دھسے ، رسول کے دھسے ، مسلمانوں کے دھسے ، ایک نہایت مسکینی سے ٹھنڈے سانس بھر کر کہتے ہیں ، ہاں دنیا چند روز ہی ؛ دولت مند ہوئے تو کیا غریب ہوئے تو کیا ؛ مہل میں بھی گذر جاتی ہی درخت کے سایہ میں بھی گذر جاتی ہی ؛ مرنے کیڑے سے بھی بدن تک جاتا ہی میں بھی بھٹ جاتا ہی ؛ اچھا کہانے سے بھی پیٹ بھرتا ہی جو کی روٹی سے بھی بھرتا ہی ؛ ایسی بات کر جو وہاں کام آئے ؛ دنیا تو گذر ہی جاتی ہی — ہاں جتنی دنیا ہوگی اتنا ہی زیادہ حساب دینا پڑیگا ؛ تقدیر پر ہانک رہو ؛ انسان کو خدا بھوکا اٹھاتا ہی پر بھوکا سلاتا نہیں — یہی ارک حقیقت میں اُس آیت کے مصداق ہیں ، اور وہ ٹھیک ٹھیک رہی وعدہ کرتے ہیں جسکا اُس آیت میں ذکر ہی .

مگر ہم تمام مسلمانوں کی دین و دنیا کی بھلائی چاہتے ہیں ؛ یہی خواہش کرتے ہیں کہ احکامِ ہریمت حق کے بجالائیں ، مفرعات و مہرمات سے بچیں ؛ مباح کے مزے اُڑاویں ؛ ٹھیک طریقہ اور اچھے پیشہ اور مباح وسیلوں سے دنیا کمائیں ؛ اور پھر جس طرح خدا کی مرضی ہی ٹھیک کاموں میں اُس کو صرف کریں ؛ کہ یہی مرضی خدا کی اور یہی حکمِ ہریمت مصطفیٰ کا ہی .

مگر نہایت اندوس ہی کہ مسلمانوں کا حال روز بروز بدتر ہوتا جاتا ہی ؛ مفاسی اُنکو گھیرتی جاتی ہی ؛ جواہر میں وہ مبتلا ہوتے ہیں یا جیلخانے اُن سے بڑے جاتے ہیں ؛ بیدیں اُنکے جوتوں پر لگتی ہیں ؛ ذکرِ بزر میں وہ پکڑے جاتے ہیں ؛ جائدادیں اُنکی

نورخت ہوتی جاتی ہیں ؛ مگر وہ بے رحم اُن کے حال پر رحم نہیں کرتے ، اور اُن کو بھگانے سے باز نہیں آتے . وہ اپنے اس قول پر “ فیضک لا فزیلہم الی یوم الدین ” جمع رہتے اور ثابت قدم ہیں . حال کے ایک انگریزی اخبار انٹین پبلک آپینین لاہور میں ، مسلمانوں کا حال چھپا ہی ، اُسکا ماحصل ہم اس مقام پر لکھتے ہیں ، شاید مسلمان متنبہ ہوں .

اخبار مذکور نے مسلمانوں کے حالات پر غور کرکے یہی اصول قائم کیا ہی ، کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کو ضرور مفلس ہونا چاہیئے . مسلمان کسانوں کا بتدریج مفلس ہونا ، جسکو ہم اس ضلع میں زیادتی مقدمات کا ایک سبب قرار دے چکے ہیں ، قابلِ اظہار و غور ہے ہی . جو رہوڑتیں اور حالات کہ اخبار میں چھپی ہیں ، اُن سب سے پایا جاتا ہی کہ عام ہندوستان میں یہی افلاس ترقی پر ہی . اس ضلع میں سنہ ۱۸۷۳ع میں جتنی ڈالشیں نقدی کی مہاجناں و دوکانداران نے کیں اُنمیں سے نصف ڈالشیں مسلمان کسانوں پر ہوئیں ، اور بمقابلہ کل مقدمات قسم مذکورہ کے بھساب اوسطاً نصفی چونتیس مقدمے ہوتے ہیں . جب ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ منجملہ اٹھہ شخصوں کے ایک شخص بھساب اوسطاً عدالت کی لڑائی میں مشغول رہتا ہی ، تو تعداد اُن کسانوں کی خیال کرنی چاہیئے کہ کتنے لوگ روپیہ پیسہ کے معاملات میں مبتلا ہوکر عدالت کی لڑائی میں جھڑپ پڑیشان رہتے ہیں . رجسٹرار جنرل پنجاب کی اخیر رپورٹ سے معلوم ہوتا ہی کہ تیرہ لاکھ اسی ہزار روپے ، یعنی ایک کروڑ اڑتیس لاکھ روپیہ کی جائداد فیو منقولہ مسلمانوں کی سنہ ۱۸۷۳ع میں بیع و دھن ہوئی مسلمانوں کا مذہب صرف لڑائی اور لڑت مار کے مناسب ہی ؛ تقدیر پر اندھا دھندی سے امتیاز و تکیہ کرنا جیسا یہی مذہب سکھلاتا ہی ، اور اُس کے معتقدوں کو غرض غرض ایسے موقع کی طرف لیجاتا ہی جس میں یقینی پرپادی کا سامان ہوتا ہی ، اور کوئی مذہب نہیں سکھلاتا مگر وہی خیال کہ تقدیر کبھی نہیں ٹلتی تمام جرات اور ہمت کو گھودیتا ہی ، اور ترقی و بہبودی کو زورمردہ کرتا لٹا ہی .

تقدیر کے مسئلہ کی نسبت جو کچھ صاحب اخبار نے لکھا ہی ، اس میں کچھ شک نہیں کہ موجودہ حالت مسلمانوں کی ایسی ہی اہی ، اور غرہ غرض لالچی مولویوں نے حقیقت ایسا ہی اُنکو سکھایا . ہی ، الا مذہب اسلام کا یہی مسئلہ نہیں ہی ، خود قرآن میں خدا فرماتا ہی ، “ لیس للانسان الا ما سی ” .

ایک دوسرے اخبار ، مدراس ٹائمز نے مسلمانوں کی موجودہ حالی کی نسبت نہایت عمدہ مضمون لکھا ہی ، اُسکو بھی ہم لکھتے ہیں وہ

لکھتا ہے کہ "مسلمان یورپوں کے بادشاہوں کے مشابہ ہیں" جو
 نہ گذشتہ بات کو بھارتیہ ہیں اور نہ کسی بات کو جو آئندہ اُن کے
 لیئے مفید ہو سکتے ہیں؛ یہ لوگ ہر بات میں سائن رہتے ہیں؛
 حرکت کرنے کی کوئی اُنکو خواہش نہیں ہوتی۔ یہ لوگ دوزخ میں
 پہنچنے پر کچھ اور کو ممکن ہے کہ بڑی کوشش سے اور ان کی پراپر
 جاویں، مگر وہ کوشش کرنے کی خواہش اُن کو معلوم نہیں
 ہوتی، اور نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ہلکا کرنا بہت اور مرتبہ و
 اختیار کے مسلمان بالکل کم ہو جائیں گے۔ اب یہ لوگ گویا اپنے
 امتحان پر ہیں، اور اگر چہ تو ممکن نہیں کہ دوسرا موقع اُن کو
 مل سکے۔ یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ ان لوگوں کی حالت عجیب ہے۔
 یہ لوگ سابق میں اس ملک کے تابع تھے، اور اب اُن کو
 مفتوحوں میں اپنا شمار ہونے کا باطلیح رنج ہوتا ہے مذہبی تعصب،
 اور غرور، اور تسلیم کا جھوٹا خیال مسلمانوں کو اپنی ترقی کے اُس
 میدان میں پھیر رکھتے ہیں کہ باز رکھتا ہے جس میدان کو اُنہیں ملے
 کرنا ضرور ہے۔ پیشتر اس کے مقابلہ اپنے ہوشیار ہمسایہ ہندوؤں
 کے ترقی یا اپنی روٹی پیدا کرنے کی اُسید کریں، جو قوم کے تھوڑے
 عرصہ گذرا اُن کے تابع تھے، اُس کے ساتھ مقابلہ کرنے میں اُن کے
 فطری بے سخت ضرور پہنچتا ہو، مگر اُن کو چاہیئے کہ اپنی حالت کو
 قبول کرنے کے لیئے کافی ہمت اور اُس مقابلہ میں سخت کوشش کرنے
 کے لیئے کافی جرأت اور اپنی ذات کی عزت کا خیال رکھنے کے لیئے
 یورپی ہمت کریں اگر تجربہ کی نصیحتوں کو صحیح سمجھ نہیں
 پڑے سکتے، یا نہ پڑھیں گے، تو ضرور تکلیف میں رہیں گے۔ منجملہ
 اُن بڑے بڑے اسباب کے جن سے مسلمانوں کی خرابی ہوئی ہے،
 روزیہ داری اور لالچ داری بھی، جس کے وہ بہت گریزدہ ہیں،
 ایک بڑا سبب ہے۔ یہ طریقہ کاہلی پیدا کرتا ہے، اور کاہلی سے
 افلاس ہوتا ہے، اور افلاس موجب ہی ناعرضی کا۔"

یہ شہر ملکی ہوتا اور روزگہ دار ہوتا انسان کے لیئے بہت بڑی
 آفت ہے۔ اس زمانہ میں ملکی معاشی دار و روزگہ دار سب سے زیادہ
 خراب و بڑی حالت میں ہیں، مگر سبزی دانستہ میں ایک اور فرقہ
 بھی ایسا ہی ہے، یعنی وہ لوگ جو پردوں کو شہر بھر اپنے مریضوں
 سے ٹیکس وصول کرتے پھرتے ہیں، یا وہ جو بڑے بیٹھے کو جھڑمے سے
 قصہ سناتے اور اطمینان بن کر لوگوں سے روپیہ لیتے پھرتے ہیں، اور
 بہت سے وہ لوگ ہیں جو اپنے تئیں کسی پیر فقیر کے خاندان کا بیٹا
 کر کے کسی درگاہ کا خادم بن کر، یا مکہ معظمہ کا معارف اور
 مدینہ منورہ کا زیارت کرنے والا ہٹاکر روپیہ مانگتے پھرتے ہیں، جو
 مسلمان نہ ان لوگوں کے ساتھ مل کر کرتے ہیں، ہر حقیقت اپنی قوم

راہ
 سید احمد

مقبول نمبر ۱۹۸

لکچر

نمبر ۱

مانسپور ایف گزٹ صاحب فرانسیسی کا

سرولیشن پر

اے صاحبوں

ممالک یورپ کی سرولیشن یعنی شائستگی کو یکجائی اور
 بالاجمال اس لیئے بیان کیا جاتا ہے، کہ اُن ملکوں کی جداگانہ
 شائستگی کے باہم ایک ایسا امتداد نکلتا ہے جس کے سبب سے اُن
 تمام ملکوں کی شائستگی کو واحد قرار دے سکتے ہیں؛ باوجود اختلافات
 زمانہ اور مقام اور خاص حالات کے، شائستگی ممالک مذکور کی ایسی واقعات
 کے ذریعہ سے ہوتی ہے جو آپس میں بہت مشابہ ہوتے ہیں، اور
 شائستگی اُن ملکوں میں ہر جگہ ایسے قاعدوں پر ترقی کرتی ہے، اور
 ہر جگہ اُس کے ایسے نتیجے پیدا ہوتے ہیں جو باہم متحد اور
 مشابہ ہوتے ہیں؛ پس ایک ایسی شائستگی کا وجود پایا جاتا ہے
 جس کو یکجائی شائستگی بلکہ یورپ نام رکھ سکتے ہیں۔

بلند یورپ کی شائستگی پر یکجائی گفتگو کرنے کی دوسری وجہ
 یہ ہے کہ شائستگی کے حالات مکمل کسی ایک ملک سے بہم نہیں
 پہنچ سکتے؛ کیونکہ کسی ایک ملک میں ممالک مذکور میں سے شائستگی
 کا ہر دو بطور کامل نہیں ہوا ہے، بلکہ ایک جزو اُس کا ایک ملک
 میں، اور دوسرا جزو اُس کا دوسرے ملک میں، اور ملی مثالاً لہذا:
 پس یہ ضرور ہے کہ کچھ فرانس، کچھ انگلستان، کچھ اسپانیہ اور

† ممالک یورپ کی تفصیل یہ ہے — انگلستان — اسکاتلینڈ
 ایرلینڈ — فرانس — اسپانیہ — ہالینڈ — بلجیم — اٹالیا — سوئٹزر لینڈ
 آسٹریا — جرمن — پورٹوگال — ٹرکی — روس — یونان — سوئیس
 ناروے — جزائر بحر قزحہ — ان میں سے اٹالیا وہ ملک ہے جس کا
 بڑا شہر روم قدیم ہے اور وہی دارالخلافت شاہنشاہی رومی قدیم کا
 تھا — ٹرکی کے حال کی رومی سلطنت مراد ہے جو اہل اسلام کے
 قبضہ میں ہے اور جس کا دارالسلطنہ قسطنطنیہ ہے — متوجم

ہی جس کے حالات قلمبند ہو سکتے ہیں، اور اُس کی تحصیل کی جا سکتی ہے۔

کچھ عرصہ سے بہت سی بھٹ ہو رہی ہیں، کہ علم تاریخ کو صرف بیان واقعات پر محدود کرنا چاہیئے؛ پیشکش اُس سے بہتر اور درست ٹوٹی بات نہیں ہے؛ مگر واضح رہے کہ لوگوں کے سوسوی خیال کی یہ نسبت واقعات قابل بیان بہت نثر سے ہیں، اور بہت مختلف قسموں کے ہیں؛ مثلاً واقعات مہم-درسہ؛ جیسے لوائیاں، اور معاہدہ مالکی؛ اور واقعات اخلاقی جن کا وجود پورچھہ مہم-درسہ نہیں ہے؛ کچھ بے اصل نہیں ہیں؛ اور واقعات خاص جنکا نام پلٹا ہو واقعہ خاص کے جدا گانہ ہوتا ہے؛ اور واقعات عام جن کا کوئی خاص نام نہیں ہے؛ اور جن کے ظہور کی تاریخ صحیح صحیح بیان کرنی، اور اُنکو کسی مقام یا شخص سے محدود اور مخصوص کرنا غیر ممکن ہے؛ مگر باوجود اس کے وہ واقعات، دیگر واقعات تاریخی سے، کچھ کم قدر و منزلت نہیں رکھتے؛ اگر ہم اُن کو علم تاریخ میں سے خارج کریں تو سلسلہ تاریخ کا شکستہ اور ناقص ہو جائے۔

علم تاریخ کے جس حصہ کو ہم تاریخی فلسفہ کہتے ہیں، یعنی تعلقات درمیان واقعات اور اُنکے اسباب اور نتیجوں کے۔ بالتحقیق وہ حصہ ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے، جو قدر و منزلت میں اُس واقعات تاریخ سے کم نہیں ہوں، مگر ہم واقعات مہم-درسہ کہتے ہیں، جیسے لوائیاں، زلزلہ وغیرہ۔ تاریخی فلسفہ کے ایسے واقعات کو دیگر واقعات سے ملحدہ کرنا بیشک مشکل ہے، اور اُن کے بیان میں ہم سے غلطی ہو جانی کچھ بعید نہیں، اور اُن کے بیان کو دلچسپ و رنگین کرنا بھی آسان نہیں؛ مگر ان دشواریوں کی وجہ سے اُن کی ماحیت نہیں بدلتی، اور وہ بھی علم تاریخ کا ایسا ہی ضروری جزو ہیں، جیسے واقعات مہم-درسہ ہیں۔

شاید-کچھ بھی اُنہیں واقعات میں سے ہی، یعنی واقعہ شایستگی ایک عام اور مخفی اور پھوپھیدہ واقعہ ہے؛ مگر ایسا ہونے سے اُس کے رجحان میں کچھ نقصان نہیں آتا، اور دیگر واقعات سے اُن قابل بیان نہیں قرار پاتا۔ اس واقعہ کی نسبت ہم بہت سے سوال کر سکتے ہیں، یعنی ہم پوچھ سکتے ہیں، اور استفسار کیا بھی کیا ہے، کہ آیا شایستگی بھلائی ہے یا برائی؟ بعض آدمی اُس کی بہت شکایت کرتے ہیں، اور بعض اُس سے خرس ہوتے ہیں۔ ہم پوچھ سکتے ہیں، کہ شایستگی ایک عام واقعہ ہے - آیا انسان کی تمام نسلوں کے واسطے کوئی شایستگی عام ہے، یا انسانیت کا کوئی عام مقتضی ہے؟ آیا مختلف قومیں اپنے اپنے زمانہ میں کوئی ایسی چھل پالنی چھوڑ جاتی ہیں، جو کبھی مہم-درسہ نہیں ہوتی، اور جس کو کوئی ہوتے

کچھ جرم سے اجزاء مختلف ایک، کامل شایستگی کی تاریخ لکھی جاوے۔

ملک فرانس ایسے مروجہ پر وسما میں واقع ہے، جس سے اُس کو ممالک یورپ کی شایستگی حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ موجود ہے۔ کسی شخص کی تعریف پیچھا کرنی بلکہ اپنے ملک کی بھی پیچھا تعریف کرنی ہرگز نہیں چاہیئے؛ لیکن یہ کہنا کہ فرانس ہمیشہ شایستگی کا مرکز رہا، کچھ خود ستائی نہیں ہے۔ اس سے ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ فرانس شایستگی حاصل کرنے میں سب قوموں کا پیشوا رہا ہے؛ ایسا دعویٰ کرنا بے شک لغو ہے؛ کیونکہ زمانہ ہائے مختلف میں ملک اٹلی ایضاً اور قوتی فنون میں، اور انگلستان مالکی معاملات اور تدبیروں میں، سبقت لے گئے؛ اور دوسرے ممالک بھی اور امر میں فرانس سے افضل ہو گئے ہوں؛ مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جب اہل فرانس ترقی اور شایستگی میں آپ کو مقابلہ اور پس ماندہ بناتے ہیں، تو اُن میں ایک ایسا نیا حشر اور غیرت ظاہر ہوتی ہے، جس سے پھر وہ سعی اور کوشش کر کے اور قوموں کی برابر ہوجاتے ہیں، یا اُن سے آگے بڑھ جاتے ہیں؛ اور صرف یہی خوش قسمتی فرانس کی نہیں ہے بلکہ جب کبھی کچھ قزاق اور امر شایستگی، گو کہ کسی ملک میں ایجاد اور پیدا ہوئے ہوں، اور ملکوں میں شایع ہو کر عام فیوضانی کا باعث ہونا چاہتے ہیں، تو اول اُن کی تشراف خراش فرانس میں ایسی ہوجاتی ہے جس کے بغیر وہ علی العموم شایع اور مقید نہیں ہو سکتے؛ فرانس اُن کے حق میں گویا دوسرا مقام اُن کی پیدائش کا قرار پاتا ہے۔ ٹوٹی امر اور قاعدہ شایستگی کا شاید ایسا نہروکا جس کی نشر و نما اسطرح سے فرانس میں نہ ہو۔ وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرانس کے تمدن اور ہمدردی کا طرز ایسا ہے، جس کا اثر لوگوں کے دلوں پر بہت آسانی اور خوبی سے ہوتا ہے؛ کسی اور قوم کی طبیعت ایسی رسا نہیں ہے۔ اہل فرانس کے خیالات بہ نسبت اور قوموں کے زیادہ عام پسند ہیں، اور تمام لوگوں کو زیادہ صاف اور قابل فہم معلوم ہوتے ہیں، اور اُن کا جلد اثر ہوتا ہے؛ غرضہ سہولت سخن، اور صفائی تقریر، اور عمدہ طرز تمدن، اور باہمی ہمدردی کے باعث سے فرانس شایستگی میں پیشوا ہونے کے بہت مناسب اور لائق قرار پایا۔

پس واقعہ شایستگی کے بیان میں فرانس کو شایستگی کا مرکز قرار دینا پیچھا اور خود رائی نہیں ہے؛ نہ تحقیق شخص شایستگی کا فرانس دل اور جگر ہے۔

ہم شایستگی کو واقعہ کے لفظ سے جان پوچھ کر اس لئے تمیز کیا ہے کہ شایستگی بھی، مثلاً دیگر واقعات کے، ایک ایسا واقعہ

ہوتے ایک بڑا ذخیرہ ہو جاتا ہے، اور وہ ہمیشہ قائم رہتا ہے؟ میرے
 قریب ایک بڑے امر قابل یقین ہے، کہ حقیقت میں انسانیت اپنا ایک
 عام مقتضی رکھتی ہے: یعنی مجبوریہ شایستگی کا ہمیشہ ہوا
 ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ کو پہنچتا رہا ہے۔ پس شایستگی کی
 ایک جامع تاریخ قابل تحریر کرنے کے موجود ہے؛ لیکن قطع نظر اسے
 پڑے اور مشکل سوالات کے، اگر ہم اپنی تقریر کو وقت اور مقام کے
 حدود میں میں مضمود کریں: یعنی اگر ہم کسی قوم کی چند
 صدیوں کی تاریخ پر اکتفا کریں، تو ظاہر ہے کہ اُن حدود کے اندر
 شایستگی ہمنزاع ایسے واقعہ کے موجود پائی جائیگی، جس کے
 حالات قابل بیان ہونگے؛ اور ایسے ہی واقعہ کو تاریخ کہتے ہیں؛
 بلکہ وہ بھی کہنا چاہیئے کہ شایستگی کی تاریخ حسب تاریخوں سے
 املی ہے: یعنی تمام تاریخیں اُس میں شامل ہیں۔

کیا ہم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ واقعہ شایستگی سب واقعات سے
 افضل ہے؟ یہ ایسا عام اور معین واقعہ ہے کہ اور تمام واقعات اُس پر
 ختم ہوتے ہیں، اور انجام اُن سب کا اُسی پر ہوتا ہے۔ اُن تمام واقعات
 پر، جن سے کسی قوم کی تاریخ مرکب ہو، اور جنکو ہم اُس قوم کی
 زندگی کے اجزا سمجھتے ہیں، نور کرنی چاہیئے: یعنی اُس قوم کی تمام
 رسم و راج، اور تجارت، اور فن، اور لڑائی اور معاملات مالی
 پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ پس جب ہم اُن تمام واقعات کو بھیٹ مجبوریہ
 پلہا اُنکے تعلقات کے دیکھیں اور سوچیں سمجھیں، تو ہم یہ دریافت
 کریں گے کہ اُس قوم کی شایستگی کو اُن واقعات سے کیا مدد ملی، اور
 کیسا اثر اُنکا اُس پر ہوا: اِس طریقہ سے ہم اُن واقعات کا صرف پورا
 خیال ہی نہیں باندھ سکتے، بلکہ اُنکی اصلی قدر و منزلت بھی دریافت
 کر سکتے ہیں۔ وہ واقعات ہمنزاع دریافت کرنے ہوں، اور شایستگی ایک قسم
 کا سمندر ہے، اور ہم پوچھتے ہیں کہ اُن دریافتوں سے کس قدر پائی کی
 امداد اُس سیندر کو پہنچتی؟ شایستگی ایسی ہی ہے کہ اُسی سے ایک قوم
 کی دولت مرکب ہوتی ہے، اور اُسی میں اُس قوم کی زندگی کے تمام اجزا
 اور وہ سب قرار، جو اُس قوم کے وجود کا باعث ہوتے ہیں، جمع ہوتے
 ہوں۔ یہ امر ایسا صحیح ہے، کہ جو واقعات ناپسندیدہ اور مضر ہیں
 اور سب قوموں کے سہنے میں بہت بڑی طرح ہکمت ہیں: مثلاً ظالمانہ
 حکمرانوں کو بد عملی کے، اگر اُن سے بھی کسی طرح شایستگی کو مدد
 پہنچتی ہو اور ترقی حاصل ہو، تو سیکھو ہم اُن کے نقصانوں
 سے چشم پوری اور اُنکی بڑی خاصیت سے درگزر کر سکتے ہوں، اور اُن
 کو بھی توجہ کے قابل قرار دے سکتے ہیں: یعنی کسی قسم کے واقعات
 سے شایستگی پیدا ہوتی ہو ہم اُن کے نقصانوں کو جو اُس کی تحصیل
 میں آتھانے پڑے ہوں، اُسکی خاطر سے بھول جاتے ہوں۔

مدت تک اثر ملکر میں لفظ سولیزیشن یعنی شایستگی کا
 استعمال رہا ہے، اور لوگوں نے اُس کی تشریح میں مختلف خیال

ملو، اُنکے ایسے واقعات ہیں جنکو تمدن سے متعلق نہیں کر سکتے؛
 بلکہ وہ خاص واقعات ہیں جو، یہ نسبت عام معاملات کے زیادہ تر انسان
 کی روح سے ملانہ رکھتے ہیں: یعنی مذہبی مقائد، اور حکیمانہ خیالات،
 اور علوم دقیق، اور انشاء اور فنون، اُن سب واقعات سے اخلاق کے کامل
 کرنے کے واسطے، اور سرور طبعیت یعنی عقل کی تکمیل کے ایسے انسان
 سرور کار رکھتا ہے؛ اور اُن سے یہ واقعہ متصور ہوتا ہے کہ انسان کی دلی
 حالت اور اُس سرور کو ترقی ہو، جو عقل اور لب سے ملانہ رکھتا ہے؛
 اور وہ تمدن سے چنداں متعلق نہیں رکھتے: مگر ان واقعات پر بھی
 اثر شایستگی کے لحاظ سے توجہ کی جاتی ہے، اور صرف شایستگی کے
 تعلق کی وجہ سے قابل التفات متصور ہوتے ہیں۔ سب وقتوں، اور
 تمام ملکوں میں، مذہب نے لوگوں کے شایستہ کرنے کا کام اپنے ذمہ لیکر
 نظر حاصل کیا ہے؛ اور علوم دقیق، اور علم انشاء، اور فن و فن، اور
 تمام عقلی اور اخلاقی خوشگوار فغلوں نے بھی اس نظر میں شریک
 ہونے کا دعویٰ کیا ہے: جب ہم اُن کے اُس دورے کو تسلیم کرتے ہوں،
 تو اُنکو سزاوار تعریف و توجہ کے قابل قرار دیتے ہیں۔ پس ظاہر
 ہے کہ جو واقعات قطع نظر اپنے خارجی نتیجوں کے بذاتہ بڑی وقعت
 رکھتے ہیں، اور جنکو صرف روح انسان سے ملانہ ہوتا ہے، وہ بھی
 شایستگی کے ساتھ تعلق رکھنے سے زیادہ تر قدر و منزلت کے قابل
 ہو جاتے ہیں: غرض کہ اس عام واقعہ یعنی شایستگی کا ایسا بڑا
 مرتبہ ہے، کہ اُس کے سبب سے وہ ایسی ہی کر، جو اُس سے کچھ
 ملانہ رکھتی ہے، قدر و قیمت حاصل ہو جاتی ہے۔ ان تمام واقعات
 یعنی مذہبی اور حکیمانہ خیالات، و علوم و فنون کی صرف قدر و
 منزلت ہی شایستگی کی وجہ سے نہیں پڑ جاتی، بلکہ بعض مرتبوں
 پر ہم اُن کی ماعیت اور خوبی کا اندازہ خصوصاً اُس اثر اور دخل کے
 لحاظ سے کرتے ہیں، جو شایستگی پر اُنکا ہوتا ہے: یہی اثر اور
 دخل ایسا ہے کہ اسکو کیوریٹ میں کسی درجہ تک واقعات مذکور
 کی قدر و منزلت اور سودمندگی کا قطعی پیمانہ ٹھہرایا جاتا ہے اب اُس
 واقعہ کی تاریخ لکھنے سے پہلے، یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ وہ ایسا
 بڑا اور عمدہ واقعہ کیا ہے، جو قوموں کی زندگی کے تمام اجزا کا
 مجبوریہ اور نتیجہ ہے؟ اس کے جواب میں ہم کوئی ٹری حکیمانہ
 رائے ظاہر نہیں کریں گے، اور نہ کوئی ایسا قاعدہ یا منطقی اصول قائم
 کریں گے، جسکے نتیجہ کو سولیزیشن یعنی شایستگی قرار دیں؛ کیونکہ
 ایسا طرز اختیار کرنے سے اکثر غلطی کا احتمال ہوتا ہے: ہم کو صرف
 ایک واقعہ کا ثابت کرنا اور بیان کرنا منظر ہے۔

گیا ہو؛ یہی ہم نہیں کہتے کہ وہ قوم مظلوم ہو بلکہ ظلم کا خیال بھی اُس کو نہ آتا ہو۔ ایسی قوموں کی مثالیں بھی موجود ہیں: چنانچہ انٹر ایسی چھوٹی سلطنتیں ہوتی ہیں جن میں امرام کو غلبہ اور فزیت حاصل رہی ہو، اور عوام بھیڑوں کے گلوں کی طرح رکھے گئے ہیں، یعنی اُن کو خوب کھلا کر خرش و خرم رکھا ہو؛ لیکن اُن کی عقل اور اخلاق کی کچھ بھی ترقی یا اصلاح نہیں کی گئی؛ تو اب ہم یہی دیکھتے ہیں کہ ایسی حالت کو شایستگی کہیں گے؟ کیا ایسی قوم اپنے آپ کو شایستہ کرتی جاتی ہے؟

اب دوسری ایک ایسی قوم فرض کرتے ہیں، جس کی جسمانی آسائشیں اُس سے کمتر ہوں؛ یعنی اُس قدر عیش و آرام اس قوم کو حاصل نہ ہو جس قدر پہلی مفروضہ قوم کو تھا؛ لیکن جس قدر وہ قائم رہنے کے قابل ہو؛ اور اس قوم کے ارگوں کی عقلی اور اخلاقی ضرورت کی طرف سے غفلت نہ کی جاتی ہو؛ بلکہ کسی قدر ایسے سامان موجود ہوں جن سے اُن کی عقل ترقی پائے؛ اور مدد مددہ خیالات کی رہا تحصیل کرتے ہوں؛ اور مذہبی اور اخلاقی مسائل میں بھی اُنہوں نے شگفتگی حاصل کی ہو؛ مگر باب آزادی اُن پر بالکل بند کر دیا گیا ہو۔ فرض کہ جس طرح پہلی مفروضہ قوم میں ضروریات جسمانی کا سر انجام بخیر ہی ہوا؛ اِس قوم میں عقل و اخلاق کی حاجتیں پوری کی گئی ہوں، اور ہر شخص بقدر اپنے حصہ کے سچائی اور راست بازی سے معزز نہ رہا ہو؛ لیکن وہ خود اپنے لیے راستی اور صداقت کے تلاش کرنے کا مجاز نہ ہو، یعنی اُس قوم کے اخلاق کے قائم رہنے کی مقدم علامت یہ ہو، کہ اُس کے خیالات میں تبدیلی ررا نہ رکھی گئی ہو؛ چنانچہ ایسی حالت انٹر ایڈیا کی قوموں کی ہے، جن میں قواں اور صفات انسانی پر + ایسے احکام کے ذریعہ سے قید اور بندش رکھی گئی ہو، جن کا خاص خدا تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونا تسلیم کیا گیا ہو، اور انسانیت کو شگفتگی اور ترقی نہیں دی جاتی۔ یہی حال اہل ہندوستان کا بھی ہے۔ پس اب + مگر مصنف نے اس بات کا خیال نہیں رکھا کہ جو در حقیقت

سچا مذہب ہی اور خدا کی طرف سے دیا گیا ہے، اُس میں کوئی قید اور بند ایسی نہیں ہوتی جس سے انسان کی ترقی کے لیے کچھ رک ہو۔ وہ بندش حقیقت میں عام لوگوں کے خیال میں بندش ہوتی ہے؛ لیکن اس بندش میں یہ صفت ہے کہ اگر نہایت آزادی سے اُس پر قوی کی جائے، تو آزادی اور نیچر کے اصول کے بموجب رہی اور سچ قرار پاریگا جس کا بندش نام رکھا گیا ہے۔ پس نام کا فرق ہی مگر نتیجہ میں کچھ فرق نہیں، جیسا کہ ہماری رائے میں توہیت مذہب اسلام ہی جو انسانوں کے الہامی مسائل پر پڑی ہے۔

ظاہر دیکھتے ہیں، جو تہذیب بہت وسیع اور صاف ہوں؛ اور لوگ اُس کے مختلف معنی سمجھ رہے ہوں؛ مگر ہم کو اُس کے ایسے معنوں پر توجہ کرنی چاہیے جو اصلی اور عام نہم ہوں۔ پس واضح ہو کہ نہایت عام لفظوں کے مورد معنوں میں، یہ نسبت اُن خاص علمی تشریحوں کے جو بہت احتیاط اور غور سے کی جاتی ہیں، زیادہ تر درست پائی جاتی ہیں؛ اور لفظوں کے معنی عام رائے کے ذریعہ سے، جو انسانیت کی خاص علامت ہے، قائم ہوتے ہیں؛ یعنی عمومی معنی کسی لفظ کے پلہاظ ذہنی وقوع واقعات کی بتدریج قائم اور معین ہوا کرتے ہیں۔ جب کوئی واقعہ ایسا پیش آتا ہے، جس کا اظہار کسی لفظ سے ممکن ہوتا ہے، تو وہ لفظ بالاصلح واسطہ ظاہر کرنے اُس واقع کے موضوع ہوجاتا ہے اور اُس کے معنی وسیع ہوتے جاتے ہیں، اور رفتہ رفتہ وہ سب مختلف واقعات اور خیالات، جو یہ تمام حالات کے لوگ اُس لفظ میں داخل کرتے ہیں، اُس سے منسوب ہوجاتے ہیں۔

یہ خلاف اس کے، جب کسی لفظ کے معنی از روئے عام قرار دیئے جاتے ہیں، تو وہ کسی ایک یا چند آدمیوں کے ایجاد ہوتے ہیں؛ اسی سبب سے وہ بہ نسبت عام پسند معنوں کے صحیح اور درست ہوتے ہیں۔ لفظ سرائیش یعنی شایستگی کے اس طرح پر معنی لینے سے، کہ ہم اُس پر بطور ایک واقعہ کے لہاظ کریں، اور اُن تمام خیالات کو جو اُس لفظ میں داخل ہیں انسانوں کی عام رائے یا نہم کے موافق تھقیق کریں، اُس کے علمی معنوں کے اختیار کرنے کی یہ نسبت، جو باقی النظر میں زیادہ صاف اور درست معلوم ہوں، واقعہ شایستگی کے سمجھنے میں ہم کو بہت زیادہ دسترس دے گی۔

اب اس تحقیقات کی ابتدا ہم چند فرضی مثالوں سے کرتے ہیں؛ یعنی انسانوں کے تمدن اور معاشرت کی چند فرضی حالتیں بیان کر کے دریافت کریں گے، کہ اُن حالتوں میں عام رائے کے بموجب ارگوں کی کوئی ایسی حالت پائی جاتی ہو، جو دلیل اس بات کی ہو کہ وہ اپنے آپ کو روز بروز شایستہ کرتے جاتے ہیں، اور اُن سے کوئی ایسے معنی پیدا ہوتے ہیں جن کو لوگ لفظ شایستگی سے منسوب کرتے ہوں۔

پس اول ہم ایک ایسی قوم فرض کرتے ہیں، جس کی معاشرت کے ظاہری حالات اچھے ہوں؛ یعنی لوگ بخیر عیش و عشرت کے ساتھ اوقات بسر کرتے ہوں، اور چند موصول ادا کر کے سختی اور تکلیف سے آزاد رہتے ہوں، اور اُن میں مدد و انصاف بھی اچھی طرح سے ہوتا ہو؛ فرض کہ اُن کی جسمانی حالت بہت بہتر ہو، اور اُن کی جان و مال کی حفاظت کا بخیر انتظام موجود ہو؛ مگر اسی کے ساتھ اُن کی عقل اور اخلاق کا وجود ایسی بڑی طرح قائم ہو، جس کو تشو و نما نہ دی جاتی ہو، بلکہ نہایت پرمردہ اور ہذا رکھا

کی بیض و بنیاد ہی۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ ترقی اور شکستگی کیا چیز ہے؟ مگر اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

لفظ سولزیشن یعنی ہائستنگی کی ہذاوت سے اس کا جواب صاف اور اطمینان کے قابل حاصل ہوتا ہے۔ لفظی معنی سولزیشن کے سرشیلڈ لائف کی تکمیل ہی یعنی انسانوں کے باہمی تعلقات یا معاشرت کو شکستہ و کامل کرنا۔

پس جس وقت کسی ملک کی نسبت لفظ سولزیشن بولا جاتا ہے، تو اُس کے سنہ سے ہمارے دل میں یہی خیال پیدا ہوتا ہے، اور ہم سمجھتے ہیں، کہ اُس ملک میں تعلقات باہمی اور معاشرت نہایت وسیع اور شکستہ اور تو و تازہ ہیں، اور اُن کی توثیق اور اُن کا انتظام بہت اچھا ہے، یعنی ایک تو یہ بات سمجھتے ہیں کہ لوگوں کو جن ذریعہ سے قوت اور آمدنی حاصل ہو، وہ کثرت سے ہیں، اور دوسرے یہ کہ اُن ذریعہ کی تقسیم سب لوگوں میں کمال خوبی اور انصاف سے ہو۔

مگر کیا سولزیشن یعنی ہائستنگی کی صرف یہی مراد ہے، اور اُسکے معنوی اور اصلی معنی اسی پر ختم ہیں؟ اُس میں اور کچھ زیادہ رسد نہیں ہے؟ کیا انسان کی زمین چیلرٹیوں کے گروہ کی مانند ہیں، یعنی ایسا گروہ ہیں کہ اُس میں بجز حسن انتظام اور جسمانی آرام کے اور کچھ درکار نہیں، جسمیں جس قدر زیادہ معاش اور مشقت کی جارے، اُسی قدر زیادہ خیر اور انصاف کے ساتھ اُس مصنف کے ثمر کی تقسیم ہو، اور مقصد زیادہ یقین کے ساتھ حاصل ہو اور ترقی کو کمال ہو؟

ہمارے طبیعت پر مقتضائے انسانیت کے ایسے تنک اور معدود معنوں سے فوراً پرکشتہ ہوتی ہے، اور پہلی ہی نظر میں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ سولزیشن میں اس سے کچھ زیادہ رسد اور گنجائش ہے، یعنی صرف تعلقات باہمی معاشرت اور قوت اور آمدنی کی تکمیل سے سولزیشن یعنی ہائستنگی کی حالت زیادہ تفصیل رکھتی ہے، اور واقعہ سولزیشن اور لفظ سولزیشن کے عام مروج معنی، اور اُس کی نسبت عام رائے، یہ ہے سب ہمارے اُس خیال سے جسکا ذکر ہوا موانعت دیتے ہیں۔

یہی + روم قدیم کی اُس حالت کو خیال کیا جارے، جو + کارتھج + روم قدیم ملک اٹلی کا اب ایک بڑا شہر ہے، جہاں پرپ یعنی مذہب میرونی کا پیشوا رہتا ہے، یہ شہر زمانہ قدیم میں دارالسلطنت روسی شاہنشاہی کا تھا اس موقع پر روم قدیم سے روم قدیم کی تمام قلمرو مراد ہے۔

+ کارتھج ایک ملک پر اعظم اثریت میں تھا، جہاں روم قدیم کی طرح جمہوری سلطنت تھی ان دونوں سلطنتوں میں چند لڑائیاں ہوئیں اور مدت تک قائم رہیں، آخر کار روسی سلطنت شاہنشاہی ہو گئی۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ ایسی قوم بھی اپنے آپ کو روز بروز شایستہ کرتی جاتی ہے؟

اب ہم ایسی قوم فرض کرتے ہیں جس میں ہر شخص کو بہت سی آزادی تو حاصل ہو، مگر نہایت پد انتظامی اور لوگوں میں مساوات کا قیودنا پڑا جارے، جو شخص قری نہر وہ مظلوم اور مصیبت میں مبتلا رہ کر ہلاک ہو جارے، یعنی اُس قوم کی معاشرت کی مقدم علامت زور و زبردستی ہو۔ یہ بات بظریعہ روشن ہے کہ ایک زمانہ میں تمام یورپ کا یہی حال تھا، تو ہمارا وہی سوال ہے کہ کیا یہ حال ہائستنگی کی ہے؟ مگر اس حال میں ہائستنگی کے ایسے اصول موجود ہوں جو آئندہ بتدریج شکستہ ہوں، مگر موجودہ حال میں جو امر غلبہ رکھتا ہے اُس کو لوگوں کی عام رائے یا ہم کے یہ وجہ شایستگی نہ کہیں گے۔

اب ہم ایک چوتھی قوم ایسی فرض کرتے ہیں، جس میں ہر شخص بالکل آزاد ہو، غیر مساوی ہوتا نہایت بے اثر ہو، جسکے جو دل میں آدے کرے، اور اپنے مساویوں سے دلت و اختیار میں برابر ہو، مگر اُس کو عام مقصد اور عام کاموں سے کچھ سرورکار نہ ہو، اور کسی کو عام خیالات اور عام تدبیروں سے کچھ بھٹ نہ ہو، فرضکے سامان معاشرت اور باہمی ارتباط نہایت کم ہو، یعنی ہر شخص اور ہر قسم کے قواد ظاہر اور پیدا ہو کر بلا کسی طرح کے باہمی تعلق کے کوئی نشان اپنا نہ چھوڑ کر جداگانہ دنیا سے گذر جائیں، اور یہی جداگانہ حال معاشرت کی متواتر پشتوں تک بدستور رہے، چنانچہ یہ حال وحشی قوموں کی ہے، نہ اُن میں آزادی اور پراپرٹی پائی جاتی ہے، مگر بلا شبہ شایستگی نہیں ہے۔

اسی طرح کی ہم بہت سی مثالیں دے سکتے ہیں، مگر جس قدر بیان کیا گیا وہ لفظ شایستگی کے عام پسند اور اصلی معنوں کی تشریح اور ظہار کے لیے کافی ہے۔

ظاہر ہے کہ جتنی فرضی حالتیں ہوتی ہیں ان میں سے کوئی حالت ایسی نہیں ہے جس کو عام فہم اور عام پسند معنوں کے لحاظ سے شایستگی قرار دے سکیں، کیونکہ ان فرضی حالتوں سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ شایستگی میں جو امر مقدم داخل ہے، وہ اُن میں نہیں ہے، یعنی ترقی اور شکستگی روز افزوں، جس سے ایسی قوم کا خیال پیدا ہوتا ہے جو ہمیشہ آگے بڑھتی جاتی ہے، نہ اس فرض سے کہ اپنا مقام بدل دے بلکہ اپنی حالت کے بدلنے کی فرض سے آگے بڑھتی ہے، یعنی ایسی قوم کا خیال پیدا ہوتا ہے جو تہذیب و تربیت کو خود اپنی حالت سمجھتی ہے۔ انصاف ترقی اور شکستگی روز افزوں کا خیال مہرے نزدیک ایسا ہے، جو سولزیشن یعنی شایستگی

پس اس بڑے واقعہ سولزیشن میں دو واقعہ داخل ہیں ' جو دونوں اُسکے وجود کی شرط ہیں : یعنی ہائیسٹکی کی دو علامتیں ہیں : ایک تو لوگوں کی مجبوری حالت اور معاشرت کا ترقی ہو رہنا ؛ دوسرے لوگوں کی ذاتی حالت کی اصلاح اور تہذیب ہو رہنا ؛ فرض نہ مجبوری ترقی لوگوں کی ' اور ہر انسان کی ذاتی انسانیت کی ترقی ہائیسٹکی میں شامل ہیں ۔ جہاں کہیں انسان کی ظاہری حالت اصلاح پاکو رونق اور شگفتگی پاتی ہے ' اور جہاں انسان کی باطنی حالت کو رونق اور شوکت حاصل ہوتی ہے ' تو انہیں دونوں علامتوں کے سبب سے ' باوجود نہایت ناکامل ہونے حالت معاشرت کے ' اکثر ہم بارآز بلند ہائیسٹکی کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں ۔

فرض کہ اگر میری رائے غلط نہیں ہے ' تو انسان کی اُس تحقیق کا نتیجہ ' جو صرف عام رائے اور عام فہم کے پروجیج ی جاتی ہے ' یہی ہے : اور اگر ہم علم تاریخ سے ہائیسٹکی کی بڑی علامتوں یعنی اُن واقعات کی ماہیت دریافت کریں ' جن کی بدولت ازورے عام تسلیم اور عام اتفاق کے سولزیشن کو ترقی ہوئی ہے ' تو ہم کو دونوں علامتوں مذکورہ الصدر میں سے ایک نہ ایک ہمیشہ معلوم ہوگی ۔ واقعات مذکورہ ہمیشہ اُس ترقی کی علامتیں ہوتی ہیں ' جو لوگوں کو جداگانہ یعنی ہر شخص کو ذاتی حاصل ہوتی ہے ' یا سب لوگوں کو عموماً حاصل ہوتی ہے : اور یہ سب اُن واقعات کے انسان کی باطنی حالت یعنی اُسکے عقاید اور اطوار ' یا اُس کی بیرونی حالت یعنی وہ تعلقات جو اُس کو اپنے ہمجنسوں کے ساتھ ہوتے ہیں تبدیل ہو جاتے ہیں : مثلاً جبکہ مذہب عیسائی ظاہر ہوا تو اُس کی ابتدائی حالت میں اُس کا اثر اور اُسکی مداخلت لوگوں کی مجبوری حالت میں کچھ نہیں ہوا ؛ چنانچہ حامیان مذہب نے ملائحہ مذاہب کی کہ اس مذہب کو لوگوں کی مجبوری حالت سے کچھ سرکار نہیں ہے ' اور اجازت دی کہ قلم اپنے مالک کی اطاعت کرے : اور اور جو بڑی بڑی ہرائیاں اور خرابیاں اُس زمانہ کے لوگوں میں پایز تھیں اُنکی مذمت نہیں کی : لیکن پارسف اسکے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا نہ + مذہب عیسائی ہائیسٹکی کی ایک علامت اور ذریعہ ہوا ۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کس و دہ سے ؟ جواب اسکا یہ ہے کہ یہاں اس مذہب کے باطنی حالت انسان کی یعنی عقاید اور خیالات لوگوں کے ' بدل گئے ؛ اور اُنکی عقل اور اخلاق کی اصلاح ہوگئی ۔ (باقی آئندہ)

+ مذہب اسلام اس سے بہت زیادہ اور عمدہ ذریعہ ہائیسٹکی کا ہوا ہے یعنی شروع ہی سے لوگوں کی باطنی حالت اور بیرونی حالت دونوں پر ایک ساتھ اسکا اثر اور اُسکی مداخلت ہوئی ہے ' اور اس نے تمام ہرائیوں اور خرابیوں کی ابتدا ہی سے ملائحہ مذمت کی ہے اور فحاشی کو بھی منع کیا ہے ۔

کی لڑائی کے بعد اُسوقت میں تھی ' جب کہ روم کی جمہوری سلطنت کا شہاب اور ایسا عمدہ زمانہ تھا کہ روم والے تمام دنیا کی شاہنشاہی حاصل کرنے پر آمادہ تھے ' اور لوگوں کی حالت معاشرت ترقی ہو تھی ؛ اور پھر روم کی اُس حالت ' کو دیکھا جارے ' جو شاہنشاہ افشس کے عہد میں یعنی اُس زمانہ میں تھی جب کہ اُس سلطنت کا زوال شروع ہوا یا لوگوں کی ترقی روز افزوں رک گئی ' اور خراب اور بڑے قاعدے اُن میں مروج ہونے لگے ' تو کوئی شخص ایسا ٹھہرا جو یہ خیال کرے ' کہ روم افشس کے عہد میں ' فیوری سینس یا سنسینشس کے زمانہ کی یہ نسبت ' زیادہ شایستہ تھا ۔

ہم بہت سی ایسی ولایتوں کا حوالہ دے سکتے ہیں ' جنہیں پرنسپل دوسری ولایتوں کے آبادی اور سوسیزی زیادہ ہے ' اور بہت جلد حاصل ہوتی ہے : اور لوگوں میں عیش و آرام کی تقسیم نہایت عمدہ ہے مگر باوجود اس کے ' ازورے انسانوں کی عام رائے یا ہماری مقتضائے ماییمت کے ' سولزیشن اُن ولایتوں کی ' یہ نسبت اُن دوسری ولایتوں کے جہاں معاشرت کی حالت رسمی عمدہ نہیں ہے ' کمتر سمجھی جاتی ہے ۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کیا بات ہے ؟ کیا اُن دوسری ولایتوں میں ' جن کی ہائیسٹکی انڈل سمجھی جاتی ہے ' کچھ ایسے فائدے موجود ہیں جن سے لوگوں کی رائے میں حالت معاشرت کے اُن نقصانوں کا معارضہ ہو جاتا ہے ' جو اُن میں موجود ہیں ؟ اسکا جواب یہ ہے ' کہ علاوہ ترقی حالت معاشرت یا باہمی تعلقات کے لوگوں میں ایک اور قسم کی شگفتگی ظاہر ہوئی ہے ' جو اُن کے نظر کا پامت ہے : یعنی ہر فرد بشر کی جداگانہ اور ذاتی شگفتگی ' جس میں ترقی اُس کے فہم اور ہر قسم کے خیالات کی داخل ہے ۔ پس اگر کسی ولایت میں لوگوں کی مجبوری حالت یا حسن معاشرت کی تکمیل یہ نسبت دوسرے ملک کے کم ہو ' تو ممکن ہے کہ انسانیت یعنی لوگوں کی ذاتی حالت زیادہ رونق اور آزادی حاصل کرے ۔ بے شک ہماری معاشرت کے متعلق بہت سے امور ایسے ہیں جن میں اب تک کامیابی نہیں ہوئی ہے : لیکن عقل اور اخلاق کے متعلق بہت سے امور میں ہم کامیاب ہو گئے ہیں ؛ چنانچہ ظاہری فائدے اور معاشرت کے حقوق اکثر آدمیوں کو حاصل نہیں ہیں ' مگر بہت سے عمدہ اور عالی دماغ آدمی دنیا میں اب و تاب کے ساتھ موجود ہیں ۔ پس علوم دقیق ' اور فن ' اور علم انشاء وغیرہ سب اپنی رونق دکھاتے ہیں جہاں نہیں انسان اُن بڑی علامتوں کو دیکھتا ہے ' جن کو خرد انسان نے رونق بخشی ہے : اور جہاں کہیں اُس عمدہ سرور اور نشاط کے ذریعہ اور خزانے پاتا ہے وہاں سولزیشن یعنی ہائیسٹکی کو تسلیم کرتا ہے ۔

بمقام علیحدہ ۔۔۔ مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۵]

۱۵ ذی قعدہ سنہ ۱۳۰۶ ہجری سنہ ۱۲۹۱ ہجری

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کرنی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لئے بھیجنا ہو یا زر قہمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترغیث کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجا جاوے فرستہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپ کر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار اصناف و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خوارہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جی دوستوں نے شریک ہو کر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤ کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح ہر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھاپا کرے گا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا یا خریدار تصدیق ہوگا اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُس کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آگے سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد دفتر میں موجود ہوگا *

تتمہ مضمون لکچر نمبر ۱

اصطلاح اور تبدیلی واقع ہوئی، جسکو انسان کی اندرونی حالت سے کچھ علاقت نہ تھا؛ بلکہ انسان کی بیرونی حالت سے متعلق تھی، یعنی اُس تبدیلی کی وجہ سے لوگوں کی معیرومی حالت بدل گئی اور اصلاح پذیر ہو گئی: بیشک یہ تبدیلی بھی شایستگی کی قطعی علامت تھی۔ تمام عام تاریخ کے دیکھنے سے ہر جگہ یہی نتیجہ پایا جائیگا؛ کوئی واقعہ جسکے سبب سے شایستگی کو شکفتگی ہوئی ہو ایسا نہ پایا جائیگا، جسکی بدولت ایک نہ ایک اثر اُس قسم کا جسکا اثر پذیر ہوا پیدا نہوا ہو۔

پس اگر میروئی راے غلط نہ ہو، تو اصطلاح سولائزش یعنی شایستگی کے نام پسند اور طبعی معنی بھی ہیں۔ میں نے واقعہ شایستگی کی صرف تعریف کی ہے، اور اُس کی ماہیت کا بیان کامل طور سے نہیں ہوا؛ مگر بہر حال اُسکی عام علامتیں کامل طور سے ظاہر کر دی گئی ہیں، یعنی دو بڑی علامتیں شایستگی کی یہی قرار پائیں۔ اب یہ سوال پیش آتا ہے کہ ان دونوں علامتوں میں سے کسی ایک سے، یعنی لوگوں کی معیرومی حالت کی شکفتگی سے، یا لوگوں کی جداگانہ ذاتی حالت کی ترقی سے، پوری شایستگی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یہ دونوں واقعات ایسا اتصال اور ضروری تعلق باہم رکھتے ہیں، کہ اگر اُنکا ظہور وقت واحد میں نہو تو بھی اُن میں تفرقہ نہیں ہوسکتا، اور جلد یا دیر میں ایک سے دوسرا پیدا ہوجاتا ہے۔

میرے نزدیک اس سوال کا تصدیق کرنے میں تین طرح جو عمل ہوسکتا ہے: یعنی ایک تو ہم شایستگی کے اجزا کی خاص ماہیت تحقیق کر کے یہ بات دریافت کرسکتے ہیں، کہ اُن کے آپس میں بلحاظ اُنکی اصلیت کے ایسا اتصال اور ارتباط ہے یا نہیں، اور اُنکا اجتماع ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہے یا نہیں؛ دوسرے ہم عام تاریخ سے یہ امر تحقیق کرسکتے ہیں، کہ اُنکا ظہور ایک دوسرے سے ملحدہ اور جداگانہ ہوا ہے، یا ہمیشہ ایک جہز دوسرے جہز کی پیدائش کا باعث ہوا ہے؛ تیسرے ہم اس سوال کی نسبت انسانوں کی عام راے یا عام فہم سے مشورہ کوسکتے ہیں۔ اول میں عام راے کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

جیکہ کرکٹی پڑا تبدل کسی ملک کی حالت میں واقع ہوتا ہے، اور اُسکی دولت اور قوت کو بڑی ترقی حاصل ہوتی ہے؛ اور اُسکے اُن ذریعوں کی تقسیم میں، جو لوگوں کو بحال معیرومی حاصل ہوتے ہیں، انقباض پیدا ہوتا ہے، تو اُس نئے واقعہ کی بہت لوگ مزاحمت

اور اُس سے مخالفت کرتے ہیں، اور یہ مزاحمت ہمیشہ ضرور پیش آتی ہے؛ اور اُس تبدیلی کے مخالف موصلاً یہ کہتے اور فریاد کرتے ہیں، کہ لوگوں کی معیرومی حالت کی ترقی متنازعہ سے اُنکی باطنی حالت یعنی اخلاق وغیرہ کی کسیرطرح اور کچھ بھی اصلاح نہیں ہوئی؛ اور یہ ترقی ترقی ترقی دھوکا بازی ہے، واقعی نہیں ہے، کیونکہ اُسکا نتیجہ اخلاق کے حق میں اچھا نہیں ہے؛ اور جو لوگ اُن کے باہمی تعلقات اور معاشرت کی ترقی کے طرفدار اور درست ہوتے ہیں، وہ اس اعتراض کی زور شور کے ساتھ تردید کرکے برخلاف اس کے کہتے ہیں، کہ لوگوں کی معیرومی حالت معاشرت کی ترقی سے اخلاق کی ترقی بھی ضرور ہوگی؛ جب بیرونی حالت کا نظم و نسق بہتر ہوتا ہے تو لوگوں کی اندرونی حالت بھی خالص اور مہذب ہوجاتی ہے؛ فرض نہ نئی تبدیلی کے مخالفین اور اُس کے معانوں کے باہم، سوال مذکورہ کی یہ کیفیت ہوتی ہے جو بیان کی گئی۔

اب ہم امر مذکورہ بالا کے برعکس فرض کرکے دیکھیں، یعنی فرض کریں کہ اخلاق کی اصلاح ظہور میں آوے، تو جو لوگ اُسکی ترقی کے لیئے کوشش کرتے ہیں وہ عموماً کس چیز کا وعدہ کرتے ہیں؛ خیال کرنا چاہیئے کہ جب لوگوں کے فرقہ قائم ہوکر جابجا آباد ہوئے، اور مذہب کے پیشواؤں اور کھمبوں اور شاعروں نے لوگوں کے اطوار کی درستگی اور اصلاح میں سعی اور کوشش کی، تو انہوں نے کس کن نتیجوں کا وعدہ کیا۔ واضح ہو کہ انہوں نے اپنی سعی اور کوشش سے یہ وعدہ کیا، کہ لوگوں کی معیرومی حالت کی اصلاح ہوگی؛ اور جو ذریعہ ہر قسم کے اُنکو حاصل ہوں اُنکی تقسیم زیادہ خوبی اور انصاف سے ہوجائیگی۔ پس اب فرور کرنا چاہیئے کہ ایسے نژادوں اور معدوں کا منشاء اور نتیجہ کیا ہے؟

منشاء اُنکا یہ ہے کہ لوگوں کو خود اپنی طبیعت سے یہ جہلی یقین ہے، کہ سولائزش کے دونوں اجزا یعنی معاشرت کی شکفتگی اور اخلاق کی ترقی آپس میں بہت سا ارتباط اور اتصال رکھتے ہیں؛ اسی مابہی اور جہلی یقین پر وہ لوگ رجوع کرتے ہیں، جو شایستگی کی دونوں قسموں مذکورہ میں سے کسی ایک قسم کی تائید یا مخالفت کرتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں، کہ اگر ہم لوگوں کو یہ یقین کراسکیں کہ معاشرت کی اصلاح اُنکی باطنی ترقی کو مضر ہوگی، تو جو انقلاب صحیح عام پڑ کر رہا ہو اُس کے ضعیف کرنے اور گور دینے میں کامیاب ہونگے۔ برخلاف اس کے جب ہم وعدہ کریں کہ معیرومی حالت کی اصلاح لوگوں کی جداگانہ اور ذاتی تہذیب سے ہی جاریگی، تو ظاہر ہے کہ ایسے معدوں کا اعتبار کیا جاتا ہے؛ اور اسوجہ سے یہ تدبیر کامیابی کے ساتھ عمل میں آتی ہے؛ پس

اسی نتیجہ کا تجربہ ہوا ہے۔ جب انسان کے اخلاق میں کڑی تبدیلی واقع ہوتی ہے، یعنی بہ نسبت سابق کے اُس کو کسی خیال یا قوت یا خوبی کا علم زیادہ حاصل ہوتا ہے، اور اُس کے سبب سے خاص اُس کی ذاتی ترقی ہوتی ہے، تو خیال کرنا چاہیئے کہ اُس وقت اور اُس کے ساتھ اُس کو کیا خواہش اور کیا حاجت پیدا ہوتی ہے؟ وہ اُس وقت بہت چاہتا ہے کہ میں اپنے نئے خیال کو تمام لوگوں پر ظاہر کروں اور اپنے خیالات کا بیرونی طور سے اظہار آؤں۔ جس سے کسی شخص کو کڑی بات حاصل ہوتی ہے، اور اُس کو اپنی ذات کی نسبت کسی نئی ترقی کا یقین ہوتا ہے، اور اُس کی ذات کو زیادہ قدر و منزلت حاصل ہوتی ہے، تو اس نئی شخص کے قبضہ کا خیال باندھتا ہے، یعنی اپنے آپ کو اُس عمدہ ذریعہ کا قابض سمجھتا ہے، اور اپنی طبیعت کے مقتضا اور تعزیک باطنی کے سبب سے وہ اس بات کی خواہش کرنے پر مجبور ہوتا ہے، کہ اُس تبدیلی اور اصلاح کو، جو خاص اُس کی ذات میں ہو رہی ہے، اور لوگوں پر وسعت دے۔

اسی دلی خواہش اور باطنی جوش کے سبب سے دنیا میں بڑے بڑے اصلاح اور تہذیب کرنے والے پیدا ہوئے ہیں، یعنی وہ مالی و ملک اور جنہوں نے خود اپنی ذات کو بدل کر روئے زمین کی ہیئت کو بدل ڈالا، اور اسی ضرورت اور باطنی خواہش کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنی راہ پر ثابت قدم اور آگے کو بڑھتے رہے — اب اس قدر حال اُس تبدیلی کا جو انسان کے باطن میں ہوتی ہے، بیان کر کے درجہ درجہ کی تبدیلی پر توجہ کی جاتی ہے۔ جب کڑی انقلاب خلقت کی مجسمہ حال میں ہوتا ہے، اور اُس کے سبب سے اُس حالت کا نظم و نسق اچھی طرح ہو جاتا ہے، اور مال و دولت اور حقوق کی تقسیم لوگوں میں زیادہ انصاف سے ہو جاتی ہے، یعنی دنیا کی صورت زیادہ صاف اور خوشنما ہو جاتی ہے، اور ملک کے حاکموں کی کارروائی اور لوگوں کا آپس کے معاملات میں عمل درآمد زیادہ توہین انصاف اور مردت کے ساتھ ہو جاتا ہے، تو کیا ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ دنیا کی ایسی ترقی یافتہ حالت اور بیرونی حالات کی ایسی اصلاح کا اثر انسان کی باطنی حالت یعنی انسانیت پر لڑ کر نہیں پڑتا؟ واضح ہو کہ جو کچھ قدر و منزلت مثالوں اور تھریوں اور رسم و رواج اور عمدہ نمونوں کو حاصل ہے، اُس کی بنیاد صرف اسی اثر پر قائم ہے، اور ہر بیرونی اور خارجی واقعہ، جس کا نظم و نسق اچھی طرح ہو رہا ہو، ہمیشہ اُس قسم کے اور اُس قدر و منزلت والے اندرونی اور باطنی واقعہ کا باعث ہوتا ہے، جو دیر میں ہو یا جلد، ناقص ہو یا کامل۔ پس جبکہ خلقت کی مجسمہ حال کا انتظام اچھی طرح ہو، اور دنیا زیادہ تو انصاف پسند ہو جائے، تو

ہر ایک انسان کو اپنی طبیعت اور عقل کی گواہی سے اس بات کا یقین ہے، کہ شایستگی کی تبدیلیوں ایک دوسرے سے متعلق اور باہم مضارم ہیں، اور ایک کے ذریعہ سے دوسری پیدا ہوتی ہے۔

دوسرے، اگر ہم دنیا کی تاریخ پر توجہ کریں، تو یہی نتیجہ اُس سے بھی یقیناً ہوتا ہے، اور معلوم ہوگا کہ تمام بڑی بڑی ترقیاں باطنی انسان کی مجسمہ حال کے خلائق کو مفید ہوئی ہیں؛ دونوں واقعات منکوحہ ہیں سے ایک نہ ایک غلبہ پر اور بڑے اثر کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے، اور جو ترقی ہوتی ہے اُس پر اپنی خاص علامت کا نقش قائم کرتا ہوا پایا جائیگا۔ بعض اوقات ایک واقعہ کے ظہور سے بہت مدت دراز میں ہزارہا مزامحتوں اور انقلابوں کے بعد دوسرا واقعہ ظاہر ہو کر اُس شایستگی کو پورا کرتا ہے، جو پہلے واقعہ کے ذریعہ سے شروع ہوتی ہے؛ لیکن اگر اُنکی بشوہی تحقیقات کی جارہی ہے، تو باہمی تعلق اُنکا جلد دریافت ہو جائیگا۔ قدرت کے کاموں کی رفتار تک حدود میں مضبوط نہیں ہوتی ہے؛ وہ اس بات کے پابند اور اُس پر مضبوط نہیں ہوتے کہ جو اصل دل قائم ہوا تھا، آج اُس کے نتیجہ کی پیروی کرے؛ بلکہ قدرت کے کاموں کے نتیجے ایک عرصہ واجب کے گزرنے کے بعد اپنے وقت معین پر، شاید سیکنڈوں برس کے بعد، ظاہر ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ دلائل جن کے بموجب قدرت کے کام انجام ہوتے ہیں ہم کو صاف صاف معلوم نہیں، لیکن معارف نمونے کی وجہ سے اُس کے اصل کچھ کم صحیح اور کم مضبوط نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک وقت کچھ ہستی نہیں رکھتا۔ وقت کے اندر سے قدرت اس طرح گذر جاتی ہے جیسے ہر دم شاعر کے دیرتار غلے میں سے، اور بہت سے زمانوں کے گزرنے پر قدرت کی رفتار کا ایک قدم پورا ہوتا ہے۔ خیال کرنا چاہیئے کہ جب مذہب، عیسائی نے مجمع خلائق کے باہمی تعلقات اور معاشرت کی اصلاح میں بڑا اور اچھا اثر پیدا کیا، تو اُس سے پیشتر گنگائی، صدیاں گزر گئیں، اور کیسے کیسے بے انتہا واقعات ظہور میں آئے، مگر باوجود اس کے مذہب عیسائی کی تاثیر اور کامیابی میں مدت کے گزر جانے سے کچھ فرق نہیں ہوا۔

تیسرے، اگر ہم تاریخ سے قطع نظر کر کے اُس دونوں واقعات کی ملاحظہ کر تحقیق کریں جن سے شایستگی مرکب ہے، تو یہی ہم کو بلاشبہ یہی نتیجہ حاصل ہوگا۔ ہر شخص کو اپنی خاص حالت سے

† ہر مریض بڑا قدیم کا نہایت عالی طبیب شاعر تھا اُس کی ذہانت اور قازک خیالی کی آج تک تمام اہل یورپ بڑے جوش و غروش کے ساتھ تعریف کرتے ہیں۔

‡ مذہب اسلام کا عمدہ اور بڑا اثر ایسا سست اور ناقص نہیں

ہا ہم اپنے مہجسوں کے ریکر اپنی اوقات گزار دے اور اُس کی ذات بالکل صحیح خلائق کے کلم آوے، یا اُس کی ذات میں کوئی اور ایسی چیز بھی موجود ہے جو اُس کی فطری زندگی سے بڑتر اور افضل ہے؟

اس سوال کو ایک نامی شخص رابر کولر صاحب نے جنکی دوستی کا نظر مجھکو حاصل ہے، اور جو ایسے جلسوں سے جیسا کہ ہمارا جلسہ ہی ترقی کر کے زیادہ قوی اور خطر ناک جلسوں میں اول درجہ پر پہنچے ہیں، اور جنکی گفتگو کا اثر اُن کے تمام سامعین کے دلوں پر ہے، اپنے علم و یقین کے موافق اپنی اُس گفتگو میں حل کیا ہے، جو اُنہوں نے مسودہ قانون تدارک دزدی مال کوچا کے باب میں کی ہے: چنانچہ اُن کی اُس گفتگو میں یہ قدر ترقی ہے، کہ انسان خلقت کے گروہوں میں پیدا ہوتے اور مرتے ہیں، اور اُن کے مقدر اُس سے انجام پاتے ہیں؛ مگر اُن گروہوں میں انسان کی بالکل ذات داخل اور شامل نہیں ہے: ملاوہ اُس توجہ کے جو انسان مجہومی حالت یعنی دنیا پر صرف کرتا ہے، اُسکی ذات کا نہایت عمدہ حصہ یعنی وہ اعلیٰ درجہ کے قوال، جنکے ذریعہ سے وہ خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتا ہے، اور حیات آخرت اور عالم غیر محسوس کی ایسی غریبی جو بھان میں نہیں آ سکتی حاصل کرتا ہے، اُس کے پاس باقی رہتے ہیں؛ انسان کا وجود مخصوص بالذات امتیاز اور تصدیق کے قابل اور غیر فانی ہے، اور مقدر اُس کا محسوس یا خلقت کے گروہوں کے انجام سے مختلف ہے۔

میں اس پر کچھ اپنی طرف سے زیادہ کرنا ضرور نہیں سمجھتا، اور خاص اس امر کی بھک مجھکو منظور نہیں ہے، اس لیے صرف اُس کے بیان کردینے پر اکتفا کرتا ہوں۔ شایستگی کی تاریخ میں اُس کا ظہور موجود ہے، یعنی جب تاریخ شایستگی پوری ہو جاتی ہے اور ہماری موجودہ زندگی کی نسبت کچھ زیادہ گہنا پائی نہیں رہتا، تو ضرور انسان اپنے دل سے پرچھتا ہے کہ آیا اب کوئی چیز اُس کی توجہ کے قابل رہی ہے یا نہیں، اور وہ سب چیزوں کے انجام پر پہنچ گیا یا نہیں؟ پس یہ امر تمام اُن امور میں سے نہایت عالی منزلت اور آخر ہے، جس کی طرف تاریخ شایستگی ہمکو مایل کر سکتی ہے؛ اس مقام پر اس امر کے صرف مرتبہ اور درجہ کا ذکر کر دینا کافی ہے۔

† اس جلسہ سے عام جلسہ مراد ہے جو آپس میں اہل جمع ہو کر نچ کے طور پر کرتے ہیں۔
† اس جلسہ سے ملکی جلسہ مراد ہے جو بہ نسبت عام جلسوں کے زیادہ قوی اور پر خطر ہوتا ہے۔

اُس کے سبب ہے انسان کی ذاتی حالت بھی زیادہ درست اور مہذب و راجاریگی۔ جس طرح پر کہ خارجی حالت بذریعہ باطنی حالت کے اصلاح پاتی ہے، اسی طرح باطنی حالت کو خارجی حالت سے تہذیب ہوتی ہے؛ دونوں اجزاء شایستگی ایک دوسرے سے بہت سا اختلاط اور تعلق رکھتے ہیں؛ ہر چند کہ سینکڑوں برس اور ہر قسم کے موانع اُن کے درمیان میں حائل ہوتے ہیں، اور ممکن ہے کہ اُن کے باہم وصل اور اختلاط ہونے کے لیے اُن کی ہزار صورتیں بدلتی ہوں، مگر جلد یا دیر میں اختلاط اُن کا ضرور ہوجاتا ہے؛ اُن کی اصلیت اور عام تاریخ اور انسانوں کے دلی یقین تینوں کا بھی نتیجہ اور مقصد ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اگرچہ میں نے اس مضمون یعنی واقعہ شایستگی کی تعریف میں کامل اور کافی گفتگو نہیں کی ہے، مگر مستحضر طرز پر جہاں تک بطور کامل تشریح اُس کے وجود کی ممکن تھی ہے، غرضکہ اُس کی حدیں قدیم ہو گئیں، اور جو بڑے بڑے اُمور اُس کی بیخ و بنیاد ہیں، اور شایستگی کے باب میں توجہ کے قابل ہیں، اُن کو بیان کر دیا ہے۔ اسی قدر کافی ہوتا، لیکن ایک اور امر پر گفتگو کرنے سے، جو اس موقع پر میرے خیال میں آتا ہے، میں در گذر نہیں کر سکتا۔ وہ امر تاریخانہ امور میں سے نہیں ہے، بلکہ ایسے امور قیاسی میں سے ہے، جنکا ایک سرا تو انسان کے اختیار میں ہوتا ہے، اور دوسرا سرا اُس کی رسائی سے ہمیشہ باہر رہتا ہے؛ اُن کی پوری کیفیت اور اندازہ اُس کو معلوم نہیں ہو سکتا؛ صرف ایک ہی پہلو پر انسان کی نظر پہنچ سکتی ہے؛ مگر باوجود اس کے وہ اصلی اور واقعی ہیں اور ہماری توجہ کے مستحق ہیں، کیونکہ پورخلاف ہماری مرضی کے ہمیشہ ہمارے سامنے موجود رہتے ہیں — اب دربانہ کرنا چاہیئے کہ دونوں قسم کی تہذیب اور اصلاح مذکورہ میں سے، جنہے واقعہ شایستگی مرکب ہے، یعنی خلقت کی مجہومی حالت کی ترقی، اور انسان کی جداگانہ ذاتی حالت یعنی انسانیت کی تہذیب میں سے، کون سی قسم اصل مقصود اور نتیجہ ہے، اور کون سی اُس مقصود کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے؟ آیا انسان اپنی ذات اور قوام اور خیالات کی ترقی اس فرض سے کرتا ہے، کہ انسانوں کی مجہومی حالت یعنی تمدن اور معاشرت کی تکمیل اور فطری قضاات کی اصلاح ہووے، یا خلقت کی مجہومی حالت کی اصلاح اور ترقی اس مراد سے کی جاتی ہے کہ اُس سے انسان کی ذات اور قوام اور خیالات کی شگفتگی ہو؛ یعنی خلقت کی مجہومی حالت ہر ایک انسان کی جداگانہ ذاتی حالت کے کام آوے، یا انسان کی جداگانہ ذاتی حالت سے خلقت کی مجہومی حالت کو امداد پہنچے؟ ہمیشہ اس سوال کے جواب پر یہ بات مہمصر رہتی ہے کہ آیا انسان کی علت غائی صرف یہی ہے کہ

میں سمجھتا ہوں کہ جب میں اس واقعہ کی کسی قدر تاریخ بیان کر دیتا ہوں، تو یقین کے ساتھ دریافت ہوگا کہ شایستگی ہنوز کم سن ہی یعنی تھوڑے ہی عرصہ سے اُس کا وجود قائم ہوا ہے، اور دنیا کی تمام رفتار کا حال ابھی تک ہمارے انداز اور قیاس میں نہیں آیا ہے۔ بے شک ابھی انسان کی فہم و فراست اُس درجہ سے بہت بعید ہے، جس پر اُس کا پہنچنا ممکن معلوم ہوتا ہے؛ اپنے انجام تک کے تمام زمانہ کی ماہیت ہماری سمجھ میں آئی دشوار ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے دل میں "غور اور فکر کر کے اُس غایت درجہ کی رفاہ اور فلاح کا نقشہ اور تصور پاندھے، جو اُس کے خیال اور توقع میں ہو، اور پھر اُس تصور کو دنیا کی واقعی موجودہ حالت سے مقابلہ کرے، تو اُس کو یقین ہو جاوے گا کہ لوگوں کی مجبوری حالت اور شایستگی کی بنیاد تھوڑے عرصہ سے قائم ہوئی ہے، اور جس قدر راہ ہنر ملے گی وہ، یہ مقابلہ اُس راہ کے جو ہنوز مانے ہوئی پائی ہے، نہایت قلیل اور خفیف ہے؛ مگر اس سے اُس سرور میں کچھ کمی نہیں ہو سکتی ہے جو ہم کو اپنی واقعی حالت کے سرچشمہ اور سمجھنے سے حاصل ہو۔

جو کہ میں تاریخ شایستگی یورپ کے بڑے بڑے واقعات پندرہ سو برس گذشتہ کی بابت تمہارے روبرو بیان کرنا چاہتا ہوں، اُن سے تم کو دریافت ہوگا کہ اب تک انسان کی حالت نہ صرف بلحاظ حالات خارجی یعنی تمدن اور معاشرت کے، بلکہ حالات باطنی یعنی قلبی اور روحی کے امتیاز سے بھی کس قدر جفا کشی اور آفتوں میں مبتلا رہی ہے۔ اُس تمام زمانہ میں انسان کی طبیعت کو اُسی قدر سختی اور مصیبت گزارا کرینی پڑی ہے، جس قدر کہ انسانوں کے مجبورہ کو؛ اور معلوم ہوگا کہ شاید اول ہی مرتبہ انسان کی ذات ایسی حالت کو زمانہ حال میں پہنچتی ہے جو موجود ہے؛ مگر ابھی تک وہ بہت ناقص اور نا کامل ہے، لیکن ایسی ہی کہ اُس میں کچھ امن و امان اور صلح اور اتفاق پایا جاتا ہے۔ یہی حال خلقت کی مجبوری حالت کا بھی ہے، چنانچہ اُس کو بھی بہت ترقی حاصل ہوئی ہے، اور انسانوں کی حالت زمانہ حیات کی نسبت آسودہ اور قریب انصاف ہے۔ جب کہ ہم اپنے بزرگوں کے حال پر نظر ڈالیں تو لہو کریمش شام کے اُن اشعار کو اپنی حالت سے منسوب کر سکتے ہیں، جن کا مقصود یہ ہے کہ ایک بڑے مارغان میں سمندر کے کنارے پر کسی مقام محفوظ سے ایسے جہازوں کو خطرہ میں دیکھتا، جو مارغان غضب خاک اور ہارے مارلنگ کے پنجہ بلا میں مبتلا ہو گئے ہوں، خوشنما ہے۔

جو کچھ بیان کیا، اُس سے ظاہر ہے کہ شایستگی کی تاریخ جو طریقوں اور ضرورتوں سے بیان ہو سکتی ہے، اُس کے دو مضامین ہیں: ایک تو یہ کہ سورج کسی قوم کی اندرونی اور باطنی حالت پر کبھی معتمد زمانہ کے اندر اپنی ترجمہ مصروف کر سکتا ہے؛ دوسرے اُس قوم کی بیرونی اور خارجی حالت سے بھٹ کر سکتا ہے، یعنی جو واقعات اور تبدیلیاں اور انقلاب انسان کی ذات میں ہوتے ہیں، اُن کے حالات لکھ، اور اُس کو ختم کر کے اُس قوم کی مجبوری حالت اُسی زمانہ کی بیان کرے؛ خواہ اس کے ہر ممکن عمل کرے، یعنی انسان کی ذات پر توجہ کرنے کے بدلے وہ دنیا کے حالات کو اپنا مضمر بنائے، اور انسان کے خیالوں اور راہوں کے انقلابوں کے بیان کرنے کے بجائے وہ انسان کی خارجی حالت یعنی لوگوں کی مجبوری حالت کی تبدیلیوں اور واقعات کو اپنا مد نظر قرار دے۔ یہ درجن حصے اور شایستگی کی تاریخیں آپس میں بہت سا اتصال اور اختلاط رکھتی ہیں، بلکہ درجنوں کو ایک دوسرے کا عکس اور شبیہ تصور کرنا چاہیئے؛ مگر باوجود اسکے وہ ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہیں؛ خصوصاً آغاز بیان میں تو اُن کو اس نظر سے جدا کرنا لازم ہے کہ ہر ایک حصہ کا مفصل اور صاف بیان ہو سکے۔ میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ انسان کی ذاتی اور قلبی شایستگی کی تاریخ پر تمہارے روبرو کچھ گفتگو کروں، بلکہ خارجی واقعات یعنی لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاشرت کے واقعات معروضہ کی تاریخ پر مروجہ ہونا منظور ہے۔ البتہ میری یہ خواہش تھی کہ تمام واقعہ شایستگی کی کیفیت، جیسی رسمت اور پیچیدگی کے ساتھ میرے خیال میں ہے، آپ صاحبوں کے روبرو بیان کرتا، اور تمام بڑے بڑے امور جو شایستگی سے متعلق ہیں ظاہر کرتا؛ مگر بالکل میں اپنی تحقیق کے میدان کو تک اور محدود رکھ کر صرف لوگوں کی مجبوری حالت اور معاشرت کی تحقیق اور تاریخ پر اتفاق کرتا ہوں۔

میں اس تاریخ کا آغاز اس طرح پر کرتا کہ یورپ کی شایستگی کے اجزا کا بیان اُن کی ابتدائی پیدائش سے یعنی زوال سلطنت روم قدیم سے کرتا؛ اور لوگوں کی مجبوری حالت کا جو کچھ حال اُس سلطنت کی مشہور و معروف تباہی اور خرابی کے وقت میں تھا، اُس کو مطریم کرتا۔ مجبوری شایستگی مندر کے اجزا کو از سر نو شگفتہ کرنا منظور نہیں ہے؛ اُنکا فراہم اور جمع کر دینا مقصود ہے؛ اور پندرہ سو برس میں جو اُس وقت سے اب تک بڑے ہیں شایستگی مندر کو جو کچھ نشر و نما اور شگفتگی ہوئی ہے، اُس کو مسلسل بیان کرتا۔

دہتے تھے؟ اور ہم اس زمانہ کے لوگ اپنی حالت پر قانع ہیں۔ پس ہم کو چاہیئے کہ کسی ایسی بیہودہ خواہش میں جس کے حاصل ہونے کا ابھی وقت نہ آیا ہو، دل لگا کر خطرہ میں نہ پڑیں۔ بہت سا بچہ ہم کو ملتا ہوا ہے، اور بہت ہی کچھ اُسکا معارضہ ہم سے طلب کیا جا رہا ہے؛ آئندہ زمانہ کے لوگ ہم سے ہماری کارروائی اور اُسکے نتیجوں کے حساب کا سخت مواخذہ کریں گے؛ اب حکام اور رعایا سب ہی نسبت مباحثہ اور تحقیق کا عمل میں آنا چاہیں اور ضروری قرار پایا ہے؛ اور سب کے سب مواخذہ دار ہیں۔ پس ہم کو چاہیئے کہ اپنی شایستگی کے اصول کی استقلال اور ایمانداری سے ہمیشہ پیروی کرتے رہیں، اور اُن سے تجاویز نکریں؛ وہ اصول یہ ہیں - انصاف - قانون کے بموجب عمل درآمد - اپنی مام کارروائی اور انعام کا مشہور کرنا، کردار اور گفتار کی آزادی - یہ بات ہم کو ہرگز نہیں بھولنی چاہیئے کہ جب ہم یہ چاہتے ہیں، اور ہمارا چاہنا معقول ہو ہی، نہ تمام معاملات ہم پر ظاہر کیئے جاویں اور ہم اُن پر بھوک و مباحثہ کرنے کے مجبور ہوں، تو اُسی کے ساتھ ہماری کارروائی پر بھی دنیا کی نظر لگی ہوئی ہے، اور اپنی باری کے وقت ہماری کارروائی پر بھی مباحثہ ہوگا، اور لوگ اُسکی خوب چھان بین کریں گے۔

راقم

ایف گیزٹ بڑبان فراڈس

مترجمہ

ولیم ہیڈلسٹ بڑبان انگریزی

لکچر

نمبر ۲

مانسپور ایف گیزٹ صاحب فرائس سسٹمی کا

سولزیشن پر

اے صاحبوں

جو کہ مجھ کو تھوڑی سی جگہ میں مضطر کر کے بہت سا مضمون لکھنا منظر ہے، اسلیئے میرے لکچروں میں پارچہ اس ارادہ کے کچھ طوالت ہو جا رہی ہے؛ اور اس اختصار کے ارادہ کے سبب سے ایک اور مشکل پیش آ رہی ہے، یعنی بعض اوقات مجھ کو ایسی باتیں بیان کرنی پڑیں گی جن کا ثبوت اُسی وقت نہ دے سکتا؛ اور ایسے ایسے خیالات اور امور پیش آ رہیں گے جن کی تصدیق آئندہ کسی مرتب پر ملتی ہوگی جا رہی ہے؛ پس مجھ کو امید ہے کہ آپ صاحب ہمارے وقت صرف میرے قول ہی کا ضرورت اعتبار کریں گے۔

اور بشیر کچھ بہت سی شیطانی حالت سے ہرگز کے اُن اشعار کو مسترد کر سکتے ہیں جن کا مضمون یہ ہے، کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم اپنے پیشانیوں کی بہ نسبت بہت بہتر حالت میں ہیں۔ مگر ہم کو غافل نہ ہونا چاہیئے اور اپنے عیش و عشرت اور اصلاح و خوبی پر پھولنا نہ چاہیئے، ورنہ ہم در بڑے خطروں یعنی شیطانی اور کالہی میں مبتلا ہو جا رہیں گے، اور اپنی طبیعت کی قوت اور کامیابی اور روشن ضمیری پر اعتماد بھیجا کرتے لگینگے، اور عیش و آرام کی حالت سے ضعیف اور خراب ہو کر، طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا ہونگے۔ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم ایسی غیر مستقل حالت کو قبول کرتے جاتے ہیں، کہ کبھی تو اپنی حالت کی نہایت خفیف وجوہات سے فریاد و شکایت کرنے لگتے ہیں، اور کبھی بالکل بلا وجہ قانع اور رضامند ہو جاتے ہیں۔ ہماری طبیعت میں بڑی صلاحیت اور متواتر خواہش اور بے انتہا بلند نظری ہمارے خیال اور دل میں ہمیشہ رہتی ہے؛ مگر جب ہم کو اپنی زندگی کے متعلق کوئی کام کرنا ہوتا ہے، اور اُس میں کچھ دقت اور جانکاهی اور خچ کرنا پڑتا ہے، اور اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں سعی و کوشش کرنی ہم پر واجب ہوتی ہے، تو ہمارے ہاتھ کالہی سے بغلوں کی جانب جاتے ہیں، اور ہم اپنے مقصد کو اُسی طرح کی آسانی اور سہل انکاری سے مایوس ہو کر چھوڑ دیتے ہیں، جس طرح کہ بے خبری اور اضطرابی سے پہلے اُس کی تحصیل کی خواہش ظاہر کرتے ہیں۔ پس ہم کو ہوشیار ہونا لازم ہے تاکہ ہم تباہتوں میں نہ پڑیں؛ ہم کو ارادہ کرنے سے پہلے اپنی قوت اور فہم و فراست اور علم کا واجب تضمینہ کر لینے کی عادت کرنی چاہیئے، اور جو شے ہم کو اپنے نزدیک، بطور جائز اور انصافاً اور نہایت درستی اور اُن کاموں کے مراعات کے ساتھ جن پر ہماری شایستگی کی بنیاد قائم ہے حاصل ہو سکے، اُس کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کبھی کبھی ہم ایسے اصول اور طریقہ اختیار کرتے ہیں جن پر ہمیشہ خرد امتراض کرتے ہیں اور اُن سے نفرت دہتے ہیں؛ یعنی وہ طریقہ جن کو وحشت کے زمانہ میں یورپ کے قوی اور زبردست آدمی اپنا حق سمجھتے تھے، یعنی جانوروں کے سے زور و زبردستی اور کھوپا ہونے درخ کر رہے تھے، اپنا کام نکالتے تھے۔ یہ طریقہ چار پانچ سو برس پیشتر بیشک روز مرہ کی عمل درآمد میں تھا، لیکن جب ہم ایسی نامعقول خواہش کو ایک لحظہ بھی گوارا کرتے ہیں، تو پھر ہمارے اندر نہ تو وہ استقلال نہ رہ وحشیانہ دل، قوت، جیسے کہ اُس زمانہ کے لوگوں میں تھی، رہتی جاتی ہے۔ اُن لوگوں کی حالت رنج اور سختی سے بھری ہوئی تھی، اسی وجہ سے وہ اُس سے نصابت پانے کے لیئے ہمیشہ بفرورست (مادہ سعی) اور کوشش اور جانفشانی کے

کسی قصہء قمر کا غلبہ۔ جہاں کہیں یہی اصول غالب ہوتا ہے وہاں صرف زور اور زبردستی پر لوگوں کے قوانین اور رسم و رواج کی بنیاد قائم ہوتی ہے، اور اگر کہیں مجسمہ صحرایی حالت غالب کی جمہوری اصول پر قائم ہوتی ہے: چنانچہ جو جمہوری سلطنتیں سرداروں اور تاجروں کے ذریعہ سے ایشیائے کوچک اور شام اور افریقہ اور نیشیہ میں قائم ہوئیں، وہ اسی اصول غالب کے بموجب قائم ہوئیں۔ فرض کہ جب ہم زمانہ قدیم کی شایستگیوں پر نظر ڈالتے ہیں، تو ہم کو دریافت ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کی رسم و رواج اور قاعدے اور جلسہ اور خیالات اور اطوار سب میں ایک متعین قسم کی یک رنگی اور وحدت موجود ہے: اور ایک قوت واحد اور غالب تمام حالات پر حاوی اور اُن میں تغیر پائی جاتی ہے۔

ہماری یہی مراد تہیں ہے کہ ممالک مذکورہ کی شایستگی کا ہمیشہ ایک ہی اصول اور طریقہ رہا۔ جب کہ ہم اُن ملکوں کی زیادہ تو قدیم تاریخ کو دیکھتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ جب خلقت کے کسی گروہ میں تمام مختلف ظاہر اور مختلف رنگتے ہونے، یعنی مختلف قوت والے پیدا ہونے، تو اُن کی کوشش شاہنشاہی کے حاصل کرنے یعنی سب پر غالب رہنے کے لیے ہوتی: چنانچہ مصریوں اور یونانیوں وغیرہ میں سپاہیوں اور بہادریوں کے گروہ نے کاهنوں اور پوجاریوں کے فرقہ سے لڑائی اور مقابلہ کیا: اور اور مقاموں میں ذات اور تفرقہ کے مدد و معاون لوگ اُن لوگوں کے مخالف رہے، جو بلا قید ذات اور فرقہ کے عام میل جول کے حامی اور مددگار تھے: اور جو لوگ کسی ملک کی حکومت میں امرا اور مرید کا غلبہ چاہتے تھے، وہ جمہوری حکومت کے قواعد اور عام پسند خیالات سے نا اتفاقی کرتے رہے: مگر یہی مختلف اور مقابلہ ایسے زمانوں میں ہوا ہے جن کی تاریخ موجود نہیں ہے: اس لیے اُن کی یادگار نہایت خفیف اور عام طور پر بقی رہی ہے۔

یہی مختلف قوتوں کی امورات زندگی میں بھی بعض اوقات ظاہر ہوتی ہے، مگر ہمیشہ جلد ختم ہو جاتی ہے: یعنی منجملہ اُن قوتوں (یعنی صاحب قوتوں) کے، جو غلبہ پاتے ہیں، کوئی ایشیائے کوچک اور شام کا ملک عرب کے شمال میں واقع ہے اور سلطنت عثمانیہ یعنی سلطان روم کے قبضہ میں ہے: اور نیشیہ افریقہ میں واقع تھا: اب یہی نام اُس کا نہیں رہا: یہی کوئی حصہ مغربی افریقہ کا بھر قلم کے ساحل پر ہے جو زمانہ قدیم میں نیشیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا: اور اُس کا دارالسلطنت شہر کارتاج تھا: اسی کارتاج اور روم قدیم کے باہم مدت تک لڑائیاں رہیں تھیں: اور افریقہ کوئی جزیرہ اُسی پھر قلم میں واقع ہے۔

پہلے لکچر میں مینے واقعہ شایستگی کی توضیح عام طور پر بغیر تذکرہ کسی خاص شایستگی، اور بلا لحاظ کسی وقت اور مقام کے، کی ہے: یعنی صرف نفس واقعہ شایستگی پر محض حکیمانہ طور پر گفتگو کی ہے، اور اب میں تاریخ سولزیشن یعنی شایستگی یورپ پر گفتگو کرتا ہوں۔ لیکن اُس کا خاص بیان کرنے سے پہلے آپ صاحبوں کو اُس کی خاص علامتوں سے واقف اور آگاہ کرنا چاہتا ہوں: اور اُس کا ایسا صاف اور روشن امتیاز قائم کیا چاہتا ہوں کہ وہ تمام دیگر شایستگیوں سے، جو دنیا کے مختلف مقاموں میں ظاہر ہوئی ہیں، بالکل غیر اور علیحدہ ڈھب ہو جائے: فرض کہ میں اپنے اس ارادہ کی مبادرت کرتا ہوں، اور اچھی طرح تکمیل اُس کی صرف اُس وقت منظور ہوگی، جب کہ میں یورپ کے لوگوں کی مجسمہ صحرایی حالت کی کیفیت ایسی ٹھیک ٹھیک بیان کر سکوں گا، جس سے اُسکی شناخت اور اُس کا امتیاز ایسا ہو جائے کہ اُس کی تصویر تمہارے آگے موجود ہے۔

جب ہم اُن شاہ-تگیوں پر، جو یورپ کے زمانہ حال کی شایستگی سے پہلے ایشیا میں یا دنیا کے اور حصوں میں ظاہر ہوئیں، جنہیں یونان اور روم قدیم کی شایستگی کو بھی داخل سمجھنا چاہیے، نظر ڈالتے ہیں، تو عموماً شعراء ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اُن شایستگیوں میں وحدت اور یک رنگی موجود ہے: اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب واقعہ واحد اور خیال مفرد سے ظہور میں آئیں: اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ خلقت کا تمام گروہ ایک ہی اصول غالب کا پابند رہا، اور اُسی سے اُس کی تمام رسم و رواج، اور جلسہ اور قاعدے، اور عقاید اور خیالات، فرض کہ ہر قسم کی ترقیاں ظہور میں آئیں — مثلاً ملک مصر میں اُس اصول کا غالب نے تمام مجموعہ خلایق پر اپنا اثر و دخل کیا، جسکے بموجب یہی یقین کیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں احکام اور قاعدے خاص خدا تعالیٰ کی طرف سے معاملات دُہری کے انتظام کے واسطے نازل ہوئے ہیں: چنانچہ یہی مسئلہ شایستگی مصر کے رسم و رواج اور ہر قسم کی یادگاریوں کا اور حالات سے، جتنا کچھ بقیہ اب بھی موجود ہے، ظاہر ہوتا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہی حال پایا جاتا ہے: وہاں بھی اب تک یہی مسئلہ بڑے زور سے دھڑلایا ہوا ہے: اُسکے مقابلہ میں اور خیالات بہت کم تہرتے ہیں: اور مقامات دیگر میں دیگر اصول غالب، جسکے بموجب گروہ خلایق نے ترویج پائی ہو، پایا جاوے گا: مثلاً

† یہی وہ مسئلہ ہے، جسکا ذکر لکچر اول میں اُس مقام پر آیا ہے، جہاں شایستگی کے توضیح کے واسطے چند فرضی حالتیں قریبوں کی بیان کی ہیں: ملاحظہ کرر حال فرضی دوم کو۔

‡ اس لفظ میں کتابیں بھی داخل ہیں۔

کی جو یادگاریاں اب یورپ میں تقسیم اور شایع ہوئیں، اُس سب میں ایجاد کا عرز و طریقہ ایک ہی پایا جاتا ہے، اور وہ سب واقعہ واحد کا نتیجہ اور خیال واحد کا مظہر معلوم ہوتے ہیں۔ مذہبی یا اخلاقی کتابیں اور تاریخانہ روایتیں، رزمیہ نظم کی تصنیفات وغیرہ اُس سب میں ایک ہی علامت پائی جاتی ہے؛ اور عقل کے کاموں اور کتابوں میں بھی ویسی ہی سادگی اور یگانگی ظاہر ہوتی ہے جیسی کہ واقعات اور رسم و رواج اور قاعدوں میں ہی۔ بلکہ خاص یونان میں جو انسان کی عقل کے خزانوں کا معجز تھا، علوم و فنون میں ایک معجز یکتائی پائی جاتی ہے۔

زمانہ حال کی شایستگی کی کیفیت اس سے بالکل مختلف ہے؛ بغیر اُس بات کے کہ اُس کا بیان مفہول کیا جاوے، اُس کے حالات پر صرف سرسری نظر ڈالنے سے غوراً معلوم ہو جائیگا، کہ وہ ایسے اصول پر مبنی ہے جو باوجود مختلف اور متفرق ہونے کے آپس میں کھلے ملے ہیں؛ تمام مختلف طریقے اور اصول جس سے لوگوں کی مجموعی حالت نے ترکیب پائی ہے، زمانہ حال کی شایستگی میں موجود ہیں؛ یعنی قرام دینی اور دنیوی اور اجزائے سلطنت شخصیت اور سلطنت جمہوری اور سلطنت نوعیت، اور وہ طریقہ انتظام دنیا کا جس کا مشرچ خدا تعالیٰ کو تسلیم کیا گیا ہے؛ غرض کہ ہر قسم کے انتظام اور طریقے تمدن اور معاشرت کے باہم مضارم ہیں؛ اور ایک دوسرے کے زور کو دبائے ہوئے ہیں۔ یورپ میں غایت درجہ کی آزادی اور بے انتہا دولت اور شوکت اور قوت موجود ہے، اور یہ سب قوت مختلف ہمیشہ ایک دوسرے کے متضاد اور مقابل رہتے ہیں؛ مگر کسی ایک قوت کو دوسری قوتوں پر ایسا غلبہ نہیں ہوتا کہ یورپ کے سب لوگوں کی مجموعی حالت پر اُس کی تاثیر غالب ہو جاوے۔ قدیم زمانوں میں خلقت کے سارے گروہوں کا ملوڑ اور طریقہ ایک ہی قسم کا معلوم ہوتا تھا؛ یعنی کبھی تو انتظام سلطنت شخصیت کا، اور کبھی وہ انتظام جو بذریعہ احکام الہی ہوتا ہے، اور کبھی انتظام جمہوری سلطنت کا، ایک وقت میں غالب اور رائج ہوتا تھا، اور کئی دوسرا طریقہ انتظام دنیا کا اُس کے مقابلہ میں قائم نہیں رہ سکتا تھا؛ مگر اب اہل یورپ کی مجموعی حالتوں کی ترکیب اور ترتیب میں تمام طریقہ اور سارے ذہنک آپس میں ملے جلے اور مضارم پائے جاتے ہیں؛ یعنی خالص یا کچھ آمیزش کے ساتھ انتظام سلطنت شخصیت، اور انتظام بذریعہ احکام الہی، اور انتظام سلطنت جمہوری، اور تہوڑا بہت انتظام سلطنت نوعیت، سب کے سب رتق واحد میں پہلو پہلو تروڑا اور شکستہ ہو چکے ہیں؛ اور باوجود

قوت (یعنی صاحب قوت) شانشاہی کے حصول میں کوشش اور تکرار کر کے اُس کو جلد حاصل کر لیتی ہے، اور مجمع خلایق پر بالکل قابض ہو جاتی ہے۔ لڑائی جھگڑ کا خاتمہ ہمیشہ اس طرح ہوتا ہے کہ کئی خاص اصول نہایت فایہ حاصل کر لیتا ہے، گو وہ ایسا غالب نہیں ہو جاتا کہ دوسرے تمام اصولوں کو خارج کر دے؛ اور قومن کی تاریخ میں مختلف اصولوں کا رتق واحد میں موجود ہونا اور باہم متضاد رہنا اتفاق ہوتا ہے، یعنی بہت تہوڑے عرصہ تک رہتا ہے۔

نتیجہ اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ انٹر زمانہ قدیم کے سولریشنوں یعنی شایستگیوں میں نہایت سادگی پائی گئی، اور اس سادگی سے مختلف نتیجے پیدا ہوئے؛ چنانچہ یونان میں بعض اوقات اصول معاشرت کی سادگی سے بہت بڑی قوتی اور نہایت جلد ہوئی، کہ کسی اور قوم نے ایسے تہوڑے عرصہ میں ایسی مددگی کے ساتھ اپنی ترقی نہیں کی؛ مگر اس حیرت انگیز ترقی کے بعد دوسرا یونان کے قوام بالکل صرف اور ضیع ہو گئے؛ اور اُس کا زوال اگرچہ ایسی ہی شتاب سے نہیں، تاہم بہت جلد ہوا، جس سے تعجب آتا ہے۔ معامہ ایسا ہوتا ہے کہ یونان کی شایستگی کے اصول میں جو قوت ڈھنی یا قوت ایجاد تھی وہ جاتی نہیں رہی، اور اُس کی جگہ اور کئی قوت قدیم نہیں ہوئی۔

اور مقاموں میں، مثلاً مصر اور ہندوستان میں، اصول شایستگی کی یکتائی کا اثر اور طبع ہو ہوا۔ وہاں لوگوں کی مجموعی حالت ایک درجہ خاص پر قائم رہ گئی، یعنی اُس سے آگے نہیں بڑھی؛ اصول غالب کی سادگی سے تمام حالات اور معاملات میں ایسا طریقہ واحد پایا جاتا ہے، جس سے طبعیت بڑھ رہی ہوتی ہے؛ ملک ویزان اور برباد تو نہیں ہوا، مگر لوگوں کی مجموعی حالت کے رجحان کا یہ حال ہو گیا کہ اُس میں حس و حرکت نہ رہی، اور حرف کی مانند جم گیا۔

جو ظلم و ستم اصول اور قاعدوں کے نام سے مختلف صورتوں پر قدیم زمانہ کی شایستگیوں میں ظاہر ہوا، اُس کا سبب یہی قرار دے سکتے ہیں کہ مجمع خلایق صرف ایک ہی قوت کے اختیار اور قابو میں ہو گیا، اور اُس قوت نے کسی اور قوت کے وجود کو گوارا نہ کیا؛ جو قاعدہ اُس کے متضاد اور اُس سے مختلف ہوا، اُس کے ہٹانے اور مٹانے کے لیے کوشش کی گئی؛ اصول غالب اور حاکم نے کسی متضاد قاعدے کے ظہور اور اجرا کو اپنے ساتھ روا نہ رکھا۔

شایستگی کی اس وحدت کا اثر علمی اور عقلی امور پر بھی ایسا ہی ہوا؛ چنانچہ سب اہل یورپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے علوم

پیش آویگی ۔ عمدہ اور سستی اور اقتصادی کے کاموں میں جس شی کو ہم ضرورت اور رجاحت پاکیزہ کہتے ہیں ، اور جس چیز کو تصنیف اور ایجاد کی غرضورتی اور لطافت کہتے ہیں ، وہ رفاہی اور سادگی اور یکتائی ہی جو کسی اقتصادی کے کام میں ظاہر کی جاتی ہے ؛ مگر جب کہ رائیں اور خیالات نمایاں مختلف اور رنگین ہوں ، جیسی کہ یورپ کی شایستگی میں پائی جاتی ہیں ، تو سادگی اور رفاہی کا حاصل کرنا بہت دشوار معلوم ہوا ہے ۔

پس تمام اطراف و جوارب میں زمانہ حال کی شایستگی کی یہ بڑی علامت (یعنی متفرق اور مختلف قرار یا اصول کا مضطرب اور مجتمع ہونا) ظاہر اور روشن ہے ۔ یہ نقصان البتہ اُس میں ہے کہ جب ہم عالم اور فن میں انسان کی طبیعت کی کسی خاص شکستگی اور ترقی جداگانہ پر توجہ کرتے ہیں ، تو اُس کو زمانہ قدیم کی شایستگیوں میں کی اُسی قسم کی ترقی سے اثر نامتو پاتے ہیں ؛ مگر جب ہم کل مجموعہ شایستگی پر اہٹا کرتے ہیں ، تو اس زمانہ کی یورپ کی شایستگی کو یہ نسبت ہو ایک زمانہ کی شایستگی کے بہت زرخیز اور مالا مال دیکھتے ہیں ؛ کیونکہ ایک ہی وقت میں اُس میں بہت سی قسموں کی ترقیاں رونق پذیر ہوئی ہیں ؛ اور اگرچہ سے یورپ کی شایستگی کا رجوع پندرہ سو برس سے قائم رہا ہے ، اور اب بھی اُس کو برابر ترقی ہوتی جاتی ہے ۔ اگرچہ ترقی اُسکی حامد ایسی تیزی سے نہیں ہوئی جیسی کہ یونان کی شایستگی کو ہوئی ، مگر اُس کی ترقی کبھی مسدود اور ساکن نہیں ہوئی ہے ؛ اور جو بڑی راہ اُسکو آئندہ ملی ترقی باقی ہے ، اُس میں سے روز بروز کچھ نکچھ ملتی رہتی رہتی ہے ؛ بلکہ اُس کی رفتار زیادہ تیز ہوتی جاتی ہے ؛ کیونکہ اُس کی آزادی اور رفتار کی مزاحمتیں راجع ہوتی جاتی ہیں ۔ جب کہ اکثر اور شایستگیوں میں صرف ایک اصول یا طریقہ واحد رائج ہوتا ہے ، یا وہ اور طریقوں پر نمایاں غلبہ حاصل کر کے ظلم و ستم کا باعث ہو جاتا ہے ، تو یورپ کے زمانہ حال کی شایستگی کے وہ مختلف اجزا ، جنسہ خلف کی مجموعہ حالت کے انتظام کی ترکیب قائم ہوئی ہے ، مضرب اور فریضہ اُس آزادی کا ہیں جو آج کل یورپ میں پائی جاتی ہے ؛ اور اس شایستگی کے مضطرب اجزا کے مضطرب ہونے سے یہ امر غیر ممکن ہے ، کہ ایک جزو اُسکا دوسرے جزو کو خارج اور بے اثر کر دے ؛ اور جبکہ وہ اجزاء ایک دوسرے کو نیست و نابود نہیں کر سکتے ، تو اُن سب کا یکجہاں موجود ہونا ضروری ٹھہرا ۔ اُن کے آپس میں ایک قسم کا ارتباط اور اتفاق ہونا ضروری ٹھہرا ۔ اسی اتفاق کی وجہ سے اُن میں کا ہر ایک جزو اُس قسم کی ترقی میں مصروف ہے جو اُس کے حصہ میں آئی ہے ؛ اور اگر اور مقاموں

اپنے اختلاف اور رنگینی کوٹا کر کے ، اُس میں ایسی مشابہت اور باہمی تعلق پایا جاتا ہے جو صاف ظاہر ہے ۔

اہل یورپ کے خیالات اور رائیوں میں بھی وہی اختلاف اور طرح طرح کی مشابہت پائی جاتی ہے ؛ کیونکہ خلف کے گروہوں کی مجموعہ نالی کی ترکیب میں مختلف طریقے انتظام دنیا کے رتبہ واحد میں موجود ، اور ایک دوسرے کے مخالف اور مقابل ہو کر ہر ایک کی قوت اور اثر کو محدود اور اُس کی اصلاح کرتے رہتے ہیں ؛ پس متوسط زمانوں کی دلائل و تفسیروں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ، کہ اُس وقت میں کوئی ایسا خیال اور مسئلہ ظاہر نہیں ہوا کہ اُس کے انتہائی نتیجے پیدا ہوئے ہوں ؛ بلکہ معلوم ہوا کہ اختیار مطلق کے مدد و معاون اپنے مسئلہ کے انتہائی نتیجوں سے ملے اپنے علم اور ارادہ کے ذمہ باز آئے ؛ اور اُنہوں نے اپنے اُس پاس ایسے خیالات اور تاثیروں کے وجود کو موجود پایا ، جنہوں نے مزاحمت کر کے اُنکے ارادوں کو حد غایت پر نہیں پہنچنے دیا ۔ جمہوری طریقہ کے معاون بھی اُسی قاعدہ کے پابند پائے جا رہے ہیں ؛ غرض کہ ہر ایک جانب سے ایسی سینہ زری اور ہٹ اور ارادہ پے ٹھکانے اور اندھا دھندگی کے ساتھ ظاہر ٹھہرا ؛ جیسا کہ قدیم زمانوں کی شایستگیوں میں پایا جاتا ہے ؛ اور لوگوں کی رائیوں اور خیالات میں بھی ایسا ہی اختلاف اور مقابلہ پایا جائیگا ؛ یعنی آزادی کا معقول انس ایسی طبیعت کے ساتھ موجود ہے ، جو اطاعت کی یہ آسانی صلاحیت رکھتی ہے ؛ اور ہر شخص کی دوسرے شخص کے ساتھ بڑی وفاداری ، اور اُسی کے ساتھ اس غائب خواہش کا رجوع سب کے دلوں میں پایا جائیگا ، کہ ہر شخص اپنی مرضی کے موافق آزادانہ عمل کرے ، اور ہر طرح کی قید و بند کو اُڑھارے ، اور اس طرح بے تکلف اوقات بسر کرے کہ گویا اُسکو کسی کی کچھ پروا نہ ہو ؛ اور لوگوں کی ذاتی حالت پر عملی جداگانہ طبیعتیں بھی ایسی ہی مختلف اور متحرک ہیں جیسے کہ مجموعہ حالت ہے ۔

زمانہ حال کے مامور کا یہی ایسا ہی حال ہے ۔ اُس پر سب کو اتفاق ہے کہ غرضورتی اور ظاہر کی مددگی اور رونق میں ہمارے مامور زمانہ قدیم کے مامور سے کمتر ہیں ؛ ایک لحاظ معین ہونے خیالات اور رائیوں کے ہمارے مامور اُن سے زیادہ زرخیز اور قوی ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسبت سابق کے انسان کی طبیعت بہت زیادہ امرو کی طرف پر انگبختہ اور راجع ہوئی ، اور نمایاں معین گہسی پڑھی ہے ؛ اسی وجہ سے ظاہری صورت کا نقص پیدا ہوا ہے ، کیونکہ جتنی زیادہ نشور اور نیرونگی کے ساتھ حالات اور لوازم ہونگے ، اُسقدر اُنکی سادہ اور خاص طرز ورش قائم ہونے میں زیادہ دشواری

ہی۔ معجزہ پرستیوں ہی کہ اُس کی حالت سے خصوصیت کی علامت اول ہی مرتبہ دور ہو کر، اُس کی شگفتگی اور ترقی اُسی طرح اختلاف اور درخیزی اور کوشش اور مستعدی کے ساتھ ہوئی ہی، جیسی کہ تمام دنیا کی حالت کی رنگ پرنگی کیفیت کی ہوتی ہی۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یورپ کی شایستگی ازلی راجتی کے مقام اور قدرت کے میدان میں پھر بچھی ہی، اور اُس کی ترقی خدا تعالیٰ کے ارادوں کے بموجب رہتی ہی، اور اُس کی فوقیت اور برتری کا یہی بڑی سبب معقول معلوم ہوتا ہی۔

میں چاہتا ہوں کہ یہ مقدمہ اور خاص علامت یورپ کے سولزیشن یعنی شایستگی کی ان لکچروں کے سنتے وقت برابر تمہاری آنکھوں کے رو بہ دور اور تمہارے دلوں کے اندر موجود رہے؛ مثیلے بالکل اس علامت کو صرف ظاہر کر دیا ہی، ثبوت اس کا راتعات کی توضیح اور تشریح سے حاصل ہوگا۔ باوجود اس بات کے اگر اس علامت کے اسباب اور اجزاء، جو مثیلے یورپ کی شایستگی سے منسوب کی ہی، اسی شایستگی کے ابتدائی حالات سے دریافت ہوویں، اور سولزیشن کی پیدائش کے وقت یعنی شہنشاہی روم قدیم کے زوال کے وقت میں اور دنیا کی عام حالت میں، اور اُن راتعات میں جو نہایت قدیم زمانہ سے یورپ کی شایستگی کی ترکیب بنانے اور قائم ہونے کے باعث ہوئے ہیں، اس زرخیز اور متحرک اختلاف کی اصل و بنیاد کی شناخت اور تمیز ہو سکے، تو معجزہ پرستیوں ہی کہ تم میری رائے سے اتفاق کر کے اور میرے بیان کی تائید اُس سے بخوبی ہوگی۔ اب میں اُس تحقیق کو شروع کرتا ہوں؛ چنانچہ قدیم شہنشاہی روم کے زوال کی رت سے میں یورپ کی حالت کی تحقیقات کرتا ہوں، اور رسم و رواج اور قواعد اور خیالات اور رایوں سے یہ بات معلوم کرنے کا قصد رکھتا ہوں، کہ قدیم دنیا سے زمانہ حال کی دنیا کو کون سے اجزاء اور اصول ہم پہنچے ہیں، اگر اصول مذکور میں وہی علامت موجود پائی جاوے جو میں نے بیان کی ہی، تو تمہارے اُس کا بہت کچھ یقین ہو جاوے گا۔

اول ہم کو شہنشاہی روم قدیم کی کیفیت اور اُس کی ترکیب یعنی بنیاد اور نشو و نما کا حال بطریقہ سمجھ لینا چاہیئے۔ واضح ہو کہ ابتدا میں قدیم روم کی سلطنت ایسی پتھاریت کی مانند تھی، جو شہروں میں واسطے الزام اور صفائی اور آراستگی شہر کے قائم ہوتی ہی؛ اور اُس کی گورنمنٹ صرف اُن قاعدوں اور رسم و رواج کا ایک مجسمہ تھا، جو شہر کے اندر کے رہنماؤں کی حالت کے مناسبت اور مرضعہ تھی؛ فرض کہ جو جگہ اور قاعدے شہروں کی آراستہ

میں کسی خاص اصول واحد کے غلبہ سے زور و ظلم قائم ہوا ہی، تو یورپ میں آزادی کی وجہ سے شایستگی کے مختلف اجزاء اور وہ حالت متضاد اور مقابلہ کی، جو اُن اجزاء کے باہم ہمیشہ رہتی ہی، قائم ہوئی ہی۔

اس حالت سے یورپ کی ایک بڑی اور اصلی برتری قائم ہوئی ہی۔ اگر ہم، اس کی زیادہ تحقیقات کریں، اور راتعات خارجی سے تفرقہ کر کے اصلی حالات پر متوجہ ہوں، تو دریافت ہوگا کہ یہ برتری جائز اور واجب ہی، اور جس طرح وہ اصلی راتعات سے قائم ہوئی ہی اسی طرح عقل بھی اُس کو تسلیم کرتی ہی۔ چند لمحہ یورپ کی شایستگی سے متاع نظر کر کے ہم دنیا کی عام حالت اور طریقہ پر التفات کریں، تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے کارخانوں کی کیفیت بھی ایسی ہی مختلف اور طرح طرح کے حالات سے پوری ہوئی ہی، اور اُن اجزاء مختلف اور متضاد کے باہم ایسی ہی جد و جہد اور اتفاق پایا جاتا ہی جیسا کہ یورپ کی شایستگی میں۔ ظاہر ہی کہ دنیا میں کسی اصول واحد، یا کسی ترکیب خاص، یا کسی خیال مفرد، یا کسی خاص قوت کو ایسا رتبہ حاصل نہیں ہی کہ تمام دنیا پر اُس کو غلبہ ہو، اور دنیا کے سارے کارخانے اُسی کی متابعت اور تقلید سے ایک خاص صورت پکڑیں، اور اُسی صورت پر ہمیشہ قائم رہیں، اور اُس قوت غالب کے سوا اور سب قواہ اور تاثیریں بالکل معدوم ہو جائیں؛ بلکہ تمام قوتیں اور اصول اور مختلف ترکیبیں مضطرب ہو کر ایک دوسرے کے اثر کو معدود اور معتدل کرتی ہیں، اور اُن کی آپس میں سخت متضاد علی الاتصال چلی جاتی ہی؛ جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہی کہ کبھی کوئی اصول غالب ہو جاتا ہی، کبھی مغلوب ہو جاتا ہی؛ مگر ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کسی ایک اصول کو غلبہ کامل اور قطع مطلق حاصل ہو، یا وہ بالکل مغلوب اور معدوم ہو جاوے۔ فرض کہ دنیا میں مختلف طریقہ اور خیالات اور اصول، اور اُن کے باہم ایک دوسرے کے برخلاف جد و جہد کا ہوتا تھا، اس غرض سے پایا جاتا ہی کہ اُن کو کسی قدر یکتائی اور وحدت حاصل ہو؛ گو یہ یکتائی محض خیالی ہی، ممکن العصول نہیں، لیکن انسان اپنی آزادی اور انحال سے اُس وحدت اور یکتائی کی طرف راجع اور مایل ہی۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کی عام حالت مختلف اور رنگین اجزاء سے مرکب ہی، اور یورپ کی شایستگی وہ ایک اُس کی تصریح ہی؛ یعنی جیسا طریقہ دنیا کے حالات اور کارخانوں کا ہی، اُسی طرح یورپ کی شایستگی نہ تو معدود اور تنگ ہی، نہ ایسی غالب اور مطلق اصول پر مبنی ہی جس کے مقابلہ میں دوسرے اصول اور قواعد موجود اور قائم نہ ہو سکیں، نہ اُس کی حالت سکون اور قیام کی

آبادی نہ تھی، جیسی کہ مغربی شہروں میں تھی؛ مگر جو کہ ہم کو یزرب کی آبادی سے زیادہ غرض ہے، اس کیلئے مشرق کے حال پر کچھ توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔

مغرب میں جا بجا آبادی کی وہی حالت تھی جو میں نے بیان کی۔ ملک کال یعنی فرانسیس اور ہسپانیہ میں بجز شہروں کے اور کچھ نہ تھا، اور شہروں سے کچھ فاصلہ پر تمام ملک میں جنگل تھا اور دلدل تھی؛ جو یاد گار اور سڑکیں رومیوں نے بنائیں، انکی کیفیت دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ بڑی بڑی سڑکیں ایک شہر سے دوسرے شہر تک بنائی گئی تھیں؛ اور یہ بے شمار سڑکیں جو اب ہر ضلع میں جا بجا پائی جاتی ہیں موجود نہ تھیں، اور کوئی آبادی ان بے شمار دیہات اور بیرونچات کی آرامگاہوں اور گرجوں کی مانند، جو متوسط زمانوں سے یزرب میں پھیلی ہے، اُسوقت میں معلق نہ تھی۔ رومی سلطنت نے بجز ایسی ہی یادگاروں یعنی شہروں کے، جن میں ایک ہی مقام پر بہت سی آبادی جمع ہوگئی، اور جن کی خاص علامت باہمی تعلقات کی یہ ہے کہ ان کا حال پنچاپیت کے مقیموں کی مانند ہے، اور کچھ باقی نہیں چھوڑا؛ غرضکہ ہم کسی نظر سے اور کسی طور پر رومی سلطنت کے وقت دنیا کو دیکھیں، یہی معلوم ہوگا کہ شہروں کی آبادی کو بڑا غلبہ اور کثرت حاصل تھی، اور مصلحت میں خلقت کے تمدن اور معاشرت کا وجود نہ تھا۔

روم کی قامرو میں جو آبادی کی حالت شہروں کے انتظام کی پنچاپیت کی مانند تھی، اسی وجہ سے یگانگت اور یک رنگی کا قیام و برقرار رہا، جس سے ایک بڑی سلطنت کے حصوں میں باہمی تعلق قائم رہتا ہے، دشوار ہوگا۔ رومی سلطنت کی پنچاپیت (یعنی جمہوری سلطنت) جو شہروں کے انتظام کے واسطے موضوع تھی، دنیا کو فتح تو کوسی، لیکن اُس کو ترکیب دینا اور اُس میں انتظام اور حکومت کرنا ایسا آسان نہ تھا جیسا کہ فتح کر لینا؛ پس جب وہ سلطنت باسیاب ظاہر اپنا کام پورا کرچکی، اور تمام مغرب اور بہت سا حصہ مشرق کا اُس کے تحت حکومت ہوگیا، تو اُس کے بے شمار شہر اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں، جن سے وہ مرکب تھی اور جن کے آپس میں کچھ تعلق نہ تھا، اور ہر ایک اُن میں سے خود مختار تھی، ملحدہ ملحدہ ہوگئیں؛ گویا ہر اطراف و جوانب میں مشرق اور منقسم ہوگئیں۔ یہ ایک سیب اُن اسیاب میں سے ہے جن کی وجہ سے شہنشاہی کا ہونا ضرور ہوا، کیونکہ شہنشاہی اسے طرز کی حکومت تھی جس نے اجزا بہ نسبت پہلی سلطنت جمہوری کے زیادہ متحد اور وابستہ تھے؛ اور شہنشاہی زیادہ تو اس قابل تھی کہ

اور انتظام اور سلامتی کے مرتب ہوتے ہیں، وہ اُس سلطنت میں خلقت کی مجبوری حالت کی خاص علامت تھی۔

یہ حال صرف شہر روم کا نہ تھا، بلکہ اگر ہم تمام ملک اٹلی کے اُس زمانہ ابتدائی کا حال ملاحظہ کریں، تو دریافت ہوگا کہ شہر روم کے چاروں طرف بجز شہروں کے اور کچھ آبادی نہ تھی؛ اور جو رومی قوم اُس وقت میں بکھلتی تھی اُس کا وجود بجز ایک شہروں کے مجموعہ کے اور کچھ نہ تھا؛ چنانچہ + قوم اٹریس کنس اور سیم ٹائیٹس اور سپیٹائیس اور یونان پرتو کی قوم، فرض کہ ان سب قومن کا یہی حال تھا۔ اُسوقت میں یہ آبادی نہ تھی، جس کو مصلحت اور ضلع کی آبادی کہتے ہیں؛ مصلحت میں کویتی تو ہوتی تھی، مگر آبادی کچھ بھی نہ تھی؛ مالکان اراضی شہر کے باشندے ہوتے تھے؛ وہ اپنی حققت کی نگرانی کرنے باہر جایا کرتے تھے، اور انٹر اینے ساتھ غلاموں کو بھی لے جایا کرتے تھے؛ مگر جس آبادی کو ہم آجکل مصلحت اور ضلع کہتے ہیں، جو ہر ضلع میں جا بجا موجود ہے، یعنی کہیں تو دیہات اور کہیں خاص خاص عمارتیں ہیں، زمانہ قدیم میں اٹلی میں کہیں اس آبادی کا نام و نشان بھی نہ تھا؛ لوگ اُس سے بالکل ناواقف تھے۔

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ جب سلطنت روم کو وسعت ہوئی، تو اُس نے آبادی کے باب میں کیا کارروائی کی۔ تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اُس نے شہروں کو فتح کیا، اور شہر ہی آباد کیئے؛ شہروں ہی سے اُس کی اکائیاں رہیں، اور شہروں ہی سے رقابت اور ہوسٹی رہی؛ اُس نے جو لوگ دوسری جگہ آباد ہونے کے لیئے، اپنی قامرو سے باہر کو بھیجے، وہ شہروں ہی میں آباد ہونے کو بھیجے گئے۔ فرض کہ اُس عالم کی تاریخ، جس کو رومی سلطنت نے فتح کیا، بہت سے شہروں کے آباد اور فتح کرنے کی تاریخ ہے۔ البتہ مشرق میں رومیوں کی سلطنت کی یہ صورت نہ تھی، مگر مشرق میں بھی اُس کو وسعت ہوئی تھی؛ مشرق میں بہ نسبت مغرب کی آبادی کے تقسیم مختلف تھی؛ چنانچہ مشرق کے شہروں میں ایسی کنجیاں

+ یہ اُن چھوٹی چھوٹی قوموں کے نام ہیں جو ملک اٹلی میں آباد تھیں، اور یونان پرتو اٹلی کے اُس حصہ کو کہتے تھے جس میں یونانی لوگ جا کر بسے تھے؛ غالباً وہ حصہ جزیرہ سیلی تھا جو اٹلی کے جنوب میں واقع ہے اور اُس کا ایک جزر سمجھا جاتا ہے؛ اب اُس کا نام جزیرہ سیلی ہے؛ زمانہ قدیم میں اُس کو یونان پرتو شاید اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ خاص یونان سے اُدھر کی جانب واقع ہے۔

حکومت یعنی شاہنشاہی کا اختیار پہلا ہو گیا ہوگا ، اور اُس حکومت کے خیالات نے اُن کے دلوں میں رسائی کی ہوگی ۔

ایسے مقدمہ اور اختیار ، اور ایسے اہلکاروں کے انتظام مذکور ، اور نوج کی بدولت شاہنشاہی روم نے اُس یورپائی اور تباہی کا جو اُسکی قلمرو کی اندرونی حالت میں کام اپنا کر رہی تھی ، اور اُن حملوں کا جو + وحشی قومیں کرتی تھیں ، مقابلہ کیا ، اور مدت تک اپنے زوال مسائل کی حالت میں اُن غریبوں کا مقابلہ کرتے اور اپنے آپکو بچاتے رہے ؛ مگر آخر کار وہ وقت آ پہونچا جبکہ اُس کے اجزا کی نا اتفاقی اور انتشار غالب ہو گیا ؛ اُسکے عالیہاں قد و قامت کے قائم رکھنے میں نہ تو کوئی ہنر و فطرت حکومت ظالمانہ کی کام آئی ، اور نہ وہ بے پروائی جس سے لوگوں نے اُس حکومت کی اطاعت اور غلامی اختیار کی تھی کافی ہوئی ۔ چوتھی صدی میں وہ سلطنت بالکل متفرق اور منقسم ہو گئی ؛ ہر طرف سے وحشی قومیں گھس آئیں ، اور اُس کے سرحدات کی طرف تمام سلطنت کی بھلائی اور انصاف کے لئے کچھ بھی مقابلہ اُن وحشیوں کا نہوا ، اور کچھ زیادہ تکلیف اور دقت گوارا نہیں کی گئی ۔

(باقی آئندہ)

اطلاع

ہمارے پاس ہمارے بہت سے دوستوں کے خطوط آئے ہیں جو اپنی مزاحمت سے میرا فوٹو گراف طلب فرماتے ہیں میں نے حال میں اپنا فوٹو گراف ایک نہایت عمدہ فوٹو گرافر سے بنوایا ہے اور وہ سب تصویریں فوٹو گراف کی کمیٹی مدرسۃ العلوم کو دیدی ہیں پس میری جن دوستوں کو میری تصویر فوٹو گراف کی مطلوب ہو در زریعہ قیامہ بھیج کر طلب فرمائیں وہ سب زریعہ چندہ مدرسۃ العلوم میں جمع ہوگا *

راقم
سید احمد

از مقام بنارس

+ وحشی سے بچہ مراد ہے کہ وہ قومیں قاتلین پانٹہ اور غیر مہذب تھیں ۔

سلطنت سابق کے اجزا کو جن میں بہت تھوڑا تعلق اور یگانگت تھی وابستہ اور مجتمع کرے : چنانچہ خلق کے گروہوں کے اُن متفرق حصوں میں جن سے روسی سلطنت مرکب تھی اجتماع اور اتفاق قائم کرنے کے لئے کوشش عمل میں آئی ، اور کسقدر کامیابی ہوئی ، جبکہ بعد سلطنت شہنشاہ + اگستس اور شاہنشاہ ڈیورکلیڈیوں میں معاملات تمدن اور معاشرت کی باہت قانون پٹائے گئے ، اور قانونوں نے بہت سی رونق پائی ، تو اُسوقت میں اُس ظالمانہ انتظام کا بڑا سرشتہ قائم ہوا ، جس کے سبب سے روم کی تمام قلمرو میں ایسے کارپردازوں اور اہلکاروں کا گڑھا چال پورا گیا ، جن کی تقسیم قلمرو کے مختلف حصوں میں ایک خاص فرتہ کے اختیار سے عمل میں آئی جن کے آپس میں بھی اور دربار سلطنت کے ساتھ بھی اتفاق اور سازش تھی ؛ اُن کے ذریعہ سے لوگوں میں حاکم کی خواہش اور مرضی کا پورا کرنا ، اور لوگوں کے کاموں اور اختیاروں کو حاکم کے ہاتھ میں منتقل کرنا مقصود تھا ۔

اس سرشتہ اور انتظام کو روسی قلمرو کی خلق کے اجزا باہم مجتمع کرنے ہی میں صرف کامیابی نہیں ہوئی ، بلکہ ایسی قوت کا خیال جو مطلق اور غیر محدود ہو ، اور جو تمام دوسری قوموں کا مرکز اور مرجع ہرے ، لوگوں کے دلوں میں بہت آسانی سے جگہ پکڑ گیا ۔ ہمہ کو اس بات کے دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے ، کہ جو چھوٹی چھوٹی جمہوری سلطنتیں اور شہروں کی پنچائیتوں کے مجمع ایسے تھے جنکے باہم کوئی اچھا انتظام اور اتفاق نہ تھا ، اور وہ روسی قلمرو میں داخل تھیں ؛ اُن کے دلوں میں صرف شہنشاہ کی پارکاء مقدس اور عالی کی بہت بڑی تعظیم اور عظمت بہت جلد قائم اور شایع ہو گئی ۔ ان تمام حصوں میں بے شک کوئی تعلق قائم ہونے کی سخت ضرورت معلوم ہوئی ہوگی ، اور اُس کے سبب سے لوگوں کی مایہست میں ظالمانہ

+ روم کی سلطنت جمہوری کی تباہی کے بعد بھی پہلا شاہنشاہ ہوا ؛ اس کے بعد میں ہر عام و دن کو ایسی ترقی اور رونق ہوئی کہ جب کسی زمانہ میں مارم و فزرن کی کسی قوم میں بڑی ترقی ہوتی ہے ، تو اُس زمانہ کو بطور استعارہ کے بعد اگستائیں اُس ملک کا کہتے ہیں ، لفظ اگستس کے معنی نہایت مبارک اور عمدہ کے ہیں ، اور اسی شاہنشاہ کے نام سے سپینہ اکس کا نام اُس کی عزت اور یادگار کے واسطے مشہور کیا گیا ۔

بمقام علیگڑہ — مطبع علیگڑہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۶]

یکم ذی الحجۃ سنہ ۱۳۰۶ ہجری سنہ ۱۲۹۱ ہجری

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قرینش کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجا جارہے فرستہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جائے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف مغانع
تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاویگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُس کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جس شخص اس طرح ہر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر پکا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہے خریدار تصور ہوگا اور اخراجات رواں کی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چلائے مگر اخراجات رواں کی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد دہتر میں موجود ہو *

تتمہ مضمون لکچر نمبر ۲

ایسے اہلکار کے زمانہ میں کئی شاہنشاہوں کو ایک عجیب خیال پیدا ہوا، یعنی انہوں نے یہ امتحان کرنا چاہا کہ عام آزادی کی آمدنوں سے یعنی ایسے انتظام اور حکومت کے قائم ہونے سے، جسکو اب ہم ایسی حکومت کہتے ہیں جو لوگوں کے وکیلوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے، روم کی قلمرو میں اتفاق اور انتظام یہ نسبت ظالمانہ حکومت کے اچھے طور سے قائم رہ سکتا ہے یا نہیں: چنانچہ شاہنشاہ ہونوریس اور تھیرتوسس صغیر کا فرمان مصدورہ سنہ ۳۱۸ ع موصوعہ حاکم ملک گال یعنی فرانس موجود ہے، جسکا یہ یہ مقصد تھا کہ فرانس کے جنوبی حصہ میں ایک ایسی حکومت قائم کی جائے جس میں رعایا کی طرف سے وکیل حاضر ہوں، اور اُس کے ذریعہ سے شاہنشاہی کے مختلف حصوں کا اتفاق اور انتظام قائم رہے۔ اُس فرمان کا مضمون یہ ہے:

فرمان بنام ایکریکولا حاکم فرانس

اُس قابل اطمینان کیفیت کے اعطاء سے جو تمہیں ملک فرانس کی نسبت تعزیر کی ہے، علاوہ اور ایسے حالات کے جو ظاہر اُس ملک کی راستہ معین ہیں، ہم احکام مندرجہ ذیل کو ہمیشہ کے واسطے قانون کی مثال پیش کرتے ہیں، یعنی ان احکام کا نفاذ بطور قانون کے مدعی رہیگا، اور ہم حکم دیتے ہیں کہ ہمارے ساتوں صوبوں کے باشندے اُن احکام کی اطاعت کریں، جو ایسے احکام ہیں کہ اُن کے جاری ہونے کی خود اُن کو خواہش اور التماس کرنا چاہیئے تھا۔

ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے دربار میں، خاص اور عام فلاح کی نظر سے، حکام نایب اُن صوبوں کے ہر صوبہ سے بلکہ ہر شہر سے زمینداروں کی حقیقت کے حالات اور اُڑ اُڑ امور بیان کرنے کے واسطے انٹر حاضر ہوتے ہیں: اسلیئے ہم نے یہ مناسب اور مفید سمجھا ہے کہ اس سال سے تمہاری دارالحکومت شہر آرلیز میں ایک تاریخ معین ہر ساتوں صوبوں کے باشندوں کی طرف سے ایک سالانہ مجلس ہوا کرے۔ اس قاعدہ سے ہماری غرض یہ ہے کہ خاص اور عام دونوں قسم کے امور کا انتظام اُس کے ذریعہ سے ہوتا رہے۔ تمہارے دربار میں نہایت نامور معزز لوگوں کے جمع ہونے سے، پیشتریکہ تم تاریخ معینہ پر کار سوکار کی ضرورت سے باہر نہ گئے ہو، نہایت صحیح اطلاع اور عمدہ خبریں ہر ایسے معاملہ کی نسبت حاصل ہوسکیں گی جو قابل فرور اور توجہ کے ہوگا: اور جو امر بعد فور کا ملکہ ہوگا اُس کا علم سب صوبوں کو ہو جائیگا، اور جن صوبوں کے لوگ اُس مجلس میں حاضر نہ ہوں گے اُن پر بھی انہیں قاعدوں کی پابندی لازم ہوگی اور انہوں نے ملک فرانس کو سات صوبوں پر منقسم کیا تھا۔

ہوئی جو اُس مجلس میں انصافاً قرار پاریں گے۔ علاوہ اس کے شہر + تسلطانیہ میں سالانہ مجلس کے قائم کرنے سے ہمکو یہ یقین ہے کہ سرکار کی کو فائدہ نہ پہونچے گی، بلکہ لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاملات آمدن اور معاوضہ کو بھی بہت ترقی حاصل ہوگی۔ بے شک یہ شہر ایسے عمدہ موقع پر واقع ہے کہ غیر ملکوں کے لوگ وہاں بکثرت آتے ہیں اور تجارت کثرت سے ہوتی ہے، اور مقاموں کی ہر قسم کی چیزیں وہاں آتی ہیں، یعنی زر غین ملک مشرقی، اور غریبوں سے مالامال ملک عرب، ابر نازک اور پاکیزہ ایشیا کا مندرجہ ملک کی ایسریا، اور ثمرور خطہ انریقہ، اور خوبصورت ملک اسپانیہ، اور بہادر ملک فرانس کی تمام عمدہ چیزیں جو انہیں پیدا ہوتی ہیں، اس شہر میں ایسی فراوانی سے موجود رہتی ہیں کہ جو اشیاء دنیا کے اور مقاموں میں بڑی عمدہ اور قایم سمجھی جاتی ہیں، وہ اس جگہ کی خاص پیداوار معلوم ہوتی ہیں۔ علاوہ اس کے اس مقام پر دریائے روں کے سمندر تکین میں گرنے سے وہ تمام ملک جس میں سے وہ دریا گذرتا ہے اور جن کو یہ سمندر گھیرے ہوئے ہے، قریب ہو گئے ہیں۔ جو کہ تمام دنیا کی وہ سب چیزیں، جو نہایت عمدہ اور کارآمد سمجھی جاتی ہیں، براہ خشکی و تری بذریعہ گاڑیوں اور جہازوں کے آ کر اس شہر میں جمع ہوتی ہیں، اسلیئے اس شہر میں، جہاں خدا تعالیٰ کی خاص عنایت سے زندگی کے عیش و آرام کے سامان اور تجارت کی ہر طرح کی آسانی اور آسائش مہیا اور موجود ہے، جو حکم ہم مجلس عام کے منعقد ہونے کی نسبت صادر کرتے ہیں اُس سے ملک فرانس کو ضرور فائدہ پہونچے گی۔

سابق میں بھی حاکم پٹرونیس نے بطور فیض رسائی اور مصلحت کے اسی جلسہ کے منعقد ہونے کا حکم دیا تھا، مگر اُسکے بعد انقلاب

+ شاہنشاہ قسطنطین اعظم نے قدیم روسی قلمرو کے حصہ مشرقی کا دارالسلطنت شہر قسطنطینیہ آباد کیا تھا، جو اب دارالسلطنت ترکی یعنی سلطنت عثمانیہ کا ہے جس کو اہل اسلام روم کہتے ہیں، اور اسی شاہنشاہ نے شہر آرلیز واقعہ ملک فرانس میں ایک حاکم اعلیٰ مقرر کر کے اُس شہر کو فرانس کا دارالحکومت قرار دیا تھا: اُس کی یہ خواہش تھی کہ اُس شہر کا نام بھی اُس کے نام پر رکھا جائے، کیونکہ اُس کو اُس سے نہایت اُنس تھا، لیکن رسم و رواج کے طوق سے یہ خواہش اُس کی چوری نہ ہوئی اور شہر کا نام آرلیز قائم رہا۔

ی اُس کو اب سریا یعنی ملک شام کہتے ہیں جو پہلے عثمانیہ میں یعنی سلطان (روم) کے قبضہ میں ہے۔

اور پوربھائی کے رائج ہونے اور ایسے بادشاہوں کے سبب سے جنہوں نے تمام اختیارات کو خود غصب کر لیا، اُس کا ممل درآمد جاتا رہا: پس اب ہم اپنی رائے مصلحت آمیز اور اپنے حکم سے پھر اُس کو شکستہ اور ٹوڑتازہ کرتے ہیں — اے حاکم والا جاہ ایگریکولا اور ہمارے عزیز بھائیچے، تمکو چاہیئے کہ ہمارے اس حکم کے بموجب اور کسی اور ایسے قاعدے کے لحاظ سے بھی، جو حکام سابق نے مقرر کیا ہو، اپنے صوبہ جات میں قواعد مذکورہ ذیل کی تعمیل کرائے — وہ سب لوگ جو سرکاری مہدوں پر مامور ہوں یا ریاست اور حقیقت کے مالک ہوں، اور سب صوبوں کے منصف اور عادل، ماہ اگست اور ستمبر کے دوسرے ہفتہ میں شہر آریلز میں جمع ہوکر، مجلس منعقد کیا کریں، اور اپنے اجلاس کے ایام خود اپنی مرضی سے قرار دیا کریں — صوبجات نوم پوریلینیا اور ایگریٹیون ثانی بہت ناصلا پر ہیں؛ اگر وہاں کے حاکمان عدل ثروت کار سرکار کی وجہ سے خود شریک جاسے تو سب سے تو حسب معمول اپنی طرف سے نائب مقرر کر کے اُس مجلس میں بھیج دیا کریں — جو کوئی مرتع اور وقت معینہ پر حاضر ہونے سے قاصر رہیگا، اُس پر جو زمانہ اس حساب سے ہوگا کہ حکام عدل و انصاف میں سے ہر غیر حاضر پر پانچ پونڈ عطا ہو، اور شہری کمیٹیوں کے ممبروں میں سے ہر غیر حاضر ممبر پر تین پونڈ عطا ہو — اس مصلحت اندیشی کی تدبیر سے ہماری غرض یہ ہے ہی، کہ ہمارے صوبوں کے باشندوں کو بہت سا فائدہ پہنچے، اور یہ قاعدہ ہماری میں نوازش اور کرم کی دلیل ہی، جس سے شہر آریلز کی رونق اور آبادی کو بھی ترقی ہوگی۔ ہم اپنے بھائی کے بیان، کے بموجب اُس شہر کے لوگوں کی رونا دہانی اور وابستگی کے بہت متاثر ہیں۔ یہ قریب فرمان پندرہویں مئی کو لکھا گیا، اور گیسریں جون کو شہر آریلز میں پہنچا۔

تتمہ لکچر نمبر ۲

مجموعہ یا ولایت کا از سر نو قائم کرنا غیر ممکن معلوم ہوا۔ شہروں کے لوگ اپنے اپنے خاص حالات پر متوجہ رہے؛ انہوں نے اپنی شہریت کے بیرونی مقاموں سے کچھ دور رکھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہشاہی تباہ اور برباد ہو گئی، کیونکہ کسی شہر کے باشندوں نے اُس کی تائید نہیں کی؛ وہ صرف اپنے اپنے شہر کے انتظام اور درستی کے غراے مشغول رہے۔ پس جو بات شاہشاہی روم کی ابتدا میں ہم کو معلوم ہوئی تھی، وہی اُس کے زوال کے وقت بھی ظاہر ہوئی تھی: یعنی رومی قلمرو کی خلقت میں اُس قسم کی طبیعت اور اصول کا غلبہ، جس کے ذریعہ سے لوگ آپس میں جمع ہوکر بطور پنجائیت کے اپنے شہروں کا انتظام اور اُس کی اصلاح کرتے ہیں۔ غرض کہ شاہشاہی روم کی تباہی کے وقت اُس کی قلمرو کی خلقت نے اپنی ابتدائی حالت پر عود کیا: چنانچہ شہروں سے وہ سلامت مرکب تھی، اور اُس کی بربادی کے بعد بھی شہر ہی باقی رہے۔

العاصل جو قاعدہ آبادیوں اور شہروں کے انتظام اور درستی کا کمیٹی کے ذریعہ سے مروج تھا، وہ غریب کی زمانہ حال کی شایستگی کو روسیوں کی شایستگی سے درآئٹا حاصل ہوا ہے؛ اگرچہ اخیر میں یہ قسم ابتدائی زمانہ کے یہ قاعدہ بہت ضعیف اور کمزور ہو گیا تھا، اور بڑی بے ضابطگی اور خرابی اُس میں ظاہر ہوئی تھی، مگر یہی ایک ایسا اصلی قاعدہ تھا، جو رومی سلطنت کے تمام قواعد اور اصولوں میں سے اُس کے زوال کے بعد قائم اور باقی رہا۔

یہ کہنا کہ صرف یہی قاعدہ باقی رہا صحیح نہیں ہے، بلکہ ایک اور امر یا خیال بھی باقی رہا، یعنی شاہشاہی کا خیال اور اُس جاہ و جلال اور اعلیٰ اور مطلق قرب کا خیال، جو شاہشاہ کے نام کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ غرض کہ یورپ کی شایستگی کو روسیوں کی شایستگی سے جو اصول اور خیالات ہم پہنچے، وہ یہ ہیں: یعنی ایک تو شہر اور آبادیوں کی درستی اور انتظام کا قاعدہ، جو کمیٹی کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے، اور آزادی کی وہ عادتیں اور قاعدے اور اصول اور نظریں، جو اُس قاعدہ سے متعلق ہیں: دوسرے اُس قانون کے بنانے کا قاعدہ، جو امور تمدن اور معاشرت کے باب میں سب خلقت کے لیئے مابود الموم یکساں نافذ کیا جاتا ہے، یعنی اُس قرب اور اختیار، مطلق کا خیال جو شاہشاہ عالی جناب اور مقدس کو حاصل ہوتا ہے، جس سے عام انتظام اور ہر ایک کو صلاح و معکم کرنے کا قاعدہ حاصل ہوا ہے۔

مگر اسی زمانہ میں روسیوں نے اندر ایک دوسرا گروہ نہایت مختلف قسم کا قائم ہوا؛ اُس مجمع کے اصول اور قاعدے اور رائے اور خیالات بہت مختلف تھے، اور وہ ایسا مجمع تھا کہ اُس کی

آبادیوں میں جا بجا قائم تھیں اور اُن کا ثنرت سے رواج تھا۔

بھائی سے قسطنطنیوں شہرہ جانی مسماۃ پلیسیڈیکس مراد ہی جس کو شاہشاہ ہرتوریس نے امورات سلطنت میں اپنا شریک قرار دیا تھا۔

† رومی قلمرو میں شہروں کی کمیٹیاں شہروں اور دوسری آبادیوں میں جا بجا قائم تھیں اور اُن کا ثنرت سے رواج تھا۔

‡ بھائی سے قسطنطنیوں شہرہ جانی مسماۃ پلیسیڈیکس مراد ہی جس کو شاہشاہ ہرتوریس نے امورات سلطنت میں اپنا شریک قرار دیا تھا۔

بدولت یورپ کے اس زمانہ کی مجبوری حالت میں بہت سے مختلف قسم کے اصول شایع اور مردج ہونے والے تھے : اُس مجموعہ سے ہماری مواد عیسائیوں کا گرجا یعنی پادریوں کا ترتیب یافتہ گروہ ہے ، مذہب عیسائی مراد نہیں ہے ۔ راضع ہو کہ چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں صدی کے شروع میں ، مذہب عیسائی صرف ہمنزلہ ایسے امتداد کے نہ رہا تھا ، جو محض لوگوں کی ذات سے مخصوص ہو ؛ بلکہ عیسائیوں کا ایک عام جلسہ قائم ہو گیا تھا ؛ اُس جلسہ میں حکومت کا سلسلہ جاری تھا ؛ اور اُن میں پادریوں کا ایسا گروہ تھا ، جو مختلف کاموں کے انجام دینے کی لیاقت رکھتا تھا ، اور معاش اور خراج اور آزادانہ کارروائی کے ذریعہ اور ایسے قاعدے اور طریقے ، جو ایک بڑے گروہ کے انتظام کے لئیے مناسب تھے ؛ اور ہر صوبہ کی مجلسیں ، اور عام قومی مجالس ، اور اخلاقی امور پر عموماً مباحثہ کرنے کی رسم اُس مذہب کے لوگوں میں موجود اور رایج تھی ۔ فرض کہ مذہب عیسائی اُس زمانہ میں صرف ایک مانت اور طریقہ ہی نہ تھا ، بلکہ اُس کا گرجا یعنی پادریوں کا گروہ قائم ہو گیا تھا ۔

اگر پادریوں کا ترتیب یافتہ گروہ نہ ہوتا ، تو ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ شہنشاہی روم کی تباہی کے زمانہ میں مذہب عیسائی کو کیا کیا پیش آتا ۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذہب عیسائی کی نسبت صرف باحفاظ امور اور انسانی یعنی دنیوی کے ظاہر کرتے ہیں ؛ کسی ایسے امر واقع سے ہماری غرض نہیں ہے ، جو قدرتی ؟ واقعات کے قدرتی نتیجوں کے برخلاف ہو ؛ یعنی اگر مذہب عیسائی ، اپنے ابتدائی زمانہ کے موافق ، اُس وقت میں بجز ایک عقیدہ اور خیال ہونے کے اور کچھ اصلیت نہ رکھتا ، تو ہم یہ یقین کر سکتے ہیں کہ وہ شہنشاہی روم کی تباہی ، اور وحشی قوسوں کے حملوں میں غرق اور معدوم ہو جاتا ؛ چنانچہ زمانہ مابعد میں ، ایشیا اور تمام شمالی حصہ افریقہ میں ، وہ مذہب اُس قسم کے حملوں یعنی مسلمانوں کی وحشی قوسوں کی یورش کی آنتوں کا صدمہ نہ اُڑھا سکا ؛ گو وہ ایک گروہ ترکہ یافتہ ہی صورت میں اُس وقت قائم تھا ، مگر پھر بھی ہمارے ہاں ہو گیا ۔ جب کہ

بدولت یورپ کے اس زمانہ کی مجبوری حالت میں بہت سے مختلف قسم کے اصول شایع اور مردج ہونے والے تھے : اُس مجموعہ سے ہماری مواد عیسائیوں کا گرجا یعنی پادریوں کا ترتیب یافتہ گروہ ہے ، مذہب عیسائی مراد نہیں ہے ۔ راضع ہو کہ چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں صدی کے شروع میں ، مذہب عیسائی صرف ہمنزلہ ایسے امتداد کے نہ رہا تھا ، جو محض لوگوں کی ذات سے مخصوص ہو ؛ بلکہ عیسائیوں کا ایک عام جلسہ قائم ہو گیا تھا ؛ اُس جلسہ میں حکومت کا سلسلہ جاری تھا ؛ اور اُن میں پادریوں کا ایسا گروہ تھا ، جو مختلف کاموں کے انجام دینے کی لیاقت رکھتا تھا ، اور معاش اور خراج اور آزادانہ کارروائی کے ذریعہ اور ایسے قاعدے اور طریقے ، جو ایک بڑے گروہ کے انتظام کے لئیے مناسب تھے ؛ اور ہر صوبہ کی مجلسیں ، اور عام قومی مجالس ، اور اخلاقی امور پر عموماً مباحثہ کرنے کی رسم اُس مذہب کے لوگوں میں موجود اور رایج تھی ۔ فرض کہ مذہب عیسائی اُس زمانہ میں صرف ایک مانت اور طریقہ ہی نہ تھا ، بلکہ اُس کا گرجا یعنی پادریوں کا گروہ قائم ہو گیا تھا ۔

اگر پادریوں کا ترتیب یافتہ گروہ نہ ہوتا ، تو ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ شہنشاہی روم کی تباہی کے زمانہ میں مذہب عیسائی کو کیا کیا پیش آتا ۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذہب عیسائی کی نسبت صرف باحفاظ امور اور انسانی یعنی دنیوی کے ظاہر کرتے ہیں ؛ کسی ایسے امر واقع سے ہماری غرض نہیں ہے ، جو قدرتی ؟ واقعات کے قدرتی نتیجوں کے برخلاف ہو ؛ یعنی اگر مذہب عیسائی ، اپنے ابتدائی زمانہ کے موافق ، اُس وقت میں بجز ایک عقیدہ اور خیال ہونے کے اور کچھ اصلیت نہ رکھتا ، تو ہم یہ یقین کر سکتے ہیں کہ وہ شہنشاہی روم کی تباہی ، اور وحشی قوسوں کے حملوں میں غرق اور معدوم ہو جاتا ؛ چنانچہ زمانہ مابعد میں ، ایشیا اور تمام شمالی حصہ افریقہ میں ، وہ مذہب اُس قسم کے حملوں یعنی مسلمانوں کی وحشی قوسوں کی یورش کی آنتوں کا صدمہ نہ اُڑھا سکا ؛ گو وہ ایک گروہ ترکہ یافتہ ہی صورت میں اُس وقت قائم تھا ، مگر پھر بھی ہمارے ہاں ہو گیا ۔ جب کہ

قدرتی واقعات اور نتیجوں سے ایسے واقعات اور نتیجے مراد ہیں جو بمقتضیٰ حالات دینا واقع اور پیدا ہوتے ہیں ، اور اُنکو حالات قویں قیاس بھی کہتے ہیں ۔

ابتداءے اسلام میں عرب اور ترکستان اور قاتار کی مسلمان قوسوں انٹر خانہ بدوش تھیں ، جنہوں نے عیسائیوں پر یورش کی اور فتح پائی ، اُن کے خانہ بدوش ہونے اور معاشرت کا سامان بکثرت اور مددہ نہ رکھنے کے سبب سے مصنف اُنکو وحشی قوسوں کہتا ہے ۔

جبکہ ہم اُن مختلف انقلابوں پر ظاہری یعنی ظہوری لحاظ سے نظر ڈالیں ، جو مذہب عیسائی کی ترقی کے زمانہ میں اُس کے آغاز رواج سے پانچویں صدی تک واقع ہوئے ؛ یعنی ہم اُس مذہب کو بطور ایک گروہ کے سمجھیں ، کہ بطریق ایک بڑے مذہبی عقیدہ کے ، تو ہمارے معلوم ہوگا کہ اُس پر تین مختلف حالتیں گذریں ۔

اپنے سب سے پہلے زمانہ میں عیسائیوں کا گروہ بھیشت ایک ایسے مجموعہ کے تھا کہ جو اپنے عام عقیدہ اور عام رائج کے سبب سے ممتاز اور مخصوص ہو گیا تھا ؛ چنانچہ سب سے پہلے عیسائی مذہب کے

مذہب عیسائی کے تیسرے زمانہ میں اس سے بالکل مستطاف حالت اُس کی ہوگئی؛ چنانچہ پادریوں کا گروہ عیسائی قوم سے مابعدہ قائم ہو گیا، جس کی ترتیب اور انتظام، اور معامات اور آمدنی، اور علاقہ جداگانہ تھا؛ یعنی یورپی حکومت اُس کو حاصل تھی؛ فرض کہ پادریوں کا گروہ ایک ایسا کامل مجمع تھا، جسکو اپنے وجود اور قیام کے واسطے ہر طرح کے ذریعہ حاصل تھے؛ اور وہ اُس مجمع سے یعنی قوم عیسائی سے، جس سے اُس کو تعلق اور واسطہ تھا، اور جس پر اُس نے اپنا رعب داب پھیلا دیا تھا، الگ تھا۔ فرض کہ عیسائی گرجا کی ترکیب کا تیسرا زمانہ ایسا تھا، یعنی پانچویں صدی میں ایسی صورت پر اُس کا ظہور ہوا؛ حکام کا گروہ اور لوگوں سے بالکل علیحدہ ہو گیا تھا؛ اُس قسم کی حکومت مذہبی امور میں آج تک کسی اور فرقہ یا ملک میں قائم نہیں ہوئی؛ اُن تعلقات میں جو پادریوں کو اہل ایمان سے تھے پانچویں لڑکے نے انتہا حکومت کرتے تھے۔

پادریوں کو ایک اور ذریعہ بھی رعب داب کا حاصل تھا؛ یعنی بڑے پادری اور کاتھ اُس قسم کے معیشیوں کی طرف سے مقرر ہوتے، جو شہروں کی انتظامی کمیٹی کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔ یہ بات ہم کو پہلے دریافت ہو چکی ہے کہ رومی سلطنت کے اصول اور قواعد میں سے، بجز اُس قاعدے کے جس کے بموجب شہروں کا انتظام کمیٹیوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے، اور کچھ پانی نہیں رہا تھا؛ ظالمانہ حکومت کی غرابیوں، اور شہروں کی بربادیوں کے سبب سے، اُن کمیٹیوں کے ممبر تو شکستہ دل اور کالہ ہو گئے تھے؛ اور پرمکس اس کے بڑے پادریوں اور کاتھوں کا گروہ نہایت زندہ دل اور سرگرم تھا؛ پس اُنہوں نے تمام معاملات کی نگرانی اور ہدایت کے واسطے ایسی مستعدی، جیسی کہ قیاس چاہتا ہے، ظاہر کی۔ اگر اس معاملہ میں ہم اُن کو ملامت کریں اور غاصب ٹھہرائیں، تو یہ ہماری غلطی ہوگی؛ کیونکہ اُنکو حسب اقتضایہ حالات موجودہ اُس وقت کے خود بقدر اختیارات حاصل ہوئے۔ اُس وقت میں صرف پادریوں کا ہی فرقہ از روئے اخلاق کے قوی اور ترقی یافتہ تھا؛ پس وہ جابجا صاحب اختیار ہو گیا؛ یہی دنیا کا طریقہ اور دستور ہے۔

اس انقلاب کی ملامت اُن تمام قوانین سے ظاہر ہوتی ہیں، جو اُس زمانہ کے شاعروں نے، جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، جاری کیئے تھے؛ چنانچہ اگر ہم شاہنشاہ تھوڈورسوس، یا شاہنشاہ جیٹینین کے مجموعہ قوانین کو ملاحظہ کریں، تو یہ ہم سے ایسے قواعد اور آئین پائے جاویں گے، جن کے بموجب شہروں اور آبادیوں کے انتظام کے امور پادریوں کے سپرد کیئے گئے؛ کسی قدر اُن میں سے ذیل میں نقل کیئے جاتے ہیں۔

لوگ ایک ہی طرح کے خیالات، اور ایک ہی قسم کے عقاید مذہبی کی پیروی کرنے سے بطور ایک جماعت کے قائم ہوئے تھے، اور اُن میں کوئی ترتیب اور سلسلہ مسائل اور قواعد اور انتظام اور حکام کا نہ تھا۔ ہر ایک نیا مجمع، جو وہ کیسا ہی ضعیف الینیاد ہو، ایسی اخلاقی قوت کی تاثیر سے خالی نہیں ہوتا، جس کے سبب سے وہ زندہ دل رہتا ہے، اور اُس کے بموجب کاربند ہوتا ہے؛ پس عیسائیوں کی متعدد جماعتوں میں ایسے ایسے آدمی تھے، جو ساری جماعت کو ربط اور ہدایت کرتے تھے، اور اُس پر اخلاق کی راہ سے حکومت کرتے تھے؛ مگر کوئی حاکم حسب ضابطہ، اور کوئی انتظام سامع نہ تھا؛ بلکہ ابتدا میں عیسائیوں کی صرف ایک ایسی جماعت تھی جو اپنے عقائد اور خیالات کے یکساں ہونے کے سبب سے قائم ہوگئی تھی۔

عیسائیوں کے گروہ کو جلد جلد ترقی ہوئی، جس کی علامتیں نہایت قدیم یادگاروں اور کتابوں میں پائی جاتی ہیں؛ پس جستہ ترقی ہوتی گئی، اُس کے موافق ایک مجموعہ مسائل اور قواعد اور انتظام اور حکام کا قائم ہوتا گیا؛ چنانچہ اُن میں ایک قسم کے حکام، جو متقدمین کہلاتے تھے، کاتھ یعنی پڑوسیٹ بنے؛ اور دوسری قسم کے حکام سربراہ کار یا نگران حال کہلاتے تھے، وہ بڑے پادری یعنی بشپ قرار دیئے گئے؛ اور تیسری قسم کے حکام خادمین یعنی کپٹن کے نام سے ملقب ہوئے؛ اور اُنکا یہ کام قرار پایا کہ فریڈوں اور مہتاجوں کی خبر گیری کریں اور غیرواقت تقسیم کیا کریں۔

اُن مختلف حکام کے کاموں کو ٹھیک ٹھیک دریافت اور معین کرنا غیر ممکن ہے؛ کیونکہ اُنکے آپس میں نہایت خفیف فرق اور امتیاز تھا، اور اُن کے کاموں میں تبدیلی ہوجاتی تھی؛ مگر یہ ہر صاف اور واضح ہے کہ کارپردازوں کے ایک مہکمہ کی ترتیب ضرور عمل میں آئی۔

مذہب عیسائی کے دوسرے زمانہ میں ایک خاص ملامت کا غلبہ پایا جاتا ہے، یعنی عیسائیوں کے گروہ کو یہ ہیئت مجموعی ہو کام میں حکومت اور ترقیت حاصل تھی؛ چنانچہ نیک مجمع کی راہ اور اختیار سے کارپرداز منتخب ہوتے تھے، اور انتظام کی فرستی بلکہ مسائل کا رواج یہی اُن ہی پر موقوف اور منحصر تھا؛ گرجا کے حکام یعنی پادریوں کا ترتیب یافتہ گروہ اور عیسائی قوم ابھی تک علیحدہ نہیں ہوئی تھی، اور ایک دوسرے سے بلا واسطہ رجحہ جدا گانہ نہیں دیکھتے تھے؛ بلکہ عیسائیوں کے گروہوں کو اپنے گروہ کے لوگوں پر پورا رعب داب حاصل تھا۔

بشری واقف ہونا ضرور ہی، بڑے پادریوں اور کاموں، اور معزز اور مشہور لوگوں اور حقیقت داروں، اور انتظام شہر کی کمیٹی کے میمبروں کے اختیار سے، منتخب اور مقرر ہوا کریں؛ اور اُن کے تقرر کی رپورٹ فوج کے اعلیٰ انس کی خدمت میں منظر پر کی جائے۔ روانہ ہوا کرے؛ تاکہ اُس اعلیٰ انس کی منظوری کی سند سے اُس تقرر کو زیادہ پختگی اور استحکام حاصل ہوئے۔

ہم بہت سے اور قوانین کا بھی حوالہ دے سکتے ہیں، جن سے یہی امر ظاہر ہوگا جو ہم نے بیان کیا ہی، یعنی اُس روسی انتظام میں، جس کے بموجب شہروں کے بندوبست کے واسطے کمیٹیاں مقرر تھیں، اور زمانہ ہائے متوسط کے انتظام اور قاعدہ میں، اُس سورشہ کا وجود پایا جائیگا جس میں ملکہ شہر کے اور لوگوں کے پادری بھی داخل تھے؛ شہری معاملات میں پادریوں کا دخل اُس قدیم زمانہ کے بعد، جس میں کمیٹی انتظام کے میمبر مجسٹریٹ ہوتے تھے، اور زمانہ حال کے شہر کی کمیٹیوں کے سورشہ سے پہلے ہوا۔

اس سے ظاہر ہی کہ پادریوں کو اپنے گروہ کی خاص ترکیب اور ترتیب سے، اور اُس رعب داب کے ذمے سے جو وہ عیسائی قوم پر رکھتے تھے، اور اُس مداخلت کی وجہ سے جو امورات ملکی میں اُن کو ہوتی، کیسا بڑا اختیار حاصل ہو گیا تھا؛ اُسی وقت سے پادریوں کے فرقہ نے زمانہ حال کی شایستگی کی قسم اور ہیئت کے قیام کرنے اور اُس کے ترقی دینے میں بہت مدد کی؛ جو اصل اور قاعدہ اس فرقہ کی بدولت شایستگی کو حاصل ہوا ہی اب ہم اُس کو بیان کریں گے۔

اُس زمانہ میں، جبکہ قوت جسمانی نے خلقت کی مجبوری حال میں طرفان بڑھا کر رکھا تھا، اور بڑے زور شور سے نمودار ہو رہی تھی، ایسے اخلاقی رعب داب اور ایسے اخلاقی قوت کے ظہور میں آنے سے جس کی اصل و بنیاد صرف لوگوں کے عقیدوں اور اخلاقی خیالات پر مبنی تھی، بہت بڑا فائدہ متصور تھا۔ اگر پادریوں کے فرقہ کا وجود ایسے وقت میں نہ ہوتا، تو تمام دنیا نری قوت جسمانی کے اختیار اور قابو میں آجاتی۔ یہ وقت اخلاقی صرف پادریوں کے فرقہ کو حاصل تھی، اور انہیں نے فرقہ سے وہ کام میں آئی، بلکہ اس فرقہ نے اور بھی کاروائی کی؛ چنانچہ اُس نے ایسی حکومت اور قانون کر، جو تمام انسانی قوانین سے افضل اور بہتر ہو، قائم رکھا، اور اُس کے خیال اور اثر کو لوگوں میں شایع کیا؛ اور انسانوں کی نجات کے لیے اس بڑے عقیدہ کی اصل و بنیاد کو ظاہر اور روشن کیا، کہ تمام انسانی قوانین سے بہتر اور افضل ایک ایسا قانون موجود ہے، جو ہر زمانہ کی رسم و رواج اور حالات کے موافق کبھی تو ملک کے نام سے، اور کبھی قانون الہیہ کے نام سے نامزد ہوتا ہے؛ مگر ہر حال

مجموعہ قوانین جسیٹینینی باب اول دفعہ ۱

اور باب چہارم دفعہ ۲۶

ہم شہروں کے سالانہ امور یعنی اُن امور کی بابت، جو شہر کے معمولی مصالح سے ملحق رہتے ہوں، غرضاً وہ مصالح شہر کی حقیقت اور جاہداد یا لوگوں کی بخشش اور وصیت سے ہوں، غرضاً کسی دوسرے مخرج اور آمدنی سے وصول ہوتے ہوں؛ اور اُن امور کی بابت، جو عمارات سرکاری یا مختلف سامانوں کے ذخیروں، یا محاسن یا غنائیوں یا بندرگاہوں کے قیام رکھتے، یا شہر پناہوں اور یوجوں کے تعمیر کرنے، یا پلوں اور سوکوں کی مرمت کرنے سے، یا ایسے مقدمات کی تصدیقات سے جن سے شہر کو عام یا خاص فائدہ اور غرض ہو تعلق رکھتے ہوں، یہ حکم نائذ اور صادر کرتے ہیں کہ خدا پرست پڑا پادری، اور تین معزز اور مشہور آدمی جو شہر والوں میں سے منتخب کیئے جاویں، باہم جمع ہو کر اجلاس کیا کریں؛ اور جو کام ہر سال طیار ہوئے، اُس کی جانچ پڑتال اور اُن لوگوں کی نگرانی جو اُن کاموں کو انجام دیتے ہیں کرتے رہیں؛ اور اُن کی ترتیب درست کی کے ساتھ، اور اُن کا حساب بہ احتیاط تیار کیا کریں؛ اور یہ بابت ثابت کیا کریں کہ ہمارے اپنا کام، جو عام یادگاروں کی درستی اور انتظام اور سرکاری عمارتوں، یا اُس روپیہ سے متعلق ہی جو سوکوں یا اور سرکاری عمارتوں میں خرچ ہوئے، بشری تمام انجام دیا ہی۔

مجموعہ قانون ایضاً دفعہ ۳۰

اگر یا دوسرے درجہ کی عمر کے نابالغوں کی ولایت، یا اُن سب لوگوں کی ولایت کے باب میں جن کے واسطے قدرنا والی مقرر ہونا چاہیئے، یہ حکم نائذ کیا جاتا ہے۔ جب کہ جائداد اختصاص مذکورہ کی پائس آری سے زیادہ نہ ہو؛ تو اُن کے والی کا تقرر حاکم صوبہ پر منحصر ہوگا؛ کیونکہ ایسی کارروائی سے خرچ بہت بڑھتا ہے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ حاکم مودع اُس شہر میں مقیم نہ ہو جس میں والی کا مقرر ہونا ضرور ہو؛ پس ایسی صورت میں والی کا تقرر بہ اختیار مجسٹریٹ شہر کے، بڑے پادری خدا پرست یا اور سرکاری مددہ داروں کے مشورہ کے ساتھ، عمل میں آنا چاہیئے۔

مجموعہ قانون ایضاً باب اول کی دفعہ ۱

اور باب DD کی دفعہ ۸

ہماری یہ خواہش ہے کہ شہروں کے محافظ، جن کا اُن امور سے جو ایمان صادق سے ملحق رکھتے ہیں، اور راز ہائے مقدس سے + روسی قانون میں نابالغوں کے تین درجے تھے اور اُن تینوں کے حرق اور عوارض جداگانہ تھے۔

جس کا ہم ذہن کر رہے ہیں حاکم اور مہکوم کا فرق قائم ہوا، یعنی پادریوں نے یہی ارادہ کیا کہ مہکوم کے مقابلہ میں حاکم ایک مصلحت اور دوسری چیز قائم ہر جا رہے، اور مہکوم قوانین کے باندہ کر دیئے جارہے، اُن کی خواہشیں اور زندگی کے کام، بغیر اس بات کے کہ اُن کی عقل اور طبیعت آزادی کے ساتھ رضامند ہو، اپنے قبضہ اور تصرف میں لگنے جاویں۔ علامہ اس کے پادریوں نے اس بات کے نتیجہ بھی کر دیا کہ خلقت کے امور دنیوی میں اُن قواعد اور احکام کو غالب ہوئے، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے لازم ہوئے ہیں، اور جسمانی یعنی دنیوی اختیارات پر تسلط کر کے خود مقتدر کے ساتھ حکومت کریں، اور جب احکام الہی کو اس طرح پر غالب دینے سے دنیوی حکومت حاصل کرنے میں وہ کامیاب نہ ہوئے، تو انہوں نے دنیوی بادشاہوں کی رفاقت اختیار کی، اور لوگوں کی آزادی کی مضرت کو گوارا کرنے بادشاہوں کے غیر محدود اختیار میں ہریک ہونے کی فرض سے، اُنکی خود مقتدری کی جان و دل سے تائید کی،

فرسکہ یہی اصول شایستگی کے تھے، جو یورپ کو پانچویں صدی میں پادریوں اور روسی شہنشاہی سے بہم پہنچے، اُسی حالت میں روسی قلمرو کی خلقت پر وحشیوں نے قابو پا کر قبضہ اور تسلط کر لیا۔ اب اُن تمام اصول اور قواعد کے بقویٰ سمجھنے کے لئے، جو ہماری شایستگی کے وجود اول کی ترتیب میں مضبوط اور مجتمع ہوئے، ہمیں صرف وحشیوں کے حالات کی کیفیت معلوم کرنی پانی رہی ہے۔

واضح ہو کہ وحشیوں کی کیفیت بیان کرنے سے بالکل مبرا یہی مقصد نہیں ہے، کہ میں اُن کی تاریخ کے حالات پر گفتگو کروں۔ اے صاحبوں تم کو معلوم ہے کہ اُس زمانہ میں روسی شہنشاہی کے فتح کرنے والے قریبا ایک ہی قوم اور نسل میں سے تھے، چنانچہ بعض قوموں سکلیزینک اور المینی کے وہ سب لوگ اہل جرمنی تھے، اور شایستگی اور تہذیب بھی اُن کی قریبا بدرجہ مساوی تھی۔ بیشک اُن کی شایستگی میں کچھ قدر تفاوت آس تو رہا اور دوری کے لحاظ سے ضرور ہوگا، جو روسی قلمرو کی خلقت سے اُن مختلف قوموں کے مسکنوں میں تھی: مثلاً قوم گاٹھ، بلاچیہ، پھنسٹ قوم فرانکس یعنی فرانسیسوں کے زیادہ ترقی یافتہ تھے، اور اُن کے اطوار زیادہ نرم اور پسندیدہ تھے، مگر جب ہم پھیٹ مجرمی اُن کے حالات پر نظر ڈالیں، اور اُن سے جو کچھ نتیجہ ہماری نسبت پیدا ہوئے، اُن پر غور کریں، تو معلوم ہوگا کہ وحشیوں کی باہمی شایستگی میں بھی ہی تھوڑا اصلی تفاوت تھا،

وجود اُس قانون واحد کا مختلف زمانوں میں ہر جگہ ہمیشہ پایا جاتا ہے۔

حاصل یہی کہ پادریوں کے ذریعہ سے ایک بڑے واقعہ کی بنیاد پڑ گئی، یعنی قوت اور اختیارات روحانی اور جسمانی کے درمیان امتیاز قائم ہو گیا، یہی امتیاز اور تقسیم آزادی ایمان کا مخرج ہے، اور اسے اصول پر مبنی ہی جو تہذیب کامل اور وسیع آزادی ایمان کی بنیاد ہے۔ قوت روحانی اور جسمانی کی تقسیم کی بنا اس بات پر ہے، کہ روح اور طبیعت اور عقیدہ باطنی اور راستی اور حقیقت پر قوت جسمانی یعنی حاکم کو حکومت کرنے کا کچھ حق نہیں، نہ اُس کی کچھ تاثیر اُن پر ہوتی ہے۔ یہی تقسیم اُس امتیاز سے پیدا ہوئی ہے، جو عالم خیال اور عالم اعمال، یا عالم واقعات باطنی اور خارجی کے درمیان میں قائم اور مسلم ہے۔ فرسکہ یہی قاعدہ آزادی ایمان کا، جس کے واسطے اہل یورپ امداد لے رہے، اور انہوں نے یہی بڑی تکلیفیں اور ظلم سہے، بہت عرصہ کے بعد انٹر پادریوں کی مرضی کے برخلاف ترقی پا کر، آخر کار امتیاز قوت جسمانی اور روحانی کے نام سے یورپ کی شایستگی کے عین ابتدائی زمانہ میں قائم اور مسلم ہو گیا، اور پادریوں کے فرقہ نے اُس ضرورت کے سبب سے، جو وحشیوں سے اپنی قوم کے محفوظ رکھنے کے لئے اُن کو پیش آئی، اس مسئلہ کو رائج اور قائم کیا۔

پس اخلاقی رعب داب کے موجود ہونے اور قانون الہیہ کے قائم ہونے، اور روحانی اور جسمانی اختیارات کے تقسیم ہونے سے، پانچویں صدی میں پادریوں کے فرقہ سے تین بہت بڑے فائدے اہل یورپ کو حاصل ہوئے۔

۱۔ مگر اُس زمانہ میں بھی سارے اثر اُس فرقہ کے بالکل نافع اور مفید نہیں تھے، چنانچہ اُسی پانچویں صدی میں اُس فرقہ کے قتلے ہی قتل اور خواب اصول بھی ظاہر ہوئے، جو ہماری شایستگی کی ترقی میں نہایت مصلحت اور اُس کے مزاحم رہے ہیں: مثلاً اُسی زمانہ میں

۲۔ اگرچہ قوت جسمانی اور قوت روحانی کے معنی ظاہر اور صاف ہیں، مگر اس موقع پر جو مراد مصنف کی ہے اُس کی تشریح کر دینی فائز غالب نہ رہی۔ قوت جسمانی سے وہ قوت مراد ہے جو حاکم کو بیرونی وحشیوں اور حکومت کے لوگوں کے جسم اور بیرونی حالات پر حاصل ہے، اور قوت روحانی سے وہ قوت مراد ہے، جو مذہب، رُخاخلاق کے باب میں کسی مجموعہ مسائل، مذہبی اور قوانین اخلاق کو لوگوں کی روح اور طبیعت اور باطنی حالات پر حاصل ہوتی ہے، اور حاکم کو اُس جہں مداخلت نہیں پہنچتی۔

† نارسوز نے حاصل کی تھی، مولفہ تہذیبی صاحب۔ صرف یہی ایک ایسی کتاب ہے، جس میں وہ تمام خیالات، اور خواہشیں، اور میلان طبعیت، جو لوگوں پر ایسی حالت معاشرت میں، جو وحشت کے قریب قریب ہو، موثر اور حار ہوتے ہیں، اس غریبی اور درستی سے ظاہر اور جمع کیئے گئے ہیں، کہ † ہومر شاعر کی صداقت یونانی اور نقشہ ہندی کی برابر ہی کرتے ہیں۔

ممالک امریکہ کے وحشیوں کے حالات زندگی میں، جو مجذب و غریب داستان کوہر صاحب نے لکھی ہے، میرے نزدیک اُس میں سچے حالات ایسے ہیں، جو یورپ کی قدیم وحشی جرمنی قوموں کے حالات سے مشابہہ ہیں، گو وہ مشابہہ ادنیٰ درجہ کی ہے، اور راستی اور سادگی بھی اُس میں کم ہے۔ امریکہ کے وحشیوں کے تاریخی اوقات برسی میں، اور جو باہمی تعلقات اور خیالات اُن کے جنگلوں میں موجود پائے جاتے ہیں، اُن میں ایسی چند باتیں

ہیں، کہ اُس سے ہم کو قدیم اہل حرم کے تسبیح و طریقیہ یاد آتے ہیں۔ اُس میں کچھ شک نہیں، کہ وہ حالات تسبیح و طریقیہ یاد دہا کر رہے ہیں، اور جو نہایت بڑی بڑی باتیں، اور ناپسندیدہ حالات وحشیوں کی اوقات برسی کے ہیں، وہ بھڑی ظاہر نہیں کیئے گئے۔ اس موقع پر میں اُن نکاتوں کا ذکر کرنا نہیں چاہتا جو وحشیوں کے اطوار اور تاریخوں سے باہمی تعلقات خلائق یعنی تمدن اور معاشرت کو پہنچے ہیں، بلکہ وحشی شخص کی خاص ذاتی اور جداگانہ حالت سے اس وقت مجھ کو بھٹ کر رہی ہے۔ ہر ایک وحشی کی طبیعت میں، جو یہ خواہش نہایت غالب تھی، کہ ہر آدمی ذاتی آزادی اور بے تعلقی رکھتا ہو، اُس کے سبب سے وحشیوں کی ذات میں اُس سے زیادہ ناپسندیدہ اور خراب باتیں موجود تھیں جو تہذیبی صاحب نے ظاہر کی ہیں، چنانچہ اُن میں ایسی سنگدلی اور سرد مہری تھی جو صاحب مودع کے بیان سے بڑی بڑی ظاہر نہیں ہوتی، مگر باوجود اس نقصان اور برائی، یعنی سنگدلی اور خود غرضی کے، جب ہم اُس خواہش کی ماہیت اور اُس کی اصلی غاص جو پُر نظر کرتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ ذاتی آزادی اور بے تعلقی کا اُنس ایک بڑا عمدہ امر اخلاق کا ہے، اور انسان کی اخلاقی یا

† یہ فرانسیسیوں کی ایک قوم تھی جس کا وطن نارمنڈی تھا جو فرانکس کا ایک صوبہ ہے بہت مدت تک اس قوم کی سلطنت انگلستان میں رہی۔

† یہ قدیم یونان کا نہایت مشہور شاعر ہے اُس کے نغم میں یہ کمال ہے کہ جس کی حالت وہ بیان کرتا ہے اُس کا ایسا نقشہ باندہ دیتا ہے گویا وہ اُنکھ کے سامنے موجود ہے اور واقعی ہی خیالی نہیں۔

فرسکے وحشی قوموں میں جو عام حالت لوگوں کی تھی، اُس کی کیفیت سمجھنی ضرور ہے، مگر یہ ایسا مضمون ہے کہ اُس زمانہ میں اُسکی کیفیت سے ہمارا بھڑی واقف ہونا نہایت دشوار ہے۔ اگرچہ بغیر بہت سی دشواری کے روسیوں کے اُس انتظام کی کیفیت، جس کے ہر جب شہروں کے ہندوستان کی کمیٹیاں جا چکا مقرر تھیں، اور یادریوں کے حالات ہماری سمجھ میں آتے ہیں، کیونکہ اُنکا اثر آج تک پائی چلا آتا ہے، اور اُنکے پتہ اور نشان بہت سے قراہ اور جاسوں اور واقعات سے پائے جاتے ہیں، خلاصہ یہ کہ ہزاروں ذریعہ اُن کی شناخت اور تشریح کے ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر وحشیوں کی رسم و رواج اور تمدن اور معاشرت کا وجود بالکل نیست اور ٹاہر ہو گیا، پس ہم اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ خیر نہایت قدیم زمانہ کی تاریخیانہ یادگاروں سے، یا اپنی عقل و قیاس کے ذریعہ سے، اُن کے حالات جمع کریں۔

وحشیوں کی خصات اور حقیقت کا نقشہ بھڑی ذہن نشین ہونے کے لئے البتہ ایک راہ اور راہ ایسا ہے جس کا سب چیزوں سے پہلے بھڑی سمجھ لینا ضرور ہے۔ اُس راہ اور راہ سے میری مراد وہ خدہ ہے، جو ہر فرد بشر کو اپنی ذات کے بے تعلق اور غیر محتاج ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی وہ سرور جو آدمی کو اپنی ذات خاص سے اپنے قریب باز اور پوری آزادی سے دنیا اور زندگی کے اتفاقات † میں کام لینے سے حاصل ہوتا ہے، یعنی اُس عمل اور کارروائی کی غرضی اور نشاط جو ہر شخص بلا جبر و مشقت اپنی مرضی سے کرتا چاہتا ہے، یعنی ایسی دلیرانہ کارروائی کا اطف اور حظ جس کا انجام اور نتیجہ غیر مہقق ہوتا ہے، اور وہ خطروں سے بھرے ہوئے ارے پر نظر ہوتی ہے۔ فرسکے وحشیوں میں اسی راہ اور خیال کا غائب تھا، وہ اوصاف اخلاقی کے محتاج تھے، اسی محتاج کے سبب سے بیشمار گروہ انسانی، مضارقات یعنی وحشیوں کی سواتر حرکت اور دوا درش سے مضطرب رہتے تھے۔ اس زمانہ میں جبکہ ہم لوگ ایک نہایت ترقیب پائے ہوئے معجم خلائق میں زندگی بسر کرتے ہیں، تو اُس خیال یا راہ کی کیفیت کو، اُس تمام اثر اور قوت کے ساتھ جو، اُس کو تہذیبی اور پائیداریں صدی کے وحشیوں پر حاصل تھی، بھڑی معلوم نہیں کرسکتے۔ اُس کا پورا پورا سمجھنا دشوار ہے۔ میرے نزدیک صرف ایک کتاب موجود اور باقی ہے، جس میں وحشت کی یہ خاص علامت اپنی پوری اب و تاب کے ساتھ منکشف اور موجود ہے، یعنی انگلستان کی اُس فتح کی تاریخ، جو قوم

† اتفاقات سے اسے کام دینا کے مزاح ہیں جنکے نتیجہ اور انجام کی نسبت ہم کو یقین اور اعتبار نہیں ہوتا۔

باطنی خلقت آس کی نہایت مقتضی ہی، اور یہ خواہش یا انس و
سرور ہی، جو آدمی کو اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ یہ
جانتا ہے کہ مجھ کو اپنی اصلاح اور فائدہ کے واسطے اپنی رائے اور
ضروری حق ورائق عمل کرنے کا اختیار اور آزادی حاصل ہے، اور میں
پنڈاہ ایک چیز جداگانہ اور بے تعلق اور آزاد ہوں۔

یہ خیال یا مسئلہ مذکور جرمنی کے وحشیوں کی بدولت
یورپ کی شایستگی کا جزو قرار پایا۔ روسی قلمرو کے باشندے،
اور عیسائی قوم، اور قزلبا تمام شایستہ قومیں قدیم زمانہ کی اس
مدہ خیال سے نا آشنا تھیں۔ زمانہ قدیم کی مختلف شایستگیوں
میں، جس آزادی کا ہم تذکرہ کرتے ہیں، وہ آزادی امرات ملکی سے
متعلق تھی، یعنی اُس شخص کی آزادی سے جو ملکی نوع یا جماعت
میں شریک ہوتا تھا۔ اُن شایستہ قوموں میں سے انسان نے اپنی
ذاتی آزادی کے واسطے کوشش نہیں کی، بلکہ اپنی ملکی آزادی کے
لیئے سعی کی: چنانچہ وہ جس کسی خاص جلسہ سے تعلق رکھتا تھا،
اُس کے مقاصد پر ذرا، اور اُس کے حاصل کرنے میں اپنی جان دینے کو
مستعد رہتا تھا۔ یہی حال پارسیوں کے فرقہ کا تھا۔ چنانچہ
اُس فرقہ کے ارکان اپنی خاص جماعت کے ساتھ جان و دل سے وابستہ
ہوتے تھے، اور اُس کے قوانین پر جان نثار ہونے کے خیال کو مؤید
رکھتے تھے، اور اُس کی بادشاہت کو وسعت دینے پر آمادہ رہتے تھے،
بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اس مذہبی جوہر اور خیال سے یہ اثر پیدا
ہوا، کہ انسان نے اپنی ہی حوصلہ کو اُنکے کو اپنی ذات یا نفس پر قابو
یعنی اُس نے خاص اپنی ذات کو مطیع اور معکوس کرنے، اور اپنی
طاہریت کو اپنے ایمان اور عقیدہ کا تابع اور پابند کرنے میں دل سے
کوشش کی، لیکن خیال اور مشق، اُس ذاتی آزادی اور بے تعلقی کا
جو بارچوہ ہر طرح کے غلطوں اور جرموں کے، ہر شخص کو صرف
اپنے نفس کی رعایتی اور سرور کے واسطے حاصل ہونی ضرور ہی،
نہایت مدہ اور قادر خیال تھا، جس سے روسی قلمرو کی خلقت اور
عیسائی لوگ معض ناراض تھے، اور اُس نے صرف وحشیوں کے ذریعہ
بے بیدار ہو کر زمانہ حال کی شایستگی کے گہوارے میں پورے پائی،
اور اس شایستگی کے اندر میں اُس کو ایسی بڑی مداخلت دینی ہی،
اور ایسی ایسے مدہ نتیجے اُس سے پیدا ہوئے ہیں، کہ اُس کو اس
زمانہ کی شایستگی کا اعلیٰ جزو تصور کرنا چاہئے۔

اس امر سے یہی فرض اُس تعلق سے ہے، جس کے سبب سے ضرورت
کے وقت ہر سردار کے متوسل اُس کو فوج کی مدد دیتے تھے، یہ
تعلق خاص خاص شخصوں اور سپاہیوں کے باہم اس طرح سے قائم ہوا،
کہ اُس سے ہر ایک کی آزادی کو کچھ ضرور نہیں پہنچا، اور درجہ
اور مرتبہ کے مساوات جو اُن کے آپس میں کامل طور پر موجود تھے،
وہ بھی شروع شروع میں بہت کچھ سلامت اور قائم رہے، مگر بارچوہ
اس کے اُس قسم کی ماتحتی اور تسلیم، جو ایک فرقہ کے لوگوں میں
ایک دوسرے کی نسبت ہوتا ہے، اُن میں قائم ہو گیا۔ اور آخر کار
اسی قاعدہ کی بدولت وہ امیرانہ انتظام رائج ہو گیا، جو بعد کو
سلسلہ ریاست ہائے متفقہ، اور طوائف الملوکی کے نام سے مشہور ہوا،
اور یہی تعلق اُس وفات اور وفاداری کی بنیاد ہے، جو ایک آدمی
دوسرے آدمی کے ساتھ بغیر کسی خارجی ضرورت اور ایسے فرض کے
کرتا ہے جو معاشرت کے عام اصولوں پر مبنی ہو۔ قدیم زمانہ کی
جمہوری سلطنتوں میں کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی سے کوئی خاص
واسطہ اور بے تکلف اتحاد نہیں رکھتا تھا، بلکہ سب کے سب اپنے
شہر سے وابستہ اور تعلق رکھنے والے ہوتے تھے، یعنی اُن کے
باہم عام تعلق ہوتا تھا، مگر وحشیوں میں خاص خاص آدمیوں
کے آپس میں باہمی تعلق درجہ سے قائم ہوا، اول تو اُس
تعلق کی وجہ سے، جو سردار کو اپنے مصاحب اور رفیق سے،
اُس حالت میں تھا جب کہ اُن کے گروہ یورپ میں سرگشتہ اور
آوارہ پھرتے تھے، اور دوسرے اُس تعلق کی وجہ سے، جو اُس وقت
اُن کے باہم پیدا ہوا جبکہ طوائف الملوکی ہوئی، اور صاحب ریاست
ہو کر اُن میں ریاست داران متوسل و متفق کا سلسلہ قائم ہوا، جس کے
بموجب وہ اپنے اعلیٰ سرداروں یا بادشاہوں کے تابعدار سمجھے جاتے تھے،
اور سردار اعلیٰ آقا کے لقب سے، اور اُنکے ماتحت متوسلین اور فرمانبردار
کے لقب سے، ملقب ہوئے۔ فرض کہ زمانہ حال کی شایستگی کا یہ
دوسرا اصل، یعنی وفات اور تعلق ایک آدمی کا دوسرے آدمی کے
ساتھ، وحشیوں ہی سے ہمارے ہاتھ لگا ہے، اور اُنہیں کے طرز
و طریقوں سے ہمارے طریقوں میں داخل ہوا ہے، اور اُس کو یہی
ہماری شایستگی میں بڑا دخل ہے۔

اے حضرات، اب آپ فرمائیں کہ میں نے شروع میں کیا یہ
بات غلط بیان کی تھی، کہ زمانہ حال کی شایستگی اپنے آغاز ہی میں
ایسی مختلف اور رنگ پرنگی، اور ایسی متحرک، اور منتشر تھی،
جیسی کہ اُس کی کیفیت اس بیان سے معلوم ہوتی ہے، جو میں نے
آپ کے روزمرہ عام طور پر بیان کیا ہے؟ کیا یہ بات اب ہم کو معلوم
اور تحقیق نہیں ہوگئی، کہ ہماری شایستگی کی ترقی روز افزوں

ہے، اور اس امر سے یہی فرض اُس تعلق سے ہے، جس کے سبب سے ضرورت
کے وقت ہر سردار کے متوسل اُس کو فوج کی مدد دیتے تھے، یہ
تعلق خاص خاص شخصوں اور سپاہیوں کے باہم اس طرح سے قائم ہوا،
کہ اُس سے ہر ایک کی آزادی کو کچھ ضرور نہیں پہنچا، اور درجہ
اور مرتبہ کے مساوات جو اُن کے آپس میں کامل طور پر موجود تھے،
وہ بھی شروع شروع میں بہت کچھ سلامت اور قائم رہے، مگر بارچوہ
اس کے اُس قسم کی ماتحتی اور تسلیم، جو ایک فرقہ کے لوگوں میں
ایک دوسرے کی نسبت ہوتا ہے، اُن میں قائم ہو گیا۔ اور آخر کار
اسی قاعدہ کی بدولت وہ امیرانہ انتظام رائج ہو گیا، جو بعد کو
سلسلہ ریاست ہائے متفقہ، اور طوائف الملوکی کے نام سے مشہور ہوا،
اور یہی تعلق اُس وفات اور وفاداری کی بنیاد ہے، جو ایک آدمی
دوسرے آدمی کے ساتھ بغیر کسی خارجی ضرورت اور ایسے فرض کے
کرتا ہے جو معاشرت کے عام اصولوں پر مبنی ہو۔ قدیم زمانہ کی
جمہوری سلطنتوں میں کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی سے کوئی خاص
واسطہ اور بے تکلف اتحاد نہیں رکھتا تھا، بلکہ سب کے سب اپنے
شہر سے وابستہ اور تعلق رکھنے والے ہوتے تھے، یعنی اُن کے
باہم عام تعلق ہوتا تھا، مگر وحشیوں میں خاص خاص آدمیوں
کے آپس میں باہمی تعلق درجہ سے قائم ہوا، اول تو اُس
تعلق کی وجہ سے، جو سردار کو اپنے مصاحب اور رفیق سے،
اُس حالت میں تھا جب کہ اُن کے گروہ یورپ میں سرگشتہ اور
آوارہ پھرتے تھے، اور دوسرے اُس تعلق کی وجہ سے، جو اُس وقت
اُن کے باہم پیدا ہوا جبکہ طوائف الملوکی ہوئی، اور صاحب ریاست
ہو کر اُن میں ریاست داران متوسل و متفق کا سلسلہ قائم ہوا، جس کے
بموجب وہ اپنے اعلیٰ سرداروں یا بادشاہوں کے تابعدار سمجھے جاتے تھے،
اور سردار اعلیٰ آقا کے لقب سے، اور اُنکے ماتحت متوسلین اور فرمانبردار
کے لقب سے، ملقب ہوئے۔ فرض کہ زمانہ حال کی شایستگی کا یہ
دوسرا اصل، یعنی وفات اور تعلق ایک آدمی کا دوسرے آدمی کے
ساتھ، وحشیوں ہی سے ہمارے ہاتھ لگا ہے، اور اُنہیں کے طرز
و طریقوں سے ہمارے طریقوں میں داخل ہوا ہے، اور اُس کو یہی
ہماری شایستگی میں بڑا دخل ہے۔

ایک اور امر یعنی شایستگی کا ایک اور جزو یہی، ہم کو وحشیوں
سے حاصل ہوا ہے، اُس کے لیے یہی ہم اُنہیں کے مہرین منت ہیں،

لوگوں کو ہمیشہ مجبوراً اور ہر شخص کو ہر حالت میں اس بات کا مرقع ملا ہی کہ اُس کی ہر قسم کی ترقی کاملہ طور پر ہو سکے اور ہر معاملہ اور ہر کام میں انسان کے قواعد کو بے انتہا وسعت اور شگفتگی حاصل ہو سکتی ہی : پس یہ مرقع اُس تمام تکلیفوں اور مصیبتوں اور ہر قسم اور لاکھ کا جو اُس کے پیدا کرتے ہیں ہمکو اُٹھانی پڑی ، کافی وائی معاوضہ ہی . تمام موائب اور حالات پر غور کرنے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہی کہ شایستگی یورپ کی ایسی انقلاب پذیر اور زور آور اور جفاکشی حالت سے ، دوسری سادہ وضع کی شایستگیوں کی بہ نسبت انسان کو بہت زیادہ فائدہ پہونچتا ہی ، فرسکہ بہ نسبت نقصان کے اُس سے انسان کو نفع زیادہ حاصل ہوا ہی .

اب ہم اُس حالت کی عام علامتوں سے جس میں دنیا رہی شہنشاہی کے زوال اور ادباز سے مبتلا ہوئی واقف ہو گئے ، اور اُس مختلف اصولوں سے بھی ماہر ہو گئے ، جو یورپ کی شایستگی پیدا کرنے کے لیے متحرک اور پرائیگیشٹ ہو کر مضامین اور مجتمع ہوئے : اس کے بعد اب آئندہ ہمکو یہ دیکھنا ہوگا کہ انہوں نے کیا کیا عمل اور اثر اُٹھانا دیکھا یا ، اور اُن کو کس کس طرح سے نشو و نما اور شگفتگی حاصل ہوئی : پس لکچر مابعد میں یہ امر ثابت کیا جاوے گا کہ اُس زمانہ میں جس کو ہم وحشیوں کا زمانہ کہا کرتے ہیں ، اور جس میں وحشیوں کے حماوں سے بڑا گھولا اور انقلاب واقع ہوا ، اُن اصولوں نے کبھی ضرورت پکڑی ، اور کیا کیا نتیجے اُن سے پیدا ہوئے ؟

واقف

ایف گیٹ بہان فرانس

مترجمہ

ولیم ہیڈلست بڑیاں انگلینڈ

میں جو مختلف اصول مجتمع ہیں ، وہ تو بڑی سب سے سب روسی سلطنت کے زوال کے وقت میں بھی موجود تھے ؟ اب ہمکو معلوم ہو گیا کہ اُس وقت میں تین ایسے مجمع خلائق کے موجود تھے ، جن کے باہم کچھ متاسب اور مشابہت نہ تھی : یعنی ایک تو ہورن کے انتظام کی کمیٹیاں ، اور مجلسیں ، جو روسی شہنشاہی کی اخیر یادگار اور بقیہ ہیں ، دوسرے میسنیڈوں کا مجمع ، تیسرے وحشیوں کا گروہ : ان مجسموں کی ترتیب اور ترکیب بہت مختلف تھی ، اور اُن کا نشو و نما بالکل مختلف اصول اور قاعدوں پر ہوا : اُن مجسموں کے فروغ سے جو خیالات اور رائیں لوگوں میں ظاہر ہوئیں ، وہ بھی نہایت مختلف اور غیر تھیں . چنانچہ ہمکو معلوم ہوا ہی کہ مطلق آزادی اور بالکل بے تعلق کے ساتھ ، جو ہر شخص اپنے نفس اور اپنے افعال کی نسبت چاہتا تھا ، قیادت درجہ کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی موجود تھی : اور اُن والیان ریاست اور جاگیر داروں کی حکومت کے پہلو بہ پہلو ، جو ادنیٰ درجہ کے جاگیر داروں اور سپاہیوں کے اٹا اور سردار ہوتے تھے ، مذہبی یعنی پادروں کی حکومت اور اُن کا غلبہ پایا جاتا تھا : اور گرجا کے یعنی مذہبی قراء اور احکام ، اور روسیوں کے ناقض قوانین اور رائیں ، اور وحشیوں کے روایتی یعنی بغیر لکھ ہوئے رسم و رواج ، سب ایک ہی زمانہ میں موجود تھے : فرض کہ نہایت مختلف قوموں اور زمانوں ، اور طرح طرح کے حالات معاشرت ، اور طرز و طریقوں ، اور خیالوں ، اور رایوں کی آمیزش اور اختلاط ، یا ایک ہی وقت میں اُن سب کی موجودگی ، جا بجا پائی جاتی تھی . میں سمجھتا ہوں کہ جو کیفیت میں نے بیان کی اُس سے ہماری شایستگی کی عام خاصیت اور علامت ، جس کے ظاہر کرنے میں میں نے کوشش کی ہی ، پطربی واضح اور روشن ہوتی ہی .

ہماری شایستگی کے اجزا میں جو اختلاف اور پوریشائی اور بے ترتیبی پائی جاتی ہی ، بے شک اُس سے بہت نقصان ہمکو پہونچتا ہی : اس سبب سے یورپ کی ترقی دیر اور ترقی کے ساتھ پتدریج ہوئی ہی ، اور یورپ بہت سی آفتوں اور تکلیفوں میں مبتلا رہا ہی : مگر باوجود اس کے میرے نزدیک اس کا کچھ اندوس کرنا نہیں چاہیئے ، کیونکہ اُسی انقلاب اور اختلاف اور مخالفت کی بدولت ، اب

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۷]

۱۵ ذی الحجۃ سنہ ۱۳۰۶ نبوی سنہ ۱۲۹۱ ہجری

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرتی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قوتینش کے منایں فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام ہائرس بھیجا جارہے غرضیکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جارہے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے دیتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جارہیں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر بیجا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہے خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آنہ قیمت اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد ہتھ میں موجود ہو *

مضمون نمبر ۲۰۰

لکچر

نمبر ۳

مانسپور ایف گیزٹ صاحب فرانسیمسی کا

سولزیشن پر

اے صاحبوں — یورپ کی شایستگی کے بنیادی اصول اور اُسکی وہ ابتدائی کیفیت جو روسی شاہنشاہی کے زوال کے وقت تھی، آپ کے رد پر بیان کی گئی۔ اُس سے پہلے میں نے کچھ حال اُن اصول کے اختلاف اور مسائل باہمی مخالفت کا بیان کر کے، اُس امر کے ذہن کرنے میں کوشش کی کہ اُن اصول میں سے کوئی اصول یورپ کے مجموعہ خلائق پر ایسا غلبہ مطلق حاصل کرتے ہیں، یا اُس پر اس قدر حاکمی ہو جائے کہ اُس کا سیلاب نہیں ہوا کہ اُس کے سوا اور اصول بالکل معدوم، یا حد سے زیادہ اُس کے مطیع ہو گئے ہوں۔ اور یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ یہی خاص صلاحیت شایستگی یورپ کی تھی، اُس کے ذریعہ سے اُس کی باطنی امتیاز ہوتا ہے۔ اب ہم اُس شایستگی کے اُس زمانہ کی تاریخ بیان کرنا شروع کرتے ہیں، جس کو وحشیوں کا زمانہ کہتے ہیں۔

اس زمانہ پر پہلے ہی نظر ڈالنے سے ممکن نہیں کہ اُس واقعہ پر نظر نہ پڑے جو بظاہر بیان مذکور کے مخالف معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم ایسے چند خیالات کی سادہ کو دیکھتے ہیں، جو یورپ کے قدیم حالات کی نسبت یقین کئے جاتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری شایستگی کے مختلف اصول، یعنی سلطنت شخصیت، اور دنیا کا انتظام بذریعہ احکام الہی، اور حکومت نوعیت، اور جمہوری کے اصول، سب اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ابتدا میں یورپ کا مجموعہ خلائق ہمارے تحت اور قابو میں تھا، اور ہمارا اختیار اور مطلق حکومت صرف اس وجہ سے ضائع ہو گئی کہ اصول مخالف نے اُس کو غصب کر لیا۔ جو کچھ اس امر میں لکھا گیا اور بیان کیا گیا ہے، اُن سب تھریور اور بیانون کے ملاحظہ سے دریافت ہوگا کہ وہ تمام طریقہ اور انتظام، جن کے ذریعہ سے ہماری ابتدائی حالت کی توضیح اور تشریح کا ارادہ کیا گیا ہے، اس بات کے دعویدار ہیں کہ یورپ کی شایستگی کے اصولوں میں سے ایک نہ ایک اصول کو غلبہ مطلق حاصل رہا ہے۔

چنانچہ ایک فرقہ اُن لوگوں کا ہے، جو طاریف الملوکی یا انتظام ریاست ہائے متفقہ کے معارف ہیں، اُن میں سے نہایت مشہور

ہولینڈیوز صاحب کے پیرو ہیں۔ اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ روسی شاہنشاہی کے زوال کے بعد، تھیمند قوم کے لوگوں کو، جو بعدہ امراء ملک ہو گئے، تمام اختیارات اور حقوق حاصل تھے، اور کل مجمع خلائق انہیں لوگوں کا مہکوم اور مطیع تھا۔ اُس کے بعد اُن امیروں سے بادشاہوں نے اور رعایا نے وہ حکومت چھین لی، پس طاریف الملوکی، یا حکومت امراء، یورپ کی ابتدائی حالت اور الہی ہیئت تھی۔

ملاوہ اس فرقہ کے، سلطنت شخصیت کے مددگاروں کا بھی ایک فرقہ ہے، مثلاً ڈوبس صاحب کی خانقاہ کے پیرو بیان مذکورہ صدر کے برخلاف یہ دعویٰ کرتے ہیں، کہ یورپ کا مجموعہ خلائق بادشاہوں کے تحت و تصرف میں تھا، یعنی روسی شاہنشاہوں کے حقوق جرمی بادشاہوں کو وراثتاً پہنچے تھے، اور قدیم قوموں نے خصوصاً قوم گائز، یعنی فرانسیسیوں نے، اُن کو بادشاہ ہونے کے لیے خرد پلایا تھا، پس انہیں کی حکومت جائز تھی، امیروں نے جو کچھ تسلط کیا وہ سب بادشاہوں کے حقوق اور اختیار کا بیجا قبض و تصرف تھا۔

اسی طرح کے تیسرا فرقہ اُن آزاد مدبروں یا حکومت جمہوری کے حامیوں کا پایا جاتا ہے، جنکو ہم کسی اور نام سے بھی پکار سکتے ہیں، مثلاً رعایا کے مدد و معاون کہیں، اُن میں سے میدی صاحب کی خانقاہ والوں کے معارف کے بموجب، پانچویں صدی سے مجمع خلائق کی حکومت اُس مہکوم کو پہنچتی جو آزادانہ قواعد اور اصول سے موافق اور موافق تھا، یعنی آزاد لوگوں یا رعایا کی جماعت کو حاصل ہوئی، اور امیروں اور بادشاہوں نے اُس ابتدائی آزادی کو اہت محسوس کر اپنے آپ کو مالا مال کر لیا، اُن کے حامیوں کی مار مار سے عام آزادی مغلوب ہو گئی، رفتہ رفتہ اُن کے مدد سے پہلے اُس کی حکومت اور پوری سبقت حاصل تھی۔

بادشاہت اور امیروں اور رعایا کے مابینوں کے دعووں سے بڑے بڑے مذہب کے حامی اور معاون اپنا دعویٰ پیش کرتے ہیں جو احکام الہی پر مبنی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مذہب اپنے اصل مقصد اور ایسے حق کے سبب ہے، جو خدا تعالیٰ کی ذات خاص سے اُس کو حاصل ہے، مالک اور مختار تمام مجمع خلائق کا تھا، اور صرف اُس کو استحقاق اُس کی حکومت کا تھا، پس یورپ کی ملکہ + جائز اور

+ یہہ انگریزی زبان کا معارفہ ہے کہ جس کی کو لوگ پہلے مزید اور مددہ جانتے ہیں اُس کو مرنے کے صیغہ سے یاد کرتے ہیں، مثلاً چاند کو ملکہ آسمان کہتے ہیں۔

حقدار ہونے کا رتبہ صرف مذہب ہی کو حاصل تھا، کیونکہ اسی کی کوشش اور مصحف سے یورپ حقایق اور شایستگی تک پہنچا ہی۔ پس اے صاحبزادے، ہماری حالت تہذیب پیدہ شدہ ہی، ہم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم یہ بات ثابت کرچکے کہ یورپ کی شایستگی کے اصولیں ہیں سے کوئی اصل اس کی تاریخ کے زمانہ میں غالب ملتا نہ تھا، بلکہ وہ سب اصل ہمیشہ اتصال اور اختلاط اور متضاد اور مضبوط کی حالت میں موجود اور قائم رہے، مگر ہم پہلے ہی منزل میں ایسی راے کا وجود پاتے ہیں جو صریح متضاد ہمارے بیان کے ہے، یعنی یہ راے کہ یورپ کی عین ابتدائی حالت میں، یعنی اُس زمانہ میں، جب کہ یورپ وحشیوں سے معمور تھا، نال انسان اور قاعدہ مجمع خلائق پر بالکل حاوی اور غالب تھا، اور کسی ایک ملک میں نہیں، بلکہ یورپ کے تمام ملکوں میں ہماری شایستگی کے مختلف اصولوں کی طرف سے اسی قسم کے متضاد دعوے مختلف زمانوں میں کچھ کچھ مختلف صورتوں میں ظاہر ہوئے ہیں؛ چنانچہ جن تاریخ والے فرقوں کا ہم ابھی ذکر کرچکے ہیں وہ جا بجا موجود پائے جاتے ہیں۔

یہ امر یعنی متضاد دعوے مذکور کا پیش ہونا بذاتہ ایک امر اہم نہیں ہے، بلکہ اس وجہ سے بہت منزلت رکھتا ہے کہ اُس سے ایسے اور واقعات ظاہر ہوتے ہیں جو ہماری تاریخ میں بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ حال کے یورپ کے اول زمانہ کی حکومت اور اختیار کی نسبت جو تہذیب متضاد دعوے ایک ہی وقت میں پیش کیئے گئے ہیں، اُس سے دو واقعے لفظ کے قابل ظاہر ہوتے ہیں، اول اختیارات ملکی کے استحقاق کی اصل اور قاعدہ جو اُن خیالات میں سے ہے جن کو یورپ کی شایستگی میں بڑا دخل دیا ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ ہم کو یورپ کے زمانہ وحشت کی حالت کی خاص اصلی ملامت اور خاصیت معلوم ہوتی ہے، اور بالکل ہم کو خاص اُسی زمانہ سے سروکار اور بحث ہے۔

اب ان دونوں واقعوں کے ثابت ہونے میں کوشش کی جاوے گی، یعنی اُن اصل دعووں کی متضادیت سے جن کو ہم ابھی بیان کرچکے ہیں، ایسا مسلسل نتیجہ نکالا جاوے گا جس سے وہ دونوں واقعے ثابت ہو جائیں گے۔

اب خیال کرنا چاہیئے کہ یورپ کی شایستگی کے مختلف اصول، یعنی مذہبی انتظام پندریہ احکام الہی، اور بادشاہی، اور حکومت نوعیہ اور جمہوری کے معان، اپنے اس دور کے ثبوت میں کہ یورپ کا مجمع خلائق پہلے پہل ہمارے ہی اصل کے تحت حکومت تھا کیا کہتے ہیں، اور اُن سب کا کیا یہ دعوہ نہیں ہے کہ ابتدائاً ہمارا ہی

اصل جازب اور درست تھا؟ اس سے ظاہر ہے کہ استحقاق اختیارات ملکی ایک ایسا حق ہے جو قدامت اور امتداد زمانہ پر مبنی کیا گیا ہے، مختلف اصولوں مذکور کے حامی اور مددگار اُس حق کا مخرج اور اپنے اختیارات کے استحقاق کا ثبوت اسی بات کو قرار دیتے ہیں کہ ہمارا حق سب سے مقدم اور قدیم تھا۔ آپ صاحب فرم کریں کہ یہ دعوہ کسی خاص انتظام اور گروہ کے معانوں سے مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام اصولوں کے حامی اور مددگار یہی دعوہ کرتے ہیں، اس زمانہ میں ہم صرف ایک انتظام یعنی بادشاہی کو جازب اور واجب تصور کرتے ہیں، مگر واضح ہو کہ یہ ہماری غلطی ہے کیونکہ یہی جواز اور راجحیت تمام اصولوں اور انتظاموں میں متصور ہوسکتی ہے۔ یہ بات ہم کو معلوم ہوچکی ہے کہ ہماری شایستگی کے تمام اصل خاص اپنی نسبت اُس جواز اور استحقاق کو منسوب اور مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم یورپ کے زمانہ مابعد کی تاریخ کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ مجمع خلائق کی تہذیب متضاد صورتیں اور انتظام اور حکومتیں سب پدھر سے ہماری جازب اور درست تسلیم کی گئی تھیں، اور کوئی استحقاق سے خالی نہ تھی؛ چنانچہ حکومت امرا اور حکومت جمہوری جو ملک اٹلی اور سویٹزر لینڈ میں ہوئی، اور حکومت جمہوری مقام سین مرینو، اور یورپ کی تمام بڑی بڑی بادشاہتیں، سب اپنے کو جازب اور مستحق کہتی ہیں اور اُن کا مستحق ہونا تسلیم بھی کیا گیا ہے؛ ان سب حکومتوں مذکور نے اپنے استحقاق کے دعوے کو، اپنے جاسوس اور وعدوں اور اپنے سرورشتہ حکومت کے سب سے پہلے اور ہمیشہ سے ہونے پر، بڑبڑاؤ تاریخ اُسی طرح سے مبنی کیا ہے، جس طرح بادشاہوں نے اپنے دعوے کو قائم کیا ہے۔

اگر ہم یورپ سے قطع نظر کر کے اور ملکوں اور زمانوں پر نظر ڈالیں، تو یہی مسئلہ استحقاق اختیارات ملکی کا جا بجا نظر آدے گا؛ یعنی حکومت کی کسی جزو، یا کسی جلسہ اور طریقہ، یا قاعدہ سے ہم اُس کو ہر جگہ منسوب پاؤں گے، کوئی ملک اور زمانہ ایسا نہیں ہے جس میں مجمع خلائق اور اختیارات ملکی کا کچھ نہ کچھ وجود نہ پایا جائے، اور جس سے اسی قسم کا استحقاق جو قدامت اور امتداد مدت پر مبنی ہے منسوب نہ کیا گیا ہو، اور وہ استحقاق تسلیم نہ کیا گیا ہو۔

اب چاہئے کہ یہ اصول استحقاق کیا ہے، اور اُس کے اجزا کیا ہیں اور اُس نے شایستگی یورپ میں کس طرح سے مداخلت پائی ہے۔ واضح ہو کہ تمام اختیارات اور حکومتوں کی ابتدا میں قرب جسمانی کا رجحان پایا جاتا ہے اور یہ قاعدہ تمام اختیارات ملکی کی

اب ان دونوں واقعوں کے ثابت ہونے میں کوشش کی جاوے گی، یعنی اُن اصل دعووں کی متضادیت سے جن کو ہم ابھی بیان کرچکے ہیں، ایسا مسلسل نتیجہ نکالا جاوے گا جس سے وہ دونوں واقعے ثابت ہو جائیں گے۔

اب خیال کرنا چاہیئے کہ یورپ کی شایستگی کے مختلف اصول، یعنی مذہبی انتظام پندریہ احکام الہی، اور بادشاہی، اور حکومت نوعیہ اور جمہوری کے معان، اپنے اس دور کے ثبوت میں کہ یورپ کا مجمع خلائق پہلے پہل ہمارے ہی اصل کے تحت حکومت تھا کیا کہتے ہیں، اور اُن سب کا کیا یہ دعوہ نہیں ہے کہ ابتدائاً ہمارا ہی

اب خیال کرنا چاہیئے کہ یورپ کی شایستگی کے مختلف اصول، یعنی مذہبی انتظام پندریہ احکام الہی، اور بادشاہی، اور حکومت نوعیہ اور جمہوری کے معان، اپنے اس دور کے ثبوت میں کہ یورپ کا مجمع خلائق پہلے پہل ہمارے ہی اصل کے تحت حکومت تھا کیا کہتے ہیں، اور اُن سب کا کیا یہ دعوہ نہیں ہے کہ ابتدائاً ہمارا ہی

امر مذکورہ بالا سے صرف یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ زور و زورہستی کا قاعدہ استحقاق اختیار اس کے لیے بنیاد نہیں ہے ، بلکہ اُس کے اصل اور بنیاد اس سے بالکل مختلف ہے ۔ اب سمجھنا چاہیے کہ تمام سرورہستوں اور حکومتوں کا زور و زورہستی سے اس طرح پر منکر ہونے سے مقصد کیا ہے ، ظاہر ہے کہ اُن کے اس بات سے انکار ہے کہ اُن کا استحقاق کسی اور بات پر منحصر ہے جو اُن کے استحقاق کے اصل بنیاد ہے ؛ یعنی اُن کا استحقاق عقل اور معقولیت اور راستی اور انصاف پر مبنی ہے ، وہ ایسی اصل اور بنیاد ہے شاید اس خواہش سے اپنے آپ کو متعلق کرنا چاہتے ہیں کہ اُن کے زور و

ہوتا ہی، چنانچہ اُس کو آزادی اور حکومت دونوں سے محروم کیا اور اتھاد ہی، اور خاص حقوق اور اُن قواعد سے جنہ بموجب ملکی اختیار عمل میں لائے جاتے ہیں دونوں سے مساوی تعلق ہی۔ ہم اُسکا رجوع نہایت مخالف انتظاموں اور سرشتوں میں، مثلاً طاریف المارکی کے انتظام اور فلاندرز اور جرمن کی اُن کمیٹیوں اور جلسوں میں، جو شہروں کے انتظام کے لیئے مقرر تھیں، اور اٹلی کی جمہوری حکومتوں میں بھی ایسی ہی خوبی اور مثال سے پاتے ہیں، جیسا کہ بادشاہی کے قراہ میں، فرضہ را ایک ایسی صفحہ اور علامت ہی جو زمانہ حال کی شایستگی کے مختلف اصولوں میں پھیلی ہوئی ہے، اور اُس کی مباحثہ کو شایستگی کی تاریخ کے ابتدا ہی میں سمجھ لینا ضرور تھا۔

دوسرا امر یا واقعہ جو اُن مختلف دعووں مذکورہ صدر سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہی جو وقت واحد میں پیش کیئے گئے ہیں، اُس زمانہ کی اصلی علامت ہی جسکو ہم یورپ کی وحشت کا زمانہ کہا کرتے ہیں، جب کہ یورپ کی شایستگی کے تمام اصولوں کے معاونوں کو بھج دیا ہی کہ زمانہ مذکورہ میں یورپ خاص ہمارے قبضہ اور حکومت میں تھا، تو ایسے دعووں کا درجہ نتیجہ یہ ہی کہ اصول مذکورہ میں سے کسی اصل اور جز کو کامل غائب حاصل نہ تھا، کیونکہ جب کوئی قاعدہ معاشرت اور تمدن کا دنیا میں غالب ہوتا ہی تو اُس کا امتیاز کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ دسویں صدی کے حالات کے معائنہ سے پتہ چلتا طاریف المارکی کے انتظام کا امتیاز ہوتا ہی، اور سترہویں صدی میں اس بات کے اقرار کرنے میں ہم کو قائل نہیں ہی کہ حکومت شخصہ یعنی بادشاہت غالب ہو گئی، اگر ہم فلاندرز کے اُن مجسموں پر نظر کریں جو شہروں کے انتظام اور درستی کے لیئے مقرر ہیں، اور ملک اٹلی کی جمہوری حکومتوں کو ملاحظہ کریں، تو فوراً ہم اس بات کی گواہی دینگے کہ جمہوری سلطنت کے اصول کو وہاں سبقت حاصل ہی، فرض کہ جب فی الحقیقت مجموعہ خلائق کے حالات میں کوئی اصول غالب موجود ہوتا ہی، تو اُسکی شناخت اور تمیز نہ ہونا محال ہی۔

اُن مختلف سرشتوں اور انتظاموں کے باہم جو یورپ کی شایستگی میں دخل دے رہے، اس امر کی ہایت جو تنازعہ رائج ہوا کہ ابتدائہ شایستگی مذکورہ میں گرنسا قاعدہ اور سرشت غالب تھا، اُس سے ثابت ہوتا ہی کہ سب اصول اور قاعدے وقت واحد میں اپنا وجود رکھتے تھے، اور اُن میں سے کوئی بھی عموماً استقر رائج اور جاری

نہیں ہوتا۔ اور اگر مجموعہ خلائق شگفتہ ہو کر ترقی پاتا ہی اور زیادہ قوی اور آسودہ حال ہوتا جاتا ہی، اور تمدن اور معاشرت کی حالت کو روز بروز زیادہ آدمی قبول کرتے جاتے ہیں، تو اسکا سبب پہلے ہوتا ہی کہ وقت کے گزرنے اور زمانہ کی گردش سے عقل اور انصاف اور درستی اُسکو زیادہ حاصل ہوتی جاتی ہی، اور درجہ بدرجہ اُس کے حالات کی ترتیب اصلی استحقاق اور درستی کے موافق ہوتی جاتی ہی۔

فرض کہ اُس مجموعہ خلائق کا جو خیال اور رائے استحقاق اختیارات و حکومت ملکی کی نسبت ہوتی ہی، وہ تمام دنیا میں مذکورہ بالا طریقہ سے دیکھ ہوتی ہی، اور دنیا سے ہر ایک شخص کی جداگانہ طبیعت میں نفوذ کرتی ہی۔ پھر حال اُس انتظام و حکومت کی بنیاد اور ابتدا کیقدر ایسا استحقاق ہی جو از روئے اخلاق یعنی انصاف اور عقل اور راستی اور درستی کے استحقاق کے نام سے موسوم ہو سکتا ہی اور بدعہ ایسی منظرہ کی اور تسلیم پر اُسکا مدار ہوتا ہی جو وقت کے گزرنے سے حاصل ہوتی ہی، جس سے اسبات کے یقین کرنے کی وجہ پیدا ہوتی ہی کہ عقل نے واقعات اور معاملات میں یقینی دخل پایا اور اصلی استحقاق اور درستی عالم ظاہری پر موثر ہوئی۔ اب ہم جس زمانہ کے حال پر مقروض نکتہ کو دینگے اُس سے معلوم ہوگا کہ زور و زبردستی اور کذب و دودھ نے بادشاہت کے انتظام اور حکومت اسرا اور جمہوری کے قواعد اور اصول کو، بلکہ خاص مذہب کو بھی گھیر لیا تھا، اور ہر جگہ زور و زبردستی اور دروغ اور کذب کی اصلاح زمانہ کی تائید سے پتہ چلے ہوتی گئی، اور بجائے اُن کے راستی اور درستی، شایستگی میں قائم ہو گئی، حاصل یہ کہ انسانوں کی حالت معاشرت میں راستی و درستی کے دخل ہونے سے، استحقاق اختیارات ملکی کا خیال اور پیغام بر وقت پذیر ہوا، اور زمانہ حال کی شایستگی میں مذکورہ طرز سے اُس نے اپنے لیئے جگہ اور مرتبہ حاصل کیا۔

مختلف زمانوں میں جب کہ مسئلہ استحقاق اختیارات ملکی کو، اختیار مطلق یعنی بادشاہت کا نشان قرار دینا چاہا، تو اُس کی اصلیت میں خرابی ہو گئی، اختیار مطلق یعنی بادشاہت کا نشان ہونے سے، اُس کی اصلیت اسقدر یمن اور غیور ہی کہ صرف انصاف اور راستی اور درستی کے نام سے اُس کی بنیاد دنیا میں قائم ہوئی ہی، اور اُس کا اثر عالم پر ہمار ہوا ہی، پس وہ مسئلہ ایسا نہیں ہی کہ اُس کے مقابلہ میں کوئی اصول قائم نہ رہ سکے اور وہ کچھ نقص کی ذات خاص سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ جہاں کہیں درستی اور راستی ظہور پذیر ہوتی ہی، وہاں اُس کا وجود بھی قائم

ہرگز اسز شروع آزاد رہنے کے لیئے کرہش کرتے تھے؛ غرض کہ تعزیرک اور برانگیختگی کے سبب سے ایک فرقہ سے دوسرے فرقہ میں ہوا پر انتقال اور تبدیل کا ہونا، اور عموماً مختلف فرقوں کے تعلقوں کا غر معین اور غیر مستقل ہونا، اور کسی شخص کا اپنی حالت پر یکساں قائم ٹرہنا، چاہیہا پایا جارہیگا۔

زمینداری کی حقیقت کا بھی یہی حال تھا؛ یہہ بات مشہور ہی کہ اراضی کی تقسیم اس طرح ہو تھی کہ بعض اراضی بالکل معانی کی تھی، اور بعض پر کسیقدر حقوق کسی سردار یا حاکم بالادست کے قائم تھے، اور یہہ بھی آپ صاحبوں پر روشن ہی کہ دوسری قسم اخراذخر اراضی کی حقیقت میں ایک یہہ درست اور معین ترتیب اور سرشتہ کے قائم کرنے کا کس طرح پر ارادہ کیا گیا تھا، چنانچہ جس حقیقت پر کچھہ خراج دینا پڑتا تھا، وہ اول میں سالانہ معدود اور معین کے واسطے معنا کی جاتی تھی، اور اُس کے بعد جاگیردار کے حین حیات تک اور آخر کار موروثی حقیقت ہوجاتی تھی، غرض کہ انتظام اور ترتیب کے قائم کرنے میں کوشش محض یہکار تھی، اور سب قسموں کی حقیقت بلا ترتیب اور بے قاعدہ موجودہ تھی، چنانچہ ایک ہی زمانہ میں اراضی خراج گزار کی تین قسمیں مذکور موجودہ تھیں، اور اراضی واحد چند سال میں ان مختلف قسموں میں داخل ہوتی تھی، جس طرح لوگوں کی حالتیں میں کچھہ استقلال نہ تھا اُسی طرح اراضیوں کی حالت بھی ناپائدار تھی۔ تمام اطراف اور جوانب میں وہ بڑا انقلاب اور تبدیل پایا جاتا تھا جو خانہ بدوشی کی حالت سے کنارہ کرکے قیام اور سکون کی حالت قبول کرنے، اور ذاتی اور خاص تعلقات معدوم ہرگز حقیقت اور لوگوں کے باہمی اور معیرومی تعلقات قائم ہونے سے اظہر من الشمس ہی۔ اس انقلاب اور تبدیل کے زمانہ میں شایستگی کے تمام جزوئینا حال پریشان اور بے ترتیب تھا اور وہ خاص خاص امور اور خاص خاص مقاموں سے مخصوص تھے، اُسوقت کے قوائد اور طریقوں میں بھی اُسی قسم کی بے استقلالیت اور آمیزش پائی جاتی ہی، چنانچہ وقت واحد میں تین قاعدے ترتیب اور انتظام کے موجودہ تھے، یعنی پادشاہت کا انتظام، اور طوائف الملوکی جس میں حقیقتوں اور لوگوں کے باہم توسل اور استعداد کا سلسلہ قائم تھا، اور آزاد جلسے یعنی آزاد لوگوں کی مجالسیں جو متفق ہرگز معاملات کے مانی کرنے کے واسطے پھسلا و مباحثہ کرتی تھیں، ان تینوں سرورشوں اور انتظاموں میں سے کسی ایک کے دخل اور قاہر میں مجمعہ خلائق نہ تھا، اور کوئی ایک انتظام اور قاعدہ کسی دوسرے سرورشہ اور اصول پر غالب نہیں ہوا، چنانچہ آزاد جلسے، موجودہ تھے، مگر جن لوگوں کو اُن میں شریک ہونا چاہیئے تھا وہ

نہیں ہوا کہ مجمعہ خلائق اُسی کی شکل اور صورت پر قائم ہوجاتا اور اُسی کے قام اور ملامت سے مشہور ہوتا۔

فرشتہ یررپ کے زمانہ وحشت کی یہہ خاصیت اور ملامت تھی؛ یعنی تمام مختلف اصول مضبوط ہو رہے تھے، اور سارے انتظام اور قاعدے اپنی ابتدائی حالت میں تھے، اور اُن کے آپس میں متضاد اور تفرقہ نام تھا، اور وہ تفرقہ اور تنازعہ بھی دائمی یا کسی قاعدہ پر نہ تھا۔ اِس زمانہ کی حالت معاشرت کے طرز اور طریقہ، یعنی حالات پر ضرر کرنے سے میں آپ صاحبوں کے دوبر یہہ بات ثابت کرسکتا ہوں کہ کسی جگہہ کسی ایک ایسے امر واحد یا اصول مفرد کا موجودہ ہونا غیر ممکن تھا جو عام اور مستحکم اور مسلم ہو گیا ہو، پس اِس بات کے ثبوت میں دو باتوں پر میں حصر کرتا ہوں؛ یعنی لوگوں کی حالت جداگانہ، اور عام قاعدوں اور طریقوں کی حالت پر توجہ کرتا ہوں، جسکی کیفیت سے کل مجمعہ خلائق کا نقشہ ظاہر ہوجارہیگا۔

اِس زمانہ میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک آزاد آدمی، جو کسی برتر درجہ کے آدمی کی مرنی کے متوسل اور ماتحت نہ تھے، اور اپنے مال و متاع کے کامل آزادی کے ساتھ قابض اور اپنی زندگی جس طرز پر بسر کرنے کو ہی چاہے بسر کرنے کے مختار مطلق تھے، اور کسی دوسرے شخص کے کیسماطرح مہرون منت نہ تھے اور کچھہ تعلق کسی سے نہکرتے تھے۔ دوسرے متوسل، جنکو دوسرے آدمیوں سے پہلے تو وہ تعلق تھا جو مصاحب اور سردار کے درمیان میں ہوتا ہی، پھر دوسرے تعلق کی وجہ سے متوسل اور نرماندردار قرار پائے، یعنی ایسا تعلق اُن میں ہوگیا جو آقا اور تابعدار کے آپس میں ہوتا ہی، اور اُنہوں نے جاگیریں یا اور بخششیں مٹا ہونے کے سبب سے دوسروں کی خدمت کا غرض اپنے ذمہ اختیار کیا۔ تیسرے آزادہدہ آدمی، چوتھے غلام۔

مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہہ مختلف فرقہ قائم اور معین ہوگئے تھے؟ جبکہ حدود معین میں ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کو معبود کرنا منظور کرلیا تو کیا اُنہیں حدود کے اندر وہ ہمیشہ قائم رہے؟ مختلف فرقوں کے باہم جو تعلقات تھے کیا اُن میں کوئی بات امده اور استقلال کی موجودہ تھی؟ اسکا جواب یہہ ہی، ہرگز نہیں۔ اُس زمانہ کے حالات کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ آزاد آدمی، اپنی حالت کو ہمیشہ چورچور کر کسی ایسے شخص کی خدمت اختیار کرتے تھے جس سے اُنکو کچھہ بخشش و رفیوہ حاصل ہوتی تھی اور متوسلوں کے فرقہ میں قائم ہوتے تھے؛ اور اور فرقوں کے لوگ اپنی حالت کے زوال پر غلاموں میں داخل ہوجاتے تھے۔ اور کسی جگہہ یہہ پایا جارہیگا کہ متوسل اپنے مریضوں سے ملحدہ ہوتے اور غیر متوسل

دیکھو اول ہی نسل کے بادشاہان فرانسیس دریائے + رائیں کے پار ہمیشہ اُرتے ہو جاتے تھے، چنانچہ بادشاہ کلوتیل اور ڈیوگوبرٹ ہمیشہ مہمات جرمینی میں مصروف رہتے، اور قلم تھوڑا نصیب اور اہل ڈنمارک اور اہل سیکسن + سے جو دریائے رائیں کے ماٹھے گذرے ہر مقیم تھے اُرتے پھرتے رہتے تھے، اب فرمائیں کہ اُس کی وجہ کیا تھی، یہی وجہ تھی کہ وہ قریب دریائے رائیں کے اس پار اکثر روسی سلطنت کی لوث اور غنیمت میں شریک ہونا چاہتی تھیں۔ علاوہ اُس کے اُسی زمانہ میں اُن فرانسیسیوں نے جو ملک فرانسیس میں مقیم ہو گئے تھے، اور خصوصاً مشرقی اہل فرانسیس نے ملک اٹلی پر بڑے بڑے حملے کیوں کیے، اور سوئیٹزرلینڈ پر حملہ کر کے دے ڈی الپ سے گذر کر ملک اٹلی میں کیوں داخل ہوئے؟ اسکا سبب یہ تھا کہ شمال و مشرق کی طرف سے ٹٹی قوموں کی آبادی اور دباؤ سے وہ مجبور ہوئے، پس اُن کی مہمیں صرف لوث کھسرت کی فرض سے نہیں بلکہ بہت بڑے ضرورت عمل میں آئیں، یعنی جن مقاموں میں وہ آباد ہوئے تھے، اُن سے اُن کو نکال دیا گیا، اور وہ اور مقاموں میں قسمت آزمائی کرنے کو گئے، تاکہ وہاں دولت اور آسائش حاصل کریں۔ جرمین والوں کی ایک نئی قوم ظاہر ہوئی جس نے ملک اٹلی میں اُس پادشاہ کی بھاد ڈالی جو ارمیاوت والوں کی سلطنت مہمور ہوئی، اور فرانسیس کے شاہی خاندان میں تبدیلی ہوئی، یعنی قوم کارلوونجینین، پچائے میروونجینین کے قائم ہوئی۔ اب یہ بات مسلمہ ہی ہے خاندان شاہی کی اس تبدیلی سے حقیقت میں ملک فرانسیس پر عرصہ فرانسیسیوں کی طرف سے کیا حملہ واقع ہوا، اور قوموں کے اس مبادلہ کے سبب سے مغربی فرانسیسیوں کی پچائے، مشرقی فرانسیس قائم ہوئے، اور یہ تبدیلی کامل اور یہ دوروی قوم صاحب حکومت ہو گئی، شاہنشاہ ہارلمین، اہل سیکسن کے مقابلہ میں رہی کارروائی کرنے لگا جو قوم میروونجینین کے مقابلہ تھوڑا نصیب کے کرتی تھی، چنانچہ وہ اُن قوموں سے جو دریائے رائیں کے پار مقیم تھیں، ہمیشہ براہِ لوثا رہا۔ اب دیکھتا چاہیے کہ ان انقلابوں کا کیا باعث تھا، اُس کا سبب یہ تھا کہ قوم اوروٹرائیٹینز اور ولتیز اور سورابیز اور اہل پرمیما یعنی سکلیونک نسل والوں نے اہل جرمن کو دھایا، اور چھٹی صدی سے نویں صدی تک اُنکو مغرب کی طرف بڑھنے اور چلے جانے پر مجبور کیا، اور شمال و مشرق میں جا پچھا حملوں کی مارا مار رہی، جسکا اثر زمانہ کے وراثت پر ہوتا رہا۔

(باقی آئندہ)

+ دریائے رائیں ملک جرمن اور فرانسیس اور سوئیٹزر لینڈ کی حد فاصل کی۔
+ یہ اہل سیکسن ابا و اجداد انگریزوں کے ہیں، جنہوں نے جرمن سے نقل مکان کیا تھا، چنانچہ اب تک ایک صوبہ سیکسنی کے نام سے وہاں موجود ہے۔
ڈی یہ ایک بڑا بھار ملک اٹلی اور اسٹریا اور جرمن میں واقع ہے۔

باف و نادر ہی شریک ہوئے، تھے، اور حکومت امرا یعنی طوائف الملکی بھی صدر آمد کچھ آچھا اور با ترتیب نہ تھا، اور بادشاہت جو بعض سادہ اور آسان قاعدہ انتظام کا ہی اور جسکا معنی اور مشخص وراثت نہایت سہل ہی کسی معین طریقہ پر قائم نہ تھے، کہیں کہیں تو یکسو منتظر رہی اور انتخاب سے بادشاہ مقرر ہوتے تھے، اور کہیں یہ مانع تھا کہ بادشاہت موروثی تھی، کبھی باپ کا جائزین بیٹا ہوتا اور کبھی خاندان میں سے انتخاب کیا جاتا تھا، اور کبھی بادشاہ متوفی کا کوئی رشتہ دار بعد بلکہ فیو شخص بادشاہ کیا جاتا تھا، فرض کہ کسی قاعدہ اور انتظام میں کوئی امر مخصوص اور معین نہ پایا جاوے گا، تمام قواعد اور اصول اور معاہدات کی تمام قسموں کی حالتیں یکساں اور باہم مضابطہ موجود تھیں، اور ہمیشہ اُن میں تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔

طوائف الملکی، یعنی امیروں کی ریاستوں کا بھی یہی حال تھا، اُن میں بھی اُسی قسم کا تغیر اور تبدل رائج تھا، چنانچہ کبھی تو وہ قائم ہوتی تھیں اور کبھی قوت پھوٹ کر ختم ہوجاتیں تھیں، کبھی وہ مجتمع ہوتی تھیں اور کبھی منقسم اور منتشر، اُن کے امتیاز اور اُن کے منافع ہونے کے لیے کچھ سرحدیں معین نہ تھیں، نہ کوئی طریقہ خاص حکومت کا تھا، نہ کسی جداگانہ قوم کا وجود تھا، بلکہ ہر قسم کے حالات اور اصول اور امور اور قوموں اور زبانوں کا عام اختلاف و اختلاط پایا جاتا تھا، فرض کہ یورپ کے زمانہ وحشت کا ایسا حال تھا۔

اب خیال کرنا چاہیے کہ اس عجیب زمانہ کی حد اور انتہا کیا تھی، اُس کی ابتدا تو بدھوی ممتاز اور مخصوص ہی، یعنی روسی شاہنشاہ کے زوال سے اُس کا آغاز ہوا، مگر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اختتام اُس کا کب ہوا، اس سوال کا جواب دینے کے لیے ہم کو اس امر کا دریافت کرنا ضرور ہے کہ مجمع خلائق کی ایسی حالت کسوجہ سے قائم ہوئی، اور ایسی وحشت کے اسباب کیا تھے۔

مجھکو اسکے دو مقدم سبب معلوم ہوتے ہیں، ایک مذہبی سبب جو خارجی حالات سے واقعات کے درجہ میں قائم ہوا، دوسرا اخلاقی سبب یعنی باطنی جو خاص انسان کے باطن اور ذات سے متعلق تھا۔

خارجی سبب تو حملوں کا جاری اور قائم رہنا تھا، یہ خیال نکونجا چاہیے کہ پانچویں صدی میں وحشیوں کے حملے موقوف ہو گئے تھے، اور روسی سلطنت میں زوال آجانے سے یہ بھی قیاس نہ کرنا چاہیے کہ اُس کی بقایات اور اُس کے ٹھنڈرات پر وحشیوں کی سلطنتیں فوراً قائم ہو گئیں، اور نقل مکان اور حملوں کا خاتمہ ہو گیا، بلکہ یہ نقل مکان اور انقلاب بعد زوال سلطنت روم کے مدت تک جاری رہا جسکا ثبوت بدھوی ظاہر ہے۔

نمبر ۲۰۱

لعنۃ اللہ علی لکاذبین

اخبار غورالانوار میں میری نسبت ایک بزرگ نے یہہ مشہور فرمایا ہے کہ "وقت آنے حیدرآباد کے میں اُس سے ملنے گیا اور اُنہوں نے پوچھا کہ "حیدرآباد سے بھی شغل تحریر نیچرہ کا رہیگا بھراب اُس کے میں نے کہا کہ برس روز سے زیادہ ہوا کہ میں نے اس تحریر کو ترک کر دیا ہے اور یہہ تحریر میری حسب اسباب ظاہر کے تھی درختہ باطن میرا وہ ہے جو اہل اسلام کا ہے" یہہ تحریر حضرت کی سواں چوتھ اور محض تہمت ہے۔ سبب تک ہذا بہتان عظیم چند روز بیشتر لکھنے کے ایسی ہی بیوردہ خبریں اور اپنی توہین اور میرے خاص دوستوں نے بھی مجھ سے استفسار کیا تھا میں نے بھراب خط مزیدی ماجد علی کے اصلی کیفیت اپنی مشہور کردی تھی اب حیدرآباد آنے سے پھر مذاق مسلمانوں نے یہہ خیال شاید ہوا ہو اور اُنکو اپنے غلط خیال کے موافق گمان تبدیلی خیالات اور وضع کا میری نسبت پیدا ہوا ہو مگر میرے مذہبی خیالات اور دلی رازوں میں کچھ فرق نہیں ہوا مسلمانوں کے مذہبی اوہام کی غلطیاں ظاہر کرنے اور اُن میں تہذیب و ہائستگی پھیلانے کا خیال جیسا تھا ویسا ہی ہے —

اُنہیں غورے دل آزادی جو آگے تھی وہ اب بھی ہے وفا کی ہمکر بیاداری جو آگے تھی وہ اب بھی ہے میں نے نہ اپنے اعتقاد کو بدلا نہ اپنے خیال کو نہ اپنی رخصت کو نہ اپنے لباس کو نہ اپنی طرز معاشرت کو اور انشاء العزیز — تا زمیضانہ و می نام و نشان خواہد بود سر ما خاک رہ پیر مقل خواہد بود حلقہ پیر مغانم ز اول ہر گوش اسد ما ہفائیم نہ یوزیم و ہماں خواہد بود

مراد علی محمد صاحب کی تحریروں کی تکرید بھی میری توبہ کی ایک خیالی وجہ قرار دی گئی ہے مگر میں سچ کہتا ہوں اور سواں سچ کہتا ہوں کہ اُنکی اکثر تحریروں کا اثر اگر کسی کے دل پر ہو سکتا ہے تو اتنا ہی کہ اسلام شہرت وائی اور ظلم اور نساد اور بد اخلاقیوں کا ایک شریعہ اور چوتھی کمانڈیں اور بیوردہ خبروں اور عقل و حقیقت کی مخالف باتوں کا ایک مجموعہ ہے نہ اسلام سے دنیوی ہرگز نہیں ہوئیں نہ دینی ثوب انسان کی معاشرت اور اخلاق میں اُس سے اصلاح ہوتی حق یہہ ہے کہ مولانا صاحب پادریوں کو احسان کر رہے ہیں اور اُنکو اسلام کی غلط برائوں کے ظاہر کرنے اور اُس کی

اصلی خبروں کے چھاننے میں مدد دے رہے ہیں جو سیاہی موجودہ اسلام کے چہرہ سے ہونے لگی جاتی ہے مولوی صاحب اُسے پھر لکھا دیتے ہیں اور جو ازام مسلمانی مذہب سے دور کیا جاتا ہے مولانا صاحب اُسکو پھر جمادیتے ہیں پس جبکہ میرے نزدیک مولانا صاحب کا دل و دماغ ایسا ہو اور میرے دل پر اُس کی تحریروں کا اثر ہو رہا ہو تو اُس سے مجھے کیا ہدایت ہو سکتی ہے ہاں اُس کو تحریروں سے کبھی کبھی طالب علموں کی کچھ بھٹیوں کا مزہ آجاتا ہے یا ضروری و مصباح پڑھنے والوں کے لفظی مباحثوں کی تصریر اُنکو ہر کے سامنے پھر جاتی ہے دگر ہیچ — سبب تک ہذا بہتان عظیم ایک حکایت منظرہ یاد آتی کہ شایعین کے نذر کرتا ہوں سننے والے اُسے میری زبان سے سنیں اور داد دیں *

مارنے از کوہ پصحرا گذشت دید مزایا بدامانہ شاد دل ز غم دوسروں چو داغہ دیدہ ز تیغ تھی ساختہ گشت بدو عارف صحرا ٹورد کز چہ دریں بادینہ روزہ گرد مایع تو آسودہ ز سواں چو دست ایں قدرت کندی الماس چو دست کار تو در صومعہ و خانقاہ واز چو ماندہ از کار گاہ تفرقہ بخش صف طاعت نہ رخسہ گر سلک جماعت نہ در صف اصحاب تہذیب تو کو جادے جبریل نوب تو کو شہیدہ انگیزی خریدت کجاست خوی بد مودتہ جویست کجاست رھزن دوران بدل بد سگال طنز کناں داد چراب سوال کز ہر کاس مامے ز مان فارغ از کمکش این و ان داش مرا باز ازین جد و جہد حیلہ گریہاے تنہاں عہد یک تن ازین طایفہ ہوا ہوس از پتہ گمراہ کوئیں پس اب میں اپنے دوستوں اور غاروں کی خدمت میں صاف صاف عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی میری نسبت ایسی لڑ اور بیوردہ اور چوتھی خبریں اور آوازے اُسے ملتا اور تہمت سمجھیں اور انصافیں دیکھیں یہ حضور میں بھی یہہ التماس ہے کہ آئندہ نصیحت سے معاف فرمادیں اور اپنا اور میرا وقت ضایع نہ کریں *

من ترک مشقبازی و سافر تمیکلم صد بار توبہ کردم و دیگر تمیکلم دیشتم بہ طنز گفت حرام است مفسور گفتم مگر نہ گوش بد ہو غوثیکلم این توبہ پس اسد کہ چو نواہدان شہر ناز و کرشمہ پر سر منبر نمی نلم

راشم
مہدی علی

از حیدرآباد

بمقام علیکدہ — مطبع علیکدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

۸۹۱۳۴۵

تہذیب الدولہ
جلد ۲

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ پو پیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

